سفرِ وصال
رابعہ علی خان
نیشجا
گرافکس

پیش لفظ

السلام علیکم !

یہ میری پہلی تحریر نہیں، مگر بلاشبہ میرے دل کے سب سے قریب ہے۔اس سے قبل تین ناولز تحریر کر چکی ہوں، لیکن "سفرِ وصال" میرے جذبات،احساسات اور تخیل کا وہ عکس ہے جسے میں نے نہایت خلوصِ دل سے رقم کیا ہے۔اس ناول کی بنیاد ایک ایسے خواب پر رکھی گئی، جو میں نے تاج محل کے حسن اور اس کی تاریخ میں پنہاں محبت کی لازوال داستانوں کو دیکھ کر دیکھا تھا۔

تاج محل... صرف ایک عمارت نہیں، میرے لیے ایک جذبہ ہے۔۔ محبت، فراق اور وصال کی گواہی دیتا ہوا ایک حسین سنگِ مرمر، جس نے میرے خیالوں کو ایک نئی سمت دی۔اسی عظمت سے متاثر ہو کر اس کہانی کا بنیادی خاکہ تشکیل پایا، لیکن دورانِ تحریر دو ایسے کردار وجود میں آ گئے، جن کا تصور میرے ذہن میں ابتدا میں ہر گز نہ تھا۔ان میں سے ایک "شہرام

شاہ" کا کردار ہے جسے لکھتے ہوئے میرے اندر ایک عجیب سی کشمکش رہی۔ ایک طرف اس کی تحریر نے لطف دیا، تو دوسری جانب کئی لمحے ایسے بھی آئے جب اس کے جذبات کو لکھتے ہوئے دل بوجھل ہو گیا۔

یہ کہانی خالصتاً فرضی ہے اور اس کا کسی حقیقی واقعہ یا فرد سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ ہاں، اگر کہیں کچھ سچائی محسوس ہو تو وہ محض اتفاقیہ ہے، یا پھر اس کہانی کے کرداروں کی سچائی نے دلوں کو چھو لیا ہے۔

میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنی ان چار سہیلیوں کی شکر گزار ہوں جن کے بغیر یہ سفر مکمل نہ ہو پاتا۔

"حیا فاطمہ احمد۔" جس سے میں نے ہر موڑ پر رہنمائی لی اور بے تحاشا سوالات کر کے اس کا صبر آزمایا۔

"فاطرہ امداد۔" جو نہ صرف میری موٹیویشنل اسپیکر رہی بلکہ میرے یقین کو سہارا دینے والی ایک طاقت بن کر ابھری۔

"شیخ مریم۔۔" جنہوں نے میرے ہر لکھے ہوئے منظر کو نہایت محنت سے پڑھا، سراہا اور ضروری اصلاحات تجویز کیں۔

"اور صفا سردار۔" جس نے ہر مرحلے پر میری کہانی تحمل سے سنی، میرے خیالات کو سمیٹا، اور مجھے یہ احساس دلایا کہ میری تحریر صرف الفاظ نہیں، بلکہ محسوسات کا آئینہ ہے۔۔"

میں ان چاروں کی محبت، تعاون اور خلوص کے بغیر شاید اس ناول کو مکمل نہ کر پاتی۔ یہ صرف میری نہیں، ہم سب کی محنت کا ثمر ہے۔ امید ہے سفرِ وصال آپ کے دلوں کو بھی چھو لے گا۔

شکریہ۔۔!

واسلام

انتساب

"اس ربِ کریم کے نام، جس نے میرے دل کو یہ خیال، میرے ذہن کو یہ الفاظ، اور میرے ہاتھ کو یہ ہنر عطا کیا۔"

"بیشک! ہم کچھ بھی نہیں... اگر وہ نہ چاہے، تو سوچ بھی لفظ نہ بنے۔"

ہر طرف اندھیرا تھا۔رات کے پرندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔وہ شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا، سامنے لگی اسکرین کو گہری نظر سے دیکھ رہا تھا۔اسکرین کی روشنی نے پورے کمرے کو دھندلا سا روشن کر رکھا تھا۔

اس کے پیچھے دو گارڈز متعین تھے، جو مکمل چوکسی کے ساتھ خاموشی سے کھڑے تھے۔

"اس کی نظریں سامنے اسکرین پر موجود اُس لڑکی پر مرکوز تھیں، جو سفید شرٹ اور سیاہ جینز پہنے اسٹیج پر کھڑی تھی۔اس کے بال کندھوں تک آرہے تھے، سیدھے، اور فرنٹ سے اسٹرپ میں کٹے ہوئے۔اُس نے انہیں بے پرواہی سے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔

ہری آنکھوں میں گہرا کالا کاجل تھا، جو اس کی نگاہوں میں ایک خاص اسرار گھول رہا تھا۔ہونٹوں پر ہلکی گلابی لپ اسٹک چمک رہی تھی۔ایک ہاتھ میں مائیک تھامے وہ پوری توجہ کے ساتھ گا رہی تھی۔

اس کی آواز ایسی تھی جیسے رات کی خاموشی میں بہتا کوئی میٹھا جھرنا۔اسٹیج کے نیچے موجود ہر شخص اُس کی سُریلی آواز میں ایسا ڈوبا ہوا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو۔کوئی بھی نہ ہل رہا تھا، نہ بول رہا تھا سب صرف سن رہے تھے، محوِ حیرت اور مدہوشی میں۔

اُس شخص کی نظریں ایک پل کو بھی ہٹ نہ سکیں۔

"خوبصورت.."

اس نے آہستگی سے سر گوشی کی، جیسے اپنی ہی سوچ کی تصدیق کر رہا ہو۔

"سر؟آپ نے کچھ فرمایا؟"گارڈز میں سے ایک نے چونک کر پوچھا۔

وہ خاموش رہا، صرف اسکرین کو تکتا رہا۔

"بہت جلد... تم میرے ہونے والی ہو سویٹ ہارٹ۔"

اس کے لبوں پر خباثت سے بھرپور مسکراہٹ ابھری، جس میں خطرہ بھی تھا اور پیش گوئی بھی۔

اس شخص نے آہستگی سے فون اٹھایا اور مخصوص نمبر پر کال ملائی۔انگلیاں میز پر دھن کی طرح تھپتھپاتی رہیں،

"میں آدھے سے زیادہ مال تمہیں پہنچادوں گا... وہ بھی دو دن کے اندر،اور تمہاری بتائی گئی قیمت سے کہیں زیادہ پر۔"کال ملتے ہی وہ دھیمی، مگر سخت آواز میں بولا۔

ایک لمحے کو وہ خاموش ہوا، پھر آواز میں سرد لہجہ لیے بولا۔

"لیکن بدلے میں... مجھے وہ لڑکی چاہیے۔کسی بھی قیمت پر۔چاہے جو کرنا پڑے،وہ میرے پاس ہونی چاہیے ہر حال میں۔۔!"

دوسری جانب کچھ کہا گیا، مگر اُس شخص کی نظریں بدستور اسکرین پر جمی تھیں، جہاں وہ لڑکی اب بھی روشنیوں میں کھڑی گا رہی تھی بے خبر اس سازش سے جو اس کے گرد بُن دی گئی تھی۔

"وقت ضائع مت کرنا،"

اس نے آخری تنبیہ دی۔۔

"یہ سودا صرف ایک بار کا موقع ہے۔"

کال منقطع کرتے ہی وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو طاقت، لالچ اور جنون کا امتزاج تھی۔

☆☆☆

"راجپوت حویلی پر دن کی مدھم سی روشنی پھیل چکی تھی۔ برآمدے کے سفید ستونوں پر دھوپ کی نرم کرنیں سنہری دھاگوں کی طرح بکھر رہی تھیں، اور پرانے صحن میں چمپا کے پھول اپنی مخصوص مہک بکھیر رہے تھے۔

وہ دھیرے سے دوپٹہ سنبھالتی کھڑکی کے قریب آئی، جہاں سے دور ایک خواب جیسا منظر جھلک رہا تھا۔ سامنے افق پر، دھند کی ہلکی پرت میں لپٹا ہوا تاج محل وقت کی گرد سے بے نیاز، اپنی پرانی شان اور ابدی جلال کے ساتھ خاموشی سے ایستادہ تھا۔

اس کے دل میں ایک ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔

"وقت بدل گیا، لوگ بدل گئے، لیکن محبت کے وہ نقوش جو پتھروں پر رقم ہوئے تھے... وہ آج بھی ویسے ہی قائم ہیں۔"

تاج محل کو دیکھتے ہوئے، کچھ لمحے جیسے ٹھہر گئے ہوں۔

"دیدی! آپ یہاں کھڑی ہیں؟ پتاجی نیچے بلا رہے ہیں..." انیا پیچھے سے آکر بولی۔

اُس کے بال دو پونیاں کیے گئے تھے، اور ماتھے کے قریب سے دو چھوٹی چوٹیاں آگے کی طرف نکلی ہوئی تھیں۔ اُس نے لمبی گلابی فراک پہن رکھی تھی، جو اس کی معصومیت کو اور اجاگر کر رہی تھی۔ وہ دکھنے میں چودہ پندرہ سال کی تھی۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھیں، نگاہیں تاج محل پر جمی ہوئی تھیں۔ دھندلی روشنی میں نہایا وہ منظر جیسے کسی خواب کا حصہ ہو۔

"کتنا سندر ہے یہ تاج محل..."

وہ دھیرے سے بولی، آواز میں ایک انجانی سی اداسی گھلی ہوئی تھی۔

"کتنے باگے شالی ہوتے ہیں وہ لوگ، جنہیں پریم ملتا ہے۔"

"اف دیدی! آپ کیوں بھول جاتی ہیں کہ یہ تو ایک مقبرہ ہے؟ ایک قبر!" اننیا نے بھنویں سکوڑ کر دیکھا اور ماتھے پر بل ڈالے معصومیت سے بولی۔

وہ ہلکے سے مسکرائی، آنکھیں اب بھی تاج محل پر مرکوز تھیں۔

"میں بھولی نہیں ہوں، چھوٹی... مگر یہ وہ قبر ہے، جسے دنیا محبت کی نشانی کہتی ہے۔"

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ باہر چمپا کے پھولوں کی مہک اندر تک آ رہی تھی۔

"محبت مر بھی جائے، تو کچھ نشان چھوڑ جاتی ہے... تاج محل اُنہی نشانیوں میں سے ایک ہے۔"

"اچھا دیدی، اب چلو نا... پتا جی انتظار کر رہے ہیں۔ پتہ تو ہے نہ، صبح صبح وہ پوجا کرتے ہیں... اگر دیر ہوئی تو ناراض ہو جائیں گے!" اننیا نے روشنی کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑا سا کھینچتے ہوئے محبت سے کہا۔

اس نے آہستہ سے پلکیں جھکائیں، جیسے وہ لمحہ جو تاج محل سے جُڑا تھا، اُسے دل کے کسی کونے میں سمیٹ کر رکھ لیا ہو۔

"ہاں... چلتے ہیں۔"

اُس نے اننیا کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرا اور مسکراتے ہوئے اُس کے ساتھ چل پڑی۔

اننیا خوشی خوشی آگے بڑھی، فراک کے پلو لہراتے جا رہے تھے۔ اس نے پیچھے مڑ کر ایک آخری بار تاج محل کی طرف دیکھا۔

"کبھی کبھی، کچھ نشان صرف آنکھوں سے نہیں... دل سے دیکھے جاتے ہیں۔"

وہ دل میں کہہ کر، اننیا کے پیچھے خاموشی سے چل دی۔

☆☆☆

وہ دونوں آہستگی سے زینے اُتر کر نیچے آئیں۔ نیچے ہال میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی اگربتیوں کی دھیمی دھیمی مہک اور گھنٹیوں کی ہلکی آواز نے پورے ماحول کو روحانیت میں لپیٹ رکھا تھا۔

پرکاش جی اور سونیا ماتا جی بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔

پرکاش جی نے ماتھے پر تلک لگا رکھا تھا اور سفید دھوتی کُرتے میں ملبوس تھے، جبکہ سونیا راجپوت زعفرانی ساڑھی پہنے، ہاتھ میں پوجا کی تھالی لیے، منتر پڑھ رہی تھیں۔

اننیا نے دوڑ کر سونیا راجپوت کے پاس جا کر ان کے گھٹنوں کو چھوا۔

"آشیر واد دوماں..."

سونیا نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

وہ آہستگی سے قریب آئی اور خاموشی سے ہاتھ جوڑ کر بھگوان کے سامنے جھک گئی۔اس کی آنکھیں بند تھیں۔

پرکاش جی نے آنکھیں کھول کر دونوں بیٹیوں کو دیکھا۔

"تم دونوں وقت پر آ گئیں، یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ بھگوان تم دونوں کو خوش رکھیں۔"

سونیا نے پوجا کی تھالی اننیا کو تھماتے ہوئے کہا۔

"لو بیٹا، تم بھگوان کو پرساد چڑھاؤ...اور خوشی، تم دیا جلاؤ۔"

تھالی اننیا کو تھماتے ہوئے۔ سونیا راجپوت نے شفقت سے کہا۔

خوشی نے خاموشی سے سر ہلایا،اور آہستگی سے دیے کی طرف بڑھی۔

اس نے گویا پورے دھیان سے دیا اٹھایا، باتی کو تیل میں تر کیا،اور ماچس کی تیلی سے اسے جلایا۔

شعلہ ایک لمحے کو لرز کر جلنے لگا جیسے دل کے اندر دبی کوئی خواہش پھر سے انگڑائی لے رہی ہو۔دیا جب روشن ہوا، تو اس کی روشنی خوشی کے چہرے پر تھمی آنکھوں میں منعکس ہونے لگی۔اُس کی نظریں پل بھر کو دیے میں ٹھہر گئیں۔

اندر ہی اندر کچھ بولی، شاید کوئی پرارتھنا... شاید کوئی خاموش فریاد۔

سونیا راجپوت نے دعا ختم کی اور سب کو پرساد دیا۔

پرکاش جی نے خوشی کی طرف دیکھا،

"بیٹا، آج تمہارے ماتھے پر ایک خاص چمک ہے... بھگوان تم پر کرپا رکھیں۔"

پرکاش راجپوت نے نرمی سے کہا، نظر بھر کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔

"دھندے واد، بابا!"

خوشی نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور آگے بڑھ کر ان کے گلے لگ گئی۔

پرکاش جی نے بیٹی کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"میری خوشی... تُو تو ہمیشہ سے میرے لیے گرو (فخر) ہے۔"

ان کے لہجے میں فخر بھی تھا، دعا بھی، اور وہ بے آواز سا خوف بھی جو ہر باپ کو اپنی بیٹی کے مستقبل کے لیے کہیں نہ کہیں کھائے جاتا ہے۔

سونیا راجپوت نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا، اور اننیا نے پرساد ہاتھ میں لیے وہ منظر اپنی چھوٹی آنکھوں میں قید کر لیا جیسے گھر کی صبح مکمل ہو گئی ہو، ایک پُر سکون سا آغاز ہو۔

☆☆☆

"وہ بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس، ہاتھ پر مہنگی گھڑی اور پیروں میں چمچماتے سیاہ جوتے پہنے، عجلت سے 'ملک ولا' کے آہنی دروازے سے باہر نکلا۔ ماتھے پر ہلکی شکنیں اور قدموں میں بے چینی تھی۔ وہ آج معمول سے کہیں زیادہ لیٹ ہو چکا تھا، اور ملازم ابھی گاڑی نکالنے ہی والا تھا کہ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"آج میں خود ڈرائیو کروں گا..." وہ مختصر سا کہہ کر گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

چمکتی ہوئی بلیک کار کا دروازہ کھولتے ہوئے اُس کے دل میں نہ جانے کون سا بوجھ ہلکا ہوا، اور جیسے ہی گاڑی سڑک پر آئی، بحریہ ٹاؤن کی پُرسکون، صاف ستھری سڑکوں پر اُس کے خیالوں کا شور تیز ہو گیا۔

"وہ لوگ میٹنگ کے لیے پہنچ گئے ہوں گے..." وہ گاڑی چلاتے ہوئے خود سے بڑبڑایا، جیسے اپنے ہی وقت سے ناراض ہو۔

سورج کی تیز روشنی شیشے سے اندر جھانک رہی تھی، اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی کا سن شیڈ نیچے کیا اور سفید چشمہ آنکھوں پر جما لیا۔

براؤن آنکھوں میں معمول سے زیادہ سختی تھی شاید وقت کی بے رحمی پر، یا خود پر غصہ تھا۔

گاڑی کی رفتار جیسے اس کی بے چینی کا عکس تھی۔ سڑک پر ہر گاڑی کو وہ خاموشی سے کراس کرتا جا رہا تھا، لیکن دل کی رفتار شاید گاڑی سے بھی تیز دوڑ رہی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد، وہ آفس پہنچ چکا تھا۔

مرصع عمارت کے شیشے جیسے سورج کی کرنوں سے باتیں کر رہے تھے۔ گیٹ پر سیکیورٹی گارڈ نے تیزی سے سلیوٹ کیا، مگر اُس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ ابھرا۔

گاڑی پارک کرتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس لی جیسے راستے بھر کا بوجھ سینے سے نکل کر ہوا میں تحلیل ہو گیا ہو، یا شاید اگلے لمحے کا دباؤ پہلے ہی واپس اس پر چڑھ آیا ہو۔

چشمہ اتار کر جب وہ دروازے کی جانب بڑھا، تو اس کے چہرے کی سنجیدگی اور قدموں کی سختی تھی۔

وہ تیز قدموں سے اپنے کیبن میں داخل ہوا۔

دروازہ بند کرتے ہی ایک لمحے کو جیسے وہ خود کو وقت کی دوڑ سے نکال لایا ہو۔ جلدی سے بلیک کوٹ اتارا اور ریوالونگ چیئر کی پشت پر لٹکا دیا۔

پسینے کے ہلکے قطرے پیشانی پر چمک رہے تھے۔ اس نے ٹائی کی ناٹ کو ڈھیلا کیا، کالر کے بٹن کو قدرے کھولا، اور گہری سانس لیتے ہوئے آرام دہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

انگلیوں سے انٹر کام کا بٹن دبایا۔

محض چند لمحوں بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"?May I come in, sir"

ایک مہذب آواز، جیسے ترتیب سے بندھی ہوئی شخصیت کی نمائندہ۔

Yes, come in!""وہ مختصر مگر سخت لہجے میں بولا۔

دروازہ کھلا اور نور اندر داخل ہوئی۔ سر پر ہلکا دوپٹہ، ہاتھ میں نوٹ پیڈ، چہرے پر پیشہ ورانہ سنجیدگی۔ وہ ہمیشہ وقت پر آتی تھی...اور آج بھی، جیسے لمحے کے اندر حکم سننے آ پہنچی۔

"کانفرنس روم تیار کرو...آج کا اجلاس بروقت شروع ہوگا، کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں ہوگی۔"

اُس کے لہجے میں تھکن کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کا بوجھ بھی جھلک رہا تھا۔

"جی سر، ابھی انتظام کرواتی ہوں۔"نور نے سر ہلاتے ہوئے تیزی سے نوٹ کیا اور خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔

دروازہ بند ہوتے ہی اس نے کرسی کو ہلکا سا پیچھے جھکایا اور آنکھیں موند لیں... جیسے چند لمحے کا سکون چُرا لینا چاہتا ہو، پھر اُسے دوبارہ دنیا کے سامنے وہی مضبوط، منظم اور بے رحم شخص بننا تھا جو وہ سب کے لیے تھا۔

☆☆☆

وہ کانفرنس روم کی وسیع اور خاموش فضا میں، سربراہی کرسی پر بیٹھا تھا۔

مرصع میز کے گرد چمکتی ہوئی کرسیوں پر لاہور کے چند معروف اور بااثر بزنس مین براجمان تھے۔ ہر چہرے پر وقار، تجربے کی لکیریں اور کاروباری دنیا کی چالاکی کا عکس جھلک رہا تھا۔

دیوار پر لگی بڑی اسکرین پر آج کی میٹنگ کا ایجنڈا جگمگا رہا تھا، اور ہر ایک کے سامنے فائلز، کافی کے مگ اور نوٹس پیڈز ترتیب سے رکھے تھے۔

سربراہی کرسی پر بیٹھا وہ شخص... جو کچھ دیر پہلے اپنی ٹائی ڈھیلی کر رہا تھا، اب مکمل دھیان، اختیار اور اعتماد کے ساتھ سنبھل چکا تھا۔

اس کے چہرے پر سختی اور ٹھہراؤ دونوں بیک وقت موجود تھے۔ ایک ہاتھ کرسی کے بازو پر، دوسرا فائل پلٹتے ہوئے، اس کی ہر حرکت میں مہارت اور برتری کی جھلک تھی۔

"خواتین و حضرات..."

اس کی گونجتی ہوئی آواز نے میٹنگ کا باقاعدہ آغاز کیا، اور پورے کانفرنس روم میں خاموشی چھا گئی۔ سب اس کی طرف متوجہ تھے۔

"ہمیں آگے بڑھنے کے لیے فیصلے کرنے ہوں گے، اور وہ بھی وقت پر۔ تاخیر کا مطلب... نقصان۔"

فائل پلٹی، سلائیڈ بدلی، نظریں حاضرین پر دوڑائیں۔

تبھی ایک گہری آواز نے اس کی بات کاٹ دی۔

"معذرت... لیکن میں اس فیصلے سے مکمل اتفاق نہیں کرتا۔"

یہ آواز جمیل صاحب کی تھی ایک سینئر بزنس ٹائیکون، جن کے چہرے پر تجربے کی سخت لکیریں اور لہجے میں خود اعتمادی تھی۔

کمرے میں ہلکی سی سرگوشی پھیلی، مگر سب جانتے تھے کہ ان کا اعتراض معمولی نہیں ہوتا۔

"یہ منصوبہ بہت زیادہ رسک پر مبنی ہے۔ ہم میں سے اکثر شاید اس نقصان کو برداشت نہ کر سکیں۔ بزنس میں جوش سے زیادہ ہوش کی ضرورت ہوتی ہے، اور آپ کا لائحہ عمل... مجھے غیر متوازن لگتا ہے۔"

کمرے کی فضا یکدم سنجیدہ ہو گئی۔

نور کا قلم رک گیا، سب کی نگاہیں ایک بار پھر سربراہی کرسی پر جم گئیں کہ اب وہ کیا کہے گا۔

اُس نے ایک لمحے کو چپ سادھ لی۔ پھر کرسی کی پشت سے سیدھا ہوا، دونوں ہاتھ میز پر رکھے، نظریں سیدھی جمیل صاحب کی آنکھوں میں ڈالیں۔

"رسک وہی لیتے ہیں جنہیں اپنی صلاحیت پر یقین ہو۔ اور جو وقت کی رفتار سے لڑنا نہیں جانتے، وہ بہت جلد منظر سے ہٹا دیے جاتے ہیں۔"

اس کے لہجے میں سکون تھا... لیکن سختی بھی۔

"اگر آپ کو میرے منصوبے پر شک ہے، تو فائنینشل پروجیکشنز دیکھیے۔ اگلی سلائیڈ پر۔"

اس نے ریموٹ دبایا، اور سلائیڈ بدل گئی... نمبرز، گرافز، پچھلے دو سال کی گروتھ... سب خاموش دلیل کی طرح سامنے تھے۔

جمیل صاحب کچھ لمحے چپ رہے، پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی...

"ہم دیکھ لیتے ہیں، لیکن ذمہ داری پھر بھی آپ کی ہو گی۔"

"ہمیشہ کی طرح۔"

وہ ہلکے سے مسکرایا، اور کمرے میں کشیدگی دھیرے دھیرے تحلیل ہونے لگی۔

سب کے چہروں پر سنجیدگی کے ساتھ اطمینان بھی تھا، جیسے یہ بات طے ہو چکی ہو کہ فیصلے کی طاقت کس کے پاس ہے۔

کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر وہ آہستگی سے کرسی سے اٹھا۔ پورے اعتماد، وقار اور ٹھہراؤ کے ساتھ اپنی فائل بند کی، اور دونوں ہاتھوں سے میز کی سطح پر ہلکی سی دستک دی۔

"Thank you, everyone. The meeting is officially conclude."

وہ الفاظ، جو کسی سربراہ کے نہیں بلکہ ایک قیادت کے نشان جیسے محسوس ہوئے۔

سب ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ کچھ نے سر ہلایا، کچھ نے ہاتھ ملایا، اور کچھ محض خاموشی سے باہر نکل گئے۔

اس کی شخصیت کا اثر اب بھی کمرے میں موجود تھا جیسے وہ صرف بولتا نہیں، نقش چھوڑتا ہے۔

نورایک طرف کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔اس کی نگاہوں میں تحسین بھی تھی...اور حیرت بھی۔

وہ بغیر کسی گھبراہٹ کے قدموں سے چلتاہوادروازے کی جانب بڑھا۔

نورنے تیزی سے دروازہ کھولا۔

"سر،آپ کے لیے اگلی میٹنگ کاشیڈول۔"

"تھوڑاوقفہ چاہیے،نور۔"

اس نے نرمی سے کہا،لیکن لہجے میں اب بھی تھکن چھپی ہوئی تھی۔

نورنے خاموشی سے سرہلایا،اوروہ باہر نکل گیا۔۔

☆☆☆

فون پر کال آتے ہی اس نے جھٹ سے فون اٹھایا۔اسی لمحے وہ اپنے گھنے، بڑے بڑے مونچھوں کو غرور سے تاؤدے رہا تھا۔

"کیابنالڑکی کا؟"

اس کی آواز گرج دار تھی ایسی کہ درودیوار لرزاٹھیں،اور پاس کھڑے گارڈز کے چہرے کارنگ ایک پل کواڑ گیا۔

"سر...بات یہ ہے کہ لڑکی بہت مشہور ہے۔اس وقت سوشل میڈیا،نیوز...سب کی نظریں اس پر ہیں۔ایسے میں اسے کیڈنیپ کرنا ہمارے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔"دوسری طرف سے ہلکی ہکلاہٹ کے ساتھ جواب آیا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ایک لمحہ ایسا آیا جیسے ہوا بھی رک گئی ہو۔

اس کی نظریں سامنے سکرین پر پڑی جس میں وہ لڑکی گا رہی تھی۔

پھر اس نے کرسی کی پشت پر زور سے ٹیک لگائی،انگلیوں سے میز پر ہلکی ہلکی تھاپ دی اور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"شہرت...؟خطرہ...؟ یاد رکھو،خطرہ تب ہوتا ہے جب خوف ہو۔اور تم لوگوں کو مال چاہیے یا نہیں۔؟"

اس نے گھور کر گارڈز کی طرف دیکھا،جن کی نظریں جھک گئیں۔

"مجھے وہ لڑکی دو دن میں چاہیے۔اور اگلی کال پر اگر تم نے پھر بہانے بنائے...تو تمہیں اُس کے بجائے اپنی ماں بہن کی فکر کرنی پڑے گی۔"ایک لمحے کو وہ رکا،پھر آہستہ سے بولا۔

کال کاٹ دی گئی۔فضا میں سرد مہری اور خطرے کی بو پھیل چکی تھی۔

☆☆☆

وہ گرے شرٹ اور بلیک جینز پہنے،بالوں کو کھلا چھوڑے،کانوں میں چھوٹے چھوٹے ٹاپس سجائے،ہری آنکھوں میں نفاست سے لگایا گیا کاجل اور لبوں پر ہلکی گلابی لپ اسٹک لگائے،آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ہر زاویے سے خود کو دیکھتے ہوئے اُس کے چہرے پر ایک خاص اعتماد جھلک رہا تھا۔

اسی لمحے اننیا راجپوت دروازے سے اندر آئی،اور اس کو دیکھ کر خوشی سے چہک اُٹھی۔

"واؤ دیدی! آپ بہت سندر لگ رہی ہیں... بھگوان کرے آپ کو کسی کی نظر نہ لگے!"

خوشی نے آئینے میں نظر آتی اپنی چھوٹی بہن کی مسکراہٹ دیکھی اور ہلکے سے ہنس دی۔

"تھینکس، چھوٹی!"

"اچھا خوشی دیدی، آپ کب تک واپس آؤں گی؟" اننیا اس کے قریب آگئی، اور شوخی سے پوچھا۔

"شام تک آجاؤں گی۔" خوشی نے گھڑی کی طرف ایک نظر ڈالی، پھر نرمی سے کہا۔

"آپ کو سنگنگ کا شوق کب سے ہے؟" اننیا نے ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر معصومیت سے پوچھا۔

خوشی نے ایک لمحہ آنکھیں بند کیں پھر مسکرا کر رخ موڑ لیا۔

"تب سے... جب دل کی بات صرف لفظوں سے نہیں، دُھنوں سے سمجھنے لگی تھی۔"

وہ جانتی تھی کہ گھر کے اندر وہ "خوشی راجپوت" تھی، ایک سنسکاری بیٹی اور بہن۔ مگر اس گھر سے باہر، شو کی روشنیوں تلے، وہ "مونا" تھی ایک نامور سنگر، جو لاکھوں دلوں کی دھڑکن تھی۔

یہ کوئی راز نہ تھا کہ جب بھی خوشی اس طرح تیار ہو کر جانے لگتی، اننیا کے دل میں سینکڑوں سوال جاگ جاتے، اور وہ ہر بار اُنہیں معصومیت سے پوچھ بھی لیتی۔

"دیدی... اگلا شو کب ہے؟ کیا میں بھی کبھی آسکتی ہوں؟ آپ اسٹیج پر کیسی لگتی ہو؟"

"اتنے سوال نہ کیا کرو، چھوٹی جاسوس!" خوشی نے اُس کے سر پر ہلکے سے چپت مارتے ہوئے کہا۔

اننیا ہنسنے لگی، اور دونوں بہنوں کی ہنسی کمرے میں خوشبو کی طرح پھیل گئی۔

کمرے کی دیواریں، آئینہ، اور ہوا... سب جیسے ان لمحوں کی گواہ بن گئے تھے۔

خوشی نے آئینے میں ایک آخری نظر خود پر ڈالی، پھر گٹار کیس کندھے پر ڈالا اور پرس سنبھال کر دروازے کی جانب بڑھی۔

نیچے جا کر اُس نے اپنے ماں باپ کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے آشیر واد لیے۔

سونیارا جپوت نے اس کے ماتھے پر پیار سے ہاتھ رکھا، اور پرکاش جی نے نرمی سے کہا۔

"بیٹا، جہاں بھی جاؤ، اپنا سچ نہ بھولنا۔ اور دل کی آواز کو ہمیشہ سننا۔"

خوشی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا، مگر دل کے کسی کونے میں ایک انجانا سا بوجھ تھا... شاید کسی آنے والے لمحے کی آہٹ، شاید کوئی نامعلوم فیصلہ۔

دروازہ کھلا، اور سورج کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی۔

وہ اپنے ماں باپ سے انومتی (اجازت) لے کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئی وہ سفر جو صرف ایک شو یا سنگنگ تک محدود نہ تھا، بلکہ شاید اس کی اصل پہچان، اس کے دل کے بھید اور تقدیر کے کسی موڑ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

☆☆☆

وہ آفس میں بیٹھا تھا۔ سامنے ٹیبل پر کئی فائلیں بکھری ہوئی تھیں جنہیں وہ غیر معمولی سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ آفس کی کھڑکی سے آتی روشنی اُس کے چہرے پر پڑ رہی تھی، مگر اس کی نظریں کاغذوں میں گم تھیں جیسے وہ صرف الفاظ نہیں، راز پڑھ رہا ہو۔

اس کی آنکھوں پر باریک فریم والے گلاسز تھے، جو اُسے مزید پر وقار اور سخت مزاج ظاہر کر رہے تھے۔

سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک چڑھی ہوئی تھیں، کلائی پر بندھی مہنگی گھڑی چمک رہی تھی، اور بال پیچھے کی جانب سلیقے سے سیٹ کیے گئے تھے۔

ٹیبل پر رکھے کافی کے مگ سے بھاپ اٹھ رہی تھی، مگر اس نے اُس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ ایک ہاتھ میں قلم تھا جسے وہ لاشعوری طور پر گھما رہا تھا، اور دوسرے ہاتھ سے صفحات پلٹتے ہوئے وقفے وقفے سے ہلکی تیوری چڑھا لیتا۔

"یہ سب ڈیٹا درست نہیں لگ رہا... کچھ گڑبڑ ہے یہاں۔"

اس نے آہستہ سے خود کلامی کی، مگر لہجہ سخت تھا جیسے کوئی فیصلہ صادر ہونے والا ہو۔

اسی لمحے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"Yes?"

وہ نظریں ہٹائے بغیر بولا، اور جلدی سے فائلز ایک سائیڈ پر سرکاتے ہوئے ترتیب دینے لگا جیسے کسی خیال کو وقتی طور پر پچھلی نشست پر دھکیل رہا ہو۔

دروازہ آہستگی سے کھلا۔

"سر...آپ کی کافی!"

نور نے نرمی سے کہا،اور احتیاط سے مگ میز پر رکھا۔کافی کی بھاپ اب بھی فضا میں مہک بکھیر رہی تھی۔

اس نے ایک سرسری سی نگاہ نور پر ڈالی، پھر مگ کی طرف،اور مختصر سا سر ہلا کر بولا۔

"Thanks."

نور نے رُکتے ہوئے جیسے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ ہونٹوں تک آ کر رُک گئے۔

چند لمحوں بعد وہ آہستگی سے مڑی اور دروازے کی جانب بڑھ گئی، جبکہ وہ اب بھی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے خاموشی سے کافی کے مگ کو گھور رہا تھا۔

آنکھوں کے نیچے ہلکے، پیشانی پر تناؤ کی لکیریں،اور لبوں پر دبی ہوئی وہ تلخ مسکراہٹ جو صرف وہی جانتا تھا، جسے دھوکہ ملا ہو۔

"پتہ نہیں ان لوگوں کا ٹھکانہ کہاں ہو گا..."

اس نے آہستہ سے خود کلامی کی، جیسے الفاظ نہیں، زخم ٹپک رہے ہوں۔

"کہاں سے ملیں گے۔۔؟ مگر جس دن مل گئے نا۔"

وہ لمحہ بھر کو رُکا، مگ سے اٹھتی بھاپ کو یوں گھورا جیسے سامنے اُن کے چہرے ابھر رہے ہوں...

"...تو اسی دن سب کو بم سے اُڑا دوں گا۔ ایک ایک کو...ان کی سازش، ان کے دھوکے، سب کا جواب دوں گا۔"

اس کا لہجہ آہستہ مگر زہر آلود تھا۔ ایسا زہر جو برسوں کی چپ، ضبط اور صبر کے بعد لفظوں کی صورت باہر آ رہا تھا۔

اسی لمحے فون کی اسکرین چمکی۔ ایک نام تھا...وہی جس کی تلاش میں اس کے دن رات گزر رہے تھے۔

اس نے آہستگی سے فون اٹھایا۔

"مل گیا؟"

دوسری طرف سے ہاں میں جواب ملا۔

اس کی آنکھوں میں ایک چمک آئی۔ ایسی روشنی، جو امید سے نہیں، انتقام سے پیدا ہوتی ہے۔

"ٹھیک ہے...سب تیار رکھو۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے مگ کو ایک ہی گھونٹ میں ختم کیا، کوٹ اٹھایا، اور آفس سے نکلتے ہوئے صرف ایک جملہ کہا:

"اب کھیل ختم ہونے والا ہے..."

☆☆☆

مونا کا شوہو...اور کوئی اُسے دیکھے بغیر چین سے بیٹھ جائے۔۔؟ یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

وہ شخص بھی آج غیر معمولی خوشی اور سکون کے ساتھ اسکرین کے سامنے بیٹھا تھا۔

کمرہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، صرف ٹی وی اسکرین کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی

چہرہ، جس پر اطمینان اور خطرناک سوچوں کی آمیزش تھی۔

شو شروع ہونے میں وقت تھا۔۔

دروازہ کھلا اور ایک شخص تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"باس..."

وہ سرگوشی کے انداز میں بولا، جیسے دیواریں بھی سن رہی ہوں۔

"ہمیں ذرائع سے خبر ملی ہے کہ راز 17 ہمارے پیچھے لگ چکے ہیں...انہیں یہ بھی پتہ چل چکا ہے کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جو پاکستان سے انڈیا لڑکیوں اور ڈرگز کی اسمگلنگ کرتے ہیں۔"

کمرے میں لمحہ بھر کو خاموشی چھا گئی۔

وہ شخص، جو ابھی چند لمحے پہلے مونا کے شو کی تھیم سانگ پر ہلکا سا مسکرا رہا تھا، اب کرسی سے سیدھا ہو بیٹھا۔ آنکھوں میں یکدم سرد مہری اور خبرداری آ گئی۔

"تمہیں یقین ہے اس خبر پر۔۔؟"

اس نے آہستگی سے پوچھا، مگر لہجہ ایسا تھا جیسے سُن لیا گیا ہو تو اب قتل معاف نہیں۔

"جی سر، راز 17 نے ہمارے تین ٹھکانوں کی نگرانی شروع کر دی ہے۔ اور دو ٹھکانوں پر قبضہ کر لیا ہے مگر شکر ہے وہاں پر کچھ بھی موجود نہ تھا۔۔۔"

اب کی بار اُس نے گردن گھما کر ٹی وی کی طرف دیکھا، جہاں مونا کی مسکراہٹ ابھری۔

وہ اٹھا، جیب سے فون نکالا اور ایک محفوظ نمبر ڈائل کیا۔۔

"کوڈ بلیک... ایکٹو کرو۔ راز 17 کو اس بار صرف معلومات نہیں، لاشیں ملیں گی۔"

فون بند ہوا، اس کی نگاہیں اب بھی اسکرین پر تھیں۔

☆☆☆

وہ تھکا ہارا گھر آیا۔ گاڑی کی چابیاں ہاتھ میں تھیں، جنہیں وہ پینٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے سیدھا لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ سر کو پشت پر ٹکایا اور گہرا سانس لیا جیسے سارا بوجھ دل سے اتر کر ایک لمحے کو خاموشی میں ڈھل گیا ہو۔

اسی لمحے اندر سے نرمی سے لبریز آواز آئی۔

"ارے زہان بیٹا، تم آ گئے۔۔؟"

ایک باوقار، خوبصورت اور نرم دل خاتون لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

سفید شفون کا دوپٹہ سر پر، چہرے پر تھکن نہیں، صرف ممتا کی جھلک۔ وہ عمر رسیدہ ضرور تھیں، مگر شخصیت ایسی کہ دیکھنے والا احترام سے نظریں جھکا لے۔

"جی امی..." زہان نے فوراً سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اس نے محبت بھری نظروں سے فرحانہ بیگم کی جانب دیکھا۔

آواز میں تھکن تھی، لیکن ماں کے سامنے جھکتی ہوئی۔

فرحانہ بیگم مسکرائیں۔۔

"چلو شکر ہے تم خیر سے آ گئے، میں تمہارے لیے چائے بنواتی ہوں، بڑی دیر ہو گئی تمہیں آئے ہوئے۔۔"

"نہیں امی، آپ بیٹھیں... بس تھوڑی دیر آرام کر لوں، پھر کھانا کھا لیں گے۔" زہان نے نرمی سے کہا۔

"بہت تھک گئے ہو نا؟" انہوں نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

زہان نے آہستہ سے سر ہلایا، اور صوفے سے ٹیک لگا لی۔

"زندگی بھی کبھی کبھی مشین جیسی لگتی ہے امی... بس رکتے ہی نہیں۔"

فرحانہ بیگم نے اسے غور سے دیکھا۔ ماں کی آنکھیں بہت کچھ پڑھ لیتی ہیں۔ اور ان آنکھوں میں اس لمحے فقط ایک دعا تھی۔

"یااللہ میرے بیٹے کو سکھ نصیب کر۔"

"بھائی! مونا کا شو ہے آج نو بجے!"

اکیس سالہ لڑکی جوش سے بولتی ہوئی زہان کی طرف بھاگتی آئی۔

اس نے بلیوں جیسے چمک دار رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے شوخ پیلے اور سفید کا حسین امتزاج بالوں کا ہائی پونی ٹیل ہوا میں اچھلتا، اُس کی تیزی کو اور نمایاں کر رہا تھا۔

وہ سیدھی زہان کے سامنے آکر رک گئی، سانسیں تیز تھیں، مگر چہرے پر خوشی کی ایک چمک تھی۔

"بھائی، پلیز آج کے شو میں میرے ساتھ بیٹھنا... تم نے پچھلی بار بھی نہیں دیکھا تھا!"

وہ خفگی سے بولی، اور ساتھ ہی صوفے کے بازو پر بیٹھ گئی۔

زہان نے اسے ایک نظر دیکھا۔ اس کے چہرے پر تھکن کی پرچھائیاں ابھی بھی باقی تھیں، مگر چھوٹی بہن کا جوش دیکھ کر لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"نازنین... تمہیں کبھی مونا کے شو سے فرصت ملے تو زندگی بھی دیکھ لینا۔"

وہ آہستگی سے بولا، اور چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

لہجے میں تھکن بھی تھی اور طنز بھرا سا نرم تبسم بھی۔

نازنین نے فوراً ناک سکیڑی اور صوفے پر چڑھ کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"بھائی! ایسا تو نہ بولیں... آپ کو پتہ ہے مجھے وہ کتنی پسند ہے۔ اور ویسے بھی... آپ خود اس کی فین ہیں، جھوٹ مت بولیں۔۔!"

وہ انگلی اٹھا کر ہنستی ہوئی بولی۔

"میں فین نہیں ہوں... بس وہ اچھا گاتی ہے، اس لیے کبھی کبھار گانے سن لیتا ہوں۔" زہان نے ہنکارا بھرا، کپ میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

اس کی آواز میں الجھن چھپی ہوئی تھی، جیسے کسی پرانا یاد تازہ ہو گیا ہو۔

نازنین نے فوراً موقع پکڑا۔

"ہونہہ... اور وہ جو آپ نے اس کا گانا پوری رات سن رکھا تھا، وہ۔۔؟"

وہ شرارت سے زہان کے کندھے کو ہلاتے بولی تھی۔

"وہ ایک بار تھا... اور بس اتفاق تھا!" زہان نے گھور کر دیکھا۔

"اوہ... اتفاق، جی بالکل!"

نازنین نے مصنوعی سنجیدگی سے سر ہلایا، پھر ہنستے ہنستے بولی۔

"اچھانابھائی...آج دیکھ لینا..

ٹھیک ہے..زہان مسکرایا۔

وہ کم ہی مسکراتا تھااس کی مسکراہٹ بس اپنی ماں اور بہن کے لیے تھی۔

☆☆☆

خوشی عرف مونا مسکراتے ہوئے سٹیج کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ریڈ کارپٹ پر اس کے قدم جیسے نغمے بکھیرتے جا رہے تھے ہر قدم پر کیمرے کی فلیش لائٹس چمک اٹھتیں۔اس کی چمکدار گولڈن گاؤن ہال کی روشنیوں میں دمک رہی تھی، بال کھلے تھے مگر سلیقے سے سیٹ،اور چہرے پر وہی مشہور مسکراہٹ جس نے لاکھوں دلوں کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

اس کے آتے ہی مجمع میں شور بلند ہو گیا۔

"مونا! مونا! مونا!"

آوازیں گونج رہی تھیں، جیسے شہر کی رات کو کوئی خواب جگا رہا ہو۔

وہ مسکراتے ہوئے سامنے ہجوم کو دیکھ رہی تھی۔اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ ہلا کر سب کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔

"نمست کارانڈیاوالوں۔۔!"

اس کی آواز مائیک سے گونجی، تو ہال تالیوں اور سیٹیوں سے گونج اٹھا۔

"میں ہوں خوشی... عرف وہی آپ کی مونا! اور آج کی رات... کچھ خاص ہے۔ بہت خاص!"

اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی شرارتی مسکراہٹ ابھری۔

آنکھوں میں چمک، آواز میں اعتماد، اور ہر انداز میں ایک عجیب سا جادو۔

زہان ملک لاؤنج میں صوفے پر نیم دراز تھا، دائیں طرف فرحانہ بیگم اور بائیں طرف نازنین بیٹھی تھیں۔

ٹی وی اسکرین پر مونا کا شو شروع ہو چکا تھا۔

تینوں کے ہاتھوں میں پاپ کارن کے باؤل تھے، اور ہر چمکتی آواز، ہر فلیشنگ سین کے ساتھ وہ چپ چاپ دیکھتے جا رہے تھے۔

"کافی خوبصورت ہے..."

فرحانہ بیگم نے ٹی وی کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا، پھر مسکرا کر نازنین کی طرف دیکھا،

"ویسے تھوڑی سی تم جیسی لگتی ہے۔"

"امی! میں تو ہمیشہ سے کہتی ہوں، مگر بھائی مانتے ہی نہیں!" نازنین نے خوشی سے چہکتے ہوئے فوراً جواب دیا۔

"یہ تو ہمیشہ کہتے ہیں کہ سارا میک آپ کا کمال ہے!" پھر فوراً زہان کو گھور کر بولی۔

زہان نے ایک لمبا سانس بھرا اور پاپ کارن کا دانہ منہ میں رکھتے ہوئے سادگی سے جواب دیا۔

"تو کیا جھوٹ ہے؟ آدھا گھنٹہ تو کیمرہ سیٹنگ اور لائٹس میں لگتا ہوگا... حقیقت میں کیسی ہے، کوئی نہیں جانتا۔"

"ارے بیٹا، کسی کا چہرہ نہ بھی پہچانو، آواز تو سچ بولتی ہے... اور اس کے چہرے کا خدوخال بھی اچھا ہے اس کی آواز میں بھی جذبہ ہے۔" فرحانہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

ٹی وی اسکرین پر اس وقت مونا نے ایک گیت چھیڑ دیا تھا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی، صرف مونا کی آواز گونج رہی تھی...

"یہی تو بات ہے اُس میں..."

زہان کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔۔ مگر اسے فوراً احساس ہوا کہ وہ خود کچھ زیادہ بول گیا ہے۔

"آہا! دیکھا! آخر کار مان ہی لیا... آپ بھی فین ہیں۔۔!" نازنین نے فوراً موقع پر وار کیا۔

"چلو اب خاموشی سے دیکھو... تجزیہ بعد میں کرنا۔"

زہان نے مصنوعی سنجیدگی سے پاپ کارن کا باؤل اٹھایا اور اسکرین پر نظریں مرکوز کر لیں۔

ٹی وی اسکرین پر اچانک ہلکی نیلی روشنی پھیلی۔ اسٹیج کے پردے آہستگی سے سرکنے لگے، اور جیسے ہی وہ ہٹے، مونا (خوشی) دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی، مائیک کے قریب پہنچی۔ پورے ہال پر خاموشی طاری ہو گئی۔ بس موسیقی کے چند سست سے سُر، اور مونا کی بند ہوتی پلکیں۔ پھر... وہ بولی۔

نہیں، وہ گائی...

"تینوں لکھ سمجھاؤں

میں تو دل سمجھ نہ پاتا...

مانگے تیری خیریاں،

سونا تھا تیرا وی جھوٹا

رنگ دو دلوں میں چوٹا

کیسی بھلاؤ بیریاں..."

ہجوم جیسے سانس روکے بیٹھا تھا۔

زہان کی آنکھیں اسکرین پر جم چکی تھیں۔

مونا کے چہرے پر ایک اداس سی مسکراہٹ تھی، مگر آواز میں ایک آگ چھپی تھی۔

"جارا نجھن را نجھن را نجھن

تو بھی کیا یاد رکھے گا

جاہیر نہ تینوں چھوڑ دیا..."

زہان کے ہاتھ سے پاپ کارن کا باؤل زمین پر گر گیا۔ لیکن اُسے اس آواز کی بازگشت کے سوا کچھ سنائی نہ دیا۔ دل جیسے ایک لمحے کو رُک گیا ہو، آنکھیں بے اختیار اسکرین پر ٹک گئیں۔۔اور چہرے پر وہی کیفیت... جیسے کسی خواب میں کسی حقیقت کی جھلک دیکھ لی ہو۔

فرحانہ بیگم اور نازنین چونک کر اس کی طرف دیکھیں، مگر زہان کی آنکھوں میں بس ایک سوال تھا...

"یہ صرف گانا نہیں تھا... یہ کسی کا درد تھا جو کہیں اندر بہت گہرا اُتر گیا تھا۔"

"کیا ہوا بھائی؟ اثر کیا یا نہیں...؟"

نازنین نے شرارت سے آنکھیں سکیڑتے ہوئے پوچھا، جیسے دل کی بات لبوں پر لے آئی ہو۔

زہان کی نظریں اب بھی اسکرین پر ٹکی تھیں، مگر سوال سنتے ہی وہ چونکا۔

"چپ کرو!" وہ ذرا بلند آواز میں بولا۔

پھر پلکیں جھپک کر نظریں اسکرین سے ہٹائیں اور گہرا سانس لیا۔

"تمہیں ہر بات مذاق لگتی ہے؟"

اس نے نازنین کو گھورا، مگر اس کے لہجے میں غصے سے زیادہ الجھن تھی۔ ایسی الجھن، جو خود بھی سمجھ نہ سکے۔

"اُف بھائی، گانا ہی تو تھا... یوں گھور کیوں رہے ہو؟ امی، دیکھیں نا، ان پر تو واقعی اثر ہو گیا لگتا ہے۔" نازنین نے برا سا منہ بنایا اور فرحانہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کبھی کبھار ایک گانا بھی انسان کی پرانی کسی رگ کو چھیڑ دیتا ہے۔" فرحانہ بیگم ہلکے سے مسکرا دیں۔

زہان خاموشی سے اٹھا، کپڑے جھاڑے، اور صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھے کچھ لمحے یونہی کھڑا رہا۔

"میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔" بس اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ مگر اُس کے چہرے پر وہی ادھورے سوال کی پرچھائیں تھیں... جیسے اس کی روح نے ابھی کسی شناسا درد کو پہچانا ہو۔

☆☆☆

شو ختم ہوتے ہی مونا (خوشی) اسٹیج سے نیچے اُتر آئی۔ تالیوں کی گونج اب بھی ہال میں باقی تھی۔

مداحوں کا جمِ غفیر اُس کی طرف لپک رہا تھا کوئی ہاتھ ملانے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا، تو کوئی اپنا موبائل یا ڈائری آٹو گراف کے لیے تھامے کھڑا تھا۔

"مونا! ایک سیلفی پلیز!"

"آپ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں آج!"

چہار سو آوازیں گونجنے لگیں۔

مونا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سب کو Hi کرتی، کبھی کسی کے ساتھ تصویر کھنچواتی، کبھی کسی کی ڈائری پر دستخط کرتی۔

گارڈز فوراً درمیان میں آ گئے، انہوں نے ہاتھوں سے راستہ بنانا شروع کیا، تاکہ مونا کو بھیڑ سے نکال کر بیک اسٹیج کی طرف لے جایا جا سکے۔ مونا نے ایک چھوٹی سی بچی کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا، اور ایک پرستار کو دیکھ کر سر جھکا کر شکریہ ادا کیا۔ مگر اس کے چہرے پر مسکراہٹ کے پیچھے تھکن واضح تھی... جیسے دل کہیں اور، مگر چہرے پر صرف فرض کی روشنی۔

"چلو میم، گاڑی باہر تیار ہے۔" ایک گارڈ نے جھک کر سرگوشی کی۔

مونا نے ایک آخری بار ہجوم کو دیکھا، اور آہستہ سے قدم اٹھاتی، گارڈز کے حصار میں آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

گارڈز نے لپک کر کار کا دروازہ کھولا۔

"آیئے میم!"

ایک محافظ نے مؤدبانہ انداز میں جھک کر کہا۔

خوشی نے ہجوم پر ایک آخری نگاہ ڈالی، پھر ہلکی سی سانس بھر کر، دبیز روشنیوں اور شور سے دور، چمچماتی سیاہ گاڑی میں داخل ہو گئی۔ دروازہ بند ہوتے ہی شور جیسے باہر رہ گیا۔ اندر ایئر کنڈیشنڈ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

ڈرائیور پہلے سے اپنی نشست پر موجود تھا۔

"میم، ہم نکل رہے ہیں؟" اس نے آئینے میں دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"جی..."

خوشی نے آہستہ سے جواب دیا۔

اور اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

گاڑی کی نرمی سے چلتی آواز اور باہر کے دھندلے مناظر نے ایک لمحے کو خوشی کے اعصاب کو ڈھیلا کر دیا تھا۔ شاید وہ پل بھر سکون کے ساتھ اپنی تھکن بھولنا چاہتی تھی۔ مگر ابھی آدھا راستہ بھی نہیں گزرا تھا کہ گاڑی یک دم جھٹکے سے رک گئی۔

"کیا ہوا؟"

خوشی نے آنکھیں بند رکھتے ہوئے تھکا ہوا لہجہ اختیار کیا۔

ڈرائیور نے پیچھے مڑ کر دیکھا، چہرے پر گھبراہٹ تھی۔

"میم... آگے دو گاڑیاں سڑک پر آڑی ترچھی کھڑی ہیں... لگتا ہے کوئی مسئلہ ہے۔"

خوشی نے فوراً آنکھیں کھول کر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے سامنے دیکھا۔

رات کے سناٹے میں دھند سی پھیلی تھی، اور دو سیاہ گاڑیاں سڑک کے بیچ ایسے کھڑی تھیں جیسے راستہ روکنے کے لیے جان بوجھ کر چھوڑ دی گئی ہوں۔ گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس جل رہی تھیں، مگر ان میں بیٹھے لوگ نظر نہیں آ رہے تھے۔ خوشی کا دل ایک لمحے کو تیز دھڑکا، مگر چہرہ پر سکون رکھا۔

"دروازے لاک کر دو۔"

اس نے جلدی سے کہا،اور ہاتھ بیگ کی طرف بڑھایا جہاں اس کا فون رکھا تھا۔

پولیس کو کال کرنے ہی والی تھی کہ.....

"ٹھک! ٹھک! ٹھک!"

اچانک زور سے کھڑکی پر کسی نے دستک دی۔

خوف کی شدت سے اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر سیٹ کے نیچے جا گرا۔

"اوہ بھگوان۔۔!"

خوشی نے ہانپتے ہوئے نظریں گھمائیں،اور آنکھیں سامنے گاڑی کی کھڑکی پر جم گئیں۔

ایک نقاب پوش شخص،کالے لباس میں ملبوس،چہرے پر سیاہ ماسک اور آنکھوں میں سرد وحشت لیے،بے رحمی سے گاڑی کے شیشے پر مکے مار رہا تھا۔

ڈرائیور چیخ پڑا۔۔

"میم! ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا!"

"گاڑی ریورس کرو! جلدی!"

خوشی نے مضبوط لہجے میں کہا، مگر اس کی آواز میں کپکپاہٹ چھپی نہ رہ سکی۔

ڈرائیور نے گھبراہٹ میں گیر بدلی، مگر اسی لمحے پیچھے سے بھی ایک گاڑی آ کر رک گئی۔ اب وہ دونوں طرف سے گھر چکے تھے۔

نقاب پوش شخص نے اپنے کوٹ کے اندر ہاتھ ڈالا خوشی کی سانسیں جیسے رک گئیں۔

یہ... گن تھی۔

"بھگوان کے لیے، دروازہ مت کھولنا!"

خوشی نے چیخ کر کہا اور سیٹ کے نیچے جھک کر فون تلاش کرنے لگی۔

اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، دل دیوانہ وار دھڑک رہا تھا، مگر اُس نے اپنی ہمت نہیں چھوڑی۔ فون ہاتھ آ گیا۔ ابھی وہ کال کرنے ہی والی تھی کہ...

"پھٹ!"

ایک زوردار آواز کے ساتھ گولی چل گئی۔ ڈرائیور کی پیشانی سے خون بہنے لگا اور وہ گردن ڈھلکاتا ہوا اسٹیئرنگ پر گر گیا۔

"نہیں!"

خوشی کی چیخ خاموش کار کے اندر گونجی، مگر باہر سناٹے میں موجود خطرہ اب قریب آ چکا تھا۔

ایک نقاب پوش تیزی سے آگے بڑھا اور دروازے کا لاک کھول کر خوشی کا بازو دبوچ لیا۔

"چھوڑو مجھے!"

خوشی پوری طاقت سے چیخی اور اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، مگر وہ شخص فولادی گرفت رکھتا تھا۔

"آواز نیچے رکھو، ورنہ تم بھی جان سے جاؤ گی!"

اس کی سرد سرگوشی میں اتنی سختی تھی کہ خوشی کا خون جیسے جم سا گیا۔ اسی لمحے ایک دوسرا نقاب پوش، جو پیچھے کھڑا صورتحال پر نظر رکھے ہوئے تھا، جھک کر بولا۔۔

"یہ ہمیں زندہ چاہیے... باس کے حکم پر۔"

خوشی کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا۔

"کون سا باس؟ میں نے کچھ نہیں کیا... میں صرف ایک سنگر ہوں! پلیز چھوڑ دو مجھے!"

لیکن کسی نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔

"گاڑی کو آگ لگا دو، اور کائی (ندی) میں پھینک دو۔"

پہلے نقاب پوش نے غصے سے دوسرے آدمیوں کو حکم دیا۔

دو افراد فوراً ڈرائیور کی لاش کو گھسیٹ کر باہر نکالنے لگے، جبکہ ایک آدمی گاڑی کے اندر پٹرول کی بوتل انڈیلنے لگا۔

خوشی نے یہ منظر دیکھا تو اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"نہیں! پلیز مت کرو یہ! وہ مر چکا ہے...مجھے مت لے جاؤ۔۔!"

لیکن جواب میں صرف ایک تھپڑ ملا، جس نے اس کے چہرے کا رخ موڑ دیا۔

"چپ چاپ چلو...ورنہ زبان کھولنے کے قابل بھی نہ رہو گی۔"

نقاب پوش نے اس کا بازو زور سے کھینچا، اور وہ اسے زبردستی اندھیرے کی طرف گھسیٹنے لگا۔

جیسے ہی وہ گاڑی سے دور ہوئے، پیچھے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ سیاہ دھواں آسمان کی طرف لپکنے لگا، اور سڑک پر راکھ بکھرنے لگی۔ خوشی کی آنکھوں میں آنسو تھے، لیکن وہ چیخنے کے بجائے اب اندر سے لرز رہی تھی۔

کون تھا وہ" باس۔۔؟" اسے زندہ کیوں چاہیے تھا؟ یہ سب اس کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا؟

☆☆☆

آدھی رات گزر چکی تھی۔ راجپوت حویلی کے در و دیوار پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، مگر اندر کے دل بے چین دھڑک رہے تھے۔ سونیا راجپوت صوفے پر بے چینی سے بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

پرکاش راجپوت ماتھے پر بل ڈالے برآمدے میں ٹہل رہے تھے، جبکہ انیا راجپوت، دوپٹہ مٹھی میں دبائے، دروازے کی چوکھٹ پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔

"مجھے بہت چینتا ہو رہی ہے..." سونیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہماری خوشی کہاں رہ گئی۔۔؟اتنی رات ہو گئی ہے، فون بھی بند جا رہا ہے۔"

"دیدی نے کہا تھا شام تک واپس آ جائیں گی... کہیں کچھ ہو تو نہیں گیا؟"اننیا نے سہمے لہجے میں کہا۔

پرکاش راجپوت ایک دم رُک گئے۔ان کی آنکھوں میں اضطراب صاف جھلک رہا تھا۔

سونیا نے اٹھ کر ان کا بازو پکڑا۔

"آپ ایسا کریں، پولیس کو کال کریں... کچھ نہ کچھ تو گڑ بڑ ہے، میرا من کہہ رہا ہے ہماری بیٹی خطرے میں ہے۔"

پرکاش راجپوت نے ایک لمحے کو گہری سانس لی۔ پھر کانپتے ہاتھوں سے فون اٹھا کر نمبر ملانے لگے۔دوسری ہی گھنٹی پر کال اُٹھا لی گئی۔

"ہیلو...؟"

ان کا لہجہ سخت مگر دل کی گہرائیوں سے بے چین تھا۔

ادھر سونیا راجپوت اب بھی بے چینی سے قدموں کے پاس دوپٹے کا کونہ مسل رہی تھیں، جبکہ اننیا چپ چاپ اُٹھ کر مندر کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

بھگوان کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر،اس نے آنکھیں بند کیں۔دل سے ٹوٹتی ہوئی سی آواز میں بولی۔

"پلیز بھگوان جی... میری دیدی کو جلدی سے گھر واپس لے آئیں۔دیکھو، ہم سب بہت چینتت ہیں... ممارو رہی ہیں، پاپا پریشان ہیں،اور میرا دل ڈر سے دھڑکنا بند نہیں کر رہا۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، جو ہاتھوں کی دعا کے ساتھ زمین پر گرنے لگے۔

ماحول میں خاموشی اور دعاؤں کی لرزش گونج رہی تھی۔

پرکاش کی کال ابھی جاری تھی اور چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا جیسے دوسری طرف سے کچھ تشویشناک باتیں سننے کو مل رہی ہوں۔

☆☆☆

رات کے اندھیرے میں وہ شخص سیاہ ہڈی پہنے بے چینی سے کمرے میں چکر لگا رہا تھا۔ کمرے میں ہلکی نیلی روشنی تھی، اور دیواروں پر جدید آلات آویزاں تھے۔

سینٹر ٹیبل پر ایک بڑا سا ڈیجیٹل چارٹ رکھا تھا، جس پر مختلف شہروں، خفیہ راستوں اور افراد کے نام روشن ہو رہے تھے۔

"ایجنٹ راز 17۔۔" ایجنٹ بدر 9 نے نقشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگتا ہے کہ ان مجرموں کا اصل اڈہ یہاں نہیں بلکہ اس سے بھی آگے ہے جہاں سے وہ لڑکیوں اور ڈرگز کی اسمگلنگ کو کنٹرول کرتے ہیں۔"

راز 17 نے خاموشی سے چارٹ کو گھورا۔ اس کی آنکھوں میں وہی مخصوص سرد مہری اور گہری سنجیدگی تھی۔

اس نے اپنا چہرہ نقاب کے اندر سے تھوڑا آگے جھکایا جیسے ہر تفصیل ذہن میں بٹھا رہا ہو۔

"ہاں... بالکل یہی بات ہے،۔۔"ایجنٹ سرکارXنے پر اعتماد انداز میں کہا۔

"اب بس ہمیں اس جگہ تک پہنچنا ہے۔ یہ آپریشن صرف ایک مشن نہیں... یہ ہماری ساکھ، سچائی، اور ان بے گناہوں کی زندگی کا سوال ہے جو ان کی قید میں ہیں۔"

راز 17 نے دھیرے سے سر ہلایا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور میز پر رکھا سرخ پن اٹھا کر چارٹ پر ایک مقام پر نشان لگا دیا۔

"یہاں سے شروع کریں گے..."

اس کی آواز گہری اور فیصلہ کن تھی۔

"ہمیں خفیہ روٹس، ٹریکرز اور ڈرون مانیٹرنگ سب اکٹھے فعال کرنے ہوں گے۔"

ایجنٹ بدر 9 اور سرکارXنے ایک دوسرے کی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔

کمرے میں ایک لمحے کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ چارٹ پر سرخ نقطے چمک رہے تھے۔

وہ ہر وہ جگہیں تھیں جہاں یا تو شک تھا، یا کوئی پچھلی کارروائی ناکام ہو چکی تھی۔

ایجنٹ راز 17 نے دونوں ہاتھ میز پر رکھے، سر کو قدرے جھکایا اور چارٹ پر گہری نظریں گاڑ دیں۔

"مجرم کتنا بھی شاطر کیوں نہ ہو..."

اس نے دھیرے، مگر پر اعتماد آواز میں کہا۔ "کوئی نہ کوئی غلطی ضرور کرتا ہے۔اور ہم...اُسی غلطی کو اُس کی گرفت بنائیں گے۔ہم اُسے رنگے ہاتھوں پکڑیں گے... عبرت کی مثال بنائیں گے۔"

"ہم اس بار پیچھے نہیں ہٹیں گے سر!" ایجنٹ بدر 9 نے مٹھی بھینچی اور اثبات میں سر ہلایا۔

سرکار X آگے بڑھا اور ایک ڈیوائس اٹھا کر راز 17 کے سامنے رکھا۔

"یہ ڈیوائس ہماری لوکیشن ٹریس کرے گی اور مخالف سگنلز کو جَیم کرے گی۔ مگر ہمیں جلدی کرنی ہو گی، بہت سے لوگوں کی جانیں خطرے میں ہیں۔"

راز 17 نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں، جیسے کسی بھاری فیصلہ کی منظوری دے رہا ہو۔

پھر اُس نے ایک بٹن دبایا۔ کمرے کی دیواروں پر نصب بڑی اسکرین پر پورے بحریہ ٹاؤن لاہور کا سیٹلائٹ ویو ابھر آیا۔

"آپریشن 'سایہ' شروع کیا جائے!"

☆☆☆

پوری رات گزر چکی تھی۔ پولیس کی گاڑیاں، سرچ لائٹس اور وائرلیس کی آوازوں میں گم وہ طویل رات جیسے کبھی ختم نہ ہونے والی تھی۔ خوشی راجپوت کے لاپتہ ہونے کی خبر شہر کے ہر تھانے میں پہنچ چکی تھی، اور ہر اہلکار کو حکم تھا کہ...

"لڑکی کو ہر حال میں تلاش کرنا ہے!"

صبح کی پہلی مدھم روشنی جیسے آسمان پر دھیرے دھیرے بکھرنے لگی، تو ایک ویران سڑک کے کنارے، جنگل سے متصل کچے راستے پر پولیس کو ایک جل کر سیاہ ہو چکی کار نظر آئی۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچے، ایک افسر نے گاڑی کا نمبر نوٹ کیا اور فوری طور پر ڈیٹا بیس میں تصدیق کی۔

چند لمحوں بعد وہی افسر، سنجیدہ چہرے اور دبی آواز میں بولا۔

"یہ گاڑی کسی اور کی نہیں... خوشی راجپوت کی ہے۔"

ماحول پر سناٹا چھا گیا۔

سینئر انسپکٹر نے آگے بڑھ کر جلتی ہوئی راکھ میں جھانکا، گویا کوئی نشان، کوئی سراغ، یا کوئی امید ڈھونڈ رہا ہو۔

ایک کانسٹیبل آگے بڑھا، راکھ اور دھوئیں میں لپٹی گاڑی کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"سر... لگتا ہے صرف گاڑی نہیں، لاش کو بھی ساتھ ہی جلایا گیا ہے۔"

اس کے لہجے میں ایک فکر مندی، ایک اندیشہ اور ایک خوف جھلک رہا تھا۔

انسپکٹر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر جلدی سے گاڑی کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"جلدی سے فارنزک ٹیم کو بلاؤ!"

اس نے وائرلیس پر آرڈر دیا۔

راکھ میں کچھ انسانی ہڈیوں کے آثار، جھلسی ہوئی چادریں،اور گاڑی کی پچھلی سیٹ سے ایک آدھا جلا ہوا زیور کا ٹکڑا ملا۔ جو شاید کسی لڑکی کے کان کا ٹاپس تھا۔انسپکٹر نے وہ ٹکڑا ہاتھ میں لیا،اور خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر گہری سانس لے کر سر ہلایا۔

"اگر یہ لاش خوشی راجپوت کی ہے... تو ہمیں اس کے قاتلوں کو جلد سے جلد ڈھونڈنا پڑے گا۔

"اب کیا کریں، سر۔۔؟ راجپوت فیملی کو اطلاع دیں؟" کانسٹیبل نے آہستہ سے پوچھا۔

انسپکٹر نے نظریں گاڑی سے ہٹا کر سڑک کے پار طلوع ہوتے سورج کی طرف دیکھیں روشنی تو پھیل رہی تھی، مگر اس صبح میں ایک ایسا اندھیرا تھا، جو کسی دل کو ہمیشہ کے لیے تاریک کر سکتا تھا۔

☆☆☆

راجپوت حویلی کے در و دیوار پر صبح کی مدھم روشنی اتر چکی تھی، مگر صحن میں سناٹا اس طرح ٹھہرا ہوا تھا جیسے وقت رک گیا ہو۔

سونیارا جپوت ہاتھ میں جپ مالا تھامے بھگوان کے سامنے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھیں،اننیا بار بار گیٹ کی طرف دوڑ کر دیکھتی،اور پرکاش راجپوت اپنے فون پر لگاتار کسی سے بات کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

دروازے پر اچانک پولیس کی جیپ آکر رکی۔ایک لمحے کو سب کی سانسیں تھم گئیں۔پرکاش فوراً دروازے کی طرف لپکے۔

انسپکٹر تیاگی سر جھکائے اندر داخل ہوا، اس کے پیچھے دو اہلکار بھی تھے چہرے سنجیدہ، اور آنکھوں میں ہمدردی کا سایہ۔ سونیا کی پلکیں لرزیں۔ اننیا نے بھاگ کر پرکاش کا بازو تھام لیا۔

انسپکٹر نے خاموشی سے اپنا کیپ اتارا۔

چند لمحے لب سیے رکھے، پھر آہستہ سے بولا۔

"ہمیں صبح سویرے ہائی وے کے قریب ایک جلی ہوئی گاڑی ملی ہے... تحقیقات سے معلوم ہوا کہ گاڑی خوشی راجپوت کے نام پر رجسٹرڈ ہے۔"

سونیا کی آنکھوں سے جپ مالا چھوٹ کر فرش پر جا گری۔

"نہیں... نہیں... یہ سچ نہیں ہو سکتا..."

ان کا سانس جیسے رکنے لگا۔

اننیا کے قدم پیچھے ہٹے، وہ وہیں صوفے پر بیٹھتی چلی گئی۔۔

"دیدی... دیدی کو کچھ نہیں ہو سکتا... وہ وعدہ کر کے گئی تھی، شام تک آئے گی..."

انسپکٹر نے دبی آواز میں کہا۔

"ہمیں گاڑی کے اندر انسانی باقیات ملی ہیں... شبہ ہے کہ "

"بس کیجیے!"

پرکاش راجپوت نے زور سے کہا، چہرے کی رنگت زرد، آنکھیں نم، اور آواز میں ایک باپ کا بے بسی بھرا قہر چھپا تھا۔

پرکاش راجپوت نے آگے بڑھ کر انسپکٹر کا کالر تھام لیا۔ آنسو آنکھوں کے کناروں پر لرز رہے تھے، مگر لہجہ فولاد جیسا تھا۔

"میری بیٹی کے قاتل کو ڈھونڈو!"

اس کی آواز بجلی کی طرح کمرے میں گونجی۔۔

"اگر تم لوگ کچھ نہ کر پائے... تو یاد رکھنا، میں راجپوت ہوں... میں میڈیا کو، عدالتوں کو، اور ساری دنیا کو بلا دوں گا!"

سونیا سسک اٹھی، اننیا بھاگ کر ماں کے گلے لگ گئی۔

"ہم پوری کوشش کر رہے ہیں سر... وعدہ کرتا ہوں، جو بھی یہ گھناؤنا کام کیا ہے، وہ قانون سے بچ نہیں پائے گا۔" انسپکٹر نے خود کو چھڑاتے ہوئے سر جھکا لیا۔

پرکاش نے کانپتے ہاتھوں سے صوفے کی پشت تھامی، اور اپنی نم آنکھوں سے بھگوان کی مورتی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"ایک باپ کا دل جلایا ہے کسی نے... اب یا تو نیائے (انصاف) ہوگا، یا قیامت آئے گی!"

کمرے میں ماتم کی سی خاموشی چھا گئی۔ بس اننیا کی سسکیاں، سونیا کی بڑبڑاتی دعائیں اور پرکاش راجپوت کی آنکھوں میں دہکتا انتقام باقی تھا۔

☆☆☆

پوری انڈیااور پاکستان میں خوشی راجپوت کی خبر پھیل چکی تھی۔ٹی وی چینلز، سوشل میڈیا،اخبارات ہر جگہ صرف ایک ہی نام گونج رہا تھا۔

"معروف سنگر 'مونا'المعروف خوشی راجپوت کی پراسرار گمشدگی!"

"جلتی گاڑی سے ملی لاش... کیاخوشی راجپوت واقعی مر چکی ہے؟"

"یہ صرف حادثہ نہیں، یہ سازش ہے!"

ہر نیوز اینکر آنکھوں میں سنسنی، لہجے میں ہمدردی لیے بول رہا تھا۔

ممبئی، دہلی، کراچی، لاہور، سوات ہر شہر کی سکرین پر خوشی کی مسکراتی تصویریں آویزاں تھیں۔

اس کی گلوکاری کے کلپس، اسٹیج پرفارمنس، انٹرویوز سب بار بار نشر ہو رہے تھے۔

ٹوئٹر، انسٹاگرام، فیس بک پر ہیش ٹیگز ٹاپ پر تھے۔

#JusticeForKhushi

#WhereIsKhushiRajput

#BringMonaBack

ہر طرف صرف دعا،ماتم،اور سوالات کی گونج تھی۔

"ہمیں یقین ہے خوشی زندہ ہے!"

ایک مداح نے نیوز کیمرا کے سامنے روتے ہوئے کہا۔

"وہ اتنی آسانی سے ہارنے والی نہیں!"

پاکستانی نیوز چینلز پر بھی یہی سنسنی خیز خبریں چل رہی تھیں۔

خوشی کی پاکستانی فین بیس نے سوشل میڈیا پر احتجاج شروع کر دیا۔

"ہماری خوشی کو انصاف دو!"

"فن کی کوئی سرحد نہیں ہوتی ہم اس فنکارہ کے ساتھ ہیں!"

یہ آوازیں ہر سمت سے اٹھ رہی تھیں۔

ادھر راجپوت حویلی میں سونیا ہر لمحہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی، ہر خبر پر کان دھرے، ہر لفظ پر ٹوٹتی رہتی۔ اننیا کا ننھا دل بار بار دروازے کی طرف دیکھتا۔ شاید دیدی آجائے، ویسی ہی تیار، ویسا ہی ہنستا چہرہ لیے۔

دوسری جانب فرحانہ بیگم کی آنکھیں نم تھیں۔ نازنین سسکیاں لے رہی تھی۔

زہان نے نازنین کے آنسو صاف کیے، اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور نرمی سے کہا۔

"دیکھو ناز... ہر کسی کو ایک دن جانا ہوتا ہے۔ ہم سب نے جانا ہے، بس وقت مختلف ہوتا ہے... ایسے رو کر اُسے کمزور مت بناؤ۔ جہاں بھی ہے... شاید وہی اس کی اصل منزل تھی۔"

"بھائی... وہ ہندو تھی... ہم اُس کے لیے دعا بھی نہیں کر سکتے..." نازنین نے ہچکیوں کے درمیان کانپتی آواز میں کہا۔

زہان نے گہری سانس لی، نظریں جھکائیں اور دھیرے سے بولا۔

"ہاں ناز... رسمیں الگ ہو سکتی ہیں، لیکن دل کا دکھ، آنکھ کے آنسو، محبت... یہ سب انسانوں کے لیے ایک سا ہوتا ہے۔ ہم اس کے لیے اللہ سے صرف اتنی دعا کر سکتے ہیں کہ جہاں بھی ہو، سکون میں ہو۔ بس یہی کافی ہے..."

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

پھر وہ جیسے خود سے بات کرتا ہوا بولی۔

"کل رات کو ہی اُس کا شو ہوا تھا... کتنی خوش لگ رہی تھی... کتنے خواب تھے اُس کی آنکھوں میں۔ اور آج... اتنی جلدی... کسی نے اُسے بے دردی سے مار دیا۔"

نازنین کی ہچکیاں ایک بار پھر تیز ہو گئیں۔

زہان نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں، جیسے آنسوؤں کو اندر ہی قید کر لیا ہو۔

"یہ دنیا... کبھی کبھی بہت ظالم لگتی ہے ناز۔"

☆☆☆

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔پلکیں بھاری تھیں، سر میں ہلکا درد تھا، جیسے کوئی گہری نیند سے زبردستی جگا دے۔ جیسے ہی شعور لوٹا،اس نے محسوس کیا۔اس کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے،اور منہ پر سخت ٹیپ چپکی ہوئی تھی۔

"ممم...!"

اس نے ہلنے کی کوشش کی، مگر رسیوں کی گرفت اتنی سخت تھی کہ کلائیوں میں جلن ہونے لگی۔

کمرے میں نیم اندھیرا تھا صرف ایک بلب ٹمٹمار ہا تھا، جس کی زرد روشنی میں ٹوٹی دیواریں، زنگ آلود آہنی دروازہ،اور ارد گرد بکھرا گند صاف دکھائی دے رہا تھا۔وہ ایک پرانی، ویران سی جگہ پر تھی۔

خوشی کی آنکھوں میں خوف، غصہ اور حیرانی ایک ساتھ ابھرنے لگا۔

"یہ کون لوگ ہیں۔۔؟ مجھے یہاں کیوں لایا گیا۔۔؟"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، چیخنا چاہتی تھی، مگر ٹیپ نے اس کی آواز قید کر رکھی تھی۔

دروازے کے پار سے قدموں کی آواز آرہی تھی... کسی کی بھاری آواز،اور ہنسی۔

"ہمیں اس لڑکی کو بھیجنا ہے پھر باس کی مرضی کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے..."

ایک اور آواز ابھری۔

"اگر زیادہ شور کیا تو زبان کاٹ دوں گا۔"

یہ سن کر خوشی کا جسم لرز گیا، لیکن آنکھوں میں خوف کے ساتھ ایک چمک بھی تھی۔

"۔میں زندہ ہوں... تو امید بھی زندہ ہے۔"

وہ خاموشی سے اپنے ہاتھوں کی رسیوں کو رگڑنے لگی، پتھر کی دیوار سے، زنگ آلود کیل سے کچھ تو ہو گا جس سے وہ آزاد ہو سکے...

اسے بچنا تھا... اسے واپس جانا تھا۔ کیوں کہ وہ صرف خوشی راجپوت نہیں، وہ لاکھوں دلوں کی دھڑکن 'مونا' تھی... اور وہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھی۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا... قدموں میں ایک خاص بے چینی، مگر چہرے پر خباثت سے لبریز فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"آخر کار!" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"آخر کار وہ میرے ہاتھ آ ہی گئی... 'مونا'... بھارت کی لاڈلی خوشی راجپوت... اب صرف میری ہے!"

اپنے مہنگے سوٹ کی آستین درست کرتے ہوئے،اس نے کمرے کے کونے میں کھڑی ریوالونگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے مونچھوں کو تاؤ دیا۔

"جس لڑکی کو پوری دنیا چاہتی ہے...وہ اب صرف میرے قبضے میں ہے...اور کسی کو خبر تک نہیں!"

اگلے ہی لمحے وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔وہ ہنسی جو اندر چھپی ہوس،انتقام اور شیطانی ارادوں کا مکروہ مظہر تھی۔

"میں نے کہا تھا... تمہیں کسی بھی قیمت پر پاؤں گا...اور دیکھو،بس ایک دن میں تم یہاں پاکستان پہنچ جاؤ گی۔"

اس نے سامنے پڑی سگریٹ کو جلایا،اور دھویں کا چھلا فضا میں چھوڑتے ہوئے بڑبڑایا۔

"اب یہ کھیل میں کھیلوں گا...دھیرے دھیرے...جیسے سانپ اپنے شکار کو نگلتا ہے۔"

بہت جلد تم میری مضبوط باہوں میں ہو گی خوشی راجپوت۔

☆☆☆

زہان نے سفید شرٹ اور سیاہ جینز پہن رکھی تھی۔آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں،اور بالوں کو جیل سے پیچھے کی جانب سلیقے سے سیٹ کیا ہوا تھا۔وہ پہلے سے کہیں زیادہ فریش اور پر اعتماد لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم!"

زہان نے نرم لہجے میں دونوں کو ایک ساتھ سلام کیا اور کرسی کھینچ کر میز پر بیٹھ گیا۔

فرحانہ بیگم نے مسکرا کر اس کے سامنے ناشتہ رکھا۔

"وعلیکم السلام، بیٹا۔" انہوں نے شفقت سے جواب دیا۔

زہان کی نظر سامنے بیٹھی نازنین پر پڑی تو وہ کچھ پل ٹھٹک گیا۔

اس کی چھوٹی سی ناک سرخ تھی، آنکھیں سوجی ہوئی اور خالی نظریں کسی انجانی سوچ میں گم تھیں۔

"ناز..." زہان نے دھیرے سے اسے پکارا۔

نازنین چونک کر ہوش میں آئی، اور سست سی گردن گھما کر بھائی کو دیکھا۔

"کیا ہوا گڑیا۔۔؟" زہان نے نرمی اور فکر مندی سے پوچھا۔

نازنین نے ہونٹ کاٹ کر آنکھیں جھکائیں، آواز ہلکی پڑ گئی۔

"ک... کچھ نہیں بھائی، بس... دل تھوڑا سا اداس ہے۔"

"اداسی بے وجہ نہیں ہوتی ناز... کچھ نہ کچھ دل کے اندر چھپا ہوتا ہے۔ کہو، کیا بات ہے؟" زہان نے پھر آہستہ سے بولا۔

"وہ... خوشی... بھائی، ایسا لگتا ہے جیسے کوئی اپنا بچھڑ گیا ہو... ہم تو اسے جانتے بھی نہیں تھے اتنا... پھر بھی دل مان ہی نہیں رہا۔" نازنین کی پلکوں پر آنسو لرزنے لگے۔

"بیٹی، کچھ لوگ ہمارے دل میں یوں اتر جاتے ہیں کہ وہ اجنبی نہیں رہتے..." فرحانہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور دھیرے سے بولیں۔

زہان نے گہری سانس لی، اور نازنین کا ہاتھ تھام کر تھوڑا سا جھکا۔

"دیکھو ناز... میں نے کل بھی کہا تھا، اور آج بھی وہی بات دہرا رہا ہوں جانا ہم سب کو ہے۔ کوئی پہلے، کوئی بعد میں۔ لیکن زندگی وہی ہے جو اب ہمارے سامنے ہے۔"

اس کی آواز میں سختی نہیں، بلکہ ایک عجیب سی تھکن تھی۔

"تم کیوں اپنی قیمتی آنکھوں کے آنسو ایک ایسی لڑکی پر بہا رہی ہو جسے ہم جانتے بھی نہیں تھے۔۔؟ ہم نہ اُس کے رشتے دار تھے، نہ دوست۔ بس ایک فین تھے... باقی سب میڈیا کی کہانی ہے۔"

نازنین نے سر جھکا لیا۔ زہان نے بات جاری رکھی۔

"اس غم سے جلد نکل آؤ۔ پڑھائی پر دھیان دو۔ اور یہ کیا حال بنایا ہوا ہے؟ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں، یونیورسٹی نہیں جانا کیا۔۔؟"

"بھائی... میرا آج جانے کو دل نہیں کر رہا۔" نازنین نے آنکھوں میں نمی لیے دھیرے سے کہا۔

زہان نے صبر سے اسے دیکھا، پھر آہستگی سے سر ہلایا۔

"دل کا کیا ہے، ناز... وہ تو ہر دکھ پر رک جاتا ہے۔ مگر اگر ہم دل کی ہر بات مانیں، تو زندگی ہمیں کب مانے گی؟"

فرحانہ بیگم جو پاس ہی بیٹھی تھیں، نرمی سے بولیں۔

"بیٹا، تمہارے بھائی کی بات ٹھیک ہے۔ تم چاہو تو آدھا دن ریسٹ کر لو، مگر ایسے ٹوٹ کر بیٹھ جانا بھی ٹھیک نہیں۔"

نازنین نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

زہان نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"چلو، تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں خود یونیورسٹی چھوڑنے چلوں گا۔ کچھ ہوا تو کال کر لینا۔"

نازنین نے پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا، جیسے دل تھوڑا سا ہلکا ہو گیا ہو۔

☆☆☆

کمرے کی نیم تاریک فضا میں صرف ایک بلب کی مدھم روشنی جھول رہی تھی۔

خوشی زمین پر پڑی، پسینے میں شرابور، تھکی ہاری، لیکن اب بھی ہار نہ ماننے والی آنکھوں کے ساتھ

اپنی رسیوں سے بندھی کلائیوں کو بار بار پتھریلی دیوار سے رگڑ رہی تھی۔

"آہ..."

ایک دبی چیخ اس کے لبوں کے پیچھے دب کر رہ گئی۔

رسی کی سختی نے اس کی نازک کلائیوں کو چھیل دیا تھا۔ جلن، خون اور تھکن کی شدت کے باوجود وہ ہاتھ روکنے کو تیار نہ تھی۔

"میں کمزور نہیں ہوں... میں ٹوٹنے والی نہیں...!"

اس نے اندر ہی اندر خود سے کہا، اور ایک بار پھر رسی کو زنگ آلود کیل سے رگڑنے لگی۔

نرم و نازک سی خوشی راجپوت اب صرف ایک سنگر نہیں، وہ ایک قیدی، ایک لڑنے والی، اور ایک بیٹی تھی۔ جسے واپس جانا تھا... اپنے پتا جی، ماں اور اننیا کے پاس۔

ایک آنسو، چپ چاپ اس کی آنکھ سے نکل کر رخسار پر بہہ گیا... نہ جانے درد کا تھا یا حوصلے کا۔

"جتنی جلدی ہو، نکلنا ہو گا..."

اس نے سوچا، کیونکہ وقت تیزی سے گزر رہا تھا، اور اسے محسوس ہو رہا تھا... کہ دشمن کچھ بڑا کرنے والا ہے۔

باہر سے قدموں کی آواز آئی۔ اس کے جسم میں ایک جھرجھری دوڑ گئی۔ دروازے کی کنڈی چرچراتی ہوئی کھلی، اور دو نقاب پوش اندر داخل ہوئے۔

ایک لمبا، چوڑا جسم لیے، خنجر کمر سے لٹکائے، دوسرا نسبتاً چھوٹا قد، مگر آنکھوں میں وحشت اور شیطانی چمک لیے۔

ٹھک!

ان میں سے ایک زور سے اپنے بوٹ زمین پر مارتے ہوئے خوشی کے سامنے بیٹھ گیا، دوسرا دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"کڑی تے بڑی چنگی اے..."

سامنے بیٹھے شخص نے خوشی کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے گھٹیا انداز میں کہا۔

"دل کر دا اے آج ای ہتھ صاف کر یے..."

اس کے الفاظ سے خباثت ٹپک رہی تھی۔اور وہ پنجابی میں بولتے ہوئے مزے لے رہا تھا۔

خوشی کا دل حلق میں آ گیا۔سانس رُکنے لگی، آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سختی اُبھر آئی...ڈری ضرور تھی، مگر جھکی نہیں تھی۔

اس نے نقاب پوش کی طرف دیکھا اور آنکھوں میں نفرت کی چنگاری لے کر بولی۔

"اگر تم مرد ہو تو اپنی ماں بہن کے بارے میں ایسا سوچ کر دکھاؤ..."

اس کی آواز کمزور ضرور تھی، لیکن لہجہ بجلی کی طرح کڑکا۔

پہلا شخص چونک گیا۔

"اوئے!"

اس نے ہاتھ اٹھایا جیسے تھپڑ مارنے ہی والا ہو، مگر پیچھے کھڑے دوسرے آدمی نے فوراً اسے بازو سے روک لیا۔

"رک جا یار... باس نے کہا ہے، لڑکی کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگائے گا، صرف قابو میں رکھنا ہے!"

"او... باس... پتہ نہیں کون سا عشق ہے اس کا... اتنا حسین چہرہ اور بس تماشہ دیکھنا ہے؟" پہلا آدمی زہر خند انداز میں بولا۔

دوسرا آدمی قدرے سنجیدہ تھا۔ وہ آگے بڑھا، خوشی کی حالت کا جائزہ لیا، پھر سرگوشی میں بولا۔

"بے وقوفی نہ کرنا... تمہیں زندہ رکھنا ہے، ابھی وقت ہے، لیکن اگر تم نے چیخنے چلانے کی کوشش کی... تو انجام اچھا نہیں ہوگا!"

خوشی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، مگر اس نے نظریں چُرائیں نہیں۔ ہونٹوں پر ٹیپ لگی تھی، دل زخمی تھا، مگر اندر ایک ہی صدا گونج رہی تھی۔

"مجھے ہارنا نہیں ہے..."

☆☆☆

زہان آفس میں اپنی روایتی سنجیدگی کے ساتھ کام میں مصروف تھا۔

اس کے سامنے لیپ ٹاپ کھلا تھا، جس کی اسکرین پر مختلف فائلز، گرافز اور رپورٹس ترتیب سے کھلی ہوئی تھیں۔

آج اس نے وائٹ شرٹ اور بلیک ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔ آستینیں حسبِ معمول کہنیوں تک فولڈ تھیں، اور بالوں میں ہلکی سی بے ترتیبی اسے مزید باوقار بنا رہی تھی۔

کمرے میں مکمل خاموشی تھی، صرف انگلیوں کی کی بورڈ پر دوڑتی آواز اور ایئر کنڈیشنر کی ہلکی گونج سنائی دیتی تھی۔

ٹیبل پر رکھی کافی کا کپ تقریباً خالی ہو چکا تھا، اور کاغذات کا ایک ڈھیر اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ زہان آج صبح سے ہی کام میں ڈوبا ہوا ہے۔

اسی لمحے انٹر کام کی بیپ سنائی دی۔

زہان نے ایک لمحہ کے لیے ٹائپنگ روکی، آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی، اور بٹن دبا کر بولا

"..?Yes"

نور کی آواز ابھری۔

"سر، مس حنانہ آپ سے ملاقات کے لیے آئی ہیں۔"

زہان کی بھنویں ہلکی سی سکڑ گئیں۔

"حنانہ؟ وہ کیوں آئی ہو گی۔۔؟"

اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹائی، اور سنجیدگی سے کہا۔

"Send her in."

چند لمحوں بعد آفس کا دروازہ کھلا۔

حنانہ اندر داخل ہوئی سلجھی ہوئی، پروفیشنل وضع قطع، مگر چہرے پر ایک غیر معمولی سنجیدگی۔

وہ خاکی رنگ کا سادہ سوٹ پہنے ہوئے تھی، ہاتھ میں فائل تھی اور آنکھوں میں ایک عجیب سا تذبذب جیسے اندر کچھ کہنے کی تڑپ ہو مگر الفاظ کا انتخاب مشکل لگ رہا ہو۔

"السلام علیکم، مسٹر زہان ملک..."

اس نے دھیمے لہجے میں کہا اور آہستگی سے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

زہان نے ایک ہلکی سی گردن ہلائی، اور کرسی کی پشت سے سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیا بات ہے مس حنانہ؟ کچھ خاص لائی ہیں آج۔۔؟"

"زہان ملک! میرے کمپنی کا ڈیٹا چوری ہو گیا ہے!"

آواز میں گھبراہٹ تھی، سانسیں تیز، اور چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا۔ وہ معروف ڈیزائنر اور بزنس پارٹنر، حنانہ جس کے ساتھ زہان نے ایک اہم پروجیکٹ پر حال ہی میں کام شروع کیا تھا۔

زہان نے چونک کر سر اٹھایا اور فوراً کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"کیا کہا تم نے؟"

"میرے تمام نئے کلیکشنز، ہر وہ ڈیزائن جو میں نے چھ مہینے میں تیار کیے... سب کسی نے چوری کر لیے ہیں، زہان! وہ مارکیٹ میں آ چکے ہیں اور کسی اور کے نام سے!" حنانہ نے میز پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھک کر کہا۔

زہان نے فوراً انٹر کام کا بٹن دبایا۔

"نور! فوراً آئی ٹی ٹیم کو بلاؤ، اور میرے پاس آؤ اب!"

پھر وہ واپس حنانہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا تمہیں اندازہ ہے یہ کب ہوا؟ اور کیسے۔۔؟"

"کل رات میرا سسٹم لاک ہو گیا تھا۔ صبح دیکھا تو کچھ بھی محفوظ نہیں تھا۔ اور ابھی ایک گارمنٹس کمپنی کی ویب سائٹ پر وہی ڈیزائن... وہی ڈیٹیلز سب کچھ میری فائلوں سے چوری شدہ تھا۔" حنانہ نے مایوسی سے سر ہلایا۔

زہان کی آنکھیں سکڑ گئیں۔

"یہ کوئی اندر کا بندہ ہو سکتا ہے۔ کوئی جسے تمہارے سسٹم تک رسائی ہو۔ ہم سائبر کرائم کے ذریعے اس کا سراغ لگائیں گے۔"

نور دروازے پر دستک دے کر اندر آئی، ہاتھ میں ٹیبلٹ تھا۔

"سر، آئی ٹی ٹیم کہہ رہی ہے کہ پچھلے ہفتے حنانہ میم کے ای میل پر ایک فِشنگ میل کھولی گئی تھی جس میں ریموٹ ایکسیس سافٹویئر انسٹال ہو گیا تھا۔"

زہان کا جبڑا تن گیا۔

"اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس معاملے کو میڈیا تک نہ جانے دیں اور چپ چاپ اس کے پیچھے موجود ہاتھ کو بے نقاب کریں۔"

"میری محنت برباد ہو گئی، زہان..." حنانہ نے کمزور لہجے میں کہا۔

"نہیں حنانہ...اب یہ جنگ صرف تمہاری نہیں رہی۔ یہ ہمارا مشن ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں، جو بھی اس کے پیچھے ہے... چھپ نہیں سکے گا!" زہان نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

حنانہ نے تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے زہان کی طرف دیکھا۔۔

"اور...ڈیزائن کب تک؟"

"ہم نے سب کچھ بیک اپ میں رکھا تھا، اور آئی ٹی ٹیم پہلے ہی ریکوری پر کام کر رہی ہے۔ تین دن... صرف تین دن دو مجھے۔" زہان نے لمحہ بھر سوچا، پھر مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے تمام ڈیزائن پہلے سے بہتر حالت میں تمہیں واپس مل جائیں گے اور اس بار ہم ان پر ایسا سیکورٹی کوڈ ڈالیں گے کہ دوبارہ کوئی ہاتھ بھی نہ لگا سکے۔"

"کیا واقعی...؟" حنانہ نے بے یقینی سے آنکھیں پھیلائیں۔۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہارا نقصان کوئی بھی منافع نہیں بنا سکتا۔ میں صرف بزنس مین نہیں... محافظ بھی ہوں۔" زہان نے خود اعتمادی سے سر ہلایا۔۔

اس لمحے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ نور دوبارہ اندر داخل ہوئی۔

"سر، ہمیں مشکوک آئی پی ایڈریس کا لوکیشن مل گیا ہے... کراچی۔"

زہان کی نظریں فوراً تیز ہو گئیں۔۔

"اس مشن کی شروعات اب ہو چکی ہے... حنانہ تم صرف حوصلہ رکھو۔ باقی میرے حوالے۔"

حنانہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

☆☆☆

"جو مال ہمیں چاہیے تھا... وہ اس سنگر کے بدلے ہمیں کم قیمت پر مل رہا ہے!" نقاب پوش آدمی نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔۔

اس کی آواز میں فتح کی خوشبو اور شیطانیت کی بدبو تھی۔

"پیسے اور لڑکی کو تیار کرو... رات سے پہلے اسے پاکستان روانہ کرنا ہے۔" وہ دوسرے شخص سے قدرے سخت لہجے میں بولا۔ دوسرا شخص اثبات میں سر ہلا کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

"پاکستان۔۔؟"

یہ لفظ جیسے خوشی کے دماغ پر بم کی طرح گرا ہو۔ اس کے اندر کی ساری جان جیسے کھنچ کر رہ گئی ہو۔ آنکھوں کی پتلیاں سکڑنے لگیں، دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔

"مجھے... مجھے دوسرے ملک لے جایا جا رہا ہے؟"

اس کے ذہن میں ایک ساتھ کئی خیالات، کئی خوف، اور کئی اندیشے امڈ آئے۔

"نہیں! مجھے کچھ کرنا ہوگا... ابھی... ورنہ بہت دیر ہو جائے گی!"

وہ پھر سے اپنی زخمی کلائی کو حرکت دینے لگی، اس بار عزم تھوڑا اور مضبوط تھا۔

"اگر ایک بار میں نے یہ رسی کھول لی... تو میں ان درندوں سے بھی نمٹ لوں گی... اور اس 'باس' سے بھی!"

اسی لمحے دروازے کے قریب سے آواز آئی۔

"گاڑی تیار کرو، باس کا حکم ہے رات بارہ بجے کے اندر بارڈر کراس کرنی ہے!"

خوشی کے پسینے چھوٹنے لگے، لیکن اس کی ہری آنکھوں میں اب بھی ایک تپش تھی۔ وہ صرف ایک قیدی نہیں تھی، وہ زندہ تھی، اور ہر سانس کے ساتھ لڑنے کو تیار تھی۔

دروازے کی چرچراہٹ کے ساتھ دو نقاب پوش اندر داخل ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں انجیکشن تھا، دوسرے کے کندھے پر بھاری سا بیگ لٹک رہا تھا۔

"اب اس کا ہوش میں رہنا ہمارے لیے مسئلہ بن سکتا ہے..."

پہلے آدمی نے سرد لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر خوشی کی کلائی کو تھاما۔

"نہیں... رک جاؤ..."

خوشی نے جیسے ہی صورتحال بھانپی، پوری قوت سے مزاحمت کرنے کی کوشش کی۔

"زیادہ بکواس نہ کر... تمہارا وقت ختم ہوا۔" دوسرا آدمی اس کے سر کے قریب جھک کر خباثت سے بولا۔

پہلا شخص جھٹ سے خوشی کی گردن میں انجیکشن لگا چکا تھا۔

"نہیں۔۔۔!"

خوشی نے چیخنے کی آخری کوشش کی، لیکن چند ہی لمحوں میں اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔

"اچھا اب جلدی کرو، باس انتظار نہیں کرتا۔"

دوسرے نے جلدی سے بیگ کھولا اور ایک موٹی چادر نکالی۔

دونوں نے خوشی کو چادر میں لپیٹا، اور پھر احتیاط سے اسے اٹھا کر کمرے سے باہر لے گئے۔

دروازہ بند ہوا، اور کمرے میں دوبارہ سناٹا چھا گیا... صرف دیوار پر لٹکی گھڑی کی سوئیاں رہ گئی تھیں جو بے رحمی سے وقت کا گزرنا گواہ بنی ہوئی تھیں۔

باہر، گاڑی کا دروازہ کھولا گیا، خوشی کو پچھلی سیٹ پر ڈال دیا گیا۔ اور سیاہ شیشوں والی وہ گاڑی خاموشی سے اندھیرے میں گم ہو گئی۔

☆☆☆

زہان ملک پوری معلومات حاصل کر رہا تھا۔اس کی نظریں لیپ ٹاپ اسکرین پر جمی ہوئی تھیں،انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر حرکت کر رہی تھیں۔سامنے بڑی اسکرین پر ایک ڈیجیٹل نقشہ کھلا تھا جس پر کراچی کے مخصوص علاقے ہائی لائٹ کیے جا رہے تھے۔

"IP address Garden Town کے قریب ٹریس ہوا ہے،مگر سگنل بار بار شفٹ ہو رہا ہے،"

نور نے تیز لہجے میں اطلاع دی۔

زہان نے ماتھے پر ہاتھ رکھا،پلکیں جھپکائے بغیر اسکرین کو گھورتا رہا۔

"یہ لوگ معمولی نہیں...لوکیشن ماسک کر رہے ہیں۔کوئی اندر کا بندہ ہے جو انھیں ہماری ہر حرکت کی خبر دے رہا ہے۔"

"کیا ہمیں وہاں چھاپہ مارنا چاہیے؟"حنانہ،جواب کچھ پُر سکون نظر آ رہی تھی،تھوڑا جھک کر بولی۔

زہان نے سر ہلایا،"نہیں ابھی نہیں...ہمیں پختہ ثبوت چاہیے۔ایک غلط قدم اور وہ لوگ سب ڈیزائن کو تباہ بھی کر سکتے ہیں ہمیں اس کے لیے صحیح طریقہ ڈھونڈنا چاہیے تب ہی ہم اس پر کام کریں گے۔"

زہان نے سر اٹھا کر دونوں کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں سنجیدگی اور ذہن میں طوفان تھا۔

"حنانہ،تم فوراً پچھلے مہینے کے تمام سرویلنس ریکارڈز نکالو جو بھی آفس میں بار بار آیا ہو،یہاں کام کرتا ہو،یا اچانک غائب ہوا ہو،سب کی تفصیلات مجھے درکار ہیں۔"

حنانہ فوراً سر ہلاتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی۔

"اور نور، تم سائبر ٹیم سے کہو اس IP کو بریک کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں... ہمیں اس کے پیچھے چھپا چہرہ چاہیے۔"

نور نے تیزی سے نوٹ کیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

زہان نے لیپ ٹاپ کا ڈھکن بند کیا، اور کرسی سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ باہر روشنی کم تھی، سورج غروب ہو رہا تھا جیسے روشنی بھی اس اندھیرے کے سامنے ہار مان رہی ہو۔

اسی لمحے دروازہ زور سے کھلا۔ حنانہ اندر آئی، ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

"سر! ہم نے ایک نام نکالا ہے۔ جنید خان، IT ڈپارٹمنٹ کا ایک پرانا بندہ، جو پچھلے ہفتے سے بغیر اطلاع غائب ہے۔ اور اسی دن کمپنی کا ڈیٹا چوری ہوا تھا۔"

زہان نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں، جیسے جوڑ جوڑ کر کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر کہا۔

زہان کی آواز میں فولاد سا عزم تھا۔ اس کی مٹھیاں خود بخود بھنچ گئیں، آنکھوں میں ایک چمک تھی جیسے وہ فیصلہ کر چکا ہو کہ اب پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"اسے ڈھونڈ کر نکالنا میرا کام ہے... اور اسے گھسیٹ کر انصاف کے کٹہرے میں لانا میری ذمہ داری!"

"سر، اگر وہ اتنا شاطر ہے تو شاید ہمیں خود بھی نشانے پر رکھ چکا ہو..." حنانہ نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"وہ جو مرضی کر لے، میں اپنے ہر آدمی کی حفاظت کروں گا لیکن جو میرے خلاف گیا ہے، جو میرے پروجیکٹس کے ساتھ کیا گیا.... اب کوئی رعایت نہیں ہو گی۔" اس نے زور سے ٹیبل پر مکے کی چوٹ دی۔

اسی لمحے، نور دوبارہ اندر آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈیوائس تھی، اور چہرے پر سنجیدگی۔

"سر، ایک نئی لوکیشن ملی ہے۔ جنید خان کی ID آخری بار ڈیفنس کے ایک بند گھر میں ایکٹیو ہوئی ہے۔ سگنل بس تین منٹ کے لیے تھا... لیکن ہم نے پکڑ لیا۔"

زہان کا لہجہ سخت، آنکھوں میں چنگاریاں تھیں۔

"ٹھیک ہے... اس جنید خان کے لیے میں اکیلا کافی ہوں!"

وہ تیزی سے اپنے کوٹ کی جیب سے فون نکالتے ہوئے اٹھا، قدموں میں جیسے برق تھی۔

"جسے ہم نے عزت دی، مقام دیا، ہماری ٹیم کا حصہ بنایا... اسی نے ہمارے ساتھ غداری کی؟"

اس کی آواز میں دکھ نہیں، اب صرف طیش تھا۔

"تو اب وہ جان لے، زہان ملک بھولتا ہے نہ معاف کرتا ہے!"

"سر... وہ تربیت یافتہ ہے، اکیلے مت جائیں۔" نور نے آہستہ سے کہا۔

زہان نے پلٹ کر دیکھا، آنکھوں میں عجیب سا سکون اور خطرناک یقین تھا۔۔

"میں اس کے جیسے دس کو سنبھال چکا ہوں۔ بس دعا کرو، جب وہ ملے تو میں صرف غصے سے کام لوں۔ ورنہ جنید کا انجام وہ ہوگا، جو غداروں کی تاریخ میں درج ہوتے ہیں!"

اس نے فون کان سے لگایا۔

"شعیب، گاڑی نکالو...اور ہتھیار تیار رکھو، آج رات مجھے جنید خان سے کچھ حساب چکانا ہے!"

زہان کے قدم باہر کی طرف بڑھنے لگے اندھیری رات، بدلے کی آگ، اور ایک ایسا شخص...جو دھوکہ کھا کر اب دھوکہ دینے والوں کو نشان عبرت بنانے پر تل چکا ہے۔

☆☆☆

"سر! خبر کنفرم ہو چکی ہے...انڈیا سے لڑکیوں کو بھیجا جا رہا ہے، اور ساتھ میں ڈرگز بھی۔" ایجنٹ بدر 9 نے سامنے کھڑے ایجنٹ راز 17 کو سنجیدگی سے اطلاع دی۔

ایجنٹ سرکار X نے تیزی سے قدم اٹھائے اور میز کے کنارے آ کر بے چینی سے کہا۔

"مگر سر...اسمگلنگ کے مختلف راستے ہیں، اور ہمیں ابھی تک یہ نہیں پتہ کہ کون سا راستہ استعمال کیا جا رہا ہے۔"

ایجنٹ راز 17 نے دونوں کی بات سنی، اور خاموشی سے نقشے کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہیں باریکی سے بارڈر ایریاز پر جمی ہوئی تھیں۔

یہ تینوں ایجنٹس "مشن سایہ" پر مامور تھے ایک انتہائی خفیہ اور نازک آپریشن، جس کا مقصد دونوں ممالک کے بیچ انسانوں اور منشیات کی غیر قانونی اسمگلنگ کو بے نقاب کرنا تھا۔

پچھلے دو ماہ سے یہ مشن جاری تھا۔

تینوں ایجنٹس نے متعدد بار دشمن کے نیٹ ورکس کو توڑا، چھاپے مارے، جان پر کھیل کر معلومات اکٹھی کیں... مگر دشمن نہایت شاطر تھا ہر بار ان کی گرفت سے نکل جاتا تھا، جیسے ہوا میں تحلیل ہو جائے۔

"اب کھیل کو نئی چال دینی ہو گی۔ دشمن کے پاس وقت کم ہے...اور ہمارے پاس صبر۔ اب جو بھی قدم اٹھائیں گے، وہ آخری اور فیصلہ کن ہو گا۔" ایجنٹ راز 17 نے گہری سانس لی، اور دھیرے سے بولا۔

"تو کیا ہم سائبر یونٹ کو بھی شامل کریں؟" سرکار X نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں ہمیں کبھی نہیں پتہ ہوتا کون کب غدار نکلے گا!"

ایجنٹ راز 17 کی آواز میں ایک گہری تلخی اور عزم چھپا تھا۔

اس نے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔۔ بدر 9 اور سرکار X۔۔ اور پھر میز پر رکھے مشن فائلز کو ایک نظر دیکھا۔

"اس لیے بہتر ہے کہ ہم تینوں ہی اس مشن پر کام کریں۔ کوئی اور نہیں... صرف ہم!"

اس کے لہجے میں فولادی حوصلہ اور غیر متزلزل اعتماد تھا۔

"یہ مشن... صرف ایک کارروائی نہیں، یہ ہمارا فرض ہے۔ ہماری غیرت کا سوال ہے۔" اس نے نقشے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔۔

"ایک دن... یہ سب ہمارے شکنجے میں ہوں گے۔ایک ایک کو بے نقاب کریں گے۔اوراس دن کوئی سایہ نہیں بچے گا۔

صرف انجام!" سرکارX نے سر ہلایا۔

ایجنٹ راز 17 نے کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹائی،اور آہستگی سے میز پر رکھی فائل بند کی۔

اس کی آنکھوں میں وہی پرانا اعتماد چمک رہا تھا،جو ہر مشن سے پہلے نمودار ہوتا تھا۔

"تو پھر کیا کریں، سر...؟" بدر 9 کی آواز میں بے چینی چھپی ہوئی تھی۔

راز 17 نے دونوں کو ایک ایک نظر دیکھا۔پھر آہستہ سے بولا۔

"ہم خاموشی سے جال بچھائیں گے... جو راستہ سب سے کمزور لگتا ہے، وہی ان کا اصل راستہ ہو گا۔"

"لیکن ہمیں تو وہ راستہ پتہ ہی نہیں۔۔"

سرکارX بولنے ہی لگا تھا کہ راز 17 نے اس کی بات کاٹ دی۔

"پتہ چل جائے گا۔ان کے ہر قدم کا نقشہ ہے میرے پاس... وہ جتنا بھی بچنے کی کوشش کریں،اس بار نہیں بچ پائیں گے۔"

اس نے میز پر پڑا ایک ریسیور اٹھایا،اور آرڈر دیا۔

"ایجنٹ عارف اور نیہا کو فوری طور پر فعال کیا جائے۔انہیں سرحدی علاقوں میں بھیجا جائے۔"

پھر سرکارX کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"اور تم...راول پنڈی اور لاہور کی خفیہ ڈرگز لینز پر نظر رکھو۔ان کا نیٹ ورک وہیں سے جڑتا ہے۔"

"اگر اجازت ہو تو میں جموں روٹ کی نگرانی سنبھال لوں۔۔؟"بدر 9 نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"اجازت نہیں مانگی جاتی بدر...لے لی جاتی ہے۔یہ جنگ ہے۔دشمن کے خلاف...اور وقت کم ہے۔"راز 17 نے گہری سانس لی، پھر بولا۔

کمرے کی فضا میں سنجیدگی، جذبہ اور خطرے کی بو پھیل چکی تھی۔

☆☆☆

"پاکستان کے ایک خفیہ مقام پر، نیم تاریک تہہ خانہ"

ہلکی ہلکی ٹھنڈک، سیلن زدہ دیواریں،اور چھت سے لٹکتی ایک زرد بلب کی روشنی...

خوشی راجپوت نے دھیرے سے آنکھیں کھولی۔اس کے ارد گرد چند اور لڑکیاں خاموشی سے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں کچھ سسک رہی تھیں، کچھ آنکھوں میں مکمل ویرانی لیے خاموش تھیں۔

"کہاں ہوں میں...؟"اس نے ٹوٹے لہجے میں خود سے کہا۔

"نہیں پتہ ہم کہاں ہے مگر ہمیں یہاں دھوکے سے لائے گئے ہیں۔"پاس لڑکی نے جواب دیا۔

خوشی کا دل جیسے بیٹھ گیا۔اس کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

"کیا...یہ سب... بھی اسمگل کی گئی ہیں۔۔؟"

"ہم سب..."لڑکی نے دھیرے سے کہا،"کسی کو دبئی کا جھانسہ دیا گیا، کسی کو شادی کا،اور کسی کو کانٹریکٹ کا..."

دروازہ ایک دھماکے سے کھلا دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ایک کے ہاتھ میں فائل،دوسرے کے ہاتھ میں موبائل۔

"یہ ہے وہ مونا سنگر... باس نے خاص حکم دیا ہے کہ اسے ٹچ نہ کیا جائے کل بڑی ڈیل ہے..."

"باس تو خود استقبال کرے گا، یہ لڑکی اس کی کمزوری بن چکی ہے..."دوسرا آدمی ہنسا۔

خوشی نے آنکھیں میچ لیں۔

اس کی آنکھوں کے آگے وہ لمحے دوڑنے لگے جب وہ آزادی سے گاتی تھی،ماں کے گلے لگتی تھی،اور اننیا کی باتوں پر ہنستی تھی۔اب وہ ایک قید میں تھی مگر ہاری نہیں تھی۔

اس نے دھیرے سے ہاتھ کی زخمی کلائی کو دیکھا، پھر آنکھوں میں چمک لوٹ آئی۔

"چلو اٹھو باس تم سے ملنے کے لیے بے صبری سے انتظار کر رہے ہیں...."ایک آدمی خوشی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اٹھایا اور اپنے ساتھ آگے لے جانے لگا۔خوشی نے کوئی مزاحمت نہیں کی وہ بس خاموشی سے ان کے ساتھ جانے لگی۔وہ طے کر چکی تھی کہ کچھ بھی ہو جائیں اسے یہاں سے بھاگنا ہے۔

☆☆☆

زیرزمین حویلی کاایک خفیہ کمرہ باس کادفتر

کمرہ بڑامگر عجیب ساپر سکون تھا۔ قالین فرش پر بچھاہواتھا،دیواروں پرپرانے جنگجوؤں کی تصویریں اور وسط میں ایک قیمتی لکڑی کی میز تھی جس کے پیچھے نیم اندھیرے میں وہ شخص بیٹھا تھا۔

"باس بگ بی"

خوشی کواس کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا گیا۔

"توتم ہو...مونا۔اصل نام خوشی راجپوت ؟" باس نے آہستہ سے سگار سلگایا، پھر کرسی پر جھک کر بولنے لگا۔۔

خوشی نے نظریں اس سے نہیں چرائیں۔

"ہاں، میں ہی ہوں۔"لہجہ سپاٹ تھا، مگر آنکھوں میں ہمت تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے تم کہاں ہو؟"

باس نے ہنکارا بھرا۔

"ہاں،اندازہ ہے اور یہ بھی اندازہ ہے کہ آپ کیاچاہتے ہیں۔"

"ہوشیار ہو...اور خوبصورت بھی۔ میری نظر تو بہت دنوں سے تھی تم پر۔ مگر تم جیسے پرزوں کا ایک ہی انجام ہوتا ہے، یا تو بکتے ہیں، یا ٹوٹتے ہیں۔" باس نے قہقہہ لگایا۔

خوشی کے چہرے پر سختی آئی۔

"تو یاد رکھیں، میں وہ پرزہ ہوں جو ٹوٹنے کے بعد خنجر بن جاتا ہے۔"

وہ یکدم اپنی جگہ سے اٹھا۔ کرسی پیچھے کی طرف سرکی، اور تیز قدموں سے خوشی کے قریب آیا۔

اب وہ روشنی کے دائرے میں تھا اس کا چہرہ صاف نظر آنے لگا۔

لمبی، گھنی مونچھیں، بھاری آنکھوں سے نیچے تھکن اور سفاکی کی جھلک، عمر کوئی پچاس کے درمیان، مگر آنکھوں میں وہ زہر تھا جو برسوں کی طاقت سے پیدا ہوتا ہے۔

اس نے خوشی کے بالکل سامنے آکر سرگوشی جیسا لہجہ اپنایا، مگر الفاظ میں زہر بھر دیا۔

"I like your attitude"... مگر لڑکی، میرے سامنے زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ جھک کر خوشی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"تم جانتی نہیں کہ میں کون ہوں... میں Big B ہوں... اس دنیا کا بادشاہ! اگر دوبارہ میرے سامنے زبان چلانے کی ہمت کی... تو یہ زبان کاٹ دوں گا... اپنے ہاتھوں سے!"

خوشی نے ایک پل کو آنکھیں بند کیں دل جیسے تیز دھڑکنے لگا ہو، مگر چہرے پر وہی سختی، وہی وقار قائم رہا۔

"کسی کا خوف مجھے جھکا نہیں سکتا...اور یاد رکھنا، بادشاہ وہی ہوتا ہے جس کے دل میں دیا ہو۔ تم صرف ایک سوداگر ہو...

انسانوں کے سوداگر!"

کمرے میں اچانک سناٹا چھا گیا۔

خوشی کی جرات بھری باتوں نے لمحے بھر کو جیسے سب کو خاموش کر دیا تھا۔

باس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ آنکھوں میں سفاکی کی چمک اور مونچھوں کے نیچے سے نکلتی گھٹن زدہ سانس نے اس کی خباثت میں مزید اضافہ کر دیا۔

وہ چند لمحے اسے گھورتا رہا، پھر طنزیہ ہنسی ہنسا۔

"اسے... میرے بیڈ روم میں پہنچا دو!"

اس نے گھناونے لہجے میں گارڈز کو اشارہ کیا۔

"میں...کچھ دیر بعد اس کی طبیعت ٹھیک کرتا ہوں!"

الفاظ اس کے منہ سے یوں نکلے جیسے زہر ٹپک رہا ہو۔

خوشی کا دل دہل گیا، آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، اور زبان پر بے ساختہ فریاد آ گئی۔

"نہیں! پلیج (پلیز)...مجھے جانے دو! مجھ پر دیا کرو! بھگوان کے واسطے...مجھے جانے دو!"

اس کی آواز کمرے میں گونج گئی۔

گارڈز آگے بڑھے۔ خوشی پیچھے ہٹنے لگی، مگر رسیوں سے آزاد کیے جانے کے بعد وہ کمزور ہو چکی تھی۔ آنسو آنکھوں سے بہنے لگے مگر نگاہوں میں ابھی بھی ایک دبی ہوئی چنگاری باقی تھی۔

"میں تم سب کے لیے سجا (سزا) بن جاؤں گی... تمہیں تمہارے جرم کا حساب دینا پڑے گا!"

گارڈز نے اس کے بازو تھام لیے۔

وہ چیختی، دہائی دیتی، رحم کی بھیک مانگتی رہی، مگر وہ اسے گھسیٹتے ہوئے دروازے کی طرف لے جانے لگے۔ باس نے سگار سلگایا، کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ کر دھواں اڑاتے ہوئے خباثت سے مسکرایا۔

اسے لگ رہا تھا، جیسے اس کا شکار مکمل ہو چکا ہو۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا... کہ کبھی کبھی شکار، شکاری کے لیے عذاب بن جاتا ہے۔

☆☆☆

زہان ملک "ملک ولا" میں داخل ہوا تو فضا میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لاؤنج کی ہلکی مدھم روشنی میں نازنین صوفے پر بیٹھی ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر وہی اداسی، وہی خالی پن، اور آنکھوں میں وہی سوال تھا جو پچھلے کئی دنوں سے کسی نے نہ سنا، نہ سمجھا۔

ٹی وی اسکرین پر ابھی بھی خوشی راجپوت کی پراسرار موت کی خبریں چل رہی تھیں۔ رپورٹرز کی آوازیں، پسِ منظر میں چلتا دکھ، اور اسکرین پر خوشی کی مسکراتی تصویریں سب کچھ اس کے دل کو چیر رہے تھے۔

زہان نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر آہستہ سے آگے بڑھا۔

"دیکھو گڑیا، مت دیکھو یہ سب..."

زہان نے نرمی سے اس کے ہاتھ سے ریموٹ لیا اور ٹی وی بند کر دیا۔

نازنین نے پلکیں جھپکائیں، جیسے کسی خواب سے جاگی ہو۔

"لیکن بھائی... شاید وہ زندہ ہو... کہیں چھپی ہو... کوئی اسے بچا لے..."

زہان نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"ایسا سوچ کر خود کو اور تکلیف مت دو۔ اگر قسمت میں ہوا، تو سچ خود سامنے آئے گا۔ ہم بس دعا کر سکتے ہیں۔"

نازنین نے آہستگی سے سر ہلایا، مگر آنکھوں میں امید اب بھی چمک رہی تھی ٹوٹی ہوئی، کمزور سی... لیکن زندہ۔ زہان نے اسے قریب کیا اور اس کے سر پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

اچھا، پتہ ہے میں کیا لے کر آیا ہوں؟"

زہان نے شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا بھائی؟"

نازنین نے پہلی بار آنکھیں پھیلائیں، جیسے دل کی اداسی میں ہلکی سی چمک جاگی ہو۔

"آئس کریم۔۔!"

زہان نے جیب سے ایک چھوٹا سا رنگ برنگا کپ نکالا، جس پر "آپ کی مسکراہٹ ہمارا مقصد ہے۔۔!" لکھا تھا۔

نازنین کے لبوں پر دبی دبی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، جیسے اندر کہیں زندگی نے آہستہ سے سر اٹھایا ہو۔

"بھائی، آپ کو کیسے پتہ چلا مجھے آئس کریم کھانے کا دل تھا؟"

"گڑیا کی آنکھیں تو سب بتا دیتی ہیں۔" زہان نے کندھے اچکائے۔۔

وہ خاموش ہو گئی، مگر اس کی آنکھوں میں نمی کے ساتھ شکر گزاری کی ایک نرم چمک اتر آئی۔

زہان نے کپ اس کے ہاتھ میں دیا، پھر خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ کر اپنا کپ کھولنے لگا۔

"چلو، آج کا غم آئس کریم میں جما دیتے ہیں۔"

نازنین نے سر ہلایا۔

"اور کل سے پڑھائی بھی شروع، ٹھیک ہے؟"

"جی بھائی!"

اس نے ہلکے سے مسکرا کر کہا، اور ایک چمچ آئس کریم اپنے منہ میں ڈال لی۔

اور یوں، خوشی کی خبر کے شور سے بھرا وہ دن، زہان کی محبت بھری کوشش سے تھوڑا سا پر سکون ہو گیا تھا۔

☆☆☆

بگ بی بڑے وقار اور رعب کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے جوتوں کی دھیمی چاپ جیسے فرش پر اپنا تسلط جما رہی تھی۔ لباس ہر بار کی طرح نفیس، کاندھوں پر پڑی شال اور آنکھوں پر چڑھا خاموش غرور یہ سب اس کی شخصیت کا حصہ تھا۔

خوشی راجپوت جواب مونا نہیں بلکہ محض ایک قیدی تھی صوفے پر بیٹھی فوراً کھڑی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر خوف اور الجھن کی آمیزش تھی، مگر آنکھوں میں اب بھی ایک چنگاری باقی تھی۔

بگ بی رک کر اسے سر تا پا دیکھا، جیسے کسی شکستہ فن پارے کی جانچ کر رہا ہو۔

پھر آہستہ سے گویا ہوا۔

"تو تم ہو... وہ آواز... جس نے سرحد کے اُس پار بھی شور مچا دیا۔"

خوشی نے نظریں جھکا لیں، مگر لب ساکت نہ رہے۔

"آپ نے مجھے کیوں قید کیا ہے؟ میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

بگ بی نے دھیرے سے ایک تلخ قہقہہ لگایا۔

"تم نے بگاڑا نہیں... تم نے متوجہ کیا۔اور جو متوجہ کرتا ہے، وہ قید ہو جاتا ہے کبھی دل میں، اور کبھی..."

وہ مسکرا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"تمہیں اندازہ ہے تم کیا ہو؟ایک فنکارہ، ایک ساز...اور سازا گر قابو میں نہ آئے تو فساد مچاتا ہے۔"

خوشی نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، اب کی بار لہجہ کچھ سخت تھا۔

"میرا فن قید کے قابل نہیں۔میں کوئی ساز نہیں جو آپ کے حکم پر بجے..."

بگ بی کا چہرہ ایک لمحے کو سخت ہوا، پھر نرم ہوا، اور اس نے گردن جھٹک کر کہا۔

"اسی لیے تم یہاں ہو...تاکہ تمہیں سمجھایا جاسکے کہ آوازا گر آزاد ہو جائے تو بغاوت بن جاتی ہے۔"

"پلیز مجھے جانے دو میرے ماں پتا جی وئٹ کر رہے ہو گے..." وہ التجائی لہجے میں بولنے لگی۔

خوشی کے وجود میں جیسے سرد لہر دوڑ گئی۔اس کی آواز رندھ گئی، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے مگر وہ چیخی نہیں صرف نظریں نیچی کیے کانپتی رہی۔

بگ بی اس کے بالوں کو جکڑ کر قریب لایا اور غرایا۔

"اتنی آسانی سے حاصل نہیں کیا تمہیں... سالوں سے ایسے ہی ہیرے کی تلاش تھی۔ اور اب جب مل گئی ہو، تو تمہارے دو بولوں سے چھوڑ دوں؟ ناممکن!"

خوشی نے ہمت جمع کر کے نظریں اٹھائیں۔۔ لہجہ ہنوز لرزتا ہوا مگر لہجے میں ایک ضد اُبھرنے لگی تھی۔

"یہ قید میری آواز کو نہیں روک سکتی... میرا گانا، میری سانسوں میں ہے۔ آپ جسم کو قید کر سکتے ہیں، روح کو نہیں۔"

بگ بی کے چہرے پر ایک لمحے کو حیرت کی پرچھائیں لہرائی، مگر وہ فوراً سنبھلا۔ اور غصے سے اسے بیڈ پر دھکیلا۔

خوشی کا جسم ایک جھٹکے سے بیڈ پر گرا۔ آنکھوں میں خوف تھا، لیکن ساتھ ہی اک ضد، اک چنگاری... جو بجھنے سے انکاری تھی۔

بگ بی اس پر جھک آیا، چہرہ اس کے اتنا قریب کہ اس کی سانسیں تک محسوس ہونے لگیں۔ وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"تمہارے غرور کو توڑ کر رکھ دوں گا میں... تمہاری وہ آواز، جس پر تمہیں ناز ہے، وہی آواز تمہارے لیے سزا بنے گی۔۔!"

خوشی نے پلکیں جھپکائیں، اور ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی ایک زخمی، مگر حقارت بھری مسکراہٹ۔

"تم جیسا کمزور مرد... ایک لڑکی کو دبا کر جیتنا چاہتا ہے؟ تمہارے پاس طاقت ہے، پر ظرف نہیں... اور یاد رکھو، آواز کو قید کرنا ممکن نہیں، وہ جب نکلتی ہے، تو انقلاب بن جاتی ہے۔"

بگ بی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے غصے سے ہاتھ اٹھایا، لیکن اگلے ہی لمحے اسے کال آئی تھی۔

اس نے غصے سے فون اٹھایا۔

"کیا ہے کمینے کیوں ڈسٹرب کر رہے ہو۔؟" وہ غرایا۔

"باس راز 17 اور اس کی ساتھی ہمارے جگہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے ہیں ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔"

بگ بی کا چہرہ ایک لمحے کو جیسے ساکت ہو گیا۔ خون جیسے چہرے سے کھنچ گیا ہو، آنکھوں کی سرخی لمحہ بھر کو حیرت میں بدل گئی۔

"کیا کہا؟" اس نے دانت پیستے ہوئے فون کو مضبوطی سے تھاما۔

"راز 17... یہاں؟"

"جی باس! ان کے پاس اس بار مکمل لوکیشن ہے۔ وہ اپنے پورے یونٹ کے ساتھ ہیں۔ اگر ابھی نہ نکلے تو سب کچھ ختم ہو جائے گا!"

دوسری جانب ایجنٹ کا سانس پھولا ہوا تھا۔

بگ بی نے ایک جھٹکے سے خوشی کی طرف دیکھا، جواب بھی بیڈ پر بیٹھی، اپنے زخمی حوصلے سنبھال رہی تھی۔

"تم خوش قسمت ہو... آج بچ گئیں۔"

وہ زہریلے لہجے میں بولا، پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنے گارڈز کو بلایا۔

"اسے دوبارہ محفوظ جگہ پر پہنچاؤ! اور ہاں... اگلی بار اگر بھاگنے کی کوشش کرے، تو آواز نکالنے کے قابل نہ رہے!"

گارڈز فوراً کمرے میں داخل ہوئے۔ایک نے خوشی کے بازو کو سختی سے تھاما۔

خوشی نے آخری بار بگ بی کو دیکھا،اور دل ہی دل میں کہا۔

"میں بچی نہیں ہوں... یہ صرف شروات ہے۔"

"تمام راستے بند کرو... گودی نمبر 7 پر سب تیار ہو، ہمیں وہاں سے نکلنا ہے!" بگ بی نے جلدی سے فون کان سے لگایا،اور بولا۔

سامنے ٹیبل پر پڑا سیاہ ہڈی کا ماسک اس نے اٹھایا،اور تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا۔

☆☆☆

راز 17، بدر 9،اور سرکار X تینوں اپنی پوری ٹیم کے ساتھ مشن سایہ کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکے تھے۔اندھیرے میں چمکتے ڈرون کیمروں کی ویڈیو فیڈ لائیو اسکرین پر آ رہی تھی۔ہر ایک کے کانوں میں جدید انٹیلیجنس ایئر پیس تھا،اور ہاتھوں میں ہتھیار۔ان کے چہروں پر عزم،اور قدموں میں احتیاط تھی۔

"بگ بی کی آخری لوکیشن اسی گودی کے قریب کی ٹریس ہوئی ہے....." بدر 9 نے جھک کر زمین پر پھیلائے نقشے کی طرف اشارہ کیا۔

"ہم نے اس بار ہر رخ سے گھیراؤ کیا ہے،"

"اب اگر وہ بچ گیا... تو ہم میں سے کوئی ناکام ہو گا۔" سرکار X نے سرد لہجے میں کہا۔

راز 17، جو ہمیشہ خاموش رہتا تھا، اب گویا ہوا۔

"بگ بی کو اس بار زمین نہیں بچا سکتی۔"

انہوں نے ٹیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔

1. ٹیم الف: مرکزی دروازے سے داخل ہونے والی، جنہیں بگ بی کے مین گیٹ پر تعینات گارڈز کا سامنا کرنا تھا۔

2. ٹیم ب: پیچھے سے، پرانے ویئرہاؤس کی دیوار پھلانگ کر اندر گھسنے والی۔

3. ٹیم جیم: راڈار اور ڈرون مانیٹرنگ یونٹ جو اندرونی حرکات پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

"ٹارگٹ کو زندہ پکڑنا ہے۔۔"

راز 17 نے یاد دلایا۔

"اسے کسی بھی حال میں زندہ واپس لانا ہے۔"

بدر 9 نے گن کا چیمبر چیک کیا، اور سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"اب وقت ہے... سایہ کو ہمیشہ کے لیے مٹانے کا۔"

اگلے ہی لمحے، خاموشی کو کمانڈر کی آواز نے چیر ڈالا۔

"All units execute. Mission SAYA go live!"

چاروں طرف سے سائرن کی آوازیں ابھریں،اور اندھیرے میں کئی سائے دیواروں کے ساتھ لپکتے ہوئے آگے بڑھے۔

جب ٹیم پوری حکمت عملی کے ساتھ اندر پہنچی، ویئرہاؤس کی فضا میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ہر طرف خاموشی ایسی جیسے کوئی طوفان گزر چکا ہو۔

"Clear!"

"Sector B clear!"

"Team J all clear!"

ہر یونٹ کی رپورٹ ایک ہی پیغام دے رہی تھی بگ بی یہاں سے فرار ہو چکا تھا۔

راز 17 نے گہری سانس لی اور آگے بڑھا، جب ایک زنگ آلود دروازہ زور سے دھکیلا گیا۔اندر کا منظر دیکھ کر سب لمحہ بھر کو ساکت رہ گئے۔

ایک بڑی، خستہ حال کوٹھری میں کئی لڑکیاں بیڑیوں میں جکڑی بیٹھی تھیں۔ان کے چہرے خوف، تھکن اور اذیت سے زرد تھے۔

کمرے کے ایک جانب درجنوں پیکٹس ڈرگز سے بھرے ہوئے ترتیب سے رکھے تھے۔

"او میرے خدا..."بدر 9 نے آگے بڑھ کر ایک لڑکی کے ہاتھوں کی رسی کاٹی۔۔

"ہم تمہیں بچانے آئے ہیں، تم سب محفوظ ہو..."

لڑکیاں سسکنے لگیں، جیسے برسوں کا دکھ ایک لمحے میں بہہ نکلا ہو۔

ان میں سے ایک لڑکی نے تھرتھراتے لہجے میں کہا۔

"وہ...وہ کچھ دیر پہلے یہاں سے گیا ہے...بہت غصے میں تھا...اُس نے کہا اب وہ سب کو ختم کرے گا..."

سرکار X نے فوراً وائرلیس پر آرڈر دیا۔

"Alert all border exits. Check all private docks". بگ بی نے کہیں نہ کہیں سے راستہ نکالا ہے!"

راز 17 خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا، پھر آہستہ سے بولا۔

"وہ ہم سے ایک قدم آگے نکل گیا... لیکن زیادہ دور نہیں جا پائے گا۔ اب اس کے ہر سانس پر ہماری نظر ہے۔"

لڑکیوں کو آزاد کرواتے ہوئے، ہر ایجنٹ کی آنکھوں میں ایک عجیب سا کرب اور غصہ تھا جیسے کسی نے ان کے ضمیر کو چوٹ دی ہو۔

راز 17 نے آہستہ سے ایک ایک لڑکی کے ہاتھوں کی بیڑیاں کاٹیں۔۔

"اب تم آزاد ہو...کسی کو تم پر دوبارہ ہاتھ نہیں ڈالنے دوں گا۔"

سرکارX نے قریب پڑی چھوٹی سی لڑکی کو بانہوں میں اٹھایا۔

"یہ سب ہماری بہنیں ہیں، کسی کا ساز و سامان نہیں..."

بدر 9 نے جیب سے اپنا فون نکالا اور فوراً ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا۔

"ساری لڑکیاں بازیاب ہو چکی ہیں، فوری میڈیکل ٹیم اور ری ہیب یونٹ روانہ کرو۔"

اتنے میں، ڈرگز کے بڑے پیکٹس ایک طرف سے کمرے کے وسط میں رکھ دیے گئے۔

کمرے کی دیوار پر ٹیپ سے چسپاں "سایہ-11" کا نشان کسی اور خفیہ نیٹ ورک کی نشاندہی کر رہا تھا۔

"سر، یہ بہت بڑی کھیپ ہے..."

ایک اہلکار نے جھک کر ایک بیگ کھولا اندر سفید پاؤڈر سے بھری شیشیاں تھیں۔

"یہ صرف اسمگلنگ نہیں، انسانی ضمیر کی سوداگری ہے..."

"یہ چیزیں ہماری نسلوں کو تباہ کرتی ہیں...اور وہ ان کے ذریعے کماتے ہیں۔ راز 17 نے ڈرگز کے پیکٹس کو گھورتے ہوئے کہا۔ لیکن اب نہیں... ہم ان کے ہر سورس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے!"

بدر 9 نے آہستہ سے بم اسکواڈ کو بلا لیا۔

کمرے میں موجود تمام ڈرگز کو کاغذی کارروائی کے بعد تباہ کرنے کا آرڈر دے دیا گیا۔

کمرہ اب لڑکیوں کے رونے اور آزادی کی خوشبو سے بھرا تھا۔

☆☆☆

گارڈز زبردستی خوشی راجپوت کو گھسیٹتے ہوئے اندھیرے راہداری میں لے جا رہے تھے۔ وہ پوری طاقت سے مزاحمت کر رہی تھی۔۔

"چھوڑو مجھے! کہاں لے جا رہے ہو؟!"

اس کی آواز تھرتھراتی ہوئی راہداری میں گونج رہی تھی۔

ایک لمحے کو جب ایک گارڈ نے اس کا بازو سختی سے کھینچا، خوشی کا سر جھٹکے سے اس کے سینے کے قریب آیا۔ اور تب ہی اس کی نظر اس کی جیب میں پڑی گن کے ہینڈل پر گئی۔

اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"یہ موقع ہے...ابھی یا کبھی نہیں!"

وہ اچانک پوری قوت سے گھومی، اپنی ایڑی گارڈ کے پیر پر ماری، گارڈ درد سے چیخا اور اس کی گرفت لمحے بھر کے لیے ڈھیلی پڑ گئی۔

خوشی نے جھٹ سے گن کی طرف ہاتھ بڑھایا، گارڈ نے پکڑنے کی کوشش کی، مگر وہ پہلے ہی گن کھینچ چکی تھی!

"رک جاؤ! ورنہ گولی مار دوں گی!"

وہ چیخی، اس کی آنکھوں میں وہ خوف تھا جو اب ہمت بن چکا تھا۔

گارڈز ایک لمحے کو ٹھٹھک گئے۔ انہوں نے ایسا ردعمل کبھی کسی لڑکی سے نہیں دیکھا تھا۔ خوشی نے ان کی طرف گن تانی، مگر اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا جب وہ کسی کو یوں دھمکا رہی تھی۔

"میں تم میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گی..."

خوشی نے ہمت جمع کرتے ہوئے اپنی کانپتی انگلی ٹریگر پر رکھی۔

پہلا گارڈ اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ... ٹھاہ!!

ایک چیخ راہداری میں گونجی۔ پہلی گولی سیدھی جا کر گارڈ کے گھٹنے پر لگی، وہ درد سے کراہتا ہوا نیچے گرا۔

دوسرا گارڈ چونکا، مگر پلٹنے سے پہلے ہی۔ ٹھاہ!!

دوسری گولی اس کے گھٹنے پر لگی، وہ بھی زمین پر آ گرا، ہاتھ سے بندوق چھوٹ کر دور جا گری۔

خوشی کی سانسیں تیز چل رہی تھیں۔ اس کے ہاتھ ابھی بھی کانپ رہے تھے، لیکن اس کی نظریں واضح اور پُرعزم تھیں۔

"اب کوئی نہیں روکے گا مجھے!"

اس نے گن تانے، قدم پیچھے ہٹاتے ہوئے راہداری سے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

پیچھے زخمی گارڈز کی کراہیں، گرتی ہوئی دھمکیاں، اور بجتے الارمز تھے۔

مگر خوشی اب صرف ایک سمت دوڑ رہی تھی۔ آزادی... اور انصاف کی جانب۔

☆☆☆

راز 17 کی سانسیں تیز چل رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں اشتعال کی چنگاریاں بھڑک رہی تھیں۔

"وہ کمینہ ایسے کیسے بچ گیا؟!" اس نے غصے سے دیوار پر زور سے مکا مارا۔ ایک مکا، پھر دوسرا... دیوار پر خون کے چھینٹے ابھرنے لگے، مگر وہ باز نہ آیا۔

ایجنٹ بدر 9 خاموشی سے قریب آیا۔

"سر... ہم نے اس کا سسٹم توڑ دیا، ٹھکانہ معلوم کر لیا، لڑکیاں بازیاب کرا لی گئیں، ڈرگز ضبط ہو گئیں..."

"لیکن بگ بی بچ گیا!" راز 17 نے پلٹ کر اسے گھورا۔ "ایک بار پھر... جیسے ہر بار پھسل کر نکل جاتا ہے۔"

سرکار X بھی قدموں کی چاپ کے ساتھ اندر داخل ہوا۔۔

"وہ زخمی ہے، کمزور ہے، لمبے عرصے تک کہیں چھپ کر رہے گا... اور یہی موقع ہے اسے ختم کرنے کا۔"

راز 17 نے زخمی ہاتھ کی پرواہ کیے بغیر میز پر رکھا سیاہ کوٹ اٹھایا۔

"اس بار اسے زمین کے آخری کونے سے بھی نکال کر لاؤں گا... اور اگر وہ جہنم میں بھی چھپا ہو۔ تو میں وہاں بھی پہنچوں گا۔"

سرکارXاور بدر9نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔اور پھر تینوں نے اگلے قدم کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ کیونکہ "آپریشن سایہ "ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔۔ابھی اصل شکار باقی تھا۔

☆☆☆

خوشی راجپوت کی بھاگتی ہوئی قدموں کی آواز سنسان گلیوں میں گونج رہی تھی۔ پسینے سے شرابور چہرہ، بکھرے بال،اور کانپتے ہوئے ہاتھ...وہ مسلسل پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی، جیسے ہر سائے میں بگ بی کا خطرہ چھپا ہو۔

اس کے بدن پر سفید شرٹ اور نیلی جینز تھی، جو اس کی شناخت کی سب سے بڑی علامت بن چکی تھی۔ جوتے کی ایک تسمہ کھل چکی تھی، مگر وقت نہیں تھا رکنے کا۔

یہ علاقہ اس کے لیے بالکل نیا تھا۔لاہور کے مضافات میں چھپی کوئی نامعلوم بستی، جہاں نہ کوئی جان پہچان، نہ سہارا۔ سڑکیں اجنبی تھیں، دکانیں بند،اور ہر کھڑکی جیسے چھپی نظریں بن چکی تھی۔

"مجھے کہیں پناہ لینی ہو گی... کہیں چھپنا ہو گا..."

اس نے بے اختیار ایک سنسان گلی کا رخ کیا۔اچانک اسے عورت اور مرد دکھائی دیں۔

"کیا ہوا بیٹا۔؟"مرد نے نرمی سے پوچھا۔

"میرے پیچھے لوگ پڑے ہیں مجھے بس ایک رات کے لیے پناہ دیں صبح میں چلی جاؤں گی۔"

عورت اور مرد نے ایک دوسرے کو تیز نظروں سے دیکھا جیسے لمحے بھر میں کئی سوال اور کئی فیصلے اُن کے درمیان طے پا گئے ہوں۔

عورت آگے بڑھی، اس نے نرمی سے خوشی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آؤ بیٹا، ڈرو نہیں... آؤ اندر چلو۔"

خوشی کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

اتنی تکلیف، اتنا خوف، اور پھر یہ اجنبی مہربانی... وہ کچھ لمحے ساکت رہی، پھر خاموشی سے ان کے پیچھے چل پڑی۔

پرانی سی حویلی... پر دل کے دروازے کھلے۔ وہ دونوں اُسے ایک پرانی مگر صاف ستھری حویلی میں لے آئے۔ چھت سے پرانا پنکھا جھول رہا تھا، دیواروں پر خدا کی آیات لکھی تھیں۔ کمرے کے کونے میں چھوٹا سا مصلہ بچھا ہوا تھا، ایک گھر، جہاں خوف کی جگہ امن تھا۔

مرد نے پانی کا گلاس لا کر دیا۔

"بیٹا، ہم اللہ والے لوگ ہیں... کسی مظلوم کو ٹھکرانا گناہ ہے۔ یہ حویلی میری ماں کی نشانی ہے، اب یہ تمہاری پناہ گاہ ہے۔"

عورت نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔

"تم بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہو... یہ کمرہ تمہارا ہے۔ دروازہ اندر سے بند کر لینا، اور جو کچھ بھی دل پر بوجھ ہے، اللہ سے کہہ دینا... وہی سب سننے والا ہے، سب جاننے والا۔"

عورت کی آواز میں ماں جیسی شفقت تھی۔

"آپ دونوں مسلمان ہیں۔۔؟"خوشی راجپوت نے تھوڑا جھجک کر سوال کیا۔

مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔

"جی ہاں، ہم مسلمان ہیں۔"مرد نے نرمی سے جواب دیا۔

"کیا تم نہیں ہو مسلمان۔۔۔۔؟"

خوشی نے آہستگی سے نفی میں سر ہلایا۔پلکیں جھکی ہوئی تھیں اور لہجہ الجھا ہوا۔

عورت نے اس کے ہاتھ پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔۔

"بیٹا، انسان کا سب سے پہلا مذہب انسانیت ہوتا ہے۔اور تم... تم ایک مظلوم ہو۔اللہ صرف مسلمانوں کا نہیں، سب کا رب ہے۔جس دن تم اپنے دل سے اُسے پکارو گی، وہ تمہیں ضرور سن لے گا۔"

خوشی کی پلکوں پر آنسو لرزنے لگے۔

"میں تمہارے لیے کپڑے اور کھانا بھجواتی ہوں... آرام سے کھا لینا، اور پھر تھوڑا سا سکون سے سو جانا۔"

عورت نے شفقت سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔دروازہ بند ہوا تو کمرے میں ایک پر سکون خاموشی چھا گئی۔

خوشی نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ یہ جگہ چھوٹی مگر صاف ستھری تھی، بستر سفید چادر سے ڈھکا ہوا تھا، اور ایک کونے میں میز پر قرآنِ مجید رکھا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد دروازہ ہلکی سی دستک کے ساتھ کھلا اور عورت نے ایک تھالی اور کپڑوں کا جوڑا اندر رکھا۔

"یہ تمہارے لیے ہے، بیٹا... جو کپڑے چاہو وہ پہن لینا، اور یہ کھانا ابھی گرم ہے۔ پھر اگر دل چاہے تو تھوڑا سا آرام کر لینا... تمہیں اس کی بہت ضرورت ہے۔"

خوشی نے تھالی کی طرف دیکھا... سادہ سا کھانا، مگر محبت سے بھرا ہوا۔

اس کی آنکھیں بھر آئیں... شاید یہ پہلا احساس تھا کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔

وہ عورت چلی گئی... اور خوشی نے خود کو بستر کے کنارے پر بیٹھا پایا۔

آہستہ آہستہ کھانا کھانے لگی، جیسے ہر نوالہ صرف بھوک نہیں۔ بلکہ مان، عزت اور تحفظ جیسا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر اس نے سامنے رکھے صاف کپڑوں کو دیکھا... اور دل میں ایک نئی خواہش جاگی۔

"کاش یہ زندگی کی نئی شروعات ہو... ایک نئی شناخت، ایک نئی امید کے ساتھ۔"

☆☆☆

زہان ملک کی آنکھ کھلی تو دیوار پر لگی گھڑی آٹھ بجا رہی تھی۔ وہ فوراً اٹھا اور تیز قدموں سے واشروم کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ تولیے سے بال سکھاتا ہوا باہر نکلا۔ چہرہ دھلا ہوا، آنکھوں میں نیند کی سرخی باقی مگر انداز میں بدستور ٹھہرا ہوا اعتماد۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر سرخ نشان نمایاں تھے، ایسے جیسے کسی شدید جھڑپ یا زخمی صورتحال سے گزر کر آیا ہو۔ بالوں کو رگڑتے ہوئے اس نے تولیہ لاپروائی سے بیڈ پر اچھالا اور وارڈروب سے کپڑے نکال کر چینج کر لیے۔

اب وہ نیوی بلیو شرٹ اور بلیک جینز میں ملبوس تھا۔ آستینیں اس نے کہنیوں تک فولڈ کر رکھی تھیں، اور بال، جو جیل سے سلیقے سے سیٹ کیے گئے تھے، ماتھے پر گرے ہوئے اسے مزید پرکشش بنا رہے تھے۔ سرخ بھورے رنگ کی گہری آنکھوں میں کچھ سوچیں تیر رہی تھیں۔ خاموش، مگر واضح... جیسے اندر ہی اندر کسی جنگ کی جھلک ہو۔

کلائی پر گھڑی باندھتے وقت اس نے اپنے زخمی ہاتھوں پر ایک نظر ڈالی، پھر پلکیں جھپکے بغیر آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ چند لمحے یوں ہی کھڑا رہا۔

پھر اس نے فون اٹھایا، اسکرین کو تھوڑی دیر تک خالی نظروں سے تکتا رہا۔ ایک گہری، تھکی ہوئی سانس لی، اور فون جیب میں رکھ دیا۔

"زہان! ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے، بیٹا!"

نیچے سے فرحانہ بیگم کی آواز ابھری۔۔

زہان نے پلکیں جھپکائیں، جیسے حقیقت میں واپس لوٹا ہو۔

وہ نیچے آیا تو نازنین اور فرحانہ بیگم ناشتے کی میز پر بیٹھی تھیں۔

نازنین کا چہرہ اترا ہوا تھا، مگر آنکھوں کے گرد سوجن اب کچھ کم ہو گئی تھی۔

فرحانہ بیگم اسے دیکھتے ہی متفکر انداز میں بولیں۔

"خیریت ہے بیٹا، ہاتھوں پر یہ نشان کیسے آئے؟"

"کچھ نہیں امی، بس کل رات آفس کی فائلز اٹھاتے ہوئے ذرا سی چوٹ لگ گئی تھی۔" زہان نے مسکراتے ہوئے بات ٹال دی۔

پھر اس نے نازنین کی طرف دیکھا، جو خاموشی سے چائے کا کپ تھامے بیٹھی تھی۔

"گڑیا، آج یونیورسٹی نہیں جانا۔۔؟" زہان نے نرمی سے پوچھا۔

"دل نہیں کر رہا بھائی... سب کچھ بہت عجیب سا لگ رہا ہے۔" نازنین نے نظریں جھکاتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا۔

"زندگی رکتی نہیں، گڑیا... چاہے جتنا بھی کچھ عجیب ہو جائے۔" زہان نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

اس نے اپنی پلیٹ میں پراٹھا لیتے ہوئے ہلکے سے مسکرایا۔۔

"چلو، آج کا ناشتہ تو میرے ساتھ کرو۔ تمہیں پتہ ہے نا، تمہارے ہاتھ کی چائے نہ ہو تو میرا دن شروع ہی نہیں ہوتا۔"

نازنین کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی، اور وہ خاموشی سے اُٹھ کر دوبارہ چائے کا کپ بھرنے چلی گئی۔

فرحانہ بیگم زہان کو دیکھتے ہوئے بولیں۔۔

"کبھی کبھی لگتا ہے تم ہی میرے گھر کا اصل سہارا ہو...ہر درد کا مرہم۔"

زہان نے سنجیدگی سے ماں کی طرف دیکھا۔اور دھیرے سے بولا۔

"یہی میری سب سے بڑی طاقت ہے،امی...آپ سب۔"

زہان نے مسکرا کر کہا تو فرحانہ بیگم کی آنکھوں میں نرمی اتر آئی۔۔

وہ دھیرے سے مسکرائیں،"اللہ تمہیں ہر آن سلامت رکھے بیٹا۔"

زہان نے ایک آخری نوالہ منہ میں ڈالا،پانی کا گھونٹ لیا اور پھر اپنی کوٹ کرسی سے اٹھایا۔

"اچھا امی،میں چلتا ہوں آفس...اپنا خیال رکھنا۔"

اس نے نرمی سے کہا اور کوٹ پہننے لگا۔

فرحانہ بیگم نے دعا دینے والے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔

"خدا تمہارے ہر قدم پر حفاظت فرمائے،بیٹا...اور ہر فائل وقت پر مکمل ہو جائے۔"

وہ ہلکا سا ہنس دیں۔

زہان نازنین کے قریب آیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اس لڑکی کے بارے میں مت سوچنا اور تم بھی اپنا خیال رکھنا۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔" نازنین نے سر ہلا کر آہستہ سے کہا۔

زہان نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے، چمکتے جوتے کی چاپ اور کوٹ کی ہلکی لہراتی جھلک کے ساتھ وہ "ملک ولا" سے نکل گیا۔

باہر دن کی روشنی تیزی سے پھیل رہی تھی، لیکن زہان کی آنکھوں میں جو کچھ تھا، وہ ایک نئے اندھیرے کا سامنا کرنے کی تیاری تھی۔

☆☆☆

"اس کی آنکھیں کھلیں تو اسے سب کچھ اجنبی سا لگا۔

چھت کا پنکھا دھیرے دھیرے چل رہا تھا، دیواریں بے رنگ مگر صاف تھیں۔ کھڑکی کے پردے ہلکی روشنی کو چھان کر کمرے میں لا رہے تھے، اور کہیں دور سے اذانِ فجر کی مدھم آواز سنائی دے رہی تھی۔ خوشی نے سر کو ذرا جنبش دی، اور ارد گرد دیکھا۔ یہ جگہ نہ وہ گہری قید تھی، نہ وہ پُر تعیش کمرہ جہاں اس کی آواز کو قید کیا گیا تھا۔ یہاں کی فضا میں خوف نہیں تھا... بلکہ ایک انجان سی امنگ تھی۔

کمرے میں لکڑی کی میز، دو کرسیاں، ایک سادہ الماری اور بستر کے قریب ایک چھوٹا سا فانوس رکھا تھا، جس کی ہلکی سی روشنی ابھی تک جل رہی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھی، پھر دوبارہ بیٹھ گئی۔ جسم تھکا ہوا تھا، مگر دل کو عجیب سی ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔

"یہ جگہ... کہاں ہوں میں؟... کون لوگ تھے وہ؟... کیا اب میں محفوظ ہوں؟"

اس کے دل میں سوالوں کی گونج تھی، مگر پہلی بار آنکھوں میں خوف کے بجائے کسی نئی زندگی کی جھلک تھی۔

اسی لمحے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"بیٹا جلدی سے فریش ہو جاؤ اور ناشتے کے لیے باہر آؤ.."

وہی مہربان آواز... وہی عورت... وہی اپنائیت۔

خوشی نے سر ہلایا، اور آہستہ سے بستر سے نیچے اتری۔

قدموں میں نرمی تھی، لیکن دل میں ایک عجیب سی گونج جیسے کسی انجانی سمت کی طرف بلاوا ہو۔

سامنے میز پر ایک ہلکا سا گلابی جوڑا رکھا تھا۔ سادہ مگر صاف ستھرا، اور ساتھ ہی ایک ہلکا سا دوپٹہ بھی رکھا تھا گلابی کپڑوں سے ہم آہنگ، جیسے کسی خاموش دعا کی چادر ہو۔

اس نے کپڑے اٹھائے، اور دھیرے سے خود سے لپٹا لیا۔

اس کے دل میں لمحہ بھر کے لیے ایک جھجک آئی۔

زندگی میں کبھی اس نے دوپٹہ اوڑھنے کا تصور تک نہیں کیا تھا۔ نہ ضرورت سمجھی، نہ خواہش ہوئی۔ لیکن آج... آج کچھ بدل گیا تھا۔ اس نے دوپٹہ اپنے سر پر رکھا تو آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ یہ کوئی رسم نہ تھی، نہ کسی کی خوشنودی کی خاطر بلکہ ایک انجانی روشنی کی طرف پہلا قدم تھا۔ جیسے وہ اپنے آپ سے ملنے جا رہی ہو... پہلی بار۔ اسے لگا جیسے یہ کپڑے نہیں، ایک نیا وجود اوڑھ رہی ہو۔۔

"مونا" کی جگہ "خوشی راجپوت" نہیں، بلکہ... کوئی اور بننے جا رہی ہو۔

کوئی جو آواز تھی، روشنی تھی، پر اب حیاء کا پردہ بھی تھی۔

وہ فریش ہو کر آئی تو سامنے دیوار پر لگا آئینہ جیسے اس کی منتظر تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اس نے خود کو دیکھا... اور ایک لمحے کو وہ ٹھٹھک گئی۔ یہ وہ چہرہ نہیں تھا جسے وہ روز دیکھتی آئی تھی۔ آج کی "خوشی راجپوت" میں کچھ بدل گیا تھا۔۔ نرمی، سکون، اور ایک عجیب سی گمبھیر روشنی۔ اس کی ہری آنکھوں میں نیند کی کمی اور تھکن کی پرچھائیاں اب بھی تھیں، مگر اس کے باوجود ان میں ایک خاموش چمک چھپی تھی۔ جیسے دکھ سہہ کر، آنسو پچھاڑ کر کوئی نیا رنگ ابھرا ہو۔ چھوٹی سی ناک جو اکثر غرور سے چڑھ جایا کرتی تھی، آج عجیب سی معصومیت میں ڈوبی ہوئی لگ رہی تھی۔ اور وہ گلابی گال... جن پر کبھی میک اپ کی تہیں چڑھی رہتی تھیں، آج صرف قدرتی گلابی تھے۔ اس نے آہستہ سے اپنے دوپٹے کے پلو کو سنبھالا اور اپنے عکس کو دیکھا جیسے خود سے سوال کر رہی ہو۔

"کون ہوں میں...؟ مونا؟ خوشی؟ یا کچھ اور؟"

جواب آئینے سے نہیں، دل کے اندر سے آیا۔

"تم وہ ہو... جو گرا کر نہیں، سنوار کر جیتی ہے۔"

خوشی کی پلکیں لرزیں، مگر وہ مسکرائی۔

وہ دوپٹہ سنبھالتی، آہستہ قدموں سے کمرے سے باہر نکلی۔ خوشبوؤں کا ہلکا سا جھونکا آیا تازہ تندور کی روٹی، دیسی گھی، اور چائے کی مہک... جیسے گھر کی صبح نے اسے بانہوں میں لے لیا ہو۔

وہ باہر آئی تو دیکھا، وہ دونوں مرد اور عورت صحن میں بچھی دری پر خاموشی سے ناشتے میں مصروف تھے۔ ان کے چہروں پر تھکن نہیں، بلکہ عجیب سا سکون تھا... جیسے وہ دنیا کی دوڑ سے دور، کسی اور ہی فضا میں جی رہے ہوں۔

"آ جاؤ بیٹا، ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ تمہارے لیے بھی رکھا ہے۔" عورت نے مسکرا کر خوشی کو دیکھا اور نرمی سے کہا۔

خوشی ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھی، اور ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے نظریں جھکائے کہا۔

"تھینکس... میں بس ایک بوجھ بن گئی ہوں آپ لوگوں پر۔"

"بیٹا، بوجھ وہ ہوتا ہے جسے دل سے نہ اپنایا جائے۔ جو مصیبت میں ہو، وہ مہمان ہوتا ہے اور مہمان تو رحمت ہوتا ہے۔" مرد نے مسکرا کر کہا۔

خوشی کی پلکیں جھک گئیں۔ اس کے ہاتھ خود بخود ناشتہ لینے لگے، مگر دل اب بھی سوالوں سے بوجھل تھا۔

"پتہ ہے بیٹا... بعض اوقات اللہ ہمیں وہاں لے جاتا ہے، جہاں ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا... بس اس لیے کہ ہم خود کو پہچان سکیں۔" خاتون نے خاموشی سے اسے ایک چائے کا کپ تھمایا اور آہستہ سے بولیں۔

خوشی نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا، جیسے پہلی بار کسی نے اس کے اندر کی چیخ سن لی ہو۔

"میں نے اپنی زندگی میں کبھی رب کو نہیں پکارا... بس خود پر یقین تھا۔ مگر آج... لگتا ہے کوئی اور بھی ہے جو مجھے سن رہا ہے،" خوشی نے ہولے سے کہا۔

خاتون نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔

"اللہ تو وہ ہے بیٹا، جو کافروں کو بھی رزق دیتا ہے، اور بھٹکے ہوؤں کو بھی راستہ۔ بس دل کا در کھٹکھٹانا ہوتا ہے... دروازہ خود بخود کھل جاتا ہے۔"

خوشی نے کچھ نہیں کہا اور خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی۔ ناشتہ کرتے کرتے کچھ لمحے گزر گئے۔ خوشی چپ چاپ بیٹھی، اپنے خیالات میں گم، نرمی سے نوالے توڑتی رہی۔

دل میں شکر، آنکھوں میں نمی... مگر ایک خلش ابھی بھی موجود تھی واپسی کی، شناخت کی، اور اپنی گمشدہ زندگی کی۔

ناشتہ ختم ہوا تو وہ چپ چاپ اٹھی۔ دوپٹہ سنبھالتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"اچھا آنٹی... اب میں چلتی ہوں۔ آپ دونوں نے جو احسان کیا، میں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

خاتون نے فوراً ہاتھ روک دیا۔ چہرے پر ایک ماں جیسی پریشانی اور شفقت تھی۔

"کہاں جاؤ گی بیٹا؟ تمہاری آنکھوں میں خوف اب بھی باقی ہے۔

جب تک یقین نہ ہو جائے کہ تم محفوظ ہو، یہاں سے قدم مت بڑھانا۔"

خوشی نے نظریں جھکالی۔

"لیکن میں بوجھ بن کر نہیں رہ سکتی۔"

"بوجھ نہیں بیٹا۔اللہ نے ہمیں چنا کہ ہم تمہاری مدد کر سکے۔"مرد نے نرمی سے کہا۔

"جب تک تم چاہو، یہ چھت تمہاری ہے۔اور ہاں...اپنا نام بھی بدل دو۔آج سے تم 'نور' ہو...روشنی...جو اندھیرے سے نکلی ہے،اور کسی اور کی امید بنے گی۔"

خوشی چونکی...

"نور؟"

"ہاں نور..."خاتون نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"اور اگر پھر بھی تمہیں جانا ہے...تو یہ پیسے رکھو۔"

اس نے دو عدد پانچ ہزار کے نوٹ اس کے ہاتھ میں تھمائے خوشی نے ایک لمحے کو چونک کر نوٹوں کو دیکھا...

"یہ تو پاکستانی روپے ہیں...؟"

آواز میں الجھن، حیرت، اور ایک ناقابلِ یقین احساس تھا۔

"ہاں بیٹا، تم پاکستان میں ہو... پھر حیرانی کیسی...؟" خاتون نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

یہ جملہ تھا... یا بجلی کی کڑک! خوشی کے قدم ڈگمگا گئے۔ نوٹ جیسے ہاتھ میں نہیں، دل پر رکھے گئے ہوں۔

"پا... پاکستان؟"

اس نے بے یقینی سے دہراتے ہوئے ارد گرد دیکھا... دیواریں وہی تھیں، کمرہ وہی... مگر اب سب کچھ اجنبی لگنے لگا۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ ہونٹ کپکپانے لگے...

"مگر... مگر میں تو آگرہ میں تھی... میرا... میرا گھر، میرا فیملی... سب کچھ وہاں تھا۔"

وہ بے ساختہ بڑبڑائی، جیسے خود سے بات کر رہی ہو، جیسے حقیقت کو جھٹلا رہی ہو۔

خاتون نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کچھ کہا تم نے؟" خوشی نے فوراً نظریں چرا لیں۔

لبوں پر ایک گھبراہٹ زدہ مسکراہٹ لاتے ہوئے بولی..

"ن... نہیں، وہ... میں بس یہ پوچھ رہی تھی کہ یہ کون سا شہر ہے؟"

"لاہور۔"

خاتون نے مختصر جواب دیا۔

ایک لفظ، مگر اس ایک لفظ نے خوشی کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی۔

لاہور...؟

یہ لفظ اس کے دماغ میں بار بار گونجنے لگا...

اس نے نگاہیں کھڑکی کی طرف دوڑائیں، جیسے شہر کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہو... مگر صرف دھند تھی، اجنبی سی گلیاں تھیں، اور دل میں ایک عجیب سا خلا۔

"میں واقعی سرحد پار آ چکی ہوں..."

دل میں جیسے کسی نے آہنی کیل ٹھونک دی ہو۔

"آنٹی... اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ دیر لاہور کی گلیوں میں گھومنا چاہتی ہوں۔ بس... تھوڑا سا خود کو محسوس کرنا ہے۔"

خوشی نے دھیرے سے کہا، جیسے خود کو بھی یقین نہ ہو کہ وہ واقعی پاکستان میں ہے۔

خاتون نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، جس پر اب تھوڑی سی تازگی، تھوڑی سی الجھن اور بہت سی اداسی لکھی تھی۔

"جاؤ بیٹا... لیکن اپنا خیال رکھنا، یہ مجھے لگتا ہے یہ شہر تمہارے لیے نیا ہے۔"

انہوں نے نرمی سے کہا، اور اسے ایک دوپٹہ تھماتے ہوئے بولیں۔۔

"یہ اوڑھ لو، پردہ کرنا اچھی بات ہے۔"

خوشی نے بے اختیار دوپٹہ تھاما، اور خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی... زندگی کی نئی حقیقتوں سے روبرو ہونے کے لیے۔

وہ باہر آئی تو لاہور کی گلیاں اس کے لیے ایک نیا خواب بن گئیں۔ اس کی آنکھیں ہر جگہ پر تھیں۔ دکانوں کے رنگین بورڈز، بازاروں میں چلتے لوگ، گلیوں میں چھائی ہلچل، ہر طرف ایک نئی دنیا کا منظر تھا۔

ہر دکان پر کچھ نہ کچھ دلکش چیزیں رکھی ہوئی تھیں جو اس کی توجہ حاصل کر رہی تھیں۔ ہنستے ہوئے بچے، باتوں میں مصروف لوگ، اور دھیمی دھیمی ہوا، جو لاہور کی گلیوں کی خوشبو کو خوشی کے جسم میں جذب کر رہی تھی۔

وہ کچھ دیر وہاں کھڑی رہی، کچھ لمحے صرف اس شہر کی زندگی کو محسوس کرنے کی کوشش کرتی رہی، جیسے یہ سب کچھ اس کے لیے نیا تھا، ایک خواب کی طرح۔

اس نے دھیرے سے گلیوں کی جانب قدم بڑھائے، ہر قدم کے ساتھ لاہور کی دھڑکن محسوس ہو رہی تھی، اور اس کے دل میں ایک عجیب سا سکون اور بے چینی دونوں ساتھ تھے۔

سب سے پہلے اس نے اپنے لیے ایک ماسک خریدا۔ چہرے پر خوف، تھکن اور الجھن کی لکیریں تھیں، اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کو پہچان سکے۔ دکان کے شیشے میں جھانکتے ہوئے اس نے جلدی سے ایک سادہ سیاہ ماسک منتخب کیا اور چہرے پر چڑھا لیا۔

اب وہ لاہور کی گلیوں میں ایک عام سی لڑکی بن گئی تھی۔ بے نام، بے چہرہ، بے صدا۔

وہ ایک دکان کے پاس آ کر کھڑی ہوئی ہی تھی کہ دکان کے اندر رکھے ٹی وی سے ایک دھماکہ خیز خبر سنائی دی۔

"آگرہ سے تعلق رکھنے والی مشہور و معروف گلوکارہ خوشی راجپوت کی لاش گزشتہ رات ایک کھائی سے برآمد کر لی گئی۔ پولیس کے مطابق لاش مکمل طور پر جھلس چکی تھی، تاہم ابتدائی شواہد سے یہی لگتا ہے کہ یہ حادثہ نہیں بلکہ قتل ہے۔"

خبر کے الفاظ جیسے کسی ہتھوڑے کی طرح اس کے وجود پر برسنے لگے۔ خوشی کے قدم لڑکھڑا گئے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اور سانس جیسے سینے میں اٹک گیا ہو۔

"میری لاش...؟"

اس نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے بڑبڑایا۔

اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل چکی تھی۔

ایک لمحے کے لیے اسے لگا وہ خود کو کھو چکی ہے... جیسے وہ واقعی مر چکی ہو... مگر پھر دل میں ایک چنگاری جاگی۔

ٹی وی کی اسکرین پر اچانک منظر بدلا۔ ایک رپورٹر کی آواز گونجی۔

"خوشی راجپوت کی لاش ملنے کے بعد، ان کے والد پرکاش راجپوت نے میڈیا سے بات کی۔ آیئے دیکھتے ہیں، انہوں نے کیا کہا۔"

اسکرین پر ایک ہجوم کے درمیان، کیمروں کی روشنیوں میں جھلسا ہوا ایک چہرہ نمایاں ہوا

پرکاش راجپوت۔اس کی آنکھیں سرخ تھیں، چہرہ بے رنگ،اور آواز ٹوٹتی ہوئی... مگر اس کے لفظوں میں ایک باپ کا درد چیخ رہا تھا۔

"میری بچی... میری خوشی...! وہ میری دنیا تھی... جس نے کبھی کسی کا دل نہ دکھایا، آج کسی نے اس کا وجود ہی ختم کر دیا... میری بیٹی کا کیا دوش تھا؟ کیا آواز ہونا جرم ہے؟ کیا فنکار ہونا پاپ ہے؟"

وہ بولتے بولتے رُک گئے،اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میں نیائے مانگتا ہوں... میری بیٹی کو جلا کر مار دیا گیا... اور اگر مجھے جواب نہ ملا، تو میں یہ سارا نظام جلا دوں گا...!"

خوشی نے سنا تو دل جیسے پھٹنے کو آیا۔اس کے ہاتھ کانپنے لگے،اور آنکھوں سے خاموش آنسو بہنے لگے۔

"پتا جی...!"

اس نے سرگوشی کی، جیسے اسکرین پار سے اپنے باپ کو پکار رہی ہو۔

"میں جیویت ہوں بابا...! آپ کی خوشی مٹی میں دفن نہیں ہوئی... وہ بس خاموش ہوئی ہے۔، لیکن زیادہ دیر نہیں۔سچ جلد بولے گا،اور آواز پھر گونجے گی۔ایسی کہ پوری دنیا سنے گی!"

☆☆☆

زہان ملک نے گاڑی کا شیشہ تھوڑا سا نیچے کیا، اور ماتھے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے گہری سانس لی۔ سورج کی تپش اور گاڑیوں کے ہارنز کے شور نے اس کے اعصاب کو تھکا دیا تھا۔

"یہ لاہور کا ٹریفک بھی...!" وہ بڑبڑایا، پھر تیزی سے اسٹیئرنگ گھما کر بائیں طرف کا موڑ کاٹ لیا۔

اب وہ ایک نسبتاً سنسان سڑک پر تھا، جہاں کچھ دیر کے لیے سکون تھا۔ اس نے سانس بھرا اور کار کی اسپیڈ تھوڑی تیز کی۔

وہ فل اسپیڈ پر گاڑی چلا رہا تھا کہ اچانک سامنے سے ایک لڑکی سڑک پر آ گئی شاید اچانک دوکان سے نکلی تھی یا راستہ پار کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ زہان نے فوراً بریک دبایا، گاڑی چیختی ہوئی رکی، ٹائروں کے رگڑنے کی آواز نے لمحہ بھر کو پورے ماحول کو ہلا دیا۔

لیکن وقت اُس کی گرفت سے پھسل چکا تھا۔ گاڑی کی ہلکی سی ٹکر سے وہ لڑکی کچھ قدم دور جا گری۔ زمین پر پڑی، اس کی سانسیں تو چل رہی تھیں، مگر وہ ہوش میں نہیں تھی۔

زہان کا دل جیسے سینے میں ڈوب گیا ہو۔ وہ فوراً گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

"اوشٹ...!" وہ بے اختیار بڑبڑایا، اور لڑکی کے چہرے سے نقاب کھینچنے لگا تاکہ دیکھ سکے کہ وہ کہاں زخمی ہے۔ جیسے ہی نقاب ہٹا، اس کی نظریں اس چہرے پر جم گئیں۔ ایک لمحے کو وقت رک گیا۔

زہان کی آنکھوں میں الجھن اور حیرت کی گہری پرچھائیاں ابھریں۔

"یہ چہرہ... میں نے کہیں دیکھا ہے..." وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔ مگر اس وقت پہچان سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ وہ زندہ تھی... مگر زخمی اور بے ہوش۔

"مس... آنکھیں کھولو، پلیز!"

اس نے نرمی سے پکارا، مگر کوئی جواب نہ ملا۔

زہان نے ایک گہرا سانس لیا، پھر جھک کر احتیاط سے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

وہ بے جان سی، جیسے کانچ کی گڑیا ہو، اس کی گود میں سمٹتی چلی گئی۔

زہان نے اسے آہستگی سے اٹھایا اور تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر اس نے نرمی سے اسے پچھلی سیٹ پر لٹایا، پھر اپنی نشست پر آ کر بیٹھا اور دروازہ بند کر دیا۔

"بس تھوڑا اور... تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

وہ زیرِ لب بولا، جیسے خود کو یقین دلا رہا ہو۔

گاڑی کی چابی گھماتے ہی اس نے پوری رفتار سے گاڑی ہسپتال کی جانب دوڑا دی۔

ٹریفک اب بھی بھرا ہوا تھا، لیکن زہان کی نظروں میں اب ایک ہی منزل تھی ہسپتال۔

گاڑی کے اندر خاموشی تھی، لیکن دل میں بے چینی کا طوفان برپا تھا۔

اس نے بار بار بیک مرر میں اس لڑکی کی طرف دیکھا، چہرہ سفید پڑ چکا تھا، سانسیں دھیمی تھیں، مگر وہ زندہ تھی... یہی امید کا واحد سہارا تھا۔

"بس تھوڑا اور... پلیز، ہمت نہ ہارنا۔"

زہان کے لہجے میں اجنبی سی فکر تھی۔ جو کسی انجان کی جان بچانے کی نہیں، بلکہ... جیسے کوئی کھوئی ہوئی شے واپس مل گئی ہو، اور اب وہ اسے دوبارہ کھونا نہیں چاہتا۔

ٹریفک کو چیرتا، سگنلز کو نظر انداز کرتا، زہان بالآخر ہسپتال کے مین گیٹ تک پہنچ گیا۔ گاڑی ابھی مکمل رکی بھی نہ تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔

"مدد چاہیے!" وہ زور سے چلایا۔

ایک لمحے میں ہی سفید کوٹوں والے دو ڈاکٹر اور ایک اسٹریچر لیے نرسیں دوڑتی ہوئی آئیں۔

"وہ بے ہوش ہے۔"

زہان نے تیزی سے اسے اسٹریچر پر لٹایا۔ ایک نرس نے نبض چیک کی، دوسرے نے آکسیجن ماسک لگایا۔

"پلس ویک ہے... فوراً ایمرجنسی روم لے جائیں!" ڈاکٹر نے حکم دیا۔

زہان بھی ان کے ساتھ اندر کی طرف دوڑا، لیکن ایمرجنسی کے دروازے پر پہنچ کر نرس نے نرمی سے اسے روک دیا۔

"سر، یہاں سے آگے صرف اسٹاف کی اجازت ہے۔ آپ باہر ویٹنگ ایریا میں بیٹھیں۔"

کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر آیا۔

زہان فوراً ڈاکٹر کے قریب آیا، چہرے پر بے چینی ابھی بھی واضح تھی۔

"کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟"

ڈاکٹر نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"جی، وہ ہوش میں آچکی ہے، بس تھوڑی کمزور ہے۔ کمرہ نمبر سات میں شفٹ کیا ہے، لیکن کوشش کریں زیادہ سوال نہ کریں، وہ بہت الجھی ہوئی اور خوف زدہ لگ رہی ہے۔"

زہان نے ایک گہرا سانس لیا، جیسے اندر کوئی طوفان تھما ہو۔ پھر تیز قدموں سے کمرہ نمبر سات کی طرف بڑھا۔ دروازے کے باہر آکر وہ رکا، دھڑکنیں تھوڑی تیز تھیں، جیسے کوئی انجانا احساس دروازے کے پیچھے اس کا منتظر ہو۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ سامنے بیڈ پر وہی لڑکی لیٹی تھی۔ چہرے پر زخم کے نشان، پیشانی پر پٹی، مگر آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور خوفزدہ سی اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں۔

"ہیلو... تم کیسی ہو؟" زہان نے نرمی سے آواز دی۔ زہان نے نرمی سے آواز دی۔

لڑکی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پل بھر کے لیے آنکھوں میں خوف جھلکا، پھر دھیرے سے بولی،

"آپ... کون ہیں۔؟"

"میں زہان ہوں۔ میری گاڑی کے سامنے تم اچانک آ گئیں، مگر شکر ہے تمہیں زیادہ چوٹ نہیں آئی۔" زہان نے کرسی کھینچ کر بیڈ کے قریب رکھی اور بیٹھتے ہوئے بولا۔

لڑکی نے پلکیں جھپکیں۔ زہان کو لگا جیسے وہ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

"کیا تمہارا کوئی عزیز یہاں ہے؟ گھر والوں سے رابطہ کرو..."

"نہیں! کوئی نہیں ہے... میں... میں... کچھ نہیں..."

وہ ہکلاتے ہوئے بولی، پھر اچانک اس کی نظریں زہان کے چہرے پر جم گئیں۔

ایک پل، دو پل... اور زہان نے محسوس کیا جیسے اس کی آنکھوں کا رنگ گہرا ہو رہا ہو۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر الفاظ جیسے گلے میں اٹک گئے۔

"کیا ہوا؟... سب ٹھیک ہے؟" زہان نے الجھ کر پوچھا۔

"واؤ... " لڑکی کے لبوں سے بے اختیار پھسل گیا۔

"کیا؟" زہان پلکیں جھپکنے لگا۔

"ک... کچھ نہیں۔"

اس نے نظریں چرا لیں، جیسے خود پر خفا ہو کہ دل کی بات زبان پر آ گئی۔

زہان کا دل ایک لمحے کو دھک سے رہ گیا۔

اس کی آواز میں چھپی ویرانی نے ماحول کو خاموش کر دیا۔

"میرا اس پاکستان میں کوئی بھی نہیں ہے...نہ ماں ہے، نہ پتا...میرا مطلب ہے...میرے باپ نہیں ہیں۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"میں اس سرجمین (زمین) پر اکیلی ہوں۔"

زہان نے بغور اس کی آنکھوں کو دیکھا۔۔ہری آنکھوں میں تھکن تھی، لیکن اس تھکن کے پیچھے ایک طوفان چھپا تھا۔

وہ لڑکی جسے وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہسپتال لایا تھا، اب لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے سارے جہاں سے کٹی ہوئی ہو۔

"اکیلا ہونا جرم نہیں ہوتا۔اور کبھی کبھی...اجنبی سرزمینیں، اپنوں سے زیادہ پناہ دے دیتی ہیں۔" نرمی سے بولا۔

خوشی کی پلکیں بھیگنے لگیں۔وہ جیسے بہت کچھ کہنا چاہتی ہو، مگر لفظ ساتھ چھوڑ گئے۔

"چلو...ایک کپ چائے پی لیتے ہیں۔" زہان نے ہلکی آواز میں کہا۔"پھر سوچتے ہیں کہاں جانا ہے، اور کیسے جانا ہے..."

خوشی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔یہ پہلا جملہ تھا، جس میں اسے کوئی 'اپنائیت' محسوس ہوئی۔

"آپ واقعی مدد کرنا چاہتے ہیں؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"مدد نہیں، رفاقت... کیونکہ بعض لوگ زندگی میں ایسے آتے ہیں جنہیں ہم خود چنتے نہیں، مگر وہ ہمارے دل میں جگہ بنا لیتے ہیں..." زہان مسکرادیا۔ زہان مسکرادیا۔

خوشی نے اس بار نظریں نہیں چرائیں... بس چپ چاپ سر ہلادیا۔

"جہان!"

اچانک اس کی زبان سے نکلا۔

"ہاں؟" زہان نے چونک کر دیکھا۔

"کیا کہا تم نے؟"

"جہان..." وہ دوبارہ بولی۔

زہان کو حیرت ہوئی، مگر وہ فوراً سمجھ گیا۔۔ وہ 'ز' کو 'ج' بول رہی تھی۔ زہان کئی لمحوں تک اسے دیکھتا رہا۔

"آپ مجھے اپنے گھر لے کر جائیں... میں اور کہیں نہیں جانا چاہتی۔" خوشی نے آہستہ سے کہا۔

زہان نے ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ہری آنکھیں منتظر تھی۔

"ٹھیک ہے... چلو۔"

زہان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ خوشی نے آخری بار اسپتال کی راہداری کو دیکھا، جیسے کوئی بوجھ وہیں چھوڑ کر چل پڑی ہو۔

گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ خاموشی سے شیشہ سے باہر دیکھتی رہی۔ لاہور کی سڑکیں، بازار، گزرنے والے چہرے...

زہان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، ریئرویو مرر میں اس کی جھکی نظروں کو دیکھا، وہ اس سے بے نیاز اس کے ساتھ جا رہی تھی نئے آشیانے پر۔

☆☆☆

بگ بی غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ انگارہ بن چکا تھا، آنکھوں کی سرخی جیسے خون پینے کو بے تاب ہو، اور ہونٹوں پر تھرکتی ہوئی لرزش میں سفاکی ٹپک رہی تھی۔ اس کے سامنے فرش پر تین چار لاشیں بکھری پڑی تھیں وہ لوگ جو خوشی راجپوت کو واپس لانے میں ناکام ہوئے تھے۔

اس نے زور سے میز پر گھونسہ مارا، شیشے کے گلاس کے ٹکڑے چاروں طرف بکھر گئے۔

"نکمی! ناکارہ کچرا! ایک لڑکی کو نہیں ڈھونڈ پائے؟ ایک لڑکی!"

اس کے الفاظ زہر سے لبریز تھے۔

"میں نے تم سب کو موقع دیا تھا...اور تم نے مجھے شرمندہ کیا۔اب کسی کو موقع نہیں دوں گا،بس موت!"

وہ ایک ایک لاش کو پاگلوں کی طرح گھور رہا تھا جیسے ان کی بے جان آنکھوں سے جواب کھینچ لینا چاہتا ہو۔پھر پیچھے کھڑے اپنے خاص آدمی کی طرف مڑا۔

"شہر کے ہر کونے میں میرے آدمی پھیلاؤ...گلی،محلہ،ہر اسپتال،ہر ریلوے اسٹیشن...اور سنو...اب یہ ذاتی جنگ ہے۔خوشی راجپوت کو ڈھونڈ نکالو زندہ یا...زخمی،مگر بھاگنے نہ پائے!"

اس کی آواز میں ایسی دھمک تھی کہ ارد گرد کے لوگ سہم گئے۔

بگ بی نے اندھیرے کمرے میں سگار کا آخری کش لیا،پھر وہ زور سے کرسی سے اٹھا اور دیوار پر لگی خوشی راجپوت کی پرانی تصویر کو گھورنے لگا۔اس کی آنکھوں میں جنون،زخمی انا اور ایک ایسا خبط تھا جو صرف طاقت کے نشے میں ڈوبا شخص ہی پال سکتا ہے۔

"تم مجھ سے نہیں بچ سکتی مونا...تم صرف میری ہو!"اس نے آہستگی سے مگر زہر آلود لہجے میں کہا۔

اس کی آواز کمرے میں گونج گئی جیسے کسی قید خانے میں پڑی آخری چیخ ہو۔

"جہاں بھی چھپو گی...جس بھیس میں بھی رہو گی...میں تمہیں نکال لوں گا...اس دنیا کے کسی بھی کونے سے...!"

اس کے لہجے میں ایک خونی وعدہ چھپا تھا۔

اس نے میز پر پڑے ایک ٹریکر ڈیوائس کو آن کیا،جس پر ایک نقشہ ابھرا۔

"یہ شہر بہت چھوٹا ہے مونا...اور تمہارے قدموں کے نشان میں نے دیکھ لیے ہیں...اب الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔"

پھر وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔

"میں تمہیں ٹکڑوں میں توڑوں گا... مگر تمہیں مکمل اپنے قابو میں لاؤں گا... کیونکہ تم صرف میری ہو صرف میری۔۔"

کمرے میں جلتی سگار کی راکھ نیچے گر رہی تھی،اور اندھیرے میں ایک نفسیاتی جنگ شروع ہو چکی تھی

مونا کی آزادی بمقابلہ بگ بی کا جنون!

☆☆☆

زہان ملک نے گاڑی سے اترنے سے قبل نور کو کال کر کے اطلاع دی تھی کہ وہ آج کچھ دیر سے آئے گا۔اس کے ساتھ ایک اجنبی لڑکی تھی، جس کا چہرہ دوپٹے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔

جب وہ دونوں ملک ولا کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوئے تو ڈرائینگ روم میں فرحانہ بیگم اور نازنین صوفے پر بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔زہان کو دیکھتے ہی دونوں کی نظریں اس کے ساتھ کھڑی لڑکی پر جا ٹھہریں۔

"یہ کون ہے زہان؟"فرحانہ بیگم نے فوراً بھنویں چڑھائیں،لہجہ سرد اور تفتیشی تھا۔

نازنین نے آنکھیں سکیڑ کر خوشی کو دیکھا، جیسے وہ اس کی شناخت یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔کچھ تھا اس چہرے میں... کچھ جانا پہچانا، مگر دھندلا سا۔

خوشی نے پنک دوپٹے کو اچھی طرح سر پر اوڑھ رکھا تھا۔ وہ جھکی نگاہوں سے زہان کے پیچھے خاموش کھڑی تھی۔

"امی... یہ ایک لڑکی ہے، راستے میں پریشان حالت میں ملی۔ اپنا ٹھکانہ نہیں، کوئی سہارا نہیں... اس نے خود کہا تھا کہ اگر اسے رہنے کو جگہ مل جائے تو وہ ملازمہ بن کر کام کر سکتی ہے۔ تنخواہ بھی نہیں مانگ رہی۔" زہان نے ہلکی سی کھنکھار کے ساتھ کہا۔

"یہ خیراتی ادارہ ہیں کیا؟ ہر آنے جانے والے کو پناہ دیں؟" فرحانہ بیگم کا چہرہ سختی سے ڈھل گیا۔

"امی، ایک دو دن کا معاملہ ہے۔ کام سے دل لگا لے گی تو رکھ لیں گے، ورنہ چلی جائے گی۔" زہان نے نرم لہجے میں جواب دیا۔ زہان نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

فرحانہ بیگم نے سرد نظروں سے خوشی کو دیکھا۔

زہان کے چہرے پر اچانک الجھن ابھری۔ اسے یاد آیا کہ اس نے تو اب تک اس سے نام ہی نہیں پوچھا تھا۔

خوشی نے چند لمحے نظریں جھکائے رکھنے کے بعد آہستہ سے سر اٹھایا۔ لب لرزے، مگر آواز پُرسکون تھی۔

"روشنی... میرا نام روشنی ہے۔"

فرحانہ بیگم نے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے، کل سے کام شروع کر دینا۔"

فرحانہ بیگم نے مختصر اور سرد لہجے میں فیصلہ سنایا، پھر نازنین کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"نازنین، اسے کمرہ دکھادو۔"

نازنین فوراً کھڑی ہوگئی، مگر زہان نے نرمی سے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"میں دکھادیتا ہوں، نازنین۔"

فرحانہ بیگم نے زہان کی طرف چونک کر دیکھا، جیسے یہ اس کی غیر متوقع پیشکش ہو۔

نازنین نے ابرو اٹھائے، مگر خاموش رہی۔

زہان نے روشنی کی طرف دیکھا، جو نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"چلو، میرے ساتھ۔ میں تمہیں کمرہ دکھاتا ہوں۔"

وہ آہستہ قدموں سے زہان کے پیچھے چل دی..

ملک ولا کے وسیع کوریڈور میں سناٹا پھیلا تھا۔ دیواروں پر لگے خاندانی تصویریں اور قیمتی آرٹ پیسز جیسے روشنی کو گھور رہے تھے۔ اس کی سانسیں بھاری تھیں اور دل میں ایک عجیب سی گھبراہٹ۔۔

"یہ ولا بہت بڑا ہے، مگر کچھ کمروں میں صرف خاموشی رہتی ہے... تمہیں یہاں صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہوگا۔ کسی کے معاملے میں دخل نہ دینا۔" زہان نے اوپری فلور کی طرف جاتے ہوئے بولا۔

"جی..." روشنی نے مدھم سی آواز میں جواب دیا۔

زہان نے ایک سادہ مگر صاف ستھرا کمرہ کھولا۔

"یہ تمہارا کمرہ ہے۔ ضرورت کی ہر چیز موجود ہے، اگر کچھ چاہیے ہو تو مجھے یا ناز کو بتا دینا۔"

روشنی نے اندر قدم رکھا، کمرے میں ہلکی خوشبو تھی۔ کھڑکی سے ہلکی سی روشنی آ رہی تھی، اور ایک طرف چھوٹا سا الماری رکھا تھا۔

"تھینکس..." خوشی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

زہان نے ایک پل اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں کچھ کہنے کی طلب تھی... مگر وہ لب سی گیا۔

"آرام کر لو، کل سے کام شروع کرنا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموشی سے واپس پلٹ گیا۔

دروازہ بند ہوا تو خوشی نے آہستہ سے دیوار سے ٹیک لگا لی...

"نہ یہ میرا ملک ہے، نہ یہ میری پہچان... مگر اگر زندگی نے مجھے یہاں پہنچایا ہے، تو میں ہار نہیں مانوں گی۔"

روشنی کا کمرہ پر سکون ضرور تھا، مگر اُس سکون کی دیوار کے اُس پار ایک اور کمرہ تھا۔ زہان ملک کا۔

اندرونی دروازہ بند تھا، مگر فاصلے کے باوجود دونوں کمروں کے بیچ خاموشی کی ایک عجیب سی سرگوشی تھی۔

زہان نے اسے آسانی سے گھر میں جگہ تو دے دی تھی، مگر اس کی نظر اب بھی اس پر جمی ہوئی تھی۔ وہ ہر حرکت کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ چپ چاپ، گہرائی سے۔

زہان کے لیے وہ محض ایک بے بس لڑکی نہیں تھی، بلکہ ایک سوال تھی۔ ایک ایسا سوال جس کا جواب ابھی تک اس کے پاس نہیں تھا۔

"روشنی... یا کوئی اور؟"

یہ سوال زہان کے دل و دماغ میں مسلسل گونج رہا تھا۔

اسے اپنے فیصلے پر خود بھی حیرت تھی... ایک اجنبی کو گھر لے آنا، ماں کے سخت لہجے کو نظر انداز کرنا، اور اب... اسے اپنے ہی کمرے کے پہلو میں جگہ دینا۔ شاید اس نے ہمدردی میں یہ سب کیا تھا، یا شاید... شک کی آنچ پر حقیقت کو بھانپنے کے لیے اسے قریب رکھنا ضروری تھا۔ وہ جانتا تھا، ہر چہرہ ویسا نہیں ہوتا جیسا دکھتا ہے... اور وہ یہ جاننے کے لیے تیار تھا کہ روشنی کا چہرہ، اس کا نام، اور اس کی خاموشی اصل میں کیا چھپا رہے ہیں۔

☆☆☆

دوپہر کے ٹھیک دو بجے زہان آفس پہنچا۔ گرمی میں تپتے راستوں کو عبور کرتا، اپنے مخصوص وقار اور انداز میں وہ عمارت کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا۔

ریسپشن پر نظریں دوڑاتے ہی اسے نور دکھائی دی ہمیشہ کی طرح مکمل تیاری کے ساتھ، فائلوں کا پلندہ ہاتھ میں لیے، زہان کے منتظر انداز میں۔

"سر، آپ کا کافی انتظار کیا...!"

نور نے مسکرا کر کہا، مگر اس کی آنکھوں میں سنجیدگی چھپی ہوئی تھی۔

زہان نے مختصر سا اثبات میں سر ہلایا اور آفس کی جانب قدم بڑھا دیے۔

"کچھ خاص فائلز آپ کے دستخط کی منتظر ہیں، اور میٹنگ بھی ہے تین بجے..." نور تیزی سے اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولی۔

"پہلے ایک کپ کافی...اور پھر کام۔۔" زہان نے پلٹ کر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، وہ دھیرے سے بولا جیسے تھکن اس کے لہجے میں گھل چکی ہو۔

"اوکے سر۔۔!" نور نے ہلکا سا سر ہلا کر جواب دیا اور تیزی سے کافی لانے کے لیے مڑ گئی۔

زہان اپنے کیبن میں آیا تو ایک بوجھ سا تھا اس کے شانے پر۔ اس نے کوٹ اتار کر کرسی کی پشت پر ٹانگا، اور گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کچھ لمحے آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا جیسے خیالات کے شور سے تھکن محسوس کر رہا ہو۔

کچھ ہی دیر بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور نور اندر داخل ہوئی۔

"سر، مس حنانہ آ گئی ہیں۔ وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔" نور نے مودبانہ انداز میں اطلاع دی۔

زہان نے آنکھیں کھولیں، ہلکی سی گردن جنبش دی۔

"ٹھیک ہے... میں کچھ دیر بعد ملتا ہوں۔"

اس نے سپاٹ لہجے میں کہا اور میز پر رکھی کافی کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

نور خاموشی سے باہر نکل گئی، اور زہان کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کافی کی چسکیاں لینے لگا... کافی کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے زہان نے انٹر کام کا بٹن دبایا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور نور اندر آئی۔

"مس حنانہ کو بلاؤ۔"

زہان نے کرسی سے نیم دراز ہوتے ہوئے کہا، آواز میں اب وہی معمول کی سختی اور مصروفیت لوٹ آئی تھی۔

"جی سر۔" نور نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا اور خاموشی سے باہر نکل گئی۔

زہان نے خالی کپ میز پر رکھا اور انگلیوں کی پوروں سے کنپٹی دباتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں... جیسے وہ آنے والی گفتگو کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہا ہو۔

چند ہی لمحوں میں دروازے پر ایک اور دستک ہوئی...

کم اِن!"

زہان کی گمبھیر آواز سن کر دروازہ کھلا۔ مس حنانہ اندر داخل ہوئی، وہ ہمیشہ کی طرح خود اعتماد، خوش لباس اور دلکش انداز میں زہان کے کیبن میں قدم رکھ رہی تھی۔ اس نے خاکی رنگ کا نفیس ساڑھی اسٹائل ڈریس پہن رکھا تھا، بالوں کو ہلکا سا باندھا ہوا تھا اور چہرے پر ہلکی مسکراہٹ تھی جو شاید صرف آداب کے لیے تھی، نہ کہ دل سے۔

"گڈ نون، سر۔۔!" حنانہ نے پروفیشنل انداز میں کہا اور اجازت طلب نگاہوں سے کرسی کی طرف دیکھا۔

"بیٹھو۔۔"

زہان نے مختصر سا جواب دیا، اور سامنے رکھے فائلز پر نظریں جماتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

حنانہ کرسی پر بیٹھ گئی، اور کچھ لمحے خاموشی کے گزرے۔ پھر زہان نے فائل بند کی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"یہ لو۔۔"

زہان نے ایک USB اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کس لیے، سر...؟" حنانہ نے حیرت سے اسے تھاما۔

زہان کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

"جو ڈیزائنز کا ڈیٹا چوری ہوا تھا، سب کچھ اسی میں ہے۔"

"کیا... جنید پکڑا گیا۔؟" حنانہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

اس کی آواز میں حیرت بھی تھی، اور دل کی گہرائی سے اٹھتی ایک شکر گزاری کی جھلک بھی۔ زہان کی آنکھوں میں ایک سختی ابھری، جیسے اس نے کسی تلخ یاد کو دوبارہ جیا ہو۔

"نہ صرف جنید... بلکہ اس کی باس بھی۔"

"اس کی باس۔۔؟"

حنانہ کا لہجہ لرز اٹھا۔

"وہ... کون تھی؟"

"وہ کوئی اور نہیں، مسز جمال ہے... جسے تم خوب جانتی ہو۔" زہان نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

حنانہ کے لب تھرائے۔ جیسے کوئی بھید، کوئی چھپا ہوا دھوکہ، اچانک بے نقاب ہو گیا ہو۔

"ناممکن... نہیں۔"

وہ زیرِ لب بڑبڑائی، جیسے خود کو یقین دلانا چاہتی ہو کہ وہ سچ نہیں تھا۔

"ممکن ہے...!"

حنانہ نے جیسے خود سے کہا، اور پھر نظریں اٹھا کر زہان کو دیکھا۔

"اور اب آپ کو کیا کرنا ہے؟ آپ تو مسز جمال کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔"

زہان کی مسکراہٹ میں ہلکی سی تلخی در آئی۔

"بس وہی، جو ایک بزنس مین کو کرنا چاہیے۔ قانون اور پروف کے ساتھ۔"

حنانہ نے سر ہلایا، چہرے پر تشکر کا رنگ نمایاں تھا۔

"تھینکس، زہان... اگر آپ نہ ہوتے تو..."

زہان نے نرمی سے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ "کوئی بات نہیں۔ ہم بزنس مین ہی تو ہوتے ہیں... آخر کار کام تو ایک دوسرے ہی کے آتے ہیں۔"

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی، جس میں کئی ان کہی باتیں چھپی تھیں۔

"اب تم اپنا کام دوبارہ سنبھالو، اور اس بار... پورے یقین کے ساتھ۔" زہان نے کہا تو اس کے لہجے میں اعتماد تھا۔

حنانہ نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔ دوبارہ تھینکس کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

زہان اپنا کام کرنے لگا۔

☆☆☆

خوشی کمرے میں خاموشی سے بیٹھی خلا میں گھور رہی تھی، جیسے سوچوں کے کسی گہرے سمندر میں ڈوبی ہو۔ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی، اور وہ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔

دروازہ آہستہ سے کھلا، اور نازنین اندر داخل ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں تجسس صاف جھلک رہا تھا۔

"آپ کا نام سچ میں... روشنی ہے۔۔؟"

نازنین نے قدم بڑھاتے ہوئے گہری نظر سے خوشی کے چہرے کا جائزہ لیا۔

خوشی کا دل دھڑک اٹھا، ایک لمحے کو اس کا حلق خشک ہو گیا۔ اس نے نظریں جھکا لیں، اور پھر بہت آہستہ سے ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"ج...جی..."

"عجیب بات ہے نا؟" نازنین نے پاس رکھے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا، "تمہیں دیکھ کر کچھ... جانا پہچانا سا لگتا ہے۔ جیسے میں تمہیں کہیں دیکھ چکی ہوں۔"

خوشی کے چہرے پر پل بھر کو خوف آیا، مگر وہ جلدی سے خود کو سنبھال گئی۔

"نہیں بی بی جی... میں تو پہلی بار لاہور آئی ہوں..."

"پہلی بار لاہور اور براہِ راست ہمارے گھر۔؟ قسمت اچھی ہے تمہاری یا کوئی اور وجہ۔۔؟" نازنین نے نظریں تیکھی کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

خوشی نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے مگر الفاظ جیسے ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

"خیر، جو بھی ہے...امی نے کہا ہے تمہیں تمہارا کام سمجھادوں۔ تو بہتر ہو گا کہ سچ کے ساتھ چلو... کیونکہ جھوٹ بہت دیر تک نہیں چھپتا۔"

نازنین نے اٹھتے ہوئے دروازے کی طرف رخ کیا، پھر پلٹ کر ایک آخری بار کہا۔

"میں نازنین ہوں...اس گھر کی اصل آنکھ۔ جو دیکھتی ہے، بھولتی نہیں۔"

دروازہ بند ہونے کی آواز کے ساتھ ہی خوشی کی سانس تھوڑی بے ترتیب ہو گئی۔

وہ جانتی تھی...یہ صرف ابتدا تھی۔

☆☆☆

شام کے گہرے سائے "ملک ولا" کی دیواروں پر اتر رہے تھے جب زہان گھر واپس آیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظریں لاؤنج پر پڑیں جہاں نازنین اور فرحانہ بیگم صوفے پر موجود تھیں۔ ماحول ہلکی مدھم روشنی سے پر سکون مگر اداس سا لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم!" زہان نے مشترکہ سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، بیٹا۔"

"کیسے ہو؟" فرحانہ بیگم نے نرمی سے جواب دیتے ہوئے مسکرا کر بیٹے کو دیکھا۔

"الحمدللہ،امی! میں ٹھیک ہوں۔آپ سنائیں، کیسی ہیں؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔دن کیسا گزرا تمہارا؟"

زہان نے کندھے جھٹک کر کہا۔

"میرا تو معمول کے مطابق ہی تھا، مگر..."

اس نے نازنین کی طرف دیکھا جو کچھ خفا سی، سینے پر ہاتھ باندھے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، چہرے پر واضح ناراضی تھی۔

"مگر یہ گڑیا تو آج بہت غصے میں لگ رہی ہے۔" زہان نے ہلکا سا مسکرا کر چھیڑا۔

فرحانہ بیگم نے آہ بھری۔

"پتا ہے بیٹا...وہ جو سنگر تھی نا، مونا...کل رات کو اس کی لاش ملی ہے۔"

"لاش؟" زہان نے سنجیدگی سے دہرایا، اور نازنین کے چہرے پر نظر پڑی۔

"ہاں۔" فرحانہ بیگم نے سر ہلایا، "بہت دنوں سے لاپتا تھی، نازنین کو امید تھی کہ وہ زندہ ہو گی پر آج جب خبر آئی کہ اس کی لاش کھائی سے ملی ہے...تو دل ٹوٹ گیا بچی کا۔" زہان نے افسوس سے سر جھٹکا۔

اسی لمحے، کچن میں موجود خوشی کے ہاتھوں سے چمچ تقریباً گرنے ہی والا تھا۔وہ تیزی سے سنبھلی، مگر اس کے چہرے کا رنگ اُڑ چکا تھا۔آنکھوں میں خوف تیرنے لگا۔

"مونا...مردہ۔۔؟"

اس کے لب کپکپا اٹھے۔دل میں ہزار سوالات امڈ آئے۔

کیاواقعی اسے مردہ سمجھ لیا گیا ہے۔۔؟

وہ ایک لمحے کو کچن کی دہلیز پر رکی...جیسے دل تھام کر حوصلہ جمع کر رہی ہو۔گہری سانس لے کر ٹرے کو دونوں ہاتھوں میں تھاما اور دھیرے قدموں سے لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔

فرش پر اس کے نازک قدموں کی چاپ مدھم سی گونجی۔اس کے قدموں میں لرزش تھی، مگر چہرے پر ضبط اور خاموشی کی دبیز چادر تان رکھی تھی۔

فرحانہ بیگم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آگئی تم؟چائے لے آؤ۔"

"جی۔"

اس کی آواز معمول سے ہلکی تھی۔اس نے ایک کپ فرحانہ بیگم کے آگے رکھا،دوسرا نازنین کی طرف بڑھایا۔

نازنین نے بنا دیکھے کپ اٹھالیا،اور زہان کی طرف اشارہ کیا۔

"بھائی کو بھی دے دو۔"

زہان نے ٹرے تھامنے والے ہاتھ پر ایک نظر ڈالی۔ ہاتھ کپکپا رہے تھے، لیکن چہرہ پر سکون تھا۔

"شکریہ۔۔!"

اس نے سنجیدگی سے کہا، جیسے کچھ محسوس کیا ہو۔ خوشی نے پلکیں جھکائے ایک پل کو رک کر سر ہلایا اور پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن جیسے ہی وہ مڑی، زہان کی نظریں اس کے دوپٹے کے نیچے لرزتی پشت پر جا رکیں۔

فرحانہ بیگم باتوں میں مصروف ہو گئیں، مگر زہان کی نظریں اب کچن کی طرف پلٹتی اس لڑکی کا تعاقب کر رہی تھیں۔

خوشی نے کچن میں آ کر ٹرے رکھی، اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ ایک گہرا سانس لیا جیسے دل کی دھڑکن سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"مجھے زیادہ دن یہاں نہیں رکنا چاہیے... کہیں بگ بی کا سایہ یہاں بھی نہ آ جائے..."

اس کے لب کپکپائے، مگر آنکھوں میں ایک فیصلہ اتر چکا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے...؟"

زہان کی آواز گہری اور پر سکون تھی، مگر لہجے میں وہ خفیف سا شک، جو دل کو چیر جائے۔

وہ چونک کر مڑی، اس کے ہاتھ سے پانی ٹپک رہا تھا، اور نظر زہان کی آنکھوں سے الجھتے ہی فوراً جھک گئی۔

"ک.. کچھ نہیں، میں بس برتن دھو رہی تھی۔" اس نے ہڑبڑاتے ہوئے جواب دیا، اور نظریں دوسری طرف موڑ لیں۔

زہان نے چند لمحے گہری نظروں سے اسے دیکھا، جیسے اسے پرکھ رہا ہو۔

"تم کب سے کام کر رہی ہو۔۔؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا، مگر انداز نرم رکھا۔

"کچھ دیر پہلے ہی انہوں نے کہا تھا کہ کچن صاف کر دوں اور چائے بناؤ۔" خوشی نے سر جھکائے جواب دیا، آواز ہلکی تھی، جیسے الفاظ زمین پر گر رہے ہوں۔

"ہاتھ کانپ رہے ہیں تمہارے..."

زہان کی نظریں جیسے اس کا باریکی سے معائنہ کر رہی تھیں، انداز میں نرمی بھی تھی اور تجسس بھی۔

"نہیں...ایسی کوئی بات نہیں۔" خوشی نے فوراً رخ موڑ لیا۔ پانی کا نلکا بند کرتے ہوئے تولیہ اٹھایا اور انگلیاں چھپا لیں جیسے ان پر لرزتی سچائی نہ دکھے۔

"ہمم۔۔!" زہان کی ہنکار میں کچھ غیر واضح سا چھپا تھا۔

"صحیح...اچھے سے کام کرنا۔ اور ہاں، فارغ ہو جاؤ تو میرے کمرے میں آ جانا۔"

خوشی کا ہاتھ جہاں تھا وہیں ساکت ہو گیا۔ سانس جیسے اٹک گئی ہو۔ وہ آہستہ سے پلٹی۔

"میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

زہان جاتے جاتے رکا، اس کے قدموں کی چاپ بند ہوئی۔ وہ آہستہ سے پلٹا، لبوں پر ایک سنجیدہ سی ہنسی اور آنکھوں میں حیرت۔

"میں بھی ایسا لڑکا نہیں ہوں..."

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا، پھر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"تمہارے وہ پیسے... جب تم بے ہوش ہوئی تھی تمہارے ہاتھ میں تھے، اب میرے پاس ہیں۔ آ کر لے لینا، اسی لیے کہا تھا کمرے میں آ جانا۔"

خوشی کو شرمندگی نے آن گھیرا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگی۔

زہان نے آخری بار دیکھا، اور پھر قدموں کی چاپ دور ہونے لگی۔ دروازے سے پہلے، وہ ایک پل کو رکا، مگر کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔ خوشی کی سانس جو کئی لمحوں سے رکی ہوئی تھی، اب جا کے بحال ہوئی۔

"اف بھگوان۔۔!" وہ زیرِ لب بڑبڑائی، تولیہ سختی سے ہاتھ میں دبوچ لیا۔

"کیا سوچ رہا ہو گا وہ...؟ کتنی گندی سوچ ہے میری... میں نے اسے کیسا سمجھ لیا...!"

وہ باہر آئی تو اس نے آئینے میں خود کو دیکھا وہی ہری آنکھیں، جو برسوں تک فخر سے سر اٹھا کر دیکھتی تھیں، آج شرمندگی سے جھکی ہوئی تھیں۔

"مگر... میں کیسی حالت میں پہنچی ہوں یہاں... کیسے کسی پر ویشواس کر لوں؟"

آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اس نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں اور اپنے آپ کو سمجھایا۔

"خوشی... تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا۔ تم اب اکیلی ہو... مگر کمزور نہیں ہو!"

"فی الحال بس خود پر ویشواس رکھو...اور جو بات اس نے کہی...بس پیسے لے کر خاموشی سے لوٹ آنا...!

☆☆☆

زہان سنجیدہ لہجے میں فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

خوشی نے اندر آتے ہی نظریں جھکالیں۔

زہان نے فوراً فون بند کر کے میز پر رکھا اور اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں، میں نے بلایا تھا...آؤ بیٹھو"۔

اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

خوشی خاموشی سے بیٹھ گئی۔وہ اب بھی نظریں جھکائے ہوئے تھی۔

زہان نے والٹ نکالا اور چند نوٹ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ لو، تمہارے پیسے"...

خوشی نے نوٹوں کو دیکھے بغیر اٹھایا۔

!"دن.."تھینکس"

لفظ اس کے لبوں سے پھسل گیا، اور وہ فوراً چونکی جیسے خود کو ہندی بولنے پر ملامت کر رہی ہو۔

زہان نے اس کی بوکھلاہٹ محسوس کی، مگر نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے"۔

خوشی نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے"؟

"ماسٹرز"۔

"کس مضمون میں"؟

"انگلش"۔

جواب مختصر اور نپا تلا تھا۔

"کون سا کالج"؟

خوشی کا سانس جیسے رک گیا۔ آنکھوں میں ایک جھجک ابھری، پل بھر کو وہ خاموش رہی۔

"کیا ہوا؟" زہان نے اب اس کے چہرے کی طرف براہِ راست دیکھا۔

"مجھے... یاد نہیں"۔

اس نے آہستہ سے کہا، گویا ہر لفظ ناپ تول کر بول رہی ہو۔

زہان نے اب اس پر پوری نگاہ ڈالی۔

"تمہیں اپنا کالج یاد نہیں؟ ماسٹرز کیا ہے اور کالج کا نام بھول گئی ہو"؟

اس کے لہجے میں اب حیرت کے ساتھ ساتھ شک بھی شامل تھا۔

زہان نے کرسی کی پشت سے ہٹ کر خود کو سیدھا کیا، اور گہری نگاہ اس پر جما دی۔

"بتاؤ، کون سا کالج ہے۔۔؟"

خوشی نے ایک لمحہ سوچا، دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

پھر اس نے جلدی سے ایک فرضی نام لے لیا،

"ریوریو گرلج (گرلز) کالج۔"

زہان نے ماتھے پر ہلکی سی شکن ڈال کر پوچھا۔

"کہاں ہے یہ کالج؟"

خوشی کے حلق میں جیسے کانٹے سے اٹک گئے۔ اس نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔

"پنجاب میں ہے...!"

اتنا ہی اسے یقین تھا کہ پاکستان میں "پنجاب" ایک معروف علاقہ ہے۔

زہان نے چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھا، اس کے چہرے پر گھبراہٹ، آنکھوں میں جھجک اور آواز میں لرزش نمایاں تھی۔

"ہمم! تم جاسکتی ہو۔" پھر وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

خوشی نے فوراً سر ہلایا اور تیزی سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی، جیسے ہر لمحہ وہاں اس کے لیے خطرہ ہو۔

دروازہ بند ہونے کے بعد زہان نے میز پر انگلیوں سے ہلکی ہلکی دستک دی، اور خود سے بولا۔

"ریورویو کالج...؟ پنجاب...؟"

وہ الجھ گیا تھا۔ اس لڑکی میں کوئی نہ کوئی معمہ ضرور تھا... کچھ تو گڑبڑ ہے!

زہان نے جلدی سے لیپ ٹاپ آن کیا، انگلیاں کی بورڈ پر برق رفتاری سے چلنے لگیں۔

"ریورویو گرلز کالج، پنجاب"

اس نے جیسے ہی سرچ مکمل کیا، اسکرین پر خاموشی چھا گئی۔

"کچھ بھی نہیں؟"

وہ زیر لب بڑبڑایا۔

نہ ایسا کوئی کالج، نہ کوئی پتہ، نہ کوئی آفیشل ویب سائٹ... کچھ بھی موجود نہیں تھا۔

زہان نے کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹائی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

اس کی آنکھوں میں شک اب گہرا ہو چکا تھا۔

"تو تم جھوٹ بول رہی ہو، محترمہ روشنی..."

اس نے لیپ ٹاپ بند کیا، اور اپنی انگلیاں آپس میں پھنسا کر ٹھوڑی کے نیچے رکھ لیں۔

دماغ تیزی سے سوچنے لگا۔

"کون ہے یہ۔۔؟ کہاں سے آئی ہے۔۔؟ اگر ملازمہ ہے تو اتنی تعلیم یافتہ کیوں ہے۔۔؟ اور اگر اتنی ہی سادہ ہے، تو اتنا بڑا جھوٹ کیوں۔۔؟"

ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں کے سامنے خوشی کا ڈرا سہما چہرہ آیا، وہ گلابی رخسار، وہ لرزتی آواز... مگر زہان ملک صرف چہرے پر نہیں جاتا تھا، وہ حقیقت تک پہنچنے والا شخص تھا۔

"اب کھیل شروع ہو گا..." اب وہ سوچ چکا تھا کہ وہ جلد اس لڑکی کے بارے میں انفارمیشن نکال لے گا اور یہ کام اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔

☆☆☆

بگ بی اپنی بڑی، دھواں دار سگار کا کش لے رہا تھا۔ اندھیرے اور دھندلے کمرے میں صرف ایک ٹیبل لیمپ کی زرد روشنی تھی، جو اس کے چہرے کے ایک طرف خوفناک سائے ڈال رہی تھی۔ اسی لمحے، ایک شخص گھبراہٹ سے قدم گھسیٹتا ہوا اندر آیا۔

پسینے میں شرابور، کپکپاتی آواز میں بولا۔

"باس... ہم نے اس سنگر کو ہر جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی... بندرگاہ، فیکٹری، پرانے گوڈام... مگر وہ کہیں نہیں ملی۔"

اس کے الفاظ ابھی مکمل بھی نہ ہوئے تھے۔

کہ ٹھاہ!

بگ بی نے سرد مہری سے اپنی جیب سے پستول نکالا اور بغیر ایک لمحے کی تاخیر کے سیدھا اس کے سینے میں گولی مار دی۔ خون کا فوارہ نکلا، اور وہ شخص فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ صرف سگار کی جلتی ہوئی راکھ کی سرسراہٹ باقی تھی۔

بگ بی نے گہری سانس لی۔ آنکھیں سکیڑتے ہوئے زیرِ لب غرایا۔

"جو میرا کام ٹھیک سے نہیں کرتا... اسے جینے کا حق نہیں۔ اور مجھے میری مونا چاہیے... صرف وہی ہے جس نے میرا اصل چہرہ دیکھا ہے۔" اس نے سگار کو آہستگی سے ایش ٹرے میں بجھایا، سلگتی راکھ کی دھار میں ایک جنونی چمک جھلک رہی تھی۔

بگ بی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے گہری، گرج دار آواز میں کہا۔

"اگر وہ کسی اور کے ہاتھ لگ گئی تو میں ایک لمحے میں بے نقاب ہو جاؤں گا۔ سمجھ رہے ہو نا تم...؟ وہ واحد انسان ہے جس نے میرا اصلی چہرہ دیکھا ہے۔ وہ گواہی بن سکتی ہے... ثبوت بن سکتی ہے...اور میں یہ رسک نہیں لے سکتا!" وہ غصے سے چلتا ہوا اپنے آدمی کے قریب آیا۔

اس کا گریبان پکڑ کر سخت لہجے میں بولا۔

"جلد سے جلد، کسی بھی قیمت پر... چاہے زخمی حالت میں ہو، یا ہوش میں نہ ہو۔ بس اسے میرے سامنے زندہ لایا جائے۔ سمجھے؟ زندہ!"

"جی...جی باس... میں فوراً بندے بھیجتا ہوں..." آدمی نے ہانپتے ہوئے سر ہلایا۔

بگ بی نے اسے دھکیل کر پیچھے کیا۔ پھر دیوار پر لگے اس خفیہ مانیٹر کی طرف دیکھا، جہاں مختلف لوکیشنز کی لائیو فیڈ چل رہی تھی۔

"مونا میری ہے...اور اگر کسی اور کی ہوئی، تو دنیا کو میں آگ میں جھونک دوں گا!" فضا میں اس کے الفاظ دیر تک گونجتے رہے۔

☆☆☆

ایجنٹ راز 17 خفیہ روم کے اندر چکر لگا رہا تھا، ہر قدم کے ساتھ اس کے صبر کی لکیر مزید ٹوٹتی جا رہی تھی۔ پیشانی پر بل، مٹھی سختی سے بند، اور نگاہیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔

"اس کمینے کو ہر بار کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ ہم اس تک پہنچنے والے ہیں...؟ ہم پلان بناتے ہیں، اور وہ پہلے ہی غائب ہو جاتا ہے!" اس کی آواز غصے میں تھرّا رہی تھی۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

"مجھے لگتا ہے، سر... کوئی یہاں کی خبریں باہر پہنچا رہا ہے..." پھر ایجنٹ سرکار X نے سنجیدگی سے کہا۔

کوئی اپنا ہی بندہ..." راز 17 رُک گیا، اس نے سر اٹھا کر سرکار X کو گھورا۔

نگاہ میں شعلے تھے۔

"جی سر... شاید ہم میں سے کوئی نہیں۔۔"

اسی لمحے ایجنٹ بدر 9 نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ مگر کوئی آس پاس کا۔

"یا ہمارے سسٹم میں بیٹھا شخص، جو ہر پل کی خبر انہیں دے رہا ہے۔"

راز 17 نے سرد سانس بھری۔ اور پھر آہستگی سے گویا ہوا۔

"تو پھر... ہمیں اپنا دائرہ تنگ کرنا ہوگا۔ اب وقت ہے اندر کے سانپ کو نکالنے کا۔ جو ہمارے بھیس میں ہے... اور دشمن کے لیے کام کر رہا ہے۔"

اس نے مڑ کر دیوار پر لگی اسکرین پر بگ بی کی آخری لوکیشن کی فُٹیج دیکھی، پھر ایک چھوٹے بٹن کو دبایا۔

اسکرین پر ٹیم کے تمام ممبرز کے ڈیٹا اور حرکات درج تھیں۔

"آج رات ہم سب پر نظر رکھیں گے...اور جس کا سایہ بھی دشمن سے ملا، وہ زندہ نہیں بچے گا!"

کمرے میں موجود ایجنٹس نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

خاموش مگر چوکس۔ کیونکہ خطرہ صرف باہر نہیں...اب اندر بھی تھا۔

وہ اسکرین پر نظریں جمائے اپنے مشن کی تفصیلات دیکھ رہا تھا کہ اچانک ٹیبل پر رکھا فون بجا۔

اسکرین پر "Unknown Number" جگمگا رہا تھا۔

راز 17 نے فوراً فون اٹھایا۔

"ہیلو...؟"

"ہاہاہا...!"

لیکن جواب میں صرف ایک پاگل پن بھری ہنسی گونجی۔

وہ چونکا، مگر آواز فوراً پہچان لی گئی۔

"کون ہے...؟"

اس نے سنجیدگی سے، مگر دبے ہوئے غصے سے پوچھا۔

"میں ہوں... بگ بی! تم سب کا موت!" دوسری جانب آواز آئی۔

"کیا لگتا ہے تمہیں... اتنی آسانی سے مجھے پکڑ لوگے۔۔؟ ہاہاہا... میں آگ ہوں راز 17... آگ! جسے نہ کوئی چھو سکتا ہے، نہ بجھا سکتا ہے!"

راز 17 کی آنکھوں میں بجلی سی لپکی۔

"آگ کتنا بھی گرم ہو، جب پانی کی ایک صحیح بوند پڑے... تو وہ یا تو بھاپ بن کر اُڑ جاتی ہے، یا مٹی میں دفن ہو جاتی ہے!" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

بگ بی ہنسا۔ "واہ! واہ! شاعری اچھی ہے... مگر شاعری سے لاشیں نہیں بچتیں، راز 17... اس بار تم سب کی باری ہے!" فون پر بگ بی کی زہر میں ڈوبی آواز گونجی تھی۔

راز 17 نے آنکھیں موندیں، جیسے خود کو قابو میں رکھ رہا ہو۔ مگر اگلے ہی لمحے، اس کا لہجہ فولاد جیسا سخت ہو چکا تھا۔

"یہ گیڈر کی طرح دھمکیاں کسی اور کو دو، بگ بی! اگر واقعی تم میں ہمت ہے، تو سامنے آ کر مقابلہ کرو!" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا، کمرے میں ایک آہنی خاموشی چھا گئی۔

"تم نے کتنے گھروں کے چراغ بجھائے ہیں... کتنے ماں باپ کی گودیں اجاڑیں... معصوم بچوں کو ڈر گزکا عادی بنایا۔ اور اب تمہیں لگتا ہے تم بچ جاؤ گے؟" اس کا ہاتھ مکے کی صورت میں میز پر گرا، آواز کمرے میں گونجی۔

"نہیں بگ بی...اب تمہارا وقت ختم ہو چکا ہے۔ یہ وعدہ ہے میرا، کہ تمہارا ہر گناہ۔ایک ایک کر کے تمہارے سامنے رکھا جائے گا۔اور سزا؟ سزا تمہاری آخری چیخ ہو گی!" فون کی لائن اب بند ہو چکی تھی، مگر راز 17 کی آواز اب بھی کمرے میں گونج رہی تھی۔

اس نے ٹیم کی طرف دیکھا،اور دھیمے، مگر قاتل لہجے میں کہا۔

"ہم اب صرف ایجنٹس نہیں...ہم انصاف ہیں ان لوگوں کے لیے جس کی جانیں اس ظالم شخص کے ہاتھوں گئی ہیں!"

☆☆☆

صبح کی روشنی کچن کے شیشوں سے اندر آ رہی تھی، دھیمی دھوپ فرش پر پھیل چکی تھی۔خوشی ہلکی ہلکی آنچ پر پراٹھا پلٹ رہی تھی۔اس کی پیشانی پر ہلکی سی نمی،اور چہرے پر ایک عجب سنجیدگی چھائی تھی۔یہ اچھا تھا کہ اسے اب کھانا بنانا آتا تھا، ورنہ وہ جانتی تھی کہ نہ سیکھتی تو یہ زندگی مزید مشکل ہو جاتی۔

اسی لمحے نازنین کچن میں داخل ہوئی۔وہ ہاتھ میں موبائل تھامے کچھ بے چینی سے کبھی اسکرین کو دیکھتی، کبھی خوشی کو۔

"سنیں...ذرا میری طرف دیکھیں۔"

نازنین کی آواز پر خوشی چونکی اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"جی بی بی جی۔۔؟"

نازنین اس کے قریب آ گئی۔موبائل پر کوئی ویڈیو چل رہی تھی۔

"تم بالکل خوشی راجپوت کی طرح لگتی ہو!" نازنین کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی کی آمیزش تھی۔

خوشی کے ہاتھ سے چمچ گرا۔ دل کی دھڑکن لمحہ بھر کو رک گئی۔ چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا، مگر اس نے جلدی سے چہرہ جھکایا۔

"خ... خوشی؟ کون خوشی بی بی جی۔۔؟"

اس نے جان بوجھ کر آواز کو تھوڑا دیہاتی بنانے کی کوشش کی، لیکن نازنین کی نظروں نے کچھ اور کہانی پڑھ لی تھی۔

"یہ دیکھو!"

نازنین نے اس کے سامنے موبائل کیا، جس میں خوشی راجپوت کا گانے کا ایک پرانا کلپ چل رہا تھا۔ اسٹیج، روشنی، سفید شرٹ اور کالی جینز... وہی نرگسی آنکھیں، وہی لبوں کی مسکراہٹ۔

خوشی کے ہونٹ کانپے۔

"بی بی جی، میں تو... میں تو روشنی ہوں۔"

"ہاں جانتی ہوں مگر اب یاد آیا کہ تم اس کی طرح لگ رہی ہو تم کیسی خوشی راجپوت ہو سکتی ہو ایک تو وہ انڈین تھی ایک اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے.." وہ افسردہ ہوئی تھی۔

اور پھر چہک کر کہا۔

"اچھا پتہ ہے تمہیں مرنے کے بعد اس کے دو ملین فالونگ ہو گئی ہے۔"

خوشی کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا۔

"واقعی۔۔؟ بہت بڑے نصیب تھے اس کے..." چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا۔

"ہاں...سچ میں! جب وہ زندہ تھی، لوگ تھے۔ مگر اب دیکھو...ہر جگہ اس کی ویڈیوز، اس کے گانے، اس کے بارے میں خبریں۔" نازنین ہنسی۔

خوشی نے نظریں چولہے کی طرف موڑ لیں، تاکہ آنکھوں کی نمی چھپ سکے۔

"بعض لوگ مر کر بھی دلوں میں زندہ رہتے ہیں..."

اس نے آہستگی سے کہا، جیسے خود سے بات کر رہی ہو۔

نازنین نے کندھے اچکائے۔

"ہاں مگر جو چلا جائے، اسے کیا فرق پڑتا ہے۔؟ زندہ رہنے والے ہی ساری تکلیف جھیلتے ہیں۔"

نازنین کے لہجے میں ایک انجانی سی نرمی تھی، جیسے وہ ماضی کے کسی لمس کو چھو رہی ہو۔

"کیا آپ کو خوشی راجپوت بہت پسند تھی، بی بی جی؟"

خوشی نے آہستہ سے پوچھا، چہرہ جھکایا ہوا تھا، مگر دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔

نازنین ایک لمحے کو رُکی، پھر کچھ سختی سے بولی۔

"ایک...مجھے 'بی بی جی' مت کہو۔ میں اتنی بڑی نہیں ہوں۔ نازنین کہو، یا نازی بھی چلے گا۔"

خوشی نے ہلکی سی مسکراہٹ چھپالی۔

"اچھا نازنین جی..."

نازنین نے سانس لی، اور اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"ہاں، مجھے خوشی راجپوت بہت پسند تھی...اب بھی ہے۔ اور صرف مجھے نہیں...زہان بھائی کو بھی...بلکہ سچ کہوں، تو خوشی کی آواز سن کر وہ بدل جاتے تھے۔"

خوشی کا دل جیسے رک سا گیا۔

"ان کی ہر ڈرائیو میں، ہر رات میں...خوشی کا کوئی نہ کوئی گانا ضرور ہوتا۔ اور جب خبر آئی کہ وہ مر گئی ہے، مجھے تسلی تو دیتے تھے مگر خود بھی اداس تھے۔۔"

"پتہ ہے روشنی...تم کبھی کبھی مجھے بہت الجھاتی ہو۔ تمہاری آنکھوں میں وہی نمی ہے، جو خوشی کی آنکھوں میں تھی۔" نازنین نے تھوڑی دیر بعد خوشی کی طرف دیکھا۔

"مم...مجھے چائے رکھنی ہے۔" خوشی نظریں چرا گئی۔

"ہاں، رکھ دو...اور جب فری ہو جاؤ تو میرے ساتھ بیٹھ کر خوشی کا ایک گانا سننا...دیکھتے ہیں تم پر بھی وہی اثر ہوتا ہے یا نہیں۔"

خوشی نے سر ہلایا اور ٹرے لے کر آگے بڑھ گئی... مگر دل کی دھڑکنیں بے قابو تھیں۔

زہان، فرحانہ بیگم اور نازنین تینوں ناشتہ کے ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ماحول میں ایک معمول کی خاموشی تھی، مگر زہان کی نظریں کچھ اور ہی بول رہی تھیں۔

خوشی نے خاموشی سے آکر ناشتہ رکھا، اور جیسے ہی اس نے پلیٹ سامنے رکھی، زہان نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ایسی نگاہ جو عام دنوں کی نہیں تھی، جیسے کسی چھپی ہوئی حقیقت کو کھنگالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"بیٹا، تم بیٹھ کر ناشتہ کیوں نہیں کرتی؟" فرحانہ بیگم نے نرمی سے پوچھا۔

"جی میں بعد میں کھالوں گی، پہلے آپ سب..." خوشی نے نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"بیٹھو۔"

زہان کی آواز سخت اور مختصر تھی، مگر لہجے میں ایک اجنبیت نہیں بلکہ جانچتی ہوئی سنجیدگی تھی۔

خوشی لمحہ بھر کو رکی، پھر خاموشی سے نازنین کے ساتھ کونے کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"روشنی، تم کہاں سے ہو؟"

زہان نے نوالہ اٹھانے سے پہلے سوال داغا۔

خوشی کے ہاتھ کانپ گئے۔اس نے پانی کا گلاس تھاما، پھر آہستگی سے جواب دیا۔

"پنجاب سے..."

"پاکستان کے پنجاب سے؟ یا..."

زہان کی آنکھوں میں شعلے نہیں تھے، مگر سوال کا وزن کافی تھا۔

"جی...لاہور کے قریب سے۔"خوشی نے فوراً بات بدلی۔

نازنین نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مگر کل تو تم نے کہا تھا کہ تمہیں لاہور کا بالکل نہیں پتہ۔ تم کہہ رہی تھیں کہ یہ جگہ تمہارے لیے نئی ہے۔"

خوشی ایک لمحے کو ساکت ہوئی۔

فرحانہ بیگم نے ذرا چونک کر روشنی کو دیکھا۔

"یا شاید کچھ چھپا رہی ہے..."زہان نے چائے کا کپ لبوں تک لے جاتے ہوئے ہلکی آواز میں کہا۔

فضا میں چند لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

خوشی نے خود کو سنبھالتے ہوئے سر جھکا دیا۔

"میں بس کام کرنا چاہتی ہوں...اور کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی۔"

زہان کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی، بے یقینی ہنسی ابھری۔

"چلو... تم کام کرو، ہم سوال خود ہی ڈھونڈ لیں گے۔"

ناشتے کی میز پر ایک عجیب سا سکوت چھایا ہوا تھا، جیسے سب کچھ ٹھیک ہوتے ہوئے بھی، کہیں کچھ نامکمل ہو۔ زہان، اپنی پلیٹ میں نوالہ رکھتے ہوئے مسلسل اسے دیکھ رہا تھا۔ نظریں جیسے سوال کر رہی تھیں، اور وہ جواب دینے سے قاصر تھی۔

خوشی نے خود کو سنبھالنے کی بھرپور کوشش کی، مگر دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ زہان کی نظریں اسے دیکھ رہی ہیں۔ ٹٹول رہی ہیں، پرکھ رہی ہیں، جیسے وہ صرف چہرہ نہیں، شخصیت کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

ایک لمحہ آیا، جب خوشی نے بے اختیار نظر اٹھائی۔

اور پھر... ہری آنکھیں براؤن آنکھوں سے ٹکرا گئیں۔ تصادم شدید تھا، مگر خاموش۔

زہان کے چہرے پر حیرت کی ایک ہلکی سی لہر دوڑی، جیسے کسی بھولی بسری یاد نے سر اٹھایا ہو۔

خوشی کا دل کانپ گیا۔ اس نے فوراً نظر پھیر لی، اور نرمی سے سر جھکا کر چائے کی پیالی کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"ویسے روشنی تمہاری عمر کیا ہے...؟" نازنین نے خاموشی کو توڑا تھا۔

"چھبیس سال۔۔!"

"واؤ مگر تم تو لگتی نہیں ہو تمہیں دیکھ کر میں نے سوچا کہ انیس بیس سال کی ہو گی۔"

خوشی نے ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائی، لیکن وہ مسکراہٹ آنکھوں تک نہ پہنچ سکی۔

"شاید وقت سے پہلے بڑا ہونا پڑا۔"

اس نے دھیمے لہجے میں کہا، جیسے کوئی پرانی تھکن دل سے نکل کر لفظ بن گئی ہو۔

نازنین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اوہ... سوری، میں نے مذاق میں کہا تھا۔"

"نہیں، بی بی جی... میرا مطلب ہے، نازنین جی، برا نہیں لگا۔" خوشی نے جلدی سے سنبھلتے ہوئے کہا، مگر اس کی آواز میں جو ہلکی سی کپکپاہٹ تھی، وہ زہان کے کانوں سے چھپی نہ رہ سکی۔

زہان نے ایک بار پھر اسے غور سے دیکھا۔ چہرے پر اداسی کی پرچھائیں، آنکھوں میں چھپی ایک گہری تھکن، اور لہجے میں چھپے راز... یہ سب کسی "ملازمہ" جیسی عام لڑکی میں نہیں ہو سکتے۔

"چھبیس سال..." وہ دل میں دھیرے سے بولا۔

"اچھا امی، میں جا رہا ہوں آفس..."

زہان کرسی سے اٹھا، ہاتھ میں کار کی چابی گھماتے ہوئے لاؤنج سے باہر نکلنے لگا۔

"میں بھی جاتی ہوں، مجھے اپنے لیے کچھ کپڑے لینے ہیں..."

خوشی نے دھیرے سے کہا اور اپنی نظریں نیچی رکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

فرحانہ بیگم اور نازنین نے اسے دیکھا، مگر کچھ نہ کہا۔

خوشی خاموشی سے اندر کی طرف چلی گئی اور جلد ہی چہرے پر ماسک لگائے باہر نکلی۔

زہان نے دروازے سے نکلتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

خوشی تیز قدموں سے گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"عجیب لڑکی ہے...ہر بات چھپانے والی...مجھے یقین ہے کچھ نہ کچھ تو ہے اس کے پیچھے۔"

زہان دل میں بڑبڑایا، اور پھر اچانک اس کے قدم رک گئے۔

گاڑی کا دروازہ کھولنے کی بجائے، وہ آہستگی سے دروازہ بند کر کے دیوار کے پیچھے ہو گیا۔

خوشی ایک رکشے میں بیٹھ چکی تھی۔

"بہت چالاک ہے...پر میں بھی زہان ملک ہوں۔"

اس نے جلدی سے اپنا موبائل نکالا، لوکل گاڑی بک کی اور رکشے کے پیچھے نکل پڑا۔ فاصلہ ایسا رکھا کہ وہ نظر نہ آئے، مگر نظروں سے اوجھل بھی نہ ہو۔

رکشہ لاہور کی پرانی گلیوں کی طرف جا رہا تھا۔ گلیاں جہاں نہ سی سی ٹی وی کی پہنچ تھی، نہ زہان ملک کے اعتماد کی۔ بجلی کی لٹکتی تاریں، چھتوں سے ٹپکتی نمی، اور دیواروں پر چھپے برسوں پرانے راز...یہ لاہور کی وہ پرانی گلیاں تھیں جہاں وقت رُک سا جاتا تھا۔ خوشی نے رکشے والے کو ایک چھوٹے چوک پر رکوایا۔

"بھائی، مجھے کسی مارکیٹ کے پاس اتار دیں۔"

رکشے والے نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا۔

"آگے ایک چھوٹی سی مارکیٹ ہے بی بی جی، اُدھر اتار دیتا ہوں، وہاں سے جو کام ہو، کر لینا۔"

"ٹھیک ہے، بس وہیں اتار دیں۔"

خوشی کی آواز میں تھکن بھی تھی اور الجھن بھی۔

رکشہ ایک پرانے، کم رونق والے بازار کے قریب رُکا۔ خوشی جلدی سے اتر کر کچھ قدم دور ہوئے بغیر پیچھے نہیں دیکھا۔ جیسے ڈر ہو کہ ماضی کی کوئی پرچھائی اس کے تعاقب میں ہو۔

زہان کی گاڑی کچھ فاصلے پر رُکا تھا۔

اس کی نظریں جیسے ہر زاویے سے اسے پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ نہ صرف اس کے چال میں، بلکہ اس کے لبوں کی لرزش، اس کی پلکوں کے جھکنے، اور کندھوں کی جھکی ہوئی سنجیدگی میں کوئی ان کہی کہانی چھپی تھی۔

وہ رکشے سے اتری اور تیزی سے مارکیٹ کی طرف قدم بڑھا دیے۔ دل میں ایک بوجھ جو اس کے چہرے سے صاف جھلک رہا تھا۔ مارکیٹ میں رش تھا مگر وہ کسی بھی چہرے کو دیکھے بغیر، سیدھی چلتی رہی۔ اس کے پاس بس دس ہزار روپے تھے پاکستان میں ملے وہ نوٹ جو اب اس کی زندگی کی واحد پونجی تھے۔

''اس میں سے نہ صرف اپنی ضرورت کی اشیاء لینی ہیں بلکہ آنے والے کل کی امید بھی خریدنی ہے...''اس نے دل میں سوچا اور ایک دکان کے سامنے رکی جہاں کپڑے نسبتاً سستے تھے۔ایک جوڑا کپڑا،ایک چادر،اور چند ضروری اشیاء۔وہ ہر چیز کا حساب دل میں رکھتی جا رہی تھی۔

"باجی یہ سوٹ آٹھ سو کا ہے،لیں گی۔۔؟"

"کیا اس سے سستا کوئی ہے؟"اس نے آہستہ سے پوچھا،نظریں نیچی کیے۔

دکاندار نے ایک اور جوڑا نکالا۔

"یہ چھ سو کا ہے،مگر کوالٹی تھوڑی کم ہے۔"

"ٹھیک ہے،یہی دے دیں۔"وہ نرمی سے بولی۔

دس ہزار کا نوٹ اب نو ہزار سے نیچے آ چکا تھا...

زہان...وہ ابھی بھی وہیں تھا۔کسی دکان کے کونے سے،ہلکی دھوپ میں کھڑا،اس کی ہر حرکت کو اپنی براؤن آنکھوں سے نوٹ کر رہا تھا۔

وہ دو تین جوڑے کپڑے،ایک جوڑی سینڈل،چند بنیادی چیزیں جیسے صابن،تیل اور کنگھی لے چکی تھی اتنا کچھ کہ بس ضرورت پوری ہو جائے،کسی پر بوجھ نہ بنے،اور دوبارہ مانگنے کی نوبت نہ آئے۔

"خود پر احسان کرنا بھی خودداری کی ایک صورت ہے۔"

دل میں یہی سوچ تھی جب اس نے چھوٹے بیگ کو سنبھالا اور آہستہ آہستہ مارکیٹ کے داخلی راستے کی طرف بڑھنے لگی۔

کسی دکان کے کونے سے، ہلکی دھوپ میں کھڑا، زہان ملک اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تھی، سوال تھا...اور ایک عجیب سی توجہ، جس کی اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"یہ لڑکی جو خود کو روشنی کہتی ہے، کیا واقعی اتنی سیدھی ہے جتنی دکھتی ہے؟ یا پھر... کسی اندھیرے کا حصہ۔۔؟" وہ خود سے الجھ رہا تھا۔ مگر اس کی نظر، روشنی...پر جمی رہی۔

خوشی نے پیچھے مڑ کر ایک بار بھی نہیں دیکھا۔

جیسے جانتی ہو کوئی ہے... مگر اسے نظر انداز کرنا ہی اب بچاؤ ہے۔ وہ رکشہ لے کر واپس "ملک ولا" کی طرف نکل گئی۔ سفر مختصر تھا، مگر سوچوں کا شور لمبا۔ ہر موڑ، ہر اشارہ اسے ایک نئی چوکسی میں مبتلا کر دیتا۔ زہان ملک تھوڑی دیر بعد گاڑی میں بیٹھا، اور فاصلہ رکھتے ہوئے اس رکشے کے پیچھے چلنے لگا۔ یہ کھیل اب مشاہدے سے تجسس کی سرحد پار کر چکا تھا۔

جب وہ ملک ولا پہنچی، گیٹ پر کھڑے گارڈ نے اسے پہچان کر دروازہ کھولا۔

"باجی جی، آپ اکیلی گئیں تھیں؟"

"ہاں، کچھ ضرورت کی چیزیں لینے گئی تھی۔" وہ ہلکے سے مسکرا کر اندر داخل ہو گئی، اور جلدی سے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

زہان نے دروازے سے اندر جاتے ہوئے اس کے قدموں کو نظروں سے تعاقب کیا۔

"کیا یہ لڑکی واقعی سیدھی ہے...؟ یا پھر یہ سادگی، کسی بہت گہرے راز کی چادر ہے۔۔؟"

زہان نے اپنے دل میں سوچا۔اس کی بھنویں سکیڑی ہوئی تھیں اور چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی تھی۔

"ہر وقت ڈری ڈری، سہمی ہوئی... مگر آنکھوں میں عجیب سی چمک، الفاظ میں ہچکچاہٹ، مگر لہجے میں چھپی ہوئی شناسائی۔ کیا واقعی یہ روشنی ہے۔۔؟

"ایک ملازمہ۔۔؟ یا مفرور۔۔؟ یا شاید... کوئی ایجنٹ یا جاسوس۔۔؟"

اس نے جیب سے فون نکالا، کالر لسٹ دیکھی، پھر رک گیا۔

"نہیں...ابھی نہیں، پہلے خود یقین حاصل کروں گا۔ پھر...جو کرنا ہو، کروں گا۔"

سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر آفس کے لیے نکل گیا۔

☆☆☆

زہان سرمئی شرٹ میں ملبوس، گرے جینز پہنے، ہمیشہ کی طرح آنکھوں پر چشمہ لگائے، آفس کی کرسی پر بیٹھا تھا۔اس کے سامنے بڑی اسکرین پر ایک لائیو فیڈ چل رہی تھی خوشی راجپوت...یا وہ لڑکی جو اس وقت "روشنی" کہلاتی تھی، اپنے کمرے میں تھی۔

اسکرین پر وہ بیٹھے بیٹھے بیگ سے خریدی گئی چیزیں نکال رہی تھی دو تین سادے کپڑے، ایک چھوٹا سا عطر، اور چند ضروری اشیاء۔اس کے چہرے پر ایک خاموش اطمینان تھا، جیسے کسی جنگ سے لوٹ کر اب ذرا سکون میں آئی ہو۔

وہ خود سے کچھ بول رہی تھی، لب ہل رہے تھے، مگر آواز زہان تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

زہان کی انگلیاں میز پر دھیرے دھیرے تھپتھپا رہی تھیں۔ وہ پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کون ہو روشنی...؟ تمہاری آنکھوں میں طوفان ہے، چال میں خوف چھپا ہے، اور تمہارا ہر جواب ایک نیا سوال بن کر میرے دماغ میں گونجتا ہے۔"

اس نے کی بورڈ کی ایک چابی دبائی ذا ایک نیا پینل کھلا۔

"میرے سوالوں کے جواب شاید تم خود بھی نہیں دینا چاہتی... مگر میں وہ شخص ہوں جسے سچ جاننے کا جنون ہے۔"

وہ پھر اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔

اب وہ دوپٹہ سر پر رکھے، آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ لمحہ بھر کو اس نے خود کو دیکھا... اور پھر... اپنے چہرے کو دیکھ کر ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔۔ جیسے اپنا ہی عکس اسے چبھ گیا ہو۔

زہان کی نظریں تیز ہو گئیں۔

"یہ خوف... یہ چھپاؤ... یہ تمہاری آنکھیں کچھ کہتی ہیں۔ اور میں انہیں پڑھ کر رہوں گا۔"

اس نے انگلی سے خوشی کی آنکھوں کو زوم کیا۔

اور اس لمحے، ان ہری آنکھوں میں ایک سایہ لہرایا تھا اس کی آنکھوں میں ڈر سا تھا۔

میں آئی کم ان سر..؟نور فائلز کے ساتھ اندر آئی۔

"یس۔۔!"زہان نے مختصر جواب دیا۔

"سر آپ کی میٹینگ ہے تین بجے..."نور نے اسے یاد دہانی دی۔

"اوکے..." نظریں اب بھی سکرین پر تھیں۔

"اور سر آپ سے ملنے کوئی آیا ہے..."

"کون۔۔؟"سکرین سے نظریں اٹھا کر نور کو دیکھا۔

"پتہ نہیں سر لیکن انہوں نے کہا کہ وہ آپ کا دوست ہے...."

"اوکے جاؤ بلاؤ اسے..."

زہان نے اسکرین سے نظریں ہٹاتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔ایک لمحہ جیسے وہ خود کو واپس حال میں لایا ہو۔

نور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی۔زہان کی انگلیاں میز پر ہلکی ہلکی تھاپ دیتی رہیں، جیسے اس کے ذہن میں کئی دھاگے ایک ساتھ الجھے ہوں۔

چند لمحوں بعد دروازہ دوبارہ کھلا۔نور دروازے کے کنارے پر رکی۔

"سر، وہ آگئے ہیں۔"نور نے کہا۔

"بھیج دو۔"

نور ایک قدم پیچھے ہوئی، اور ایک شخص دروازے سے اندر داخل ہوا۔ وہ پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا، بال سلیقے سے سنوارے ہوئے، چہرے پر سنجیدہ مگر دوستانہ مسکراہٹ تھی۔ کالی گہری آنکھوں میں برسوں پرانی شناسائی کی جھلک تھی۔

زہان کی نظریں اس پر پڑیں تو وہ بے اختیار مسکرا اٹھا۔

"روحان، تم۔۔!"

وہ تیزی سے اٹھا اور دونوں گرمجوشی سے گلے ملے۔ ایک لمحہ کو کمرے میں صرف خاموشی اور دو دوستوں کی دوبارہ ملاقات کی تھرتھراہٹ باقی رہ گئی۔

"کیا سرپرائز ہے؟ تم نے بتایا بھی نہیں کہ تم آرہے ہو۔۔؟" زہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس یوں ہی اچانک دل کیا تم سے ملنے کا..." روحان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو اور بتاؤ کیا لوگے...؟"

"چائے! جانتے تو ہو چائے ہم پٹھانوں کا عشق ہوتا ہے..." روحان مسکرایا۔

زہان نے انٹر کام کا بٹن دبایا۔

"نور، دو چائے لے آؤ..."

پھر ہنستے ہوئے روحان کی طرف دیکھا۔

"ویسے کیسے آنا ہوا تم تو آتے ہی نہیں۔۔وہی مسکراہٹ، وہی بے ساختگی۔"

روحان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔

"ہاں کام نہیں تھا تو آ گیا اور تم بہت بیزی ہو اور ملک انڈسٹریز کے سی ای او، خود مختار، مصروف، اور... مشکوک نظروں سے دیکھنے والے۔" وہ شرارت سے ہنسا۔

زہان مسکرایا مگر آنکھوں میں سنجیدگی کی ایک پرچھائیں آ گئی۔

"وقت بدلتا ہے روحان...انسان بھی۔اب باتوں کے ساتھ فیصلے بھی ذمہ داریاں مانگتے ہیں۔"

"شادی کرنے کا ارادہ ہے زہان...؟" روحان شرارت سے ہنسا۔

"مجھے شادی ہی نہیں کرنی مگر تم بتاؤ تم کیوں نہیں کر رہے۔۔؟"

روحان نے گہری سانس لی۔

"یار پتہ تو ہے جس لڑکی سے مجھے پیار ہے اس کا بھائی خطرناک ہے میں نے شادی کی بات کی وہ مجھے اڑا دے گا۔لوگ ہم پٹھانوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم خطرناک ہے مگر اس کا بھائی ہم پٹھانوں سے زیادہ خطرناک ہے۔۔"

زہان زور سے ہنسا۔

"اوہ تو وہی پرانی کہانی چل رہی ہے؟تُو بدلا نہیں ذرا بھی...وہی عشق،وہی ڈر۔"

روحان نے مصنوعی سنجیدگی سے آنکھیں سکیڑیں۔

"یہ ڈر نہیں زہان،یہ حقیقت ہے...اُس کا بھائی وردی میں ہے،اور دماغ اسلحے سے زیادہ گرم۔"

زہان نے مسکرا کر چائے کا گھونٹ لیا.."

"تو پھر بات ختم؟یا اب بھی دل میں امید باقی ہے؟"

روحان نے کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔

"امید کبھی ختم نہیں ہوتی...میں اب بھی چاہتا ہوں،بس ڈھنگ سے وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اور تُو۔۔؟تُو تو ہمیشہ کہتا تھا کہ 'میری زندگی میں کسی لڑکی کی گنجائش نہیں'...مگر آج کل تیرا انداز کچھ بدلا بدلا سا لگتا ہے۔۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں مجھے آج تک ایسی لڑکی نہیں ملی ہے کہ جس کے لیے زہان ملک کا دل دھڑکے.."

"نہیں ملی۔۔؟یا ملی ہے مگر تُو خود کو دھڑکنے سے روک رہا ہے؟"روحان نے بھنویں اچکا کر زہان کو غور سے دیکھا۔

"تم نے کبھی ایسا محسوس کیا ہے روحان...کہ کوئی اپنے بارے میں سب کچھ چھپا رہا ہو۔۔؟جیسے سامنے ہو...مگر پھر بھی اتنا دور،اتنا انجانا کہ ہاتھ بڑھا کر بھی نہ چھو سکو۔"زہان نے کرسی سے ٹیک لگا کر گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم کسی لڑکی کی بات کر رہے ہو؟" روحان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لڑکی نہیں...ایک معمہ۔ایک خاموشی...جو بولتی کم ہے، چھپاتی زیادہ ہے۔" زہان نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور وہ خاموشی تیرے دل میں شور مچا رہی ہے؟" روحان نے چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بس یہی الجھن ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ کیا دل بول رہا ہے یا دماغ شک کر رہا ہے۔۔" زہان نے ایک تلخ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"بعض اوقات وہ مجھے سیدھی سادی لگتی ہے، جیسے کوئی بھولی بھالی لڑکی...اور بعض اوقات...اس کی خاموش نظریں بھی سوالات بن جاتی ہیں۔"

"تو نے اس سے سیدھے سوال کیوں نہیں کیے؟"

"پوچھتا ہوں...تو کہتی ہے کچھ یاد نہیں، یا بات بدل دیتی ہے۔" زہان نے آہستہ آواز میں کہا۔

"اور سچ پوچھو...میں جاننا چاہتا ہوں، مگر ڈرتا بھی ہوں۔اگر وہ وہ نہیں جو ظاہر کرتی ہے تو...؟"

"تو کیا ہوگا؟"

"تو شاید میں پہلی بار کسی کے جھوٹ سے بچنے کے بجائے...اسی جھوٹ میں رہنا پسند کروں گا۔کیونکہ کبھی کبھی، کچھ سچ بہت دردناک ہوتے ہیں،اور کچھ جھوٹ...بہت محفوظ۔" زہان کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"تم بدل گئے ہو زہان۔" روحان نے ہلکا سا سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم حقیقت کو کھودتے تھے،اب تم اس سے نظریں چرا رہے ہو۔ مگر یاد رکھ...سچ دیر سے سہی، سامنے آتا ضرور ہے۔اور جب آتا ہے تو یا تو رشتے بچاتا ہے...یا سب کچھ ختم کر دیتا ہے۔"

زہان نے نظریں جھکا لیں۔

پھر خاموشی سے اپنے لیپ ٹاپ کی طرف دیکھا...جہاں وہ اب کمرے میں نہیں تھی۔

"شہرام کا کل سے فون نہیں لگ رہا پتہ ہے کیوں۔۔؟"زہان نے روحان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اس کا فون ٹوٹ گیا ہے..."روحان نے جواب دیا۔

نور نے دروازہ دھیرے سے کھولا اور دونوں ہاتھوں میں ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔

"سر...آپ کی چائے،اور روحان صاحب کے لیے کافی۔"

"تھینک یو نور۔۔!"روحان نے شکر گزار لہجے میں کہا۔

زہان نے ٹھنڈی سانس بھری اور کرسی سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

دونوں خاموشی سے پی رہے تھے۔

"چل پھر رات کو ملتے ہیں...."چائے پی کر وہ اٹھ گیا۔

"رشتہ بھیج دینا شاید وہ مان جائیں...اور اگر ضرورت پڑے مجھے بھی بلا لینا۔"زہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

روحان نے جاتے جاتے دروازے کے قریب رک کر پلٹ کر دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں ایک امید سی چمک رہی تھی، جیسے برسوں کے بعد کسی دوست نے دل کا بوجھ بانٹنے کی ہامی بھری ہو۔

"تو پھر ٹھیک ہے...رات کو وہی پرانی جگہ۔۔؟"

"ہمیشہ کی طرح..."زہان نے مسکرا کر جواب دیا۔

روحان باہر چلا گیا۔زہان واپس بیٹھا اور خالی کپ کو گھورتا رہا۔

اس کے لبوں پر مسکراہٹ تو تھی، مگر ذہن جیسے کہیں اور الجھا ہوا تھا۔پھر آہستہ سے اس نے لیپ ٹاپ کی طرف دیکھا۔مگر اسکرین خالی تھی کمرہ خالی، کوئی حرکت نہیں۔اس کی نظریں جیسے کسی غیر موجود شے کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

☆☆☆

خوشی کچن کا کام ختم کر کے کچن سے نکلی تو نازنین نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ کمرے میں لے جانے لگی۔

"کیا ہوا نازنین جی...؟"

"ارے آؤ مجھے تم سے بات کرنی ہے.."

نازنین نے دروازہ بند کیا اور خوشی کو بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی، چہرے پر عجیب سی سنجیدگی تھی۔

"کیا ہوا نازنین جی...؟سب خیریت ہے نا؟"خوشی نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

نازنین نے ایک لمحے کو اسے بغور دیکھا، پھر آہستگی سے بولی۔

"کیا تم مجھ سے دوستی کرو گی۔۔؟" نازنین نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

خوشی نے چونک کر نازنین کو دیکھا۔ لمحہ بھر کو وہ کچھ بول نہ سکی۔ آنکھوں میں نمی، چہرے پر حیرت، اور دل میں ایک عجیب سا سکون اترنے لگا تھا۔ اتنے دنوں کی خاموشی، تکلیف، تنہائی کے بعد کسی نے ہاتھ بڑھایا تھا دوستی کے لیے، بغیر شرط کے۔

کیا واقعی... تم مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہو...؟"

خوشی نے دھیرے سے کہا اور آہستہ سے اپنا ہاتھ نازنین کے ہاتھ میں رکھا۔

"ہاں۔" نازنین نے نرمی سے ہاں میں سر ہلایا۔

خوشی کے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ٹھیک ہے... مجھے خوشی ہو گی آپ کی دوست بن کر..."

یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں اعتماد کی ایک نئی رمق محسوس ہوئی، جیسے دل کے کسی کونے میں زندگی دوبارہ سانس لینے لگی ہو۔

"آجا، میں تمہیں اپنا کمرہ دکھاتی ہوں، سب چیزیں... میری دنیا۔۔!"

نازنین اسے کمرہ سب کچھ دکھانے لگی۔

نازنین نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے موبائل کا اسپیکر آن کیا اور یوٹیوب کھول کر مونا کا مشہور گانا چلایا۔

"سنو روشنی...اب تمہیں مونا کے گانے سننے ہیں، وہ میری فیورٹ تھی، اور اب تو...بس اس کی آواز باقی ہے۔"

اسپیکر سے جیسے سحر بن کر مونا کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

"میرے خوابوں کی دنیا، تم سے روشن ہوئی ہے..."

آواز میں درد بھی تھا، وقار بھی، اور ایک گمشدہ دل کی تلاش بھی۔

خوشی کی سانسیں رکنے لگیں۔ یہ آواز... یہ اس کی اپنی آواز تھی۔ وہ نظریں جھکائے خاموش بیٹھی رہی، مگر دل کی دھڑکن جیسے تیز ہو گئی ہو۔ اس کی پلکیں نم ہونے لگیں، پر اس نے جلدی سے چہرہ موڑ لیا۔

نازنین نے خوشی کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا؟ تم تو جیسے رو رہی ہو؟"

خوشی نے فوراً آنکھوں میں نمی چھپاتے ہوئے مسکراہٹ سجائی۔

"نہیں...بس...آواز میں کچھ ایسا ہے، دل چھو جاتی ہے۔"

نازنین نے سر ہلایا۔

"ہاں...یہی تو خاص بات تھی مونا میں...وہ بس گاتی نہیں تھی، محسوس کرواتی تھی...بس افسوس اب وہ نہیں ہے۔"

خوشی کے دل میں ایک چھپی چیخ اٹھی۔

"نہیں... میں زندہ ہوں... روشنی نہیں، میں خوشی راجپوت ہوں!" مگر یہ چیخ صرف دل کی دیواروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔

"اگر وہ زندہ ہوتی، تو میں اسے صرف ایک بار گلے لگا کر کہتی تم نے مجھے جینا سکھایا۔"

نازنین جذباتی ہو گئی۔ اس کا کا دل ایک لمحے کو ٹھٹک گیا۔ نازنین کی بات جیسے سیدھی دل میں اتر گئی تھی۔ خوشی نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

آنکھوں میں ایک نمی سی تھی، ایک سوال چھپا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں اُس جیسی ہوں... تو آ جائیں، مجھے گلے لگا لیں۔"

نازنین کی پلکیں بھیگ گئیں، وہ ایک پل کو ساکت رہی۔ پھر جیسے کسی نادیدہ جذبے نے قدم آگے بڑھا دیے۔ وہ خوشی کے قریب آئی اور اسے سینے سے لگا لیا۔

"پتہ نہیں کیوں... مگر تمہیں گلے لگا کر ایسا لگا جیسے... جیسے وہی واپس آ گئی ہو..." نازنین نے کانپتی آواز میں کہا۔

خوشی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دل کی دھڑکن جیسے لمحے بھر کو تھم گئی ہو۔

وہ سرگوشی میں بولی۔

"شاید... کچھ رشتے آواز سے جڑتے ہیں، خون سے نہیں... اور کچھ ملاقاتیں، وقت سے نہیں دل سے ہوتی ہیں۔"

نازنین نے ایک پل کو پیچھے ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تم واقعی بہت الگ ہو روشنی...دل چھو لیتی ہو۔"خوشی نم آنکھوں سے ہلکا سا مسکرائی۔

"اچھا سنو مجھے آپ کا لیپ ٹاپ مل سکتا ہے...؟"خوشی نے پر امید نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں کیوں نہیں! بس ذرا احتیاط سے، کچھ فائلز میرے پراجیکٹس کی ہیں، انہیں مت چھیڑنا۔"نازنین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

خوشی نے شکر گزار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تھینکس۔۔!بس تھوڑی دیر کے لیے...مجھے کچھ دیکھنا ہے۔"

"وہاں رکھا ہے، جا کے لے لو۔ پاسورڈ 0000 ہے، چینج مت کرنا!"نازنین نے شوخی سے کہا۔

خوشی نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے کی طرف بڑھی۔

لیپ ٹاپ کھولتے ہی اس کی انگلیاں ایک لمحے کو رک گئیں، جیسے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی ہوں۔

"کیا میں واقعی وہی ہوں...؟"دل میں ایک سرگوشی سی ابھری۔

اس نے پہلا کام انسٹا گرام کھولنے کا کیا۔

صفحہ لوڈ ہوتے ہی سامنے "Khushi Rajput" کا آفیشل اکاؤنٹ نظر آیا۔

8.1 ملین فالوورز...

"واؤ!" اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا، آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"میں مر چکی ہوں، اور لوگ اب مجھے اور زیادہ یاد کر رہے ہیں..."

اس کے دل میں ایک ان کہی چبھن اُبھری۔

اس نے پرانے پوسٹس، گانے، لائیو ویڈیوز دیکھیں۔ ہر لمحہ اس کی یادوں کو تازہ کر رہا تھا۔ ہر فریم میں وہی مسکراہٹ، وہی چمک، جواب ماند پڑ چکی تھی۔ ایک لمحہ کو دل چاہا، اسکرین پر ہاتھ رکھ کر ماضی میں واپس چلی جائے... لیکن حقیقت تلخ تھی، اور بہت قریب۔ وہ کچھ دیر تک ساکت بیٹھی رہی، پھر گہری سانس لی اور نیا ٹیب کھولا۔ گوگل میں ٹائپ کیا۔

"Temple near Lahore"

چند مندرز کے نام سامنے آئے

" Shri Krishna Mandir, Ravi Roa"

" Valmiki Mandir, Neela Gumbad"

" Sheetla Mandir, Shah Alami Gate"

اس کی انگلیاں رک گئیں، آنکھوں میں نمی آ گئی۔

"مجھے کوئی جگہ چاہیے جہاں میں اپنے بھگوان سے بات کر سکوں... چاہے وہ جہاں بھی ہو، جیسا بھی ہو۔"

دل میں ایک عجیب سی خلش تھی۔ یہ سرزمین اس کی اپنی نہیں تھی، مذہب، زبان، شناخت سب چھین لیا گیا تھا... لیکن دعا کی طلب اب بھی ویسی ہی تھی۔

"کیا رب صرف مذہب سے پہچانا جاتا ہے؟ یا وہ دل کی زبان بھی سمجھتا ہے؟"

دل نے جواب دیا "وہ سب سنتا ہے۔"

اس نے فیصلہ کر لیا، کل صبح وہ شہر کے ایک پرانے مندر جائے گی جہاں وہ خود کو، اپنے وجود کو، اپنے سچ کو کچھ لمحے کے لیے آزاد محسوس کر سکے۔

یہ "روشنی" کا نہیں... خوشی راجپوت کا سفر تھا۔ اپنی پہچان، اپنے بھگوان، اور اپنے نیائے کی طرف۔

☆☆☆

رات کا کھانا کھاتے ہی زہان اپنے مخصوص انداز میں خاموشی سے اُٹھا، چپ چاپ اپنے کمرے میں آیا۔ چہرہ سنجیدہ، آنکھوں میں وہی پرانا شک، جواب پختہ ہونے لگا تھا۔

ٹیبل پر رکھا لیپ ٹاپ کھولا۔

جو gmail نازنین کے زیرِ استعمال میں تھا وہ زہان نے اسے دیا تھا۔ زہان نے اسے کیمرے میں لیپ ٹاپ کے ساتھ دیکھا تھا اسے تجسّس ہو رہا تھا کہ روشنی نے لیپ ٹاپ میں کیا کیا دیکھا ہو گا۔ لیکن وہ یہ بھول گئی تھی کہ ...زہان ملک کوئی عام انسان نہیں تھا۔ اس نے سسٹم کے بیک اپ لاگز کھولے۔ اور صرف دو کلکس میں Browsing History بحال کر لی، کیونکہ اس نے یہ سسٹم خاص طور پر ایسے ہی مواقع کے لیے configure کیا تھا۔ سکرین پر آتے نتائج نے زہان کی پیشانی پر ہلکی سی شکن ڈال دی۔

Instagram Khushi Rajput Official

YouTube Khushi Rajput Live Performance

Google Search Temples in Lahore

Images Mouna Indian Singer

Facebook RIP Khushi Rajput

زہان کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت، پھر ٹھہراؤ، اور پھر وہی پُراسرار گہرا سکوت چھا گیا۔

"خوشی راجپوت...؟"

وہ سرگوشی میں بولا، جیسے اس نام کی بازگشت خود اس کے اندر گونجنے لگی ہو۔ اس نے ایک تصویر کھولی۔

خوشی کی پرانی انسٹا گرام پوسٹ۔ ہری آنکھیں... چھوٹی ناک...اور وہی زخم خوردہ وقار...اب ان سب میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ زہان نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی، آنکھیں موند لیں...اور ایک گہری سانس لی۔

"اگر تم وہی ہو... تو تم یہاں کیوں ہو؟اور اگر تم نہیں ہو... تو اتنی مشابہت، یہ سب کیوں؟"اگلا قدم اب زہان کا تھا۔ شک اب یقین میں ڈھلنے والا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا، یہ صرف ایک لڑکی کا راز نہیں بلکہ کسی بڑی سازش کا سراغ ہے۔

زہان نے گہری سانس لی، جیسے اندر ابلتے سوالوں کو وقتی طور پر دفن کیا ہو... لیپ ٹاپ بند کیا، اور کرسی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ لمبے زینوں پر چڑھتے قدم خود بخود اسے آگے لیے جا رہے تھے، مگر اس کا ذہن اب بھی سکرین پر رکے لمحے میں الجھا ہوا تھا۔

خوشی راجپوت...روشنی... کون سی حقیقت ہے؟ وہ اپنی دھن میں تھا جب اچانک ایک نرم سا تصادم ہوا۔ زہان کی نظریں چونک کر سامنے اٹھیں۔

سامنے وہی تھی..."روشنی"

ہاتھ میں گلاس تھا، جس میں پانی تھر تھرا رہا تھا۔ وہ بھی ٹھٹھک گئی... سانس جیسے گلے میں اٹک گئی ہو۔ زہان کی آنکھیں ایک لمحے کو اس کے چہرے پر رک گئیں، پھر اس کے ہونٹوں پر ایک خاموش، سرد مسکراہٹ ابھری۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

اس کی آواز دھیمی، مگر معنی خیز تھی۔ خوشی نے گڑبڑاتے ہوئے نظریں چرائیں۔

"پانی لینے گئی تھی...واپس آرہی تھی۔"

زہان نے اس کے ہاتھ میں گلاس دیکھا، پھر نگاہوں کا زاویہ اس کے چہرے تک بڑھایا۔

"رات گئے پیاس...؟"

وہ اب بھی دیکھ رہا تھا جیسے ہر تاثر میں چھپی ہوئی سچائی کھنگال رہا ہو۔

"جی... نیند میں آنکھ کھلی تو..."

زہان آہستہ سے سر ہلاتے ہوئے ایک قدم قریب آیا۔

فاصلہ بہت تھوڑا رہ گیا تھا اور خوشی کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

"احتیاط کیا کرو... نیند میں بھی راہیں گم ہو جاتی ہیں۔"

اس کے لہجے میں کچھ تھا انتباہ بھی، تجسس بھی۔

"جی..."

خوشی نے خود کو بمشکل سنبھالا، اور دھیرے سے پلٹ کر زینے چڑھنے لگی۔

زہان وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کسی انجانے خیال میں الجھا ہوا، جیسے وہ لڑکی صرف اس کے سامنے نہیں، بلکہ اس کے دل کے کسی سوال کا جواب ہو۔

خوشی کمرے میں پہنچی، دروازہ بند کیا، اور پیٹھ دروازے سے لگا کر گہری سانس لی۔

دل ابھی تک دھڑک رہا تھا... نہیں دھڑک نہیں رہا تھا، جیسے اس کی دھڑکنیں اسی کے نام کی تال پر رقص کر رہی ہوں۔

وہ آہستہ آہستہ بستر کے کنارے پر آ کر بیٹھ گئی۔ چہرہ آئینے کی طرف تھا، مگر نگاہیں خلا میں۔

"کیا ہو رہا ہے مجھے...؟" وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

زہان جب قریب ہوتا ہے تو سانسیں خود سے بغاوت کرنے لگتی ہیں۔ نگاہیں جھک جاتی ہیں، اور دل... وہ دل، جیسے ہر دھڑکن میں کوئی نغمہ بج اٹھے۔

"کیوں لگتا ہے کہ وہ... باقی سب سے مختلف ہے؟ کیوں اس کے لفظوں میں اک گہرائی ہے جو میرے دل کو چھو جاتی ہے؟ کیوں اُس کی نظروں میں کچھ ایسا ہے... جو مجھے بھاگنے نہیں دیتا؟"

وہ کھڑکی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی، چاندنی خاموشی سے اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔

"کیا میں... واقعی بدل رہی ہوں؟ یا یہ دل ہے جو اب سچ سننے کے لیے تیار ہو رہا ہے؟"

وہ خاموشی سے باہر دیکھتی رہی اور اس لمحے کو، جس میں پہلی بار محبت نے سرگوشی کی تھی۔

☆☆☆

آج سنڈے تھا۔رات کی ہلکی ہلکی بارش نے موسم کو نہ صرف خوشگوار بنادیا تھا بلکہ فضا میں تازگی کی لپٹ سی بکھیر دی تھی۔

زہان ملک حسبِ معمول لان میں موجود آرام دہ کرسی پر بیٹھا لیپ ٹاپ گود میں رکھے کام میں مصروف تھا۔دھوپ اور چھاؤں کے کھیل میں وہ مکمل یکسوئی سے فائلز دیکھ رہا تھا۔

اسی لمحے،نرم قدموں کی چاپ پر اس نے سر اٹھایا۔

سامنے خوشی تھی سیاہ سادہ شلوار قمیص میں،سر پر ایک باریک سا ڈوپٹہ جو بار بار پھسل کر کندھوں پر آجاتا،اور وہ ہر بار جھجکتے ہوئے ہاتھ سے اسے سنبھالتی۔

"آپ نے بلایا...زہان جی؟"وہ ہلکی آواز میں بولی،نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

زہان نے ایک لمحہ اس کے چہرے کو دیکھا،پھر بھنویں چڑھا کر جھنجھلا گیا۔

"پہلے تم میرا نام لینا سیکھ لو زہان۔۔!جہان نہیں۔"

خوشی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔وہ فوراً نظریں نیچی کیے ہوئے بولی۔

"سوری،جی۔"

زہان نے لیپ ٹاپ بند کیا اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگائی۔

"یہ 'جی' بھی رہنے دو...عجیب لگتا ہے۔صرف زہان کافی ہے۔"

"مگر...آپ میرے مالک ہیں۔"خوشی نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

زہان ایک لمحے کو خاموش رہا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔

"مالک نہیں، صرف انسان ہوں۔ اور ایک انسان کو انسان کہہ کر بلانا سیکھو یہی کافی ہے۔"

وہ پل بھر کو چپ رہی، جیسے کچھ سوچ رہی ہو، پھر ہولے سے بولی۔

"جی ٹھیک ہے....۔"

زہان نے اس کے لہجے میں ہلکی کپکپاہٹ محسوس کی، جیسے وہ یہ نام لیتے ہوئے کچھ چھپا رہی ہو، یا کوئی پرانا نام بھلا رہی ہو۔

"بیٹھو، تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

خوشی نے خاموشی سے کرسی کھینچی اور سامنے بیٹھ گئی۔ ڈوپٹہ ایک بار پھر پھسلا، اس بار اس نے بغیر سنبھالے سر جھکا لیا۔

زہان...اب بھی اس کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا، جیسے اس چہرے کی تہوں میں کوئی راز چھپا ہو، کوئی پرانی آہٹ، جو اس کے دل کو کہیں اندر چھو رہی ہو۔ وہ لمحہ بھر خاموش رہا، پھر پرس سے کچھ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

"یہ لو..."

زہان نے بیس ہزار روپے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

خوشی نے چونک کر ان نوٹوں کو دیکھا، پھر نظریں زہان پر جم گئیں۔

"یہ کیا ہے؟"

"ظاہر ہے...پیسے ہیں۔"

"مگر یہ کیوں۔۔؟"

"میں نے تمہیں ایڈوانس سیلری دی ہے۔۔"زہان نے سادگی سے جواب دیا۔

خوشی نے فوراچہرہ سخت کیا، جیسے یہ بات اسے ناگوار گزری ہو۔

"مگر میں نے تو کہا تھا...کہ میں بغیر سیلری کے کام کروں گی۔"

زہان کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، جو طنز سے خالی تھی، صرف سچائی لیے ہوئے۔

"ہاں، تم نے کہا تھا...مگر ہم اتنے بے حس نہیں کہ ہمارے گھر کام کرو،اور ہم تمہیں کچھ نہ دیں۔یہ رکھ لو، تمہارے کام آئیں گے۔"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے..."خوشی نے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا۔

"پیسوں کی ضرورت کسی کو نہیں ہوتی، جب تک وقت تھپڑ نہ مار دے۔"زہان نے اس بار اس کے لہجے میں موجود انکار کو غور سے سنا، پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

خوشی ایک لمحے کو ساکت رہ گئی۔وہ لفظ جیسے اس کے دل پر آکر گرے ہوں۔

"رکھ لو...یہ احسان نہیں ہے، یہ تمہاری کمائی ہے۔"

وہ آہستگی سے پیسے تھام لیں، مگر نگاہیں ابھی بھی اس کے چہرے کو ٹٹول رہی تھی جیسے وہ جاننا چاہتی ہو کہ اس شخص کی نظروں میں آخر اس کے لیے کیا ہے؟ ہمدردی؟ شک؟ یا... کچھ اور؟

زہان نے آہستہ سے رخ پھیر لیا۔

"اب جاؤ... اور کچھ دیر سکون کرو۔ موسم تمہارے جیسا ہی الجھا ہوا ہے آج۔"

خوشی نے پل بھر کو خاموشی سے اس کی پشت کو دیکھا... پھر دبے قدموں سے واپس پلٹ گئی۔

پیچھے رہ گیا زہان اور اس کے دل میں ابھرتا وہ سوال...

"کون ہو تم روشنی؟ اور کیوں ہر دن تم، مجھے خود سے قریب لگنے لگی ہو؟"

☆☆☆

پیسے لینے کے بعد، وہ خاموشی سے کمرے میں آئی۔ ہاتھ میں پکڑے نوٹوں کو کچھ لمحے دیکھا... پھر جلدی سے وارڈروب کھولی، اپنا ماسک نکالا اور چہرے پر پہنا۔ دوپٹہ پہلے سے سر پر تھا، مگر اس بار اس نے اسے اچھی طرح لپیٹ لیا جیسے ہر زاویے سے خود کو چھپانا چاہتی ہو۔ پھر آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولا... اور قدموں کی ہلکی چاپ کے ساتھ ملک ولا کے باہر نکل گئی۔ سامنے لان، گیٹ، گلی... سب کچھ چپ تھا، مگر وہ جانتی تھی کہ ہر قدم پر کوئی نہ کوئی نظریں تعاقب میں ہیں۔

ادھر زہان، جو کب سے اس کی حرکات پر نظر رکھے ہوئے تھا، اوپری فلور کی کھڑکی سے اسے نکلتا دیکھ چکا تھا۔ اس نے فوراً اپنی چابی اٹھائی، اور بنا کسی شور کے ولا سے نکلا۔ گاڑی اسٹارٹ نہیں کی بلکہ وہ خود ہی پیچھے پیچھے چلنے لگا، فاصلے کا خیال رکھتے ہوئے۔

وہ گلیوں میں تیز قدموں سے چل رہی تھی، جیسے کوئی فیصلہ کر چکی ہو۔ چوک سے آگے جا کر اس نے ایک رکشے والے کو روکا اور بیٹھ گئی۔ زہان نے رکشے کی نمبر پلیٹ ذہن میں محفوظ کی، فوراً اپنی گاڑی نکالی، اور فاصلے پر چلنے لگا۔

خوشی پہلی بار نیلا گنبد کے علاقے میں داخل ہوئی تھی۔

انارکلی بازار کی گہما گہمی پیچھے رہ چکی تھی، اور اب سامنے ایک خاموش، پرانی عمارت تھی۔

"والمیکی مندر۔"

مندر کی دیواریں وقت کی تھکن لیے کھڑی تھیں، مگر ان پر عجیب سی وقار بھری تازگی تھی، جیسے ہر اینٹ نے صبر کا سبق پڑھ رکھا ہو۔ اس نے آہستگی سے قدم بڑھائے۔ دروازے پر جوتے اتارے، سر پہ دوپٹہ درست کیا، اور سنگِ مرمر کی ٹھنڈی فرش پر ننگے پاؤں چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اندر ایک ہلکی سی گھنٹی کی آواز آ رہی تھی، کسی بزرگ پجاری کی مدھم آواز میں منتر سنائی دے رہے تھے، اور کونے میں ایک چھوٹا سا چراغ روشن تھا۔ جس کی لو جیسے صدیوں سے جلتی چلی آ رہی ہو۔ خوشی کچھ لمحے خاموش کھڑی رہی۔ پھر آگے بڑھ کر چراغ کے قریب پہنچی۔ ایک چھوٹا سا دیا روشن کیا، اور ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کر لیں۔

مدھم آواز میں اس کے ہونٹ لرزنے لگے، مگر وہ آواز، اس کی روح کی گہرائی سے نکل رہی تھی۔

"بھگوان... آپ تو سب جانتے ہیں نا؟ میرا من کیا چاہتا ہے، یہ بھی آپ سے چھپا نہیں۔ یہ میرا دیس نہیں... یہ میرا وطن نہیں... مگر پتہ ہے؟ جب یہاں سے جانے کا سوچتی ہوں تو دل جیسے خالی سا ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی اپنا چھوٹ رہا ہو۔" ایک ہلکی سانس اس کے ہونٹوں سے نکلی۔ جیسے دل پر رکھا بوجھ تھوڑا سا ہلکا ہوا ہو۔

"مجھے ان لوگوں کے ساتھ رہنا اچھا لگتا ہے... جن کے مذہب، بولی، رسمیں سب الگ ہیں، مگر دل میں محبت ہے، سچائی ہے۔ کریپا کریں... میری سہایتہ کریں۔ میں کیا کروں، کہاں جاؤں؟ سچ میں... بس سچ کی تلاش ہے۔"

چراغ کی لو جیسے لمحہ بھر کو تھرتھرائی ہو... اور مندر کے صحن میں ہلکی سی ہوا چلنے لگی۔ جیسے بھگوان نے اس کی پکار سن لی ہو۔ وہ کئی دیر تک خاموش رہی... اس کے ہونٹ ہلے، مگر آواز نہ نکلی صرف دل بول رہا تھا۔ ایک ایسا دل جو کبھی آگرہ اور ممبئی کے اسٹیج پر دھڑکتا تھا، اور آج لاہور کے ایک گمنام مندر میں لرز رہا تھا۔

کچھ لمحے بعد وہ خاموشی سے مندر کے صحن میں آئی۔ دیواروں پر بنے دیوی دیوتاؤں کے نقوش کو دیکھا، جنہیں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا... مگر آج وہ سب اتنے اجنبی بھی نہ لگے۔ دور، مندر سے تھوڑا ہٹ کر، ایک سڑک کے کنارے ایک سیاہ SUV خاموش کھڑی تھی۔ اس کی فرنٹ سیٹ پر، زہان ملک چشمہ لگائے، ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھے، گاڑی کی کھڑکی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مگر وہ صرف دیکھ نہیں رہا تھا... وہ پڑھ رہا تھا۔ اس کے لباس کے پار، اس کے دوپٹے کے پیچھے، اس کی خاموشی، اس کی لرزش، اس کے جھکے سر میں چھپے راز۔

"تو روشنی ہندو ہے۔۔؟"

زہان کی آنکھوں میں ایک تیز جھماکا ہوا۔

تصویر صاف ہونے لگی... کچھ ایسا جو ابھی تک دھند میں تھا۔

مندر سے نکلتے ہوئے خوشی نے ایک آخری نظر پیچھے ڈالی۔اور دروازے کے پاس جا کر گھنٹی بجائی۔

وہی خاموش سی دعا، وہی اندر کی کپکپاہٹ۔زہان دور سے اسے نکلتا دیکھ رہا تھا۔وہ خاموش تھا، لیکن اندر کوئی طوفان سا اٹھ چکا تھا۔خوشی نے باہر آ کر رکشہ روکا۔

"ملک ولا جانا ہے۔"

اس نے کہا اور بیٹھ گئی۔رکشہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔وہ خاموشی سے باہر دیکھتی رہی... مگر اس کے دل میں ایک عجب سا سکون تھا، جیسے کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ مل گیا ہو۔

دور، زہان نے بھی اپنی گاڑی اسٹارٹ کی۔لیکن اب وہ محض نگرانی نہیں کر رہا تھا اب وہ سچ کی تہہ میں جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

☆☆☆

رات کا کھانا کھانے کے بعد پورے گھر میں ایک پُر سکون خاموشی چھا چکی تھی۔

ملک ولا کے فرحت بخش ماحول میں، فرحانہ بیگم کے کمرے سے قرآن کی تلاوت کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ فرحانہ بیگم، نازنین اور زہان ایک ساتھ قالین پر بیٹھے تھے۔

سامنے چائے کی ٹرے رکھی تھی، اور فرحانہ بیگم کے ہاتھ میں "فضائلِ اعمال" کی پرانی جلد تھی، جس کے صفحات وقت کے ساتھ زرد ہو چکے تھے، مگر ان میں موجود حرف آج بھی دلوں کو زندہ کرتے تھے۔ فرحانہ بیگم کی آواز نرم تھی، مگر الفاظ میں تاثیر تھی۔

پھر انہوں نے پڑھتے پڑھتے نظروں کا زاویہ بدلا اور نازنین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"روشنی کو بھی بلاؤ... قرآن کی بات سب کے لیے ہوتی ہے۔"

نازنین فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی امی..."

نرمی سے بول کر وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

زہان جو خاموشی سے بیٹھا تھا، ایک پل کے لیے چونکا۔ وہ جانتا تھا، ابھی کچھ دیر پہلے وہ لڑکی جس کا نام وہ روشنی سمجھتا ہے، مندر جا کر آئی تھی... اور اب اسی کے کانوں میں اللہ کے کلام کی گونجنے والی تھی۔ یہ تضاد... یہی تو وہ تھا، جو زہان کو بے چین کر رہا تھا۔

خوشی آہستگی سے اندر داخل ہوئی۔ دوپٹہ سلیقے سے سر پر تھا، نظریں جھکی ہوئی تھیں، قدم مدھم اور محتاط۔ کمرے کی پُر سکون فضا میں صرف صفحات پلٹنے کی آواز تھی۔

وہ فرش پر قالین کے کنارے آ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ زہان نے سرسری نگاہ اس پر ڈالی... مگر وہ نگاہ زیادہ دیر روکی نہ جا سکی۔ اس کی براؤن آنکھیں یکدم خوشی کی ہری آنکھوں سے جا ٹکرائیں... ایک لمحے کو جیسے وقت رک گیا۔ خوشی نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہ نظر سوال بن کر زہان کے دل میں اتر گئی۔ مگر اگلے ہی لمحے، وہ نظر جھک گئی، جیسے کوئی راز بے قابو ہونے سے بچا لیا گیا ہو۔

فرحانہ بیگم نے اپنی عینک کو درست کیا، اور کتاب کھولی۔

صفحات میں دبی ایک تسبیح کھسکی، اور پھر ان کی آواز گونجی نرمی، وقار اور محبت کے ساتھ۔

"بیٹا، آج ہم سب کو ایک بہت ہی عظیم سبق سننے کو ملے گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کا سفر..."

کمرے میں خاموشی چھا گئی، اور فرحانہ بیگم نے آہستہ آہستہ واقعہ سنانا شروع کیا۔

"جب اہلِ طائف نے نبی کریم ﷺ پر پتھر برسائے، اور قدموں سے خون بہنے لگا... تو جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے، اور کہا کہ اگر آپ حکم دیں، تو دونوں پہاڑ ان لوگوں پر گرا دیے جائیں..." خوشی کی پلکیں لرزیں۔

"تو انھوں نے کیا فرمایا...؟"

"نہیں! شاید ان کی اگلی نسل ایمان لے آئے... یہ تھا ہمارے نبی کا حکم... ان کا صبر، ان کی رحمت۔"

خوشی کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھنے لگیں۔آنکھوں میں نمی تیرنے لگی... جیسے وہ کسی اور زمانے کی مٹی سے آئی ہو،اور یہاں بیٹھ کر ایک ایسی روشنی کو سن رہی ہو، جس نے اسے خود پر سوال اٹھانے پر مجبور کر دیا ہو۔زہان خاموشی سے اس کا چہرہ پڑھ رہا تھا...وہ روشنی کے روپ میں بیٹھی لڑکی۔اس کے اندر جیسے کئی دنیائیں آباد تھیں۔فرحانہ بیگم کی آواز، جیسے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی ہو، آیت کے ساتھ مزید مدھم، مگر پُراثر ہو گئی۔

"فَصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا..."

(پس خوب صبر کرو خوبصورت صبر۔)

خوشی کے دل میں جیسے کوئی شگاف سا پڑ گیا ہو۔

یہ الفاظ صرف تلاوت نہیں لگے، یہ اس کے دل پر پڑی گرد کو ہٹانے والے جھونکے تھے۔اس کی پلکیں لرزیں،اور ہری آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

"وہ حضرت محمد کون تھے...؟"خوشی بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

فرحانہ بیگم چونک گئیں،ان کی نظریں بے اختیار خوشی کے چہرے پر جم گئیں۔

زہان، جو تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا، آہستہ سے سیدھا ہوا۔نازنین نے بھی حیرت سے خوشی کی طرف دیکھا۔

"تم نے کیا کہا...؟"فرحانہ بیگم نے دھیمے مگر قدرے حیران لہجے میں پوچھا۔

خوشی نے نظریں جھکا لیں، مگر آواز میں لرزش تھی۔

"میں نے پوچھا کہ... حضرت محمد ﷺ کون تھے؟"

"میں جانتی ہوں آپ سب انہیں نبی کہتے ہیں، لیکن... میں انہیں نہیں جانتی۔"

کمرے میں لمحہ بھر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"کیا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتی...؟"

خوشی نے نفی میں سر ہلایا۔

فرحانہ بیگم کا چہرہ ایک پل کے لیے سنجیدہ ہو گیا، جیسے ان کے دل میں کچھ ٹوٹا ہو...

زہان کی بھنویں ایک ساتھ سکڑ گئیں، اور نازنین کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"کیا تم... حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کبھی کچھ نہیں سنا۔؟"

فرحانہ بیگم کی آواز اب بھی نرم تھی، لیکن اس میں حیرت کی نمی شامل ہو چکی تھی۔

"میرے ماں باپ نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں کہا ہے۔۔"خوشی نے نظریں نیچی کیے، آہستگی سے جواب دیا۔ کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

زہان نے نظریں جھکا لیں، جیسے کچھ سمجھ رہا ہو، اور کچھ کھو رہا ہو۔

فرحانہ بیگم نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"بیٹا...وہ صرف ہمارے نبی نہیں، وہ پوری انسانیت کے لیے رحمت ہیں۔ جس نے عورت کو عزت دی، یتیم کو سہارا دیا، غلاموں کو آزاد کیا۔ جو سچائی کا علمبردار، محبت کا پیغامبر، اور صبر کا تاجدار تھا۔" خوشی کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"کیا وہ بھی میری طرح کبھی تنہا ہوئے ہوں گے۔؟"

فرحانہ بیگم نے فوراً کہا۔

"وہ یتیم پیدا ہوئے، ان کی ماں چھوٹی عمر میں انتقال کر گئیں، دادا اور پھر چچا کے سائے میں پلے۔ انہوں نے تنہائی دیکھی، بے بسی جھیلی، مگر پھر بھی لوگوں کو معاف کیا، اور ان کے لیے دعا کی۔"

خوشی کی ہری آنکھیں اب اشکبار تھیں۔

"تو کیا...میں بھی ان کے بارے میں جان سکتی ہوں...؟ ایسا لگتا ہے...جیسے میرا دل ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

فرحانہ بیگم نے دھیرے سے مسکرا کر اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

"ہاں بیٹا، تم نہ صرف ان کے بارے میں جان سکتی ہو...بلکہ شاید تم ان سے بہت قریب ہو کیونکہ تلاش ہمیشہ اسے ملتی ہے جسے دل سے چاہا جائے۔" خوشی نے خاموشی سے اپنا دوپٹہ سر پر ٹھیک کیا، اور آہستگی سے وہاں سے اٹھ گئی۔

قدم ہلکے تھے، مگر دل میں طوفان مچ رہا تھا۔

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر لفظ اس کے ہونٹوں تک آ کر رک گئے۔

زہان نے جاتے ہوئے ایک لمحے کو اسے دیکھا۔ وہ جو ابھی تک روشنی تھی، اب جیسے سچ میں "خوشی" بننے کے سفر پر چل پڑی تھی۔

خوشی کمرے میں پہنچی، دروازہ بند کیا اور بیڈ کے کونے پر بیٹھ گئی۔

وہ تھکی ہوئی نہیں تھی، مگر دل عجیب بوجھ سے دبا جا رہا تھا۔

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم..."

وہ آہستہ سے یہ نام دہرائی۔

پہلی بار... ایک نام اتنا بھاری کیوں لگا؟ کیوں اس نام میں سکون تھا... مگر ایک انجانی کشش بھی؟

وہ سمجھ نہیں پائی بس کمرے کی لائٹس بند کر کے سو گئی۔

☆☆☆

"انڈیا، آگرہ۔"

پرکاش راجپوت خاموشی سے کھڑا تھا۔

سامنے ایک فریم میں خوشی کی مسکراتی تصویر لگی تھی۔

نیچے سفید چادر، چند تازہ پھول اور ایک سنہری فریم جس کے گرد ہار چڑھایا گیا تھا۔ وہ اس تصویر کو دیکھ کر رو رہا تھا۔ میں تمہیں بچا نہیں سکا بھری جوانی میں تم ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔

پرکاش کی آواز رندھ گئی۔ وہ تصویر کو دیکھتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا، جیسے کوئی پچھتاوا اس کی روح کو چیر رہا ہو۔

"تمہارا قصور کیا تھا خوشی...؟ صرف اتنا کہ تم اپنی مرضی سے جینا چاہتی تھی؟"

اس نے آہستہ سے تصویر کو چھوا" جتنی بھی شہرت ملی، اتنے ہی دشمن بنے... اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں سنگر بننے نہیں دیتا..."

"پتا جی مما کہہ رہی ہیں کھانے کے لیے آجائیں.."—"اننیا نے آہستہ آواز میں کہا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے..."

"ایسے کیسے بھوک نہیں ہے آئیں کھانا کھائیں۔" سونیا راجپوت بھی آکر کھڑی ہوئی۔

پرکاش نے بھیگی آنکھوں سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

سونیا اور اننیا کھڑی تھیں۔ ایک بیٹی جو خوشی کی چھوٹی بہن تھی، اور ایک ماں جو ہر دن اپنی بیٹی کی یاد میں بکھرتی جا رہی تھی۔

سونیا آگے بڑھ آئی۔

"خوشی کو تم نے نہیں کھویا صرف، میں نے بھی کھویا ہے۔ اور اننیا؟ وہ بھی اسی ماں باپ کی بیٹی ہے، اسے بھی ماں باپ کی ضرورت ہے، خوشی کی طرح نہ بناؤ اسے۔"

پرکاش نے اپنی بیوی کے چہرے کی طرف دیکھا۔

جیسے برسوں کا تھکا ہوا وقت ان کے چہروں پر لکھی کوئی خاموش کتاب ہو۔

"مجھے معاف کر دو، سونیا... میں کمزور باپ نکلا، میں خوشی کو بچا نہ سکا..."

سونیا کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔

"وہ گئی نہیں ہے پرکاش... وہ آج بھی ہمارے بیچ کہیں زندہ ہے۔ ہم اس کی آواز میں، اس کی مسکراہٹ میں، اس کی بہن کی آنکھوں میں... ہر جگہ اسے محسوس کرتے ہیں۔ پر تم یوں ٹوٹ جاؤ گے تو اننیا کو کون سنبھالے گا؟"

پرکاش نے آہستہ سے اننیا کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں، اب کچھ نہیں ٹوٹے گا۔ اور جس نے یہ سب کیا ہے، وہ ضرور سزا پائے گا۔"

اننیا نے باپ کا ہاتھ تھام لیا، اور تینوں خاموشی سے ایک ساتھ چل دیے...

☆☆☆

"ناظرین، ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ کراچی کے مشہور علاقے 'ایمپریس مارکیٹ' کے قریب بم دھماکہ ہوا ہے، جس میں دو سو سے زائد افراد جان کی بازی ہار چکے ہیں، جب کہ درجنوں زخمی اسپتالوں میں زیرِ علاج ہیں۔" نیوز اینکر کی آواز میں لرزش تھی، مگر وہ پیشہ ورانہ انداز میں خبریں سنا رہی تھی۔

سامنے بڑی اسکرین پر خون سے لت پت مناظر، ایمبولینسوں کی چیخیں، اور لوگوں کی آہیں فضا کو بوجھل کر رہی تھیں۔

کمرے میں خاموشی کا راج تھا، لیکن آنکھیں غصے سے دہک رہی تھیں۔

راز 17، بدر 9، اور سرکار X تینوں اسکرین کے سامنے کھڑے تھے، جیسے آگ کا طوفان اندر ہی اندر ابل رہا ہو۔

"شٹ۔!" راز 17 نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں اور دیوار پر زور سے مکا مارا۔

"اگر ایک بار بگ بی میرے ہاتھ لگ جائے... قسم ہے مجھے، ایسا حال کروں گا کہ وہ موت کے لیے ترسے گا، اور موت بھی اسے نصیب نہیں ہو گی!"

"یہ صرف بلاسٹ نہیں... یہ ریاست کو للکارنے کی کوشش ہے۔ اب ہم خاموش نہیں رہیں گے۔" سرکار X نے گہری سانس لی، اور پھر دھیرے سے بولا۔

بدر 9 نے جلدی سے لیپ ٹاپ آن کیا۔

"ہماری سیٹلائٹ نے بلوچستان کے سرحدی علاقے میں مشکوک حرکت نوٹ کی ہے، وہیں سے دھماکے سے کچھ دیر پہلے ایک خفیہ سگنل ٹریس ہوا ہے... جس کا لنک بگ بی کے پرانے نیٹ ورک سے جڑتا ہے۔"

راز 17 آگے بڑھا۔

"تو اب وقت آ گیا ہے... اسے چھپنے نہیں دینا۔ ہر کونے میں چھان بین کرو!"

راز 17 کی آواز کسی فوجی جنرل کی طرح گونجی۔

"اس بار ہمیں صرف ٹریس نہیں کرنا، اسے زندہ پکڑنا ہے!"

اس کا لہجہ فولاد جیسا سخت اور ناقابلِ تردید تھا۔

کمرے میں کچھ لمحے سناٹا چھا گیا۔ پھر بدر 9 آگے بڑھا، اس کے چہرے پر فکر اور بے چینی کی گہری پرچھائیاں تھیں۔

"سر... مسئلہ یہ ہے کہ وہ جان چکا ہے ہم اس آپریشن پر کام کر رہے ہیں۔"

وہ تھوڑا رکا، پھر تیز لہجے میں بولا۔

"اب ہمارے پاس نہ اس کی موجودہ لوکیشن ہے، نہ ہی کوئی تازہ فوٹیج۔ اس کا چہرہ پچھلی بار بھی دھندلا تھا۔ اور... اور وہ فرار ہو گیا، جیسے زمین کھا گئی ہو یا آسمان نگل گیا ہو۔ ہم نے تمام راستے کھنگال ڈالے، لیکن کوئی سراخ نہیں ملا۔"

"جب دشمن سائے میں چھپ جائے، تو روشنی بن کر اس پر حملہ کرو... ہمیں روشنی بننا ہے۔" سرکار X نے خاموشی سے فائل بند کی، اور ٹھنڈی مگر پراثر آواز میں کہا۔

راز 17 نے گھڑی پر نظر ڈالی، پھر سر اٹھا کر دونوں کو دیکھا۔

"چوبیس گھنٹے۔ بس اتنا وقت ہے تمہارے پاس۔ بگ بی اگر زندہ بچ گیا، تو ہر شہید کی روح ہم سے سوال کرے گی۔"

"سر... اگر ہم نے اسے نہ پکڑا... تو وہ اگلا حملہ کہیں اور کرے گا۔ شاید اسلام آباد، شاید لاہور، شاید... ہمارے گھر کے قریب..." بدر 9 نے دبی آواز میں کہا۔

"اسے نہ ہمارے گھروں کا پتہ ہے، نہ ہمارے چہروں کی شناخت... لیکن اتنا ضرور جانتا ہے کہ ہم ایجنٹس ہیں خفیہ، تربیت یافتہ، اور اس کے پیچھے!"

راز 17 کی آواز میں نفرت کی لپک تھی۔

"وہ ڈرا ہوا ہے، اور خوف زدہ دشمن ہمیشہ بزدلی سے وار کرتا ہے۔"

"وہ براہِ راست ہم پر وار کرنے کی ہمت نہیں رکھتا، اس لیے معصوموں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ دو سو زندگیاں... صرف اس لیے کہ وہ خود کو طاقتور دکھانا چاہتا ہے؟" بدر 9 نے سختی سے کہا۔

"یہ جنگ اب خفیہ نہیں رہی۔ بزدلی کی حد پار ہو چکی ہے... اور جب دشمن حد سے گزر جائے، تو جواب بھی حد سے آگے دیا جاتا ہے۔" سرکار X نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کرسی سے پشت ہٹائی۔

راز 17 نے دیوار پر لگی اسکرین کی طرف دیکھا جس پر بکراچی دھماکے کے مناظر رکے ہوئے تھے۔

"کیا لگتا ہے سر... بگ بی کہاں ہو گا؟"

بدر 9 نے راز 17 کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا، جیسے دل میں طوفان لیے، وہ بھی جواب کا منتظر تھا۔

"کراچی کا دھماکہ... بس ایک دھوکہ تھا ایک چال، تاکہ ہم رخ بدل لیں۔" راز 17 نے لمحہ بھر خاموشی سے سکرین پر نظریں جمائے رکھیں، پھر آہستہ سے بولا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا، جیسے ہر قدم اس کی سوچ کی گہرائی کی نمائندگی کر رہا ہو۔

"میرا دل کہتا ہے وہ لاہور میں ہی ہے۔"

"یہ اس کا طریقہ ہے، سراغ غلط جگہ دے کر خود نظروں سے اوجھل رہنا۔"

"تو کیا ہم اپنا وقت کراچی میں ضائع کریں گے ؟" بدر 9 نے الجھ کر پوچھا۔

"نہیں..." راز 17 کی آنکھوں میں عزم چمکنے لگا۔

"ہم دھوکہ کھائیں گے نہیں... دھوکہ دیں گے !"

"میں اپنی ٹیم کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں ایک دستہ کراچی روانہ ہوگا، صرف اتنا شور مچانے کے لیے کہ ہم ادھر متوجہ ہیں... اور اصل سرچ لاہور میں ہوگی، خاموش، محتاط... اور مہلک۔ اور یاد رکھو، ڈھونڈنے سے خدا بھی ملتا ہے... یہ تو پھر صرف ایک بزدل قاتل ہے !" وہ رُکا، اور ہر ایجنٹ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہم بگ بی کو صرف پکڑیں گے نہیں... ہم اسے دنیا کے سامنے ننگا کریں گے !" سرکار X نے پہلی بار سر ہلایا۔

بلکل اب کام پر لگ جائیں... میں ٹیم کے پاس جا رہا ہوں... اتنا کہتے ہوئے وہ وہاں سے نکل گیا۔

☆☆☆

دو مہینے گزر چکے تھے... زہان ملک نے روشنی کے بارے میں ہر ممکن طریقے سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر جتنا وہ آگے بڑھا، اتنا ہی یہ لڑکی ایک گتھی بنتی گئی۔

شروع میں اس نے اسے عام سی کوئی کال گرل سمجھا مگر وقت کے ساتھ وہ اندازہ غلط ثابت ہوا۔ اس نے اپنے ذرائع سے فنگر پرنٹس نکالے، بائیو ڈیٹا، شناختی تفصیلات، حتیٰ کہ نادرا، پولیس اور امیگریشن کے ریکارڈز تک چھان مارے۔ مگر..."روشنی" نام کی کوئی لڑکی تھی ہی نہیں! نہ کوئی شناختی کارڈ، نہ کوئی بایو میٹرک ریکارڈ، نہ ہی کسی اسپتال یا تعلیمی ادارے کی فہرست میں اس کا کوئی اندراج۔

"کون ہو تم؟ کہاں سے آئی ہو؟"

یہ سوال اب زہان کے ذہن میں روز گونجتا تھا۔

ایک لمحے کو اسے لگا جیسے وہ کسی بہت بڑے فراڈ کا شکار ہو رہا ہے۔

یا پھر شاید وہ لڑکی واقعی اپنی پوری شناخت مٹا کر آئی ہے۔

"یا پھر... وہ وہی ہے... جس کے بارے میں کوئی سوچنا بھی نہیں چاہتا..."

زہان کے دل میں ایک عجیب سا خدشہ ابھرنے لگا۔ مگر وہ اسے جھٹک کر رہ جاتا۔ کیونکہ یہ خدشہ... اگر سچ ثابت ہوا... تو پوری دنیا ہل جائے گی۔ زہان فون پر کسی سے گہری، سنجیدہ بات کر رہا تھا۔ چہرے پر تشویش اور آنکھوں میں سوچوں کی گہرائی تھی۔

اسی لمحے دروازہ ہولے سے کھلا۔ اور خوشی، ہاتھ میں ٹرے لیے، دبے قدموں کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی نظر زہان پر پڑی، اور وہ ٹھٹھک گئی۔ کچھ لمحے وہ یونہی کھڑی رہی۔ جیسے اس وجود کو آنکھوں کے ذریعے دل میں اتارنا چاہتی ہو۔

"کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے...

اور پھر سارا کا سارا... صرف ایک ہی کیوں لگتا ہے؟"

دل نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

زہان کی نظر اس پر پڑی تو وہ فوراً چونک گئی، ہڑبڑا کر آگے بڑھی اور کافی کا مگ ٹیبل پر رکھ دیا۔

جیسے ہی وہ پلٹ کر جانے لگی، زہان نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ خوشی کا دل ایک لمحے کو رک کر تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے پلٹ کر حیرت سے دیکھا۔

زہان اب بھی فون پر بات کر رہا تھا... اور ہاتھ... زہان نے پکڑا تھا۔ وہ شرمائیں۔ خوشی نے نظریں جھکائیں، چہرے پر وہی ہلکی سی مسکراہٹ... جو دراصل دل کی بے چینی کو چھپانے کی کوشش تھی۔

زہان۔ جو اب فون کال بند کر چکا تھا اچانک اپنی جگہ سے اٹھا۔ اگلے ہی لمحے... اس نے خوشی کے دونوں بازو مضبوطی سے تھامے، اور اسے دیوار سے جا لگایا۔

خوشی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، سانسیں اٹکنے لگیں۔

"کون ہو تم؟"

زہان کی آواز فولاد جیسی تھی۔

کافی کا کپ پکڑاتے ہوئے اس نے اس کی کلائی پر اوم کا نشان دیکھا تھا۔

پھر زہان نے سرد مہری سے اپنی جیب سے پستول نکالا، اور اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔

"جو پوچھ رہا ہوں...اس کا جواب دو!"

اس کی آنکھوں میں شک، غصہ اور بداعتمادی کا طوفان تھا۔

خوشی کا سارا رنگ اڑ گیا۔ ہونٹ کپکپائے، وہ سوال نہیں تھا، دھاڑ تھی۔

زہان کی گرفت سخت تھی اور آواز میں ایسا طنز جیسے لفظ زہر میں بجھا دیے گئے ہوں۔

"میں روشنی ہوں۔۔"اس نے فوراً جواب دیا۔ زہان نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں تم روشنی نہیں ہو۔۔ تم کوئی مجرم ہو۔۔۔"

"م...میں۔۔۔ میں کوئی مجرم نہیں ہوں...!"

خوشی کی آواز کپکپائی، پلکیں بھیگنے لگیں۔

"مجرم نہیں ہو، چور بھی نہیں...تو کیا جاسوس ہو؟ یا ایجنٹ؟"

زہان نے جھٹکے سے اس کی کلائی پکڑ کر نشان پھر سے دیکھا۔

"ن...نہیں...میں ایسی کچھ بھی نہیں ہوں!"

خوشی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا، جیسے ہر جھوٹ سے خود کو الگ کرنا چاہتی ہو۔

زہان کا چہرہ اس کے چہرے کے قریب تھا۔

"مجھے سچ جاننا ہے، روشنی!"

خوشی کی آنکھوں سے بہتے آنسو اس کے گالوں پر ٹھہرنے بھی نہ پائے تھے کہ زہان کا لہجہ مزید سرد اور کاٹ دار ہو گیا۔

"میرے پاس تم پر شک کرنے کے بہت سارے وجہ ہیں!"

وہ اب اس کے قریب آ چکا تھا، نظریں جیسے اس کی روح کو چیرنے لگیں۔

"جس دن تم ملی تھی، تم نے اچھے خاصے کپڑے پہنے تھے...دس ہزار روپے بھی تھے...!"

زہان کی انگلی ہوا میں اشارہ کر رہی تھی جیسے ہر بات ایک ایک کر کے خوشی کے جھوٹ کو ننگا کر رہی ہو۔

"اور تمہاری باتوں کا انداز، تمہارا لہجہ...وہ کسی ان پڑھ، بے سہارا لڑکی کا ہو ہی نہیں سکتا...اور اب یہ!"

اس نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا، جہاں "اوم" کا نشان اب بھی واضح تھا۔

"اب یہ نشان! تم مسلمان نہیں ہو۔۔تم عام لڑکی بھی نہیں ہو، تم کوئی اور ہو، روشنی...یا شاید تمہارا اصل نام بھی یہی نہ ہو!"

خوشی کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں، دل جیسے سینے کو توڑ کر باہر آ جائے گا۔آنسوؤں کا ایک قطرہ اس کے گال سے ٹپکا۔کچھ لمحے گزرے...وہ خاموش رہی...جیسے ہمت جمع کر رہی ہو۔

پھر وہ بولی۔ مدھم، گھٹی گھٹی آواز میں... جیسے ہر لفظ اس کے حلق میں چبھ رہا ہو۔

"میں... خوشی راجپوت ہوں... انڈیا آگرہ کی رہنے والی... ایک سنگر..."

زہان کے قدم ایک لمحے کو پیچھے ہٹے، جیسے زمین ہل گئی ہو۔

"کیا؟ خوشی راجپوت؟"

اس نے دہرایا۔

"لیکن وہ تو... مر چکی ہیں!"

خوشی نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے وہ لمحہ پھر سے اس کے اندر جاگ اٹھا ہو۔

پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"میں مری نہیں ہوں... مجھے اُس رات اغوا کیا گیا، میری آواز، میری شناخت چھین لی گئی... اور پھر مجھے پاکستان اسمگل کر دیا گیا۔"

زہان کا چہرہ جیسے جذبات کا میدان بن گیا ہو شک، غصہ، حیرت اور الجھن... سب اکٹھے نظر آ رہے تھے۔

"اور پھر؟ پھر میں تمہیں ملا؟ یہی کہنا چاہ رہی ہو؟"

اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

"ہاں...آپ مجھے ملے۔"

خوشی نے نظریں جھکائے، مگر آواز میں لرزش نہیں تھی۔

"اور مجھے لگا، کہ آپ مجھ پر یقین کروگے۔آپ وہ پہلے شخص تھے جس کی نظروں میں مجھے خوف نہیں...تحفظ محسوس ہوا۔"

زہان نے ایک قدم اس کی طرف بڑھایا۔

"اور کیسے مان لوں کہ تم سچ بول رہی ہو؟کیا پتہ...تم سنگر کے ساتھ ساتھ کوئی ایجنٹ ہو؟خوشی راجپوت بننا ایک کور ہو؟"

خوشی کا دل جیسے مٹھی میں جکڑ گیا ہو۔مگر وہ پھر بھی ہولی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"میرا وِشواس کرو...زہان!"

اس نے پہلی بار اس کا نام صحیح بولا۔

"میرا وِشواس کرو...کیونکہ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں بچا، سوائے اپنے سچ کے۔مجھے اپنا فون دے آپ کو سچائی کا پتہ چل جائے گا..."

زہان نے اسے فون دیا پستول اب بھی اس کی کنپٹی پر تھا۔

اس نے انسٹا گرام کھولا وہاں خوشی راجپوت سرچ کر کے اپنا اکاؤنٹ کھولا۔

اب اس کے 9 ملین فالورز ہو چکے تھے۔

زہان کا ہاتھ اب بھی پستول تھامے ہوئے تھا، مگر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی۔

خوشی کی باتیں...وہ لفظ نہیں تھیں، وہ اس کی ٹوٹی ہوئی روح کی چیخیں تھیں جنہیں سننا یا نہ سننا، اب زہان کے اختیار سے باہر تھا۔ وہ انسٹا گرام کی سکرین کو دیکھ رہا تھا۔

وہی چہرہ...

وہی آواز،

وہی لائیو سیشنز،

وہی ہزاروں کمینٹس

“we miss you khushi...”

“she was the queen of soul”

“come back please...”

"یہ دیکھو میرا اکاؤنٹ۔"

خوشی نے فون اس کے ہاتھ میں تھمایا اور پیچھے ہٹ گئی، جیسے کہہ رہی ہو فیصلہ اب تمہارا ہے۔

زہان نے جیسے خود کو سنبھالنے کے لیے چند لمحے لیے، پھر آہستہ سے پستول نیچے رکھا۔

"کیا پتا... تم خوشی راجپوت نہ ہو،"

اس نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"کوئی بہروپیہ ہو... پلاسٹک سرجری کروا کر آگئی ہو... خوشی بن کر۔"

"اگر اتنا ہی شک ہے،"

خوشی کی آواز میں لرزش کے بجائے اب اعتماد تھا۔

"تو انڈین ایمبیسی میں کال کریں۔ آپ کو وہ سب کچھ دے گی، جو آپ جاننا چاہتے ہیں۔ میری آواز کی ریکارڈنگ، میرے ڈی این اے کے ریکارڈز... میرا ہر اسٹیج پر فارمنس کا ویڈیو۔"

وہ آگے بڑھی۔

"اور جب آپ کو یقین ہو جائے... تب آئیں، تب مجھ سے سوال کریں۔ اور اگر پھر بھی دل نہ مانے، تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی، ہمیشہ کے لیے۔"

زہان کی نظریں اب اس کی ہری آنکھوں میں تھیں، جو نم تھیں مگر ڈر سے نہیں، سچ کی شدت سے۔

"مجھے معلوم ہے کہ اس دنیا میں اگر کسی اور ملک کا جاسوس سمجھ لیا جائے، تو کیا انجام ہوتا ہے۔ میں کوئی خطرہ نہیں ہوں۔ میں بس... میں بس خود کو سنبھال رہی ہوں۔ آپ کے گھر میں رہ کر، آپ کے بنائے گئے دائرے میں سانس لے کر... میں صرف شکر گزار ہوں کہ کم از کم یہاں مجھے کوئی چھت ملی۔"

وہ پل بھر کو چپ ہوئی۔

"آپ نے مجھے پناہ دی... آپ کا احسان ہے مجھ پر۔ لیکن اگر آپ کو اب بھی لگتا ہے کہ میں ایک جھوٹ ہوں، ایک فریب ہوں... تو آپ مجھے بے شک پکڑا دیں۔"

کمرے میں سکوت چھا گیا۔

"خوشی راجپوت جھوٹی ہو سکتی ہے، مکار ہو سکتی ہے... لیکن نمک حرام نہیں ہو سکتی!"

اس کے ذہن میں وہ تمام لمحے فلم کی طرح چلنے لگے۔ خوشی کا خاموشی سے کام کرنا، نازنین کے ساتھ دوستی، فرحانہ بیگم کے سامنے ادب سے بیٹھنا، مندر جانا مگر چپ رہنا۔

"اگر پھر بھی آپ کو لگتا ہے میں بہروپیہ ہوں، تو..."

خوشی کی آواز میں اب اعتماد تھا، ڈر نہیں۔

"میں آپ کو انسٹاگرام کی جی میل دیتی ہوں... آپ خود اسے لاگ ان کریں... اور دیکھیں کہ وہ میرا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر میں بہروپیہ ہوئی تو مجھے اکاؤنٹ کا پاسورڈ کیسے پتہ ہوگا؟"

زہان کی آنکھوں میں شک اور حیرت کی ایک نئی جنگ چھڑ گئی۔ یہ وہ چالاکی نہیں لگ رہی تھی... یہ وہ ہمت تھی جو صرف سچائی رکھتی ہے۔

"اس کے علاوہ، آپ میرے بارے میں پوری انفارمیشن نکالیں... میں یہی ہوں، کہیں نہیں جاؤں گی... نہ آج... نہ کبھی۔ آپ سچ کا پتہ لگائیں۔"

خوشی نے نظریں جھکالیں۔ نہ گناہ کا بوجھ تھا، نہ بے گناہی کا شور۔

زہان خاموشی سے پیچھے ہٹا۔ اور پستول میز پر رکھ دیا۔

"پاسورڈ؟"

زہان کی آواز اب دھیمی تھی، مگر خالی نہیں۔

"Krishna@9816"

خوشی نے آہستگی سے کہا۔

زہان نے لیپ ٹاپ کھولا۔ انسٹا گرام پر وہی اکاؤنٹ... پھر جی میل... پاسورڈ ڈالا... چند سیکنڈ کی لوڈنگ کے بعد... لاگ اِن ہو گیا۔ وہی ڈی پی، وہی میلز، وہی پرانے کانٹریکٹس، وہی ویریفیکیشن۔ یہ جھوٹ نہیں ہو سکتا تھا۔

زہان کا حلق خشک ہونے لگا۔ ہاتھ کی انگلیاں کی بورڈ پر جمی تھیں... مگر ذہن جیسے کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔ اس نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں۔ لیکن خوشی جا چکی تھی۔

بس اس کی خوشبو، اس کی باتیں اور اس کا سچ، کمرے کی دیواروں میں گونج رہا تھا۔

وہ کرسی پر دھیرے سے بیٹھا، لیپ ٹاپ کا اسکرین ایک بار پھر دیکھا۔

جہاں انسٹا گرام کا اکاؤنٹ کھلا تھا۔

"خوشی راجپوت"

9.1M Followers

نوٹیفیکیشنز کی بارش ہو رہی تھی۔

زہان نے ایک گہری سانس لی...

اسکرین پر انگلی پھیر کر اس کی پرانی ویڈیوز دیکھی، جہاں وہ ہنستی تھی، گاتی تھی...اور کچھ لمحوں کے لیے وہ بھی جیسے ہنسنے لگا۔

مگر اگلے ہی لمحے چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ آنکھوں میں کئی سوال تھے..

"اگر یہ خوشی راجپوت ہے...تو وہ لاہور کیسے پہنچی؟

اسے کس نے اغوا کیا۔؟ کیوں۔؟

اور اب کیا وہ محفوظ ہے۔۔؟

یا اب بھی کسی خطرے میں ہے۔۔؟"

☆☆☆

خوشی دروازہ دھیرے سے کھول کر باہر نکلی۔ آنکھیں تھکی ہوئی، چہرہ زرد مگر دل میں عجب سا سکون تھا... جیسے برسوں بعد کسی کے سامنے سچ بول دینے کا ہلکا پن محسوس ہو رہا ہو۔ لیکن اگلا ہی لمحہ جیسے اس کی سانس روک گیا۔ سامنے نازنین کھڑی تھی۔

آنکھیں حیرت سے پھاڑے، لب کھلے اور چہرہ سنجیدہ۔

"تت... تم...!" نازنین کے لبوں سے بمشکل نکلا۔

خوشی ایک پل کو ساکت رہ گئی، پھر نظریں جھکا لیں۔

"یہ سب کیا تھا روشنی۔۔؟" نازنین آہستہ سے بولی مگر لہجے میں خفا حیرت تھی۔

"میں نے... میں نے سب سن لیا... تم... تم خوشی راجپوت ہو؟ وہی؟ جو مر چکی تھی؟"

خوشی نے آہستگی سے سر ہلایا۔

"ہاں... میں وہی ہوں، جسے دنیا نے مردہ سمجھ لیا۔"

نازنین چند لمحے خاموش رہی، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو۔ پھر اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"اور تم نے مجھے نہیں بتایا؟ مجھے... جس نے تمہیں دوست مانا۔۔؟"

"میں ڈرتی تھی، نازنین۔" خوشی کی آواز لرز رہی تھی۔

"یہاں سب مسلمان ہیں، میں ہندو ہوں... میں انڈیا سے ہوں... اگر میں نے سچ بتایا ہوتا تو شاید تم سب مجھے اپنا دشمن سمجھ لیتے۔"

نازنین کا دل جیسے دو کشمکشوں میں بٹ گیا تھا ایک طرف دھوکہ، اور دوسری طرف وہ سچ جس میں تکلیف تھی، مجبوری تھی۔

"تو اس سب میں صرف تم ہی بے بس نہیں تھیں، خوشی... اب میں بھی الجھ گئی ہوں... کہ تمہیں دشمن سمجھوں یا وہ دوست، جس کی آنکھوں میں درد چھپا تھا، مگر دل سچا تھا۔"

خوشی کی آنکھوں سے آنسو لڑھک گئے۔ نازنین آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔

خوشی کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں، اور نازنین کی بانہوں میں ایک ایسی پناہ ملی تھی جو برسوں سے ترس گئی تھی۔

"پتہ ہے... تم سے ملنے کا، تمہیں ایک بار حقیقت میں دیکھنے کا، اتنا شوق تھا... اور دیکھو، قسمت تمہیں خود میرے در پر لے آئی۔" نازنین نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

خوشی کی ہچکی بندھ چکی تھی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ کوئی اتنی جلدی مجھے اپنا لے گا... اتنی سمجھداری سے، اتنی محبت سے۔"

نازنین نے اس کے کندھے سے پیچھے ہو کر آنکھوں میں دیکھا۔

"کیونکہ تم نے یہ سب کمائی ہے خوشی... تم نے ہم سے جھوٹ نہیں بولا، بس وقت دیا اور وقت کے ساتھ سچ نے خود کو منوا لیا۔"

"اب چلو میرے ساتھ مجھے امی کو بھی بتانا ہے..." وہ خوشی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جانے لگی۔

خوشی کے قدم جیسے زمین سے جُڑ گئے ہوں، وہ ایک پل کو رکی۔

"نازنین... اگر آنٹی کو پتہ چلا کہ میں کون ہوں، تو شاید وہ..."

نازنین نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور اس کی بات کاٹ دی۔

"امی کا دل بڑا ہے، خوشی۔ وہ تمہیں صرف تمہارے کردار سے جانیں گی، تمہارے مذہب یا ماضی سے نہیں۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ یہ سچ سب کے سامنے آئے... تمہیں مزید خود کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

خوشی نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے... لیکن اگر وہ ناراض ہو گئیں تو؟"

نازنین نے مسکرا کر اس کے آنسو صاف کیے۔

"تو میں تمہارا ہاتھ نہیں چھوڑوں گی۔ کیونکہ اب تم صرف میری دوست نہیں، میری بہن جیسی ہو۔"

دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے فرحانہ بیگم کے کمرے کی طرف چلنے لگیں۔ فرش پر ان کے قدموں کی چاپ کے ساتھ، وقت جیسے ایک نئے باب کا آغاز لکھنے لگا تھا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر نازنین رکی۔

"بس ایک بات...خود کو چھوٹا مت سمجھنا، کیونکہ تم نے اپنا سچ چھپا کر نہیں، جھیل کر جیا ہے۔"

خوشی کی آنکھیں بھیگ گئیں، مگر چہرے پر سکون تھا۔

دروازہ کھلا...دروازہ چرمرایا، اور دونوں آہستگی سے اندر داخل ہوئیں۔

فرحانہ بیگم کی آواز میں عجیب سی روحانیت گھلی ہوئی تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت کے دوران ان کا چہرہ نور سے جگمگا رہا تھا۔ نازنین نے احتراماً سر جھکایا اور خاموشی سے فرش پر بیٹھ گئی، خوشی بھی آہستہ سے ایک طرف بیٹھ گئی، مگر اس کا دل دھڑک رہا تھا...

تلاوت مکمل ہوئی تو فرحانہ بیگم نے آہستگی سے قرآن بند کیا، اسے چوم کر آنکھوں سے لگایا، اور ایک سائیڈ پر رکھا۔

"آؤ بیٹا، کچھ کہنا ہے۔۔؟" پھر انہوں نے دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا۔

"امی، آپ سے ایک سچ شیئر کرنا ہے...ایک ایسا سچ جسے جاننا شاید آسان نہ ہو، مگر ضروری ہے۔" نازنین نے خوشی کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔

"کہو، میں سن رہی ہوں۔" فرحانہ بیگم نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

نازنین نے خوشی کی طرف دیکھا، جیسے حوصلہ دے رہی ہو۔

خوشی نے تھوڑا جھک کر فرحانہ بیگم کے قدموں کے قریب خود کو کیا، اور لرزتی آواز میں بولی۔

"میرا اصل نام... خوشی راجپوت ہے، روشنی میرا بنایا ہوا نام تھا۔ میں انڈیا سے آئی ہوں، اور میں ہندو ہوں..."

کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ صرف دیوار پر لگے کلاک کی ٹک ٹک باقی تھی۔ فرحانہ بیگم کا چہرہ سنجیدہ ہوا، لیکن ان کی آنکھوں میں غصہ نہیں... حیرت تھی۔

"تو وہ سب کچھ جو ہم نے سنا... سچ تھا۔۔؟" انہوں نے لمبی سانس لی، اور نرمی سے بولیں۔

خوشی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی... لیکن میں جاسوس نہیں ہوں۔ میں صرف لوگوں سے بھاگ رہی تھی، اپنے درد سے، اپنی بربادی سے..."

فرحانہ بیگم نے آہستگی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"بیٹا، جو سچ چھپایا جائے وہ بوجھ بن جاتا ہے۔ مگر جو سچ دلیری سے سامنے آئے... وہ دلوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔"

پھر انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"تم ہمارے گھر میں ہو، یہ تمہارا ابھی گھر ہے شاید تم یہاں صرف پناہ لینے نہیں، کچھ سیکھنے آئی ہو۔"

خوشی کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو بہہ نکلے، مگر اب وہ آنسو سکون کے تھے...

قبولیت کے... محبت کے... اور رب کی کسی حکمت کے، جو اسے ان اجنبی لوگوں کے درمیان اپنے ہونے کا یقین دلا رہی تھی۔

☆☆☆

وہ اپنے خفیہ کمرے میں بیٹھا سامنے ان دو نمونوں روحان خان اور شہرام شاہ کو دیکھ رہا تھا جو اس کی بات سننے کے بجائے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔

"کہیں سے لگتا نہیں کہ تم دونوں ایجنٹ ہو۔" زہان ملک نے دونوں کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ سر جی یہ ڈیوٹی کا وقت نہیں ہے ہمارے کھانے کا وقت ہے...." شہرام نے دانتوں کی نمائش کی۔

زہان ملک نے بے اختیار آنکھیں موند لیں، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی آخری کوشش کر رہا ہو۔

"کاش دشمن تمہیں کھاتے ہوئے ہی اغوا کر لے..." وہ زیر لب بولا، مگر لہجہ سخت تھا۔

"ابے کم از کم منہ بند کر کے کھا، سر کی برداشت بھی کوئی چیز ہے!" روحان نے ہنسی دباتے ہوئے شہرام کو کہنی ماری۔

"سر جی، دشمن بھوکے پیٹ سے نہیں ہارے جاتے، دماغ بھی تب ہی چلتا ہے جب پیٹ بھرا ہو!" شہرام نے بے فکری سے نوالہ منہ میں ڈالا اور بولا۔

"اگر یہی منطق تم دشمن کو مارنے میں لگا دیتے تو اب تک بگ بی قبر میں ہوتا..." زہان نے دونوں کی طرف سرد نظروں سے دیکھا۔

"اوکے سر، اوکے... اب تو کچھ بولیے، بلا ہی لیا ہے اس خفیہ کمرے میں، اب خفیہ بات بھی بتائیں۔" روحان نے ہاتھ اٹھا کر ہتھیار ڈالنے کی اداکاری کی۔

"مجھے خوشی راجپوت کی ساری انفارمیشن چاہیے برتھ ٹو ٹمل۔۔"

"کون خوشی...؟" شہرام نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہی جو انڈین سنگر ہے..؟" روحان نے پوچھا۔

زہان کی نظریں اور بھی تیز ہو گئیں۔

"ہاں! اور اب مجھے تم دونوں کی مدد چاہیے۔ مجھے اس کا مکمل بیک گراؤنڈ چاہیے انڈیا میں اس کے خاندان، اس کے دوست، اور وہ رات جب وہ غائب ہوئی۔"

شہرام اور روحان ایک دوسرے کو دیکھ کر جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔

"مگر سر... خوشی راجپوت تو مر چکی ہے، ناں؟ نیوز میں آیا تھا، پورا انڈیا رویا تھا اس کے لیے۔" شہرام نے اب کی بار سنجیدگی سے کہا۔

زہان نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے میز پر ہلکی تھپتھپاہٹ دی۔

"وہ زندہ ہے اور اس وقت وہ پاکستان میں ہے میں اس لیے انفارمیشن نکال رہا ہوں کیونکہ خوشی راجپوت کی بھی سمگلنگ ہوئی ہے۔۔"

شہرام اور روحان کے چہروں پر حیرت کے گہرے رنگ پھیل گئے۔

"کیا مطلب؟ خوشی راجپوت کو اسمگل کیا گیا؟" روحان کے لہجے میں اب ہلکی سی سنجیدگی کے ساتھ تجسس بھی شامل ہو چکا تھا۔

زہان نے نظریں ان دونوں پر گاڑتے ہوئے آہستہ سے سر ہلایا۔

"ہاں۔اور یہ صرف ایک سنگر کے اغوا کا معاملہ نہیں ہے...یہ انٹرنیشنل لیول کی ہیومن ٹریفکنگ سے جڑا ہوا کیس لگتا ہے۔ خوشی صرف ایک چہرہ ہے...اس جیسے کئی چہرے ہو سکتے ہیں جنہیں خاموشی سے خرید و فروخت کے لیے استعمال کیا گیا۔"

"مگر سر،اس جیسی مشہور شخصیت...اتنی آسانی سے کیسے اغوا ہو سکتی ہے؟"شہرام نے بے یقینی سے سر کھجایا۔

زہان نے میز پر رکھا لیپ ٹاپ اپنی طرف کھسکایا اور ایک ویڈیو پلے کی۔

"یہ دیکھو...اس رات کی آخری پرفارمنس۔اس کے بعد وہ غائب ہو گئی۔پولیس رپورٹ کے مطابق وہ گاڑی میں بیٹھ کر نکلی تھی مگر کبھی گھر نہیں پہنچی۔"

ویڈیو میں خوشی راجپوت اسٹیج پر گاتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی...چمکتا چہرہ،روشن ہری آنکھیں...اور کچھ لمحوں بعد،ویڈیو کٹ ہو گئی۔

"اس رات...اس کی کار کی جی پی ایس،اس کا فون،سب کچھ آف ہو گیا۔نہ سی سی ٹی وی فوٹیج بچی،نہ کوئی گواہ۔"

زہان کی آواز میں اب وہی سردی آ چکی تھی جو ایک سچے ایجنٹ کی خاموشی میں ہوتی ہے۔

"تو مطلب...اسے منصوبہ بندی سے اٹھایا گیا۔اور...پھر پاکستان لایا گیا۔"روحان آہستہ سے بولا۔

"ہاں یہ اس کا پاکستانی ڈیٹا ہے جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے۔اب تم لوگ انڈین سائبر ٹیمز،سوشل میڈیا،اور خفیہ ذرائع سے رابطہ کرو۔مجھے اس کے بچپن سے شہرت کے سفر تک...اور پھر اچانک موت کے اعلان تک ہر پل کی تفصیل چاہیے۔"

زہان نے ایک فائل میز پر رکھ دی، جس پر خوشی راجپوت کی دھندلی سی تصویر چسپاں تھی وہی تصویر جو اس کے مبینہ انتقال کے بعد خبروں میں آئی تھی۔ روحان نے فائل کھولی، اور پلٹتے ہوئے صفحات پر ایک نظر ڈالی۔

"یہ تو صرف پاکستان کے ریکارڈز ہیں سر...انڈین سسٹمز میں گھسنے کے لیے ہمیں خاص اجازت چاہیے ہو گی۔"

"اور اگر اجازت نہ ملی تو۔؟" شہرام فوراً بولا۔

زہان کی نظریں سخت ہو گئیں۔

"تو بغیر اجازت کے گھسنا پڑے گا۔ اس بار یہ محض معلومات حاصل کرنے کا مشن نہیں ہے...یہ ایک لاپتہ انسان کی شناخت، اس کے وجود، اور اس کے سچ کو ثابت کرنے کی جنگ ہے۔"

"سر، ہمیں چوبیس گھنٹے دیں۔ میں ممبئی کے تمام نیوز چینلز، پرانی اخبارات، اور سوشل میڈیا آرکائیوز کو اسکین کرتا ہوں۔ اگر کہیں سے بھی کوئی سراغ ملا، ہم کھینچ لائیں گے۔" روحان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں اس کے تمام انٹرنیٹ ایکٹیویٹی کو دیکھتا ہوں...انسٹاگرام، ٹویٹر، اور جو بھی اکاؤنٹس اس سے لنک ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کہیں بھی لوپ کھلا، تو ہم اس کے ذریعے سچ تک پہنچیں گے۔"

زہان کرسی پر جھک کر بیٹھ گیا، شہرام کمپیوٹر آن کرتے ہوئے بولا۔

"یاد رکھو، یہ لڑکی صرف ایک سنگر نہیں...یہ اس پورے گھناؤنے کھیل کی کڑی ہے۔ اور اگر ہم نے وقت پر اسے نہیں بچایا، تو شاید اگلی 'خوشی راجپوت' کسی اور ملک کی گمشدہ خبر بن جائے۔"

کمرے میں اب صرف انگلیوں کی ٹائپنگ کی آواز تھی، اور ہر سانس کے ساتھ ایک نئے راز کی پرت کھلنے کو تیار تھی۔

☆☆☆

بگ بی کا غصے سے برا حال تھا۔ خوشی راجپوت کو ڈھونڈنے میں اس نے نہ صرف اپنا وقت، بلکہ اپنے کئی مہینوں کے منصوبے بھی داؤ پر لگا دیے تھے۔ اپنے زیرِ زمین خفیہ اڈے میں، اس نے میز پر رکھا گلاس زور سے دیوار پر دے مارا۔

"کتنی بار کہا تھا کہ اسے زندہ رکھو، نظر سے اوجھل مت ہونے دو!"

اس کی آواز دیواروں سے ٹکرا کر گونجی۔

سامنے کھڑے اس کے آدمی سہمے کھڑے تھے۔ کسی کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ کہہ سکے۔

بگ بی کے چہرے پر جنون کی لہر دوڑ رہی تھی، آنکھیں خون اتار رہی تھیں، آواز میں زہر گھلا ہوا تھا۔

"وہ صرف میری ہے!"

اس نے میز پر زور سے مکا مارا۔

"اگر وہ کسی اور کے پاس گئی، اگر اس نے کسی اور کو میرا نام لے لیا... تو میرا بنا بنایا کھیل، میری برسوں کی محنت، میری ساری دنیا ختم ہو جائے گی!"

وہ تیزی سے قدموں کے ساتھ چکر کاٹنے لگا، جیسے زمین پر اپنا اختیار جتانا چاہتا ہو۔

"وہ خوشی راجپوت نہیں، وہ میری طاقت ہے، میرا ہتھیار ہے...اور وہ اگر کسی اور کے پاس گئی تو سب کچھ برباد ہو جائے گا۔"

پھر وہ ایک دم رکا، آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

غصے سے دانت پیستے ہوئے چیخا۔

"جاؤ...نکالو اسے! کہیں سے بھی...چاہے تمہیں پورا لاہور کھودنا پڑے...مجھے خوشی راجپوت واپس چاہیے...زندہ!"

"ورنہ تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا!"

اس کے الفاظ زہر سے بھی زیادہ خطرناک تھے اور آدمی، ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے خاموشی سے ایک ایک کر کے وہاں سے نکلنے لگے...اب شہر میں پھر سے طوفان آنے والا تھا۔

☆☆☆

خوشی راجپوت زہان ملک کی عشق میں مبتلا ہو چکی تھی۔اس کے لیے خوشی اپنے ملک تک بھول گئی تھی۔وہ اسلام کے بارے میں جاننے لگی تھی وہ روز کچھ نہ کچھ سرچ کرتی رہتی تھی۔

زہان کے کہنے پر وہ اس کے لیے کافی لے کر گئی وہ جیسے دروازہ کھولنے والی تھی اندر سے زہان کی آواز آئی جو کوئی آیت کی تلاوت کر رہا تھا وہ سنتے ہی خوشی کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔جسم کانپنے لگا۔

وہ آیت کی ہر آواز، ہر لفظ جیسے خوشی کی روح پر دستک دے رہا تھا۔

دروازے کے پاس کھڑی وہ ایک قدم پیچھے ہوئی، ہاتھ میں تھامی ہوئی کافی کی ٹرے ہلکی سی لرز گئی۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ

إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔(سورۃ الزمر (39)، آیت 53)

زہان کی آواز میں گہری سنجیدگی اور ایک عجیب سی روحانیت تھی۔

وہ محض لفظ نہیں پڑھ رہا تھا، جیسے دل سے کہہ رہا ہو۔

خوشی کے جسم میں ایک سنسناہٹ سی دوڑ گئی، آنکھیں دھندلانے لگیں۔

اس نے جلدی سے خود کو کمپوز کیا اور اندر آئی۔ اس نے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھا اور زہان کے سامنے کھڑی ہوئی۔

"ابھی آپ نے کچھ پڑھا کیا آپ مجھے اس کا ٹرانسلیشن بتا سکتے ہیں۔۔؟"

زہان نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

سامنے کھڑی خوشی کی آنکھوں میں ایک عجیب سی گہرائی تھی جیسے وہ سوال صرف زبان سے نہیں، دل سے پوچھا گیا ہو۔

وہ خاموشی سے چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر نرمی سے بولا۔

"یہ قرآن کی ایک آیت ہے... سورۃ الزمر کی آیت نمبر 53۔"

پھر اس نے بہت نرم، مگر جذب سے لبریز لہجے میں ترجمہ پڑھا۔

"کہہ دو (اے نبی ﷺ): اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ بہت زیادہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

"ہم اپنی جانوں پر ظلم کیسے کرتے ہیں؟" وہ سمجھ نہیں پائی۔

زہان کی آنکھوں میں ایک سایہ سا لرزا... یہ سوال صرف لفظ نہیں تھا وہ ایک زخم کو چھیڑ گیا تھا جو زہان نے برسوں سے دبا رکھا تھا۔

وہ چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس کی آواز جیسے پتھر کی دیوار سے ٹکرائی۔

"ابھی جاؤ یہاں سے... میں کام کر رہا ہوں۔"

خوشی چونکی، مگر کچھ کہے بغیر واپس پلٹ گئی۔

دروازہ بند ہوا... اور زہان کی انگلیاں ایک پل کو ساکت ہو گئیں۔

دس سال پہلے... بگ بی کے آدمیوں نے اس کے والد ملک ہادی ملک پر خودکش حملہ کیا تھا۔

وہ ایک فرض شناس میجر تھے، جنہوں نے کبھی کرپشن نہیں کی، اور اسی سچائی کی قیمت چکائی اپنی جان دے کر۔ زہان تب صرف بائیس سال کا تھا... اور اس دن کے بعد اس کا دل اسلام سے ٹوٹ گیا تھا۔ اسے لگا اگر اللہ سب کچھ دیکھتا ہے، تو اس نے اس کے باپ کو کیوں نہ بچایا؟

زہان حافظِ قرآن تھا۔اسی دن اس نے قرآن بند کر دیا، مسجد سے دور ہو گیا...اور سچ کو طاقت سے بدل دیا۔ لیکن...آج ایک لڑکی جو مسلمان بھی نہیں اس سے دین کے سب سے عظیم وعدے کا مطلب پوچھ رہی تھی۔

"اللہ معاف کرتا ہے؟"

وہ سوال...جو برسوں سے اس کے دل میں بھی دبا تھا۔زہان کی آنکھیں بند ہوئیں،

"ہم اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں...جب ہم اس رب سے منہ موڑ لیتے ہیں جو کبھی ہم سے منہ نہیں موڑتا۔"

یہ جواب اُس کے دل نے دیا لبوں نے نہیں۔

کمرے میں روشنی کی ہلکی سی لکیر،اور زہان کی نظریں خاموشی سے اُس کھلی کتاب پر جا ٹکیں۔قرآن مجید،وہی جو برسوں سے بند تھا...مگر آج اس کا ایک ورق...شاید دل کا بھی کوئی دروازہ کھول رہا تھا۔

"وہ بہت زیادہ بخشنے والا،نہایت مہربان ہے..."

یہ صرف آیت نہیں تھی یہ شاید زہان کے لیے واپسی کی پہلی دستک تھی۔

☆☆☆

خوشی کو اس بات کا تجسس تھا"کہ کوئی اپنی جانوں پر ظلم کیسے کرتے ہیں...؟"

خوشی دبے قدموں کمرے میں داخل ہوئی۔فرحانہ بیگم نماز سے فارغ ہو کر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

ان کے چہرے پر ایک روحانی سکون بکھرا تھا وہ سکون جو دنیا کے شور سے بے نیاز ہوتا ہے۔

"بی بی جی..." خوشی نے آہستہ سے پکارا۔

"آؤ روشنی بیٹا، بیٹھو۔" فرحانہ بیگم نے تسبیح روک کر اسے دیکھا۔

وہ جھجکتے ہوئے ان کے پاس آ بیٹھی، کچھ پل خاموش رہی، پھر بولی۔

"میں نے کل ایک آیت سنی تھی... زہان جی پڑھ رہے تھے..."

وہ رکی، پھر معصومیت سے پوچھا۔

"کیا ہم خود پر بھی ظلم کر سکتے ہیں...؟ اور اگر ہاں، تو کیسے...؟"

فرحانہ بیگم مسکرائیں۔ انہوں نے تسبیح کو بند کیا اور نرم لہجے میں بولیں۔

"ہاں بیٹا... انسان جب اپنے رب کی باتوں کو نظر انداز کرتا ہے، اس کی ہدایت سے منہ موڑتا ہے، گناہوں میں ڈوبتا ہے... تو وہ دراصل خود پر ہی ظلم کرتا ہے۔ اللہ نے ہمیں اس لیے پیدا کیا کہ ہم اچھائی کریں، سچ بولیں، کسی کا دل نہ دکھائیں، اور سب سے بڑھ کر... اس کو یاد رکھیں۔"

خوشی کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"مگر اگر کوئی انسان... جانے انجانے میں وہ سب کر بیٹھے... تو؟"

فرحانہ بیگم نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"تو اس کا رب وہ رب ہے جو کہتا ہے۔"

لاتقنطوا من رحمۃ اللہ

"یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ وہ سب گناہ معاف کرنے والا ہے۔"

"مگر میں تو اللہ کو نہیں مانتی کیونکہ میرا مذہب اسلام نہیں ہے اور میں تو..."

فرحانہ بیگم نے خوشی کی بات سنی، مگر ان کے چہرے پر نہ حیرت آئی، نہ ملال۔ بس ایک گہرا سکون تھا، جو برسوں کی عبادت اور فہم کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے آہستہ سے تسبیح کو ایک طرف رکھا، اور نرمی سے بولیں..

"بیٹا... سچ بولنے کا حوصلہ بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے، اور سچائی ہمیشہ دل کے دروازے پر آ کر دستک دیتی ہے، چاہے انسان کسی بھی مذہب سے ہو۔"

خوشی نظریں جھکا کر بیٹھی رہی، لب ہلے۔

"میرا مذہب ہندو دھرم ہے... میں بھگوان کو مانتی ہوں... میں آپ سب کی طرح نہیں ہوں... مگر..."

فرحانہ بیگم نے اس کے ہاتھ پر پیار سے ہاتھ رکھا۔

"مگر تم اب سچ کی تلاش میں ہو، اور سچ... مذہب سے نہیں ڈرتا، سچ صرف روشنی چاہتا ہے۔"

وہ رکی، پھر آہستگی سے بولیں۔

"اسلام صرف مسلمانوں کے لیے نہیں آیا، یہ ان سب کے لیے آیا جو سچائی کو پہچاننے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اللہ تمہیں زبردستی کچھ نہیں دے گا... وہ تمہارے دل کے دروازے پر بہت نرمی سے دستک دے گا۔ بس تم سننے کو تیار ہونا۔"

خوشی کی پلکیں بھیگ چکی تھیں۔

"میں... میں نہیں جانتی کیا سچ ہے، مگر مجھے اس کی تلاش ہے۔ میں ہر دن یہ سوچتی ہوں کہ وہ کون ہے جو اتنا معاف کرنے والا ہے... کیا وہ مجھے بھی قبول کرے گا...؟"

فرحانہ بیگم کی آواز میں شفقت اور یقین کی مٹھاس گھلی ہوئی تھی۔

"میں تمہیں ابراہیم علیہ السلام کی کہانی سناتی ہوں۔" انہوں نے خوشی کے آنسوؤں سے بھیگتے چہرے کو دیکھا اور نرمی سے کہا۔

خوشی نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا۔

فرحانہ بیگم نے دھیرے سے بولنا شروع کیا۔ جیسے کسی پرانے قصے کی خوشبو ہوا میں بکھرنے لگی ہو۔

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت تراشتے تھے، انہیں بچپن سے کہا جاتا تھا کہ یہ پتھر کے بت ہمارے خدا ہیں، ان کی عبادت کرو، ان سے مانگو، مگر ابراہیم علیہ السلام کا دل سوال کرتا۔ یہ جو خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، یہ ہمیں کیا دیں گے؟"

"ایک دن وہ سوچنے لگے کہ شاید سورج ہی سب سے بڑا ہے، جو روشنی دیتا ہے، گرمی دیتا ہے، مگر شام ہوتے ہی وہ بھی غائب ہو جاتا۔ پھر انہوں نے سوچا شاید چاند طاقتور ہے، مگر صبح ہونے پر وہ بھی غروب ہو جاتا۔ ستارے؟ وہ بھی رات ڈھلتے ہی چھپ جاتے ہیں۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا، میں ان چیزوں کو نہیں مان سکتا جو ڈوب جاتے ہیں، پھر آہستہ آہستہ اسے پتہ چلا کہ وہ رب ہے پوری کائنات کا جس نے سب کچھ بنایا ہے۔"

فرحانہ بیگم کی آواز میں اب نور آ چکا تھا۔

"اور جب انہوں نے سچ پہچان لیا، تو اللہ نے انہیں 'خلیل اللہ' یعنی 'اللہ کا دوست' بنا دیا۔

سوچو... اگر ایک سوال کرنے والا لڑکا اللہ کا دوست بن سکتا ہے... تو تم جیسی سچ کی تلاش میں نکلی ہوئی لڑکی... اس کے قریب کیوں نہیں جا سکتی؟"

فرحانہ بیگم نے نرمی سے خوشی کے آنسو صاف کیے اور آہستگی سے کہا۔

"میں جانتی ہوں، بیٹا... تم الجھی ہوئی ہو، پریشان ہو... تم نے جو سنا، سیکھا، جس ماحول میں پلی بڑھیں، وہ سب تمہارے لیے اہم رہا ہو گا۔ مگر ایک وقت آتا ہے، جب انسان صرف اپنے خالق کی سچائی ڈھونڈتا ہے اور تب وہ سچائی خود چل کر اس کے پاس آتی ہے۔"

پھر انہوں نے ایک لمحہ توقف کے بعد نہایت محبت سے کہا۔

"میں کسی بھی مذہب کو برا نہیں کہتی، بیٹا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہر ایک کے عقیدے کا احترام کریں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ...اسلام وہ واحد دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود مکمل فرمایا۔ یہ آسمانی ہدایت ہے، باقی سب مذاہب وقت کے ساتھ بدلتے گئے لوگوں نے اپنی مرضی شامل کی، کچھ بھول گئے، کچھ چھپا دیے۔ اسلام...وہ روشنی ہے جو ہر زمانے میں یکساں رہتی ہے، اور قرآن وہ کتاب ہے جسے چودہ سو سال میں کوئی بدل نہ سکا، نہ بدل سکے گا۔ اور یہ ایسی کتاب ہے جو تمہیں بدل دیں گا۔"

خوشی خاموشی سے سنتی رہی۔

"یہ جو تمہارے دل میں تڑپ ہے، یہ کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں...یہ رب کی طرف سے دی گئی رہنمائی ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سچ کی تلاش کی، تم بھی کر رہی ہو...اور یقین رکھو، اللہ ہدایت صرف اسے دیتا ہے جو خلوصِ دل سے مانگے۔"

فرحانہ بیگم نے اس کے ہاتھ کو محبت سے دبایا۔

"تم پر زبردستی نہیں ہے...اسلام کبھی زبردستی نہیں کرتا۔ لیکن میں تم سے اتنا ضرور کہوں گی...دل کھول کر سچائی کو تلاش کرو قرآن پڑھو، نبی کریم ﷺ کی سیرت کو سمجھو، اور پھر خود فیصلہ کرو کہ دل کس طرف جھکتا ہے۔"

خوشی نے آنکھیں بند کیں، جیسے ایک بوجھ کسی نے اس کے دل سے ہٹا دیا ہو۔

اس دن...شاید پہلی بار...اسے لگا کہ وہ واقعی "خوشی" کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔

☆☆☆

نازنین، خوشی کے ساتھ روم میں بیٹھی تھی۔ وہ بیڈ پر آلتی پالتی مارے بیٹھی، ہاتھ میں چپس کا پیکٹ لیے چہک رہی تھی جبکہ خوشی پر سکون انداز میں سامنے بیٹھے ہوئے اپنے ناخنوں کی تراش دیکھ رہی تھی۔

"خوشی۔۔!" نازنین نے اچانک کہا۔

"ہمم۔۔؟" خوشی نے سر اٹھایا۔

"پلیز، ایک گانا گادو نا! تم اتنی مشہور سنگر رہی ہو... مجھے یقین نہیں آتا کہ تم میرے سامنے بیٹھی ہو اور گانا نہیں گا رہی۔۔!" نازنین نے بے تابی سے کہا۔

خوشی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ "میں نے اب گانا چھوڑ دیا ہے، نازنین۔"

"تو کیا ہوا؟ صرف میرے لیے گادو۔ کسی کنسرٹ کے لیے نہیں، کسی کی فرمائش پر نہیں... صرف ہماری دوستی کے لیے!" نازنین نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا۔

خوشی نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"ٹھیک ہے... مگر شرط ہے، ہنسنا نہیں۔"

نازنین نے فوراً لبوں پر انگلی رکھ دی، "قسم سے نہیں ہنسوں گی۔"

خوشی نے چند لمحے توقف کیا، دل کے کسی کونے سے پرانی خوشی راجپوت کو آواز دی اور دھیرے سے گنگنانے لگی۔

"تُو جو ناز اُٹھائے، تو فسانہ بنوں میں...

خاموشی بول اُٹھے، وہ ترانہ بنوں میں...

میرے ہونے میں تُو، تُو ہی جاناں، تُو ہی جاں...

میں جو جیوں بھی، تو ہی میرا کارواں..."

نازنین دم بخود بیٹھی سن رہی تھی۔ آواز جیسے ریشم کی نرمی لیے ہر دیوار سے ٹکرا کر واپس دل میں اتر رہی ہو۔ ہر سر، ہر لے جیسے روح میں اترتا جا رہا تھا۔

"یو ڈونٹ نیڈ آٹو ٹون، خوشی۔" گانا ختم ہوا تو وہ کچھ دیر ساکت رہی، پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

اس کا لہجہ محبت اور فخر سے بھرپور تھا۔

"تمہاری آواز... نیچرل ہے، پاک... اور اتنی خالص کہ کسی پروسیسنگ کی ضرورت ہی نہیں۔"

خوشی نے نظریں جھکا لیں، جیسے کوئی راز کھلنے پر شرما گیا ہو۔

"یہ آواز کبھی صرف اسٹیج کی تھی... مگر اب، لگتا ہے صرف دلوں کے لیے رہ گئی ہے۔"

اس نے دھیرے سے جواب دیا۔

نازنین نے اس کا ہاتھ تھاما اور مسکرا کر بولی۔

"جس دل کے لیے بھی گاؤ گی، وہ قسمت والا ہو گا... بہت قسمت والا۔"

خوشی کی ہری آنکھوں میں ایک نمی سی تیر گئی اور اس نمی میں شاید زہان کی تصویر بھی تھی، جسے وہ کہنا تو نہیں چاہتی تھی۔

"مگر اب ہر سر، ہر ساز... صرف اسی کے لیے تھا۔ وہی تو تھا جو اب اس کے خوابوں کا شہزادہ بن چکا تھا، دل کی ہر دھڑکن اسی کے نام سے گونجتی تھی۔ مگر... ان دونوں کے درمیان صرف فاصلوں کا نہیں، دو ملکوں کا، دو مذہبوں کا، اور دو مختلف دنیاؤں کا پردہ حائل تھا۔"

☆☆☆

رات کے سناٹے میں کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ خوشی گہری نیند میں تھی جب اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چیز آہستہ آہستہ اس کے جسم پر رینگ رہی ہو۔

اس نے نیند میں کروٹ لی اور پیر ہلا کر وہ احساس جھٹکنے کی کوشش کی، مگر وہ شے رکی نہیں بلکہ اب اس کے پیروں کے گرد لپٹ چکی تھی۔ خوشی کا جسم ایک لمحے کو سن سا ہو گیا۔ اس نے بے اختیار زور لگا کر خود کو ہلانے کی کوشش کی، لیکن وہ چیز جیسے اس کے جسم سے چمٹ گئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ شے اس کے جسم کے اوپر چڑھنے لگی، یہاں تک کہ اس کا چہرہ اس کے عین سامنے آ گیا۔

آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں۔ سامنے ایک کالا، خوفناک سانپ تھا جس کی دو چمکتی آنکھیں خوشی کو گھور رہی تھیں اور زبان بار بار باہر آ کر ہلکی سی سیٹی جیسی آواز نکال رہی تھی۔

خوشی ہلنے لگی، مگر وہ جنبش نہ کر سکی۔ دل جیسے پسلیوں کو توڑتا ہوا دھڑکنے لگا۔ اس نے ہمت کر کے چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ مگر جیسے ہی اس نے آواز نکالنی چاہی، سانپ نے اچانک اس کی زبان دبوچ لی! وہ تڑپی، حلق سے دردناک چیخ نکلنے والی تھی کہ یکایک اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ پسینے میں شرابور، ہانپتی ہوئی بستر پر بیٹھی تھی۔ فوراً ہاتھ بڑھا کر لیمپ آن کیا، کمرہ روشنی سے بھر گیا۔

ادھر ادھر نظریں دوڑائیں مگر کمرہ خالی تھا۔ نہ کوئی سانپ، نہ کوئی سایہ... صرف وہ، اور اس کا تیز دھڑکتا دل۔ خوشی نے لرزتے ہاتھوں سے چہرہ چھوا، اور دھیرے سے لبوں پر انگلی رکھی۔

زبان صحیح سلامت تھی، مگر اس پر اب بھی وہ سردی، وہ گرفت محسوس ہو رہی تھی۔

"یہ خواب تھا... یا کوئی اشارہ۔۔؟"

اس نے گہری سانس لی، اور آہستہ آہستہ تکیے سے ٹیک لگا لی۔ مگر اب نیند دوبارہ آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

☆☆

☆

"آپ نے بلایا...؟"

خوشی آہستگی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ سیاہ لباس میں ملبوس، چہرے پر سنجیدگی اور آنکھوں میں ایک چھپا سا اضطراب تھا۔ زہان کرسی پر بیٹھا، نظریں اس پر جمائے ہوئے تھا۔

"ہاں، میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"جی، پوچھیے۔"

خوشی کی آواز میں اعتماد کم اور خوف زیادہ تھا۔

"میں نے تمہاری انفارمیشن نکالی ہے... کچھ باتیں ہیں جن پر میں وضاحت چاہتا ہوں۔ مگر سب سے پہلے یہ بتاؤ، تم پاکستان کیسے پہنچیں۔؟ وہ لوگ کون تھے۔؟ اور تم ان کے چنگل سے نکلی کیسے۔؟"

خوشی نے ایک لمحہ کے لیے نظریں چرائیں، پھر دھیرے سے گویا ہوئی۔

"جیسا میں نے پہلے بتایا... مجھے اسمگل کر کے یہاں لایا گیا۔ میں نہیں جانتی کہ کیوں، یا کس مقصد کے تحت۔ میرے ساتھ اور بھی کئی لڑکیاں تھیں۔ ہم سب کو ایک تاریک کمرے میں بند رکھا گیا تھا۔"

وہ سانس بھر کر رکی، اور پھر سلسلہ کلام جوڑا۔

"جس رات میں وہاں سے نکلی... اس رات ایک آدمی نے میرے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی جو کہ سب کا باس تھا۔ میں نے خود کو بچانے کی کوشش کی تو اسی لمحے اسے ایک کال آئی۔ سامنے بیٹھا آدمی گھبرا کر بولا کہ 'مجھے فوراً کسی محفوظ جگہ لے جاؤ، اڈے پر حملہ ہوا ہے۔' دو گارڈز مجھے ساتھ لے کر نکلے، لیکن میں موقع دیکھ کر بھاگنے لگی۔"

زہان کی نگاہوں میں حیرت ابھری۔

"انہوں نے مجھے پکڑ لیا... مگر میں نے ان کی گن چھین کر دونوں کے گھٹنوں پر گولی ماری اور بھاگ نکلی۔"

کمرے میں ایک پل کو خاموشی چھا گئی۔

"پھر...؟" زہان نے آہستہ سے پوچھا۔

"پھر راستے میں ایک نیک دل جوڑے نے مجھے پناہ دی۔ انہوں نے کھانا کھلایا، کپڑے دیے... اور جاتے ہوئے دس ہزار روپے بھی تھما دیے۔"

زہان اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایسا چہرہ... جو جھوٹ بولنے کے قابل نہیں لگتا تھا۔ لیکن زہان ملک بھروسے سے پہلے تصدیق کرتا تھا۔

"تمہیں اس آدمی کا نام یاد ہے جس نے تمہارے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تھی۔؟"

"ہاں وہ کچھ بتایا تھا مگر یاد نہیں آ رہا..." خوشی کئی دیر تک سوچتی رہی۔

"بگ بی..؟" زہان نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں یہیں نام تھا اب یاد آیا۔"

"تم نے اس آدمی کا چہرہ دیکھا تھا۔؟"

"ہاں بلکل دیکھا تھا۔۔!"

زہان کی آنکھوں میں جیسے بجلی سی کوند گئی۔وہ کرسی سے سیدھا ہو کر بیٹھا، نظریں خوشی کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"کیا سچ میں... تم نے اُس کا چہرہ دیکھا تھا؟ بگ بی کا۔۔؟"

خوشی نے ہلکا سا اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں... بلکل دیکھا تھا۔وہی تھا جس نے مجھے اندر بلایا تھا۔اس آنکھوں میں عجیب سی وحشت... جیسے انسان نہ ہو، کوئی سایہ ہو۔"

زہان نے گہری سانس لی وہ اب سمجھ چکا تھا۔خوشی نے اس کا چہرہ دیکھا تھا وہ اب یہ کھیل خوشی کے ذریعے کھیلنے والا تھا۔

☆☆☆

زہان ملک سیاہ ہڈی اور سیاہ جینز پہنے، خفیہ کمرے میں آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا۔اس کے چہرے پر ایک گہری، راز بھری مسکراہٹ تھی جو کسی اہم دریافت کا پتا دیتی تھی۔

روحان خان اور شہرام شاہ، جو کئی منٹوں سے اسے دیکھ رہے تھے، اب کھنچے ہوئے اعصاب کے ساتھ تنگ آ چکے تھے۔

"ایجنٹ راز 17، کیا آپ وضاحت کریں گے کہ آخر یہ مسکراہٹ کس بات کی ہے؟" روحان عرف سرکار X نے دانت پیستے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے تو لگتا ہے بگ بی نے کوئی کالا جادو کر دیا ہے... تبھی زہان سنجیدہ ہونے کے بجائے ہنس رہا ہے۔" شہرام شاہ عرف بدر 9 نے فوراً جل کر کہا۔

"جادو نہیں... مگر مجھے بگ بی کی کمزوری کا پتا چل گیا ہے۔" زہان رُکا، مڑا، اور دونوں کی طرف دیکھ کر آہستگی سے بولا۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"کمزوری؟ کیا مطلب؟ کیا وہ بھی کسی کے پیار میں پاگل ہے؟" روحان نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے سوال کیا۔

زہان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ہاں... وہ خوشی راجپوت سے محبت کرتا ہے۔ وہی اس کی کمزوری ہے۔ اور ہم... اسی کمزوری کو اپنی طاقت بنائیں گے۔ 'آپریشن سایہ'... اب اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو چکا ہے خوشی راجپوت کی مدد سے!"

"مگر... کیسے؟" سرکار X یعنی روحان نے فوراً پوچھا، حیرت اور تجسس اس کے چہرے سے چھلک رہے تھے۔

"اور... ہم خوشی راجپوت کو ڈھونڈیں گے کہاں۔؟" بدر 9 نے اچنبھے سے پلکیں جھپکاتے ہوئے سوال کیا۔

"خوشی راجپوت میرے گھر پر ہے... پچھلے تین مہینوں سے۔" زہان نے آہستہ سے اپنی آستینیں چڑھائیں، اور دونوں کو سیدھا دیکھتے ہوئے کہا۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ روحان اور بدر دونوں اپنی جگہ جیسے ساکت ہو گئے۔

"کیا۔۔؟" دونوں نے تقریباً ایک ساتھ کہا۔

زہان نے میز پر ہاتھ رکھا اور جھک کر بولا۔

"اس کا ماضی ایک معمہ تھا، اس کی شناخت ایک پہیلی... مگر اب سب کچھ کھلتا جا رہا ہے۔ اور میرے پاس ایک ایسا منصوبہ ہے کہ بگ بی کا چہرہ بھی سامنے آئے گا، اور وہ ہمارے شکنجے میں بھی آئے گا ویسے بھی خوشی راجپوت اس کا چہرہ دیکھ چکی ہے۔"

"تم نے کہا کہ وہ اس کا چہرہ دیکھ چکی ہے۔۔؟" بدر نے فوراً بات کو پکڑا۔

"ہاں۔" زہان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہی واحد لڑکی ہے جس نے بگ بی کو قریب سے دیکھا ہے... اور بچ نکلی ہے۔ اب وہی ہماری گواہ ہے، اور وہی ہمارا ہتھیار۔"

روحان نے ہولے سے سر ہلایا۔

"یہ مشن... اب ذاتی بھی بن چکا ہے۔۔"

زہان نے پلٹ کر روحان کو دیکھا، اور اس کی آنکھوں میں وہی آگ چمکنے لگی جس نے اس کے والد کو شہید کیا تھا۔

"یہ صرف مشن نہیں... یہ بدلہ ہے!"

زہان کی آواز میں ایسی آگ بھڑک رہی تھی جو برسوں سے دبی ہوئی تھی۔

"میرے والد کے ساتھ... بہت سے لوگ یتیم ہو گئے تھے۔ صرف میں نہیں، پورے خاندان اجڑ گئے، ماں کا آنچل جل گیا، بچوں کی معصوم آنکھوں سے خواب چھن گئے۔ وہ سمجھتے ہیں ہم خاموش رہیں گے؟ نہیں۔۔!"

اس کے ہاتھ مٹھیاں بن چکے تھے۔

"جس دن میرے والد کی میت کے ساتھ سفید چادر میں لپٹے کئی اور بے قصور جسم ایک ساتھ رکھے گئے تھے نا...اسی دن میں نے قسم کھائی تھی کہ ان سب کا حساب لوں گا۔ایک ایک آنسو کا،ایک ایک لاش کا بدلہ!"

زہان کی آنکھوں میں چنگاریاں تھیں،اور وہ چنگاریاں صرف غصے کی نہیں...قربانی،صبر اور انتقام کی تھی۔

زہان ملک،روحان خان اور شہرام شاہ تینوں پچھلے پندرہ سالوں سے ایک ساتھ تھے۔

تین جسم،ایک جان۔

روحان اور زہان کو بچپن سے ایجنٹ بننے کا جنون تھا۔وہ جاسوسی فلمیں،سراغ رسانی کے ناول،خفیہ آپریشنز کی داستانیں پڑھتے اور خواب دیکھتے کہ ایک دن وہ بھی دشمن کے دل میں گھس کر سچ نکالیں گے۔

مگر شہرام شاہ...اسے کبھی ایجنٹ بننے کا شوق نہیں تھا۔وہ ایک آرٹسٹ بننا چاہتا تھا،مگر دوستوں کا ساتھ نہ چھوڑ سکا۔

"تم دونوں پاگل ہو...میں نہیں آرہا کسی ایجنسی وایجنٹ کے چکروں میں۔۔!"شہرام ہر بار کہتا۔

مگر جب روحان نے کہا۔

"اگر تُو نہیں آیا تو ہم بھی نہیں جارہے!"

تو اُس کا دل پگھل گیا۔اور دوستوں پر جان دینے والا ان کی بات مانی اور یوں...وہ بھی ان کے ساتھ چل دیا۔

پھر وہ دن آیا... جس دن زہان کے والد کے بعد شہرام کا باپ بھی ایک دھماکے میں شہید ہو گیا۔

اس دن، صرف زہان نہیں شہرام بھی جاگ گیا تھا۔

زہان ملک پاکستان کا سب سے ماہر سنائپر۔ایک نشانہ،ایک سانس،ایک گولی اور شکار زمین پر۔

روحان خان کو ڈماسٹر، ہیکنگ، انٹر فیرنگ، سچائی نکالنے والا دماغ۔ جہاں سب سسٹم بند ہوں، وہاں بھی وہ سچ نکال کر لاتا۔

شہرام شاہ گراؤنڈ کمانڈر۔اس کے پاس مشن کے لمحہ بہ لمحہ پلانز ہوتے۔ بم ڈس آرمر، وائرلیس کنٹرول، اور قریبی لڑائی میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔

تینوں نے کئی مشنز اکٹھے کیے... مگر یہ آپریشن "**سایہ**" ان کا سب سے بڑا امتحان تھا۔

"اب یہ جنگ صرف ملک کی نہیں... ہمارے باپوں کی قربانی کا بدلہ ہے۔" زہان آہستہ سے بولا۔

☆☆☆

خوشی خواب کے حوالے سے کافی زیادہ پریشان تھی۔ دل جیسے کسی انجانے خوف میں جکڑا ہوا تھا، اور دماغ میں وہی منظر بار بار گھوم رہا تھا وہ سانپ، وہ لپٹتی ہوئی ٹھنڈی رینگتی ہوئی دہشت... وہ نہ سو پا رہی تھی، نہ سکون میں تھی۔

وہ آہستہ قدموں سے لاؤنج کی طرف آئی۔ جہاں فرحانہ بیگم آرام دہ کرسی پر بیٹھی تھیں اور تسبیح کے دانے آہستہ آہستہ ان کی انگلیوں سے سرک رہے تھے۔

نازنین ان کے ساتھ قالین پر نیم دراز، کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔

خوشی کو دیکھ کر نازنین نے فوراً سر اٹھایا۔

"ارے تم! آؤ؟ سب خیریت۔؟"

خوشی کی رنگت پھیکی پڑی ہوئی تھی، آنکھوں کے نیچے ہلکا سا سوجن۔ وہ خاموشی سے آکر قریب بیٹھ گئی۔

"آنٹی..." اس نے ہولے سے پکارا۔

"جی بیٹا؟" فرحانہ بیگم نے نرمی سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں... میں ایک سپنے کی وجہ سے بہت چینتیت (پریشان) ہوں۔" خوشی کے لب کپکپائے۔

فرحانہ بیگم نے تسبیح روک دی۔

"کیا خواب دیکھا۔؟"

خوشی نے ایک لمحہ کو گہری سانس لی، اور پھر دھیرے دھیرے سارا خواب سنایا۔ کہ کیسے وہ کسی چیز کے رینگنے سے جاگی، کیسے وہ سانپ اس کے وجود پر لپٹ گیا، اور کیسے اس نے اس کے منہ سے زبان چھیننے کی کوشش کی۔

نازنین کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ تو بہت ڈراؤنا خواب ہے...!" نازنین نے حیرت سے کہا۔

فرحانہ بیگم خاموشی سے خوشی کو دیکھتی رہیں۔

کچھ لمحے سکوت کے گزرے، پھر ان کی آواز نرمی سے ابھری۔

"بیٹا... تم سنگر ہو، تمہاری زبان سے نغمے نکلتے ہیں، ساز نکلتے ہیں، دنیا واہ واہ کرتی ہے..."

خوشی نے خاموشی سے ان کی طرف دیکھا، جیسے دل سے سن رہی ہو۔

فرحانہ بیگم نے دھیرے سے کہا۔

"مگر جانتی ہو؟ جو زبان اللہ کے ذکر سے خالی ہو، جو دل گانے بجانے میں ڈوبا ہو، وہاں برکت نہیں اترتی۔ خواب میں جو سانپ تمہاری زبان پر لپٹا... وہ تمہارے فن کا عکس تھا، جو زبان اللہ نے دیا، اگر وہ اس کی حمد و ثنا کے بجائے دنیا کے تماشوں میں گم رہے، تو ایسا ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے سانپوں کو ہماری زبان کھلوا دیتا ہے۔"

خوشی کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

"میں نے تو کبھی ایسا نہیں سوچا... میں بس گاتی تھی کیونکہ وہی میرا جذبہ تھا۔"

"جذبہ غلط نہیں ہوتا بیٹا، مگر جب راہ گم ہو جائے تو جذبہ گناہ بن جاتا ہے۔ اور جو زبان صرف سر اور تال جانتی ہو، وہ آخر کار خاموش ہو جاتی ہے... لیکن جو زبان اللہ کا ذکر کرے، وہ مر کر بھی زندہ رہتی ہے۔"

نازنین بھی اب خاموش ہو چکی تھی۔

کمرے میں جیسے ایک گہرا سکوت اتر آیا ہو وہ سکوت جو انسان کے اندر تبدیلی کا آغاز کرتا ہے۔

فرحانہ بیگم نے نرمی سے خوشی کا ہاتھ تھاما۔

"بیٹا، اللہ تعالیٰ تمہیں جگا رہا ہے۔ اب وقت ہے تم اپنی آواز کو صحیح جگہ استعمال کرو۔ ذکر، تلاوت، دعا، حمد، نعت... وہی ساز جو تم نے دنیا کے لیے بجائے، اب اسے رب کے حضور لے آؤ... پھر دیکھنا، تمہارے دل کے سارے سانپ خود بخود مر جائیں گے۔"

خوشی کی آنکھ سے ایک آنسو بہہ نکلا۔

"اس نے کوئی جواب نہیں دیا... بس خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔"

نازنین خاموشی سے اس کے پیچھے دیکھتی رہ گئی۔ کمرے میں کچھ لمحے سکون چھا گیا۔

"کیا لگتا ہے امی... یہ مسلمان ہو جائے گی؟" نازنین نے آہستگی سے سوال کیا۔

"دل مسلمان ہو چکا ہے بیٹا... بس زبان سے اقرار باقی ہے۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

وہ کچھ لمحے خاموش رہیں، پھر ماضی کے پردے ہٹانے لگیں۔

"پتہ ہے نازنین، جب یہ زہان کے ساتھ پہلی بار ہمارے گھر آئی تھی... تو مجھے بے تحاشا غصہ آیا تھا۔ نہ لباس ہماری تہذیب جیسا، نہ چال ڈھال ہماری بیٹیوں جیسی۔ مجھے لگا جیسے کوئی اجنبی ہمارے درمیان آ گیا ہو۔ دل میں عجیب سی نفرت جاگ گئی تھی... ایسی جو اکثر لاعلمی سے جنم لیتی ہے۔" نازنین خاموشی سے سن رہی تھی۔

"پھر ایک دن میں نے اس کے ہاتھ پر 'اوم' کا نشان دیکھا۔ بس وہ لمحہ میرے دل کی نفرت کو ختم کرنے کے لیے کافی تھا... میں جان گئی کہ یہ ہندو ہے، اور پھر مجھے لگا... یہ تو ہماری نہیں، پھر ہمارے درمیان کیوں ہے؟"

فرحانہ بیگم کی آواز تھوڑی بھرائی۔

"مگر بیٹا... اسی دن سے میں نے دل میں دعا کی، اور اس کے سامنے جان بوجھ کر قرآن کی آیات، پیغمبروں کے قصے، اور دینِ اسلام کی حقانیت بیان کرنے لگی۔ اس امید سے کہ شاید کوئی لفظ، کوئی جملہ، کوئی لمحہ... اس کے دل کو چھو جائے۔ اور آج دیکھ لو... اللہ نے میری دعا سن لی۔"

نازنین کی آنکھیں نم ہو گئیں،

"امی... آپ نے اسے بدل دیا۔"

"نہیں بیٹا..." فرحانہ بیگم مسکرائیں۔

"میں نے نہیں، ہدایت اللہ دیتا ہے... ہم تو صرف اسباب بنتے ہیں۔ بس یہ دل صاف ہو، نیت سچی ہو... تو رب خود اپنے بندے تک پہنچ جاتا ہے۔" بس اب اللہ کریں زہان بھی دین کے طرف آئے۔

آمین... نازنین نے بلند آواز میں کہا۔

☆☆☆

فجر کا وقت تھا۔

فضا میں ہلکی سی ٹھنڈک اور پرندوں کی نرم چہچہاہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ دن کا پہلا نور آسمان پر ہلکا سا ابھرا ہی تھا کہ ... ملک ولا کے دروازے سے ایک باحیا، خاموش سی شخصیت نکلی۔

خوشی راجپوت... عبایا میں ملبوس، چہرہ ماسک اور آنکھیں حجاب کے نیچے چھپی ہوئی، مگر دل بے حد روشن! آج اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ نہ شہرت کے لیے، نہ کسی انسان کے لیے، بلکہ خود اپنے اور اللہ کے درمیان ایک نیا عہد کرنے کے لیے۔ دو مہینے کی مسلسل تلاش، سیکھنے اور سمجھنے کے بعد، وہ جان چکی تھی کہ یہ دین صرف عبادت نہیں، سکون ہے، اور ایمان سب سے مضبوط شناخت۔ جوں جوں وہ مسجد کی طرف قدم بڑھاتی، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔

"کیا اللہ مجھے قبول کرے گا؟"

اس کے دل سے بار بار یہ سوال اٹھتا۔ مگر اسی دل سے ایک اور جواب بھی آتا۔۔

"وہ تو سب کو قبول کرتا ہے... سچے دل سے آنے والوں کو کیوں نہ کرے گا؟"

مسجد کی سفید دیواریں قریب آ رہی تھیں، اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا جیسے سینے سے باہر نکلنے کے لیے بے تاب ہو۔ وہ مسجد میں داخل ہوئی۔ امام صاحب قرآن پڑھ رہے تھے کسی کی آہٹ پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا کسی لڑکی کو دیکھ کر اس نے قرآن مجید بند کی۔

"کیا ہوا بیٹا کیا چیز تمہیں یہاں لے کر آئی ہے..؟"

خوشی کی پلکیں لرز گئیں۔

وہ کچھ دیر خاموش کھڑی رہی... جیسے الفاظ کہیں گم ہو گئے ہوں۔

آنکھوں سے خاموش آنسو بہنے لگے۔ جن میں برسوں کی تلاش، خوف، جدوجہد اور یقین تھا۔ اس نے آہستہ سے نقاب ہٹایا۔ لب کانپتے ہوئے کھلے...

"میں... میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔"

مسجد امام چونک گئے۔ اور اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ چہرہ نرمی سے روشن ہو گیا، جیسے وہ سمجھ گئے ہوں۔

"بیٹا... تمہارا نام؟"

"خ... خوشی راجپوت..."

"بیٹھو!" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"آپ کو اس بات پر یقین ہے کہ آپ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے...؟"

"جی!" خوشی نے سر ہلایا۔

امام صاحب نے محبت بھرے انداز میں اسے دیکھا۔

پھر دھیرے سے قرآن مجید کو ایک طرف رکھا اور سیدھے بیٹھتے ہوئے بولے۔

"تو ٹھیک ہے بیٹا...اب میں جو الفاظ کہوں گا، تم انہی کو میرے بعد دہرانا۔ یہ اسلام میں داخل ہونے کا پہلا قدم ہے دل سے یقین اور زبان سے اقرار۔"

خوشی نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا۔اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں، دل میں اک عجیب سا سکون اور لرز تھا۔سب خواتین جو مسجد میں موجود تھیں، خاموش ہو چکی تھیں۔

وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔

امام صاحب نے کلمہ طیبہ پڑھا۔

"اشھد ان لاالہ الااللہ

واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ"

خوشی نے کانپتی آواز میں ان کے پیچھے پڑھا۔

"اشھد ان لاالہ الااللہ

واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ"

جیسے ہی وہ آخری لفظ تک پہنچی، اس کے چہرے پر نور سا پھیل گیا۔دل کی گہرائی سے ایک بوجھ جیسے اتر گیا ہو۔

امام صاحب نے آنکھیں بند کیں اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"یااللہ...یہ بیٹی تیرے در پر آئی ہے...اسے قبول فرما...اس کے دل میں ایمان کو جڑوں سمیت جمادے...اس کی بخشش کر، اس کی حفاظت فرما،اوراس کے لیے دین کو آسان بنادے...آمین!"

خوشی کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ مگر اب وہ آنسو ہار کے نہیں، فتح کے تھے۔ یہ لمحہ...اس کی زندگی کا نیا آغاز تھا۔

"بیٹا،اسلام قبول کرنے کے بعد اکثر لوگ نیا نام رکھتے ہیں جو ان کے نئے سفر ،ان کی نیت اور ان کے دل کی روشنی کا عکس ہو۔امام صاحب نے نرمی سے مسکرا کر پوچھا۔

تم کیا نام رکھنا چاہو گی؟"

خوشی نے ایک پل کے لیے آنکھیں بند کیں۔ جیسے دل کی گہرائیوں میں جھانک رہی ہو۔

"روشنی...!"

پھر آہستہ سے، بہت سکون سے بولی۔

امام صاحب نے دھیمے لہجے میں دہرایا۔ پھر ان کے لبوں پر تبسم پھیل گیا۔

"بہت خوبصورت نام ہے۔ کیونکہ ہدایت بھی روشنی ہے،اور ایمان بھی ایک چراغ ہے تم نے دل کا چراغ جلا لیا بیٹا،اللہ تمہیں استقامت دے۔"

روشنی نے چپ چاپ مسجد کے دروازے کی طرف دیکھا۔

سفید دیواریں، خاموش صحن، ہلکی روشنی اور قرآن کی تلاوت کے بعد کی گونج... یہ سب کچھ اس کے دل میں ایک ایسا احساس چھوڑ چکا تھا، جس کی وہ برسوں سے تلاش میں تھی۔ وہ آہستہ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ عبایا کے دامن کو سنبھالا، سر پر چادر کو ذرا سا اور ڈھانپا۔ آج پہلی بار... واقعی پہلی بار، اسے لگا جیسے دل کے اندر کوئی چراغ جل چکا ہو۔ جیسے اندر کی ساری ٹوٹ پھوٹ، ساری بے چینی، ساری بے رنگی۔ کسی ان دیکھے ہاتھ نے سمیٹ لی ہو۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی، مگر یہ وہ آنسو نہیں تھے جو دکھ سے نکلتے ہیں۔

یہ وہ آنسو تھے... جو سکون کے ہوتے ہیں، شکر کے ہوتے ہیں۔

وہ آہستگی سے باہر نکلی۔ فضا میں ہلکی خنکی تھی، اور دل میں عجیب سی حرارت۔ یہ روشنی اب صرف نام نہیں تھی، یہ اس کے ایمان کی روشنی بن چکی تھی۔

☆☆☆

زہان نیچے آیا تو ناشتہ تیار تھا۔

وہ سرمئی شرٹ میں ملبوس تھا، جس کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ تھیں۔ بلیک جینز اور چمچماتے سیاہ جوتے اس کی شخصیت کو مزید پرکشش بنا رہے تھے۔

فرحانہ بیگم اور نازنین میز پر بیٹھی ہوئی تھیں، خوشی ایک طرف خاموشی سے کھڑی تھی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں، جیسے وہ لاشعوری طور پر اس کی آمد کی منتظر ہو۔

"ویسے بھائی، آپ اتنے ہینڈسم ہیں، اتنی زبردست پرسنالٹی ہے آپ کی... کیا کبھی کوئی لڑکی آپ سے امپریس نہیں ہوئی؟ یا کسی نے آپ کو پروپوز نہیں کیا۔۔؟" نازنین نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔

زہان نے ایک لمحے کے لیے رک کر نازنین کو دیکھا، پھر کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے نرمی سے مسکرایا۔

"ہوئی تھیں... بہت۔"

"اوہ! پھر؟ کیا جواب دیا۔؟" نازنین نے دلچسپی سے آنکھیں پھیلائیں۔

"جو دل میں نہ اترے، ان کا جواب دینا بھی بیکار ہوتا ہے۔" زہان نے چائے کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

فرحانہ بیگم مسکرا دیں۔

"اچھا کیا بیٹا... ہر مسکراہٹ کے پیچھے محبت نہیں ہوتی، اور ہر محبت، نبھانے کے قابل نہیں۔"

خوشی نے ایک دم نظریں نیچے کر لیں۔ اسے لگا جیسے ہر لفظ سیدھا اس کے دل پر نقش ہو رہا ہو۔

زہان کی نظر اس پر پڑی۔ اس کے چہرے پر چھپا ہوا سوال آج کچھ زیادہ ہی واضح تھا۔

"اور اگر کوئی دل میں اتر جائے... تو پھر۔۔؟"

نازنین کی آواز جیسے ایک تیر کی طرح فضا میں گونجی۔

زہان نے خاموشی سے خوشی کو دیکھا، جواب نظریں چرا رہی تھی۔

"پھر... خاموشی کافی ہوتی ہے۔" پھر دھیرے سے بولا۔

کمرے میں پل بھر کے لیے سکوت چھا گیا۔

خوشی کا دل دھڑکنے لگا ایک الگ ہی لے پر۔

"بھائی، آپ کو خاموشی کو جو پسند آتی ہے نا، وہ پسند تو دل میں رکھنی چاہیے، پر کبھی کبھی اسے بتانا بھی چاہیے۔" نازنین نے شوخی سے کہا۔

"اور ویسے بھی... آپ شادی کیوں نہیں کر رہے؟ اگر آپ شادی کر لیتے تو کتنا مزہ آتا... میری بھی بھابی ہوتی، میں اس کے ساتھ بیٹھ کے گپ شپ لگاتی، باتیں کرتی، آپ کی ٹانگ کھینچتی..."

زہان نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹکا۔

"دیکھو گڑیا، بات یہ ہے کہ اگر میں صرف شادی کے لیے ہاں کر دوں... تو بہت سی لڑکیاں مل جائیں گی۔"

اس نے چائے کا سپ لیا، اور دھیرے سے بولا۔

"لیکن... ابھی تک مجھے وہ لڑکی نہیں ملی... جس کے لیے زہان ملک کا دل واقعی دھڑکے۔"

"واقعی؟ تو ابھی تک کوئی بھی...؟" نازنین نے حیرانی سے پوچھا۔

"کچھ دل کو چھوئیں، لیکن دل میں اتری... بس ایک ہی۔" زہان نے نظریں میز پر ٹکائیں اور بہت دھیمے لہجے میں کہا۔

خوشی کا ہاتھ ناشتہ کی پلیٹ رکھتے ہوئے ذرا سا کانپ گیا۔اس نے فوراً پلکیں جھکا لیں۔

مگر اس کے دل کی دھڑکن اب اس کے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

"کون ہے...؟"

نازنین نے آنکھیں تنگ کرتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔

زہان نے نازنین کے سوال پر ہلکی سی مسکراہٹ دی، جیسے کوئی راز دل کے کسی کونے میں چھپا ہو۔

زہان چند لمحے خاموش رہا، پھر آہستگی سے بولا۔

"بس... کوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟ کوئی ہے اور پھر بھی آپ شیور نہیں؟" نازنین فوراً بولی۔

زہان کی نگاہیں جیسے خلا میں کہیں گم تھیں،

"دل... ہاں، دل کسی کی طرف کھنچتا ہے۔ مگر وہ جذبہ کیا ہے... محبت ہے، احسان ہے، یا صرف انسیت دل ابھی خود طے نہیں کر پایا۔اور جب تک دل واضح نہ ہو... زہان ملک کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔"

خوشی کی پلکیں جھک گئیں۔ وہ اب بھی ناشتہ کی پلیٹ سمیٹ رہی تھی مگر اس کے ہاتھ تھوڑے لرز رہے تھے۔ زہان کی آواز جیسے سیدھی اس کے دل میں اتر رہی تھی۔اسے لگا جیسے ہر لفظ اس کے لیے کہا جا رہا ہو، مگر پھر اگلے ہی لمحے اس نے خود کو جھڑکا۔

نہیں خوشی... یہ صرف وہم ہے..."

زہان نے اس کے ہاتھوں میں آتی لرزش کو فوراً محسوس کیا۔

وہ جو ہمیشہ مضبوط اور خاموش رہتی تھی، آج کچھ بے چین سی لگ رہی تھی۔

"تم کھڑی کیوں ہو...؟ بیٹھ کر ناشتہ کرو،" زہان نے دھیرے اور نرمی سے کہا۔

اس کی آواز میں پہلی بار ایک الگ سا دھیما پن تھا جیسے کسی کو سمجھتے ہوئے کہا گیا جملہ۔ خوشی نے چونک کر اسے دیکھا، پھر نظریں جھکا لیں...

"جی..."

وہ آہستہ سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی، مگر اس کے ہاتھ اب بھی کانپ رہے تھے۔

زہان نے خاموشی سے اپنا کپ اٹھایا، مگر نظر بار بار اس پر جا رہی تھی۔

اسے پہلی بار اس لڑکی میں کوئی ٹوٹا ہوا سا عکس دکھائی دیا۔ جیسے بہت کچھ سہہ چکی ہو، اور اب بھی اپنے اندر شور چھپائے بیٹھی ہو۔

"بیٹا خوشی، تم ٹھیک ہو؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟" فرحانہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

خوشی نے ہلکی سی مسکراہٹ بنائی، جو اس کے چہرے پر جم کے نہیں دی۔

"جی، سب ٹھیک ہے۔"

خوشی نے آہستگی سے نظریں اٹھائیں۔ زہان ملک کی گہری، سنجیدہ آنکھیں اب بھی اس پر مرکوز تھیں۔ ایسی نظر... جس میں سوال بھی تھے، تجسس بھی، اور شاید کچھ ایسا... جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وہ لمحہ ٹھہر سا گیا۔ نہ وہ پلکیں جھپکا سکی، نہ سانس ٹھیک سے لے سکی۔ زہان کی نگاہوں میں ایک عجیب سی نرمی تھی۔ جیسے وہ اس لرزتے وجود کو سہارا دینا چاہتا ہو، مگر الفاظ کا سہارا لینے کے بجائے، خاموشی سے تسلی دے رہا ہو۔ خوشی نے جلدی سے نظریں چرا لیں، اس کا دل جیسے دھڑکنوں کی جنگ لڑ رہا تھا۔

"یہ کیسی نگاہ تھی...؟

کیا یہ وہی شخص تھا جو کچھ دن پہلے اس پر شک کر رہا تھا...؟

یا اب کچھ بدلنے لگا تھا...؟"

زہان نے نرمی سے رخ پھیر لیا، جیسے اسے احساس ہو کہ وہ زیادہ دیر تک دیکھ چکا ہے۔

مگر اس کی نظر کے اثر سے خوشی کا دل اب بھی ہلکورے لے رہا تھا۔

زہان نرمی سے کرسی پیچھے سرکاتا ہوا کھڑا ہوا۔

"اچھا امی، میں آفس جا رہا ہوں... اور ہاں، کچھ اور بھی کام ہیں، شاید واپسی دیر سے ہو۔" اس نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی۔

اور جیب سے گاڑی کی چابی نکال کر میز پر رکھی فائلیں سمیٹنے لگا۔

فرحانہ بیگم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"بیٹا، دوپہر کا کھانا تو کم از کم آ کے کھا لینا۔"

"کوشش کروں گا امی۔" زہان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"بھائی! دیکھ لیں، آج کل بڑے مصروف ہو رہے ہیں... کوئی بات تو نہیں؟" نازنین نے شوخی سے کہا۔

"باتیں کم کرو، اور تم یونیورسٹی کے لیے لیٹ مت ہونا۔" زہان نے اسے ایک تیز نظر دی۔

خوشی ایک طرف کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ زہان نے جاتے جاتے ایک لمحے کو اس پر نظر ڈالی... کوئی بات نہیں کی، صرف دیکھا۔ مگر وہ ایک نظر، جیسے خوشی کے دل میں ہلچل مچا گئی۔

"اچھا امی، روحان اور شہرام آ رہے ہیں، رات کا کھانا وہ یہاں کھائیں گے۔"

زہان دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے پلٹا اور جاتے جاتے کہہ گیا۔

فرحانہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے بیٹا، ان کے پسند کا کھانا بنوا دوں گی۔"

لیکن نازنین... روحان کا نام سنتے ہی جیسے کچھ پل کو سانس لینا بھول گئی۔ دل ایک دم دھڑکا، اور نظریں خود بخود نیچے جھک گئیں۔

لبوں پر ہلکی سی شرم بھری مسکراہٹ تھی، جو وہ چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

خوشی اب تک زہان کی آخری نظر کو سوچ رہی تھی۔۔

اور نازنین... روحان کے آنے کے تصور سے ہی دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دروازہ کھلا... چمچماتی گاڑی اسٹارٹ ہوئی، اور زہان ملک، ایک بار پھر اپنی دنیا کی طرف نکل چکا تھا۔

خوشی آہستگی سے کرسی پر بیٹھ گئی... مگر اس کے دل کی دنیا اب بھی اسی نظر میں اٹکی ہوئی تھی۔

☆☆☆

شام کی مدھم روشنی میں جب ملک ولا کے دروازے پر گاڑی رکی، تو اندر ایک ہلکی سی گہما گہمی پھیل گئی۔

روحان خان، ہمیشہ کی طرح شوخ مسکراہٹ کے ساتھ، گاڑی سے اترا۔ اس کے ساتھ ہی شہرام شاہ نے دھوپ کے چشمے اتار کر جیب میں رکھے اور قدرے سنجیدہ مگر دوستانہ انداز میں گیٹ کی طرف قدم بڑھائے۔

دروازہ کھلا تو نازنین لاؤنج میں موجود تھیں۔

روحان کو دیکھ کر نازنین کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا۔

روحان نے اندر داخل ہوتے ہی ہلکے سے جُھک کر شرارتی انداز میں سلام کیا۔

"السلام علیکم خاتون خوش مزاج، ہمیں خوش آمدید کہنے کی تیاری ہو چکی ہے یا نہیں۔؟"

"وعلیکم السلام!" نازنین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں دیکھ کر لگتا ہے، جیسے ہم دعوت میں نہیں، کسی ٹی وی شو میں آ گئے ہوں۔" شہرام نے نازنین کی طرف دیکھا، اور دھیرے سے سر ہلایا۔

روحان دھیما سا مسکرایا اس کی نظریں بدستور نازنین پر تھیں۔

"ویسے وہ خوشی راجپوت کہاں ہے...؟ مجھے اسے رئیل میں دیکھنا ہے۔۔" شہرام نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے پوچھا۔

نازنین نے شہرام کو گھور کر دیکھا، پھر پلکیں جھکا کر ہلکی سی مسکراہٹ دبائی۔

"اوہ۔۔ تو تم دونوں صرف کھانے پر نہیں، تجسس لے کر بھی آئے ہو۔۔؟"

اس کی آواز میں ہنسی چھپی ہوئی تھی۔

"بس کر یار، تُو تو ایسے پوچھ رہا ہے جیسے کسی فلم کی ہیروئن کا آڈیشن لینے آیا ہو۔" روحان نے شہرام کی بات کاٹی۔

"چپ کر میں تو خوشی راجپوت کا فین ہوں یار موت کا سن کر دکھ ہوا تھا پھر پتہ چلا کہ زندہ ہے اور ہمارے پیارے زہان ملک کے گھر میں ہے، تو میں خود کو نہیں روک پایا اور ملنے چلے آیا اور ہاں تُو۔۔" شہرام روحان کے قریب ہوا۔

"زیادہ ٹرٹر نہ کرا گر میں نے زہان کو بتا دیا کہ تو کسی اور سے نہیں نازنین سے محبت کرتے ہو وہ تمہارا ایسا حشر کریں گا کہ بیٹا یاد رکھو گے..." شہرام نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"سالے کمینے تمہیں بتا کر غلطی کی ہے مجھے لگا تم مدد کرو گے مگر تم آستین والا سانپ ہو۔"

روحان نے شہرام کو خشمگین نظروں سے گھورا، اور پھر زور سے اس کی پسلیوں میں کہنی ماری،

"تو نے اگر نازنین کا نام لیا نا، تو تجھے وہیں دفن کر دوں گا جہاں زہان کی بوٹ پالش رکھی ہے!"

شہرام قہقہہ مار کر ہنسا، "ابے بھائی، تجھے تو بس اتنا بتا رہا تھا کہ رازداری ضروری ہے، یہ محبت و محبت کا کھیل زہان کے سامنے نہ کھیل دینا۔ وہ بندہ پیار میں ہو نہ ہو، لیکن عزت پر آنچ آئی نا، تو گولی سیدھی دل پر نہیں، پیشانی پر مارے گا۔"

"اور تُو! تُو تو ویسے بھی دشمن کا کام آسان کرتا ہے، سچ بولنا تیرے ڈی این اے میں ہی نہیں!"

شہرام ہنستے ہنستے چھوٹ گیا۔ روحان نے گہری سانس لی اور شہرام کی گردن میں بازو ڈال کر ہلکی سی گرفت میں لیا۔

"یار چھوڑ، اب مجھے بھوک لگ گئی ہے۔ جا کے کسی سے کہہ کہ خوشبودار پلاؤ اور دہی بڑے لگوائیں، تب تک میں خوشی راجپوت سے اس کے انسٹا فالوورز کا راز جانتا ہوں۔"

"وہ فالوورز نہیں، قسمت کے دروازے تھے۔ جو ایک بار بند ہو گئے تھے... اور اب دوبارہ کھلے ہیں، مگر صرف کسی خاص کے لیے۔" روحان نے تھوڑا شرارتی انداز میں کہا۔

"زہان کے لیے؟" شہرام نے مسکرا کر پوچھا۔

"پتہ نہیں... شاید ہاں، شاید نہیں۔"

"اگر زہان ملک نے دل دیا ہے، تو وہ فیصلہ بھی خفیہ ہو گا... بالکل مشن سایہ کی طرح!"

دونوں ہنس پڑے۔

اتنے میں زہان ملک کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ روحان اور شہرام ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک گئے۔

"بوس آ گئے...اب زبان قابو میں رکھنا!"

روحان نے شہرام کو وارننگ دی۔

شہرام نے ہنستے ہوئے گردن جھٹکی۔

"ابے یار، زبان نہیں...دل چھپا کے رکھ! جس دن زہان کو احساس ہو گیا، اُس دن تیرا آخری دن ہو گا۔"

اسی لمحے خوشی کمرے سے باہر نکلی سیاہ لباس میں ملبوس، سر پر احتیاط سے اوڑھا ہوا دوپٹہ، چہرہ روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

شہرام کی نظر جیسے ہی خوشی پر پڑی، وہ پلکیں جھپکنا بھول گیا۔ وہی خوشی... مگر اب کی بار اس میں کچھ بدل گیا تھا۔ ایک خاموش وقار، ایک نورانی سی چمک، جیسے سادگی اس کے حسن پر تاج بن کر بیٹھ گئی ہو۔

"یہ وہی لڑکی ہے؟" شہرام نے دل میں سرگوشی کی۔

اس کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا، قدم جیسے جکڑ گئے ہوں۔

روحان نے فوراً شہرام کو کہنی ماری۔

"اوہ تُو تو گیا...زہان کو پتا چلا نا تو قبر کی کھدائی یہیں ہو گی۔"

شہرام نے دھیرے سے سر ہلایا، جیسے خود بھی اپنی کیفیت سے پریشان ہو۔

"یار...وہ پہلے صرف خوبصورت تھی...اب تو وہ قیامت لگ رہی ہے..."

خوشی نے نظریں جھکائیں، نرمی سے سب کو Hi کیا اور آہستگی سے نازنین کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

زہان، جو اُس وقت اندر سے آرہا تھا، اُس کی نگاہ بھی سیدھی خوشی پر پڑی۔

ایک لمحے کو جیسے وقت تھم گیا ہو۔ وہ چند سیکنڈ تک ساکت کھڑا رہا، پھر آہستہ سے چلتا ہوا ڈائننگ ٹیبل کی طرف آیا۔

شہرام نے دھیرے سے نظریں موڑیں، جیسے پکڑے جانے کا اندیشہ ہو۔

"یار...عبادت کا ایک روپ یہ بھی ہے... حسنِ نظر پر شکر ادا کرنا۔"

روحان نے منہ چھپا کر قہقہہ دبایا۔

"بس یہی فلسفہ رہ گیا ہے تمہارے پاس؟"

شہرام نے جھکی نگاہوں سے ایک بار پھر خوشی کو دیکھا جو خاموشی سے نازنین کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہی تھی۔

"نہیں یار...سچ کہوں تو...ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی اور ہی دنیا سے آئی ہو۔ اب صرف خوبصورت نہیں... مکمل لگتی ہے۔"

"مکمل؟"

روحان نے سوالیہ نگاہ ڈالی۔

شہرام کی نظریں اب کسی گہرے خیال میں ڈوبی تھیں۔

"ہاں... مکمل۔ جیسے اس کے اندر سکون اتر آیا ہو... جیسے وہ روشنی بن گئی ہو۔۔"

"بس کر، جذباتی شاعر نہ بن، ورنہ زہان تیرے الفاظ سمیت تجھے زمین میں گاڑ دے گا۔" روحان نے شہرام کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"باتیں ہو رہی ہیں یا پلاننگ۔؟" زہان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ہم تو صرف دعا کر رہے تھے، کہ بگ بی جلد ہاتھ آجائے!" شہرام نے جلدی سے بات بدلی۔

"دعا ضرور کرو... لیکن نظر قابو میں رکھو۔" زہان نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

شہرام کا رنگ ایک لمحے کو فق ہوا، جبکہ روحان نے دوبارہ قہقہہ دبایا۔

اتنے میں فرحانہ بیگم بھی لاؤنج میں آگئیں۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں شفقت تھی۔

"ارے، تم دونوں آگئے؟"

انہوں نے روحان اور شہرام کو خوش دلی سے دیکھا۔

"جی خالہ، آپ کے ہاتھ کے کھانا کھانے کا دل تھا، اور زہان بھائی کی ڈانٹ سننے کا بھی۔" روحان نے شرارتی انداز میں کہا۔

"اللہ نہ کرے، میرے بچوں کو کوئی ڈانٹے۔" فرحانہ بیگم نے محبت سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔

"بس خالہ، اب تو دل چاہتا ہے روز یہاں آکر دعائیں لوں اور کھانا کھاؤں۔" شہرام نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

فرحانہ بیگم نے مسکرا کر خوشی کی طرف دیکھا جو اب خاموشی سے میز کی ترتیب میں مصروف تھی۔

"اور یہ ہماری خوشی...ماشااللہ، آج تو چاند بن کر نکلی ہو۔"

خوشی نے نظریں جھکائیں، ہونٹوں پر ہلکی سی شرم بھری مسکراہٹ تھی۔

زہان نے ایک نظر سب پر ڈالی، پھر اٹھ کر بولا۔

"سب تیار ہو جائیں، رات کا کھانا ایک ساتھ کھائیں گے۔"

☆☆☆

رات کا کھانا تیار تھا۔ دستر خوان پر خوشبوؤں کا ایک ہجوم تھا۔ خوشی اور نازنین نے مل کر بریانی، چپلی کباب (جو خاص طور پر روحان کے لیے نازنین نے تیار کیے تھے)، شامی کباب، رائتہ، کچومر سلاد، اور ساتھ میں خوشبودار گرم نان بھی رکھے تھے۔

فرحانہ بیگم نے اپنی مخصوص نفیس چائے اور کھجور کی چٹنی بھی دستر خوان کی زینت بنائی تھی۔

روحان نے جیسے ہی چپلی کباب کی پلیٹ دیکھی، آنکھیں کھول کر خوشی سے نازنین کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے...یہ تو وہی خوشبو ہے جو خوابوں میں آتی ہے!"

وہ جھک کر پلیٹ سے کباب اٹھانے ہی والا تھا کہ نازنین نے کانوں کو ہاتھ لگا کر روکا۔

"بس، پہلے ہاتھ دھو کر آؤ، یہ تمہارے لیے ہیں، لیکن مہذب بنو۔!" نازنین نے شرارت سے آنکھیں دکھائیں۔

روحان نے فوراً دو قدم پیچھے ہٹ کر سلیوٹ کیا۔

"جیسے آپ حکم دیں، کمانڈر نازنین۔!"

"اب یہ کباب تمہاری انتظار میں نہ ٹھنڈی نہ ہو جائیں، جلدی آ جاؤ۔۔!" شہرام پہلے ہی میز کے پاس بیٹھ چکا تھا، اس نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

زہان خاموشی سے اپنی مخصوص جگہ پر آ کر بیٹھا۔ اس کی نظریں خوشی پر ٹھہریں، جو مہمانوں کی خدمت میں مصروف تھی۔ آج وہ واقعی مختلف لگ رہی تھی چہرے پر سکون، آنکھوں میں نور، اور لہجے میں ایک عجیب سی نرمی۔

"تم بھی بیٹھو خوشی، سب کچھ ہو چکا ہے۔" زہان نے نرمی سے کہا۔

فرحانہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا، "ہاں بیٹا، تم بھی ہمارے ساتھ کھاؤ۔ تمہاری محنت نظر آ رہی ہے۔"

محفل میں بے شمار ذائقے تھے، مگر ہر کسی کا دل کسی اور ذائقے کی تلاش میں تھا۔

خوشی آہستہ سے بیٹھ گئی، دل دھڑک رہا تھا۔ زہان کی ایک نرم بات آج اسے عجیب سا سکون دے گئی تھی... جیسے کسی ٹوٹے وجود پر مرہم رکھا گیا ہو۔

خود پر نظروں کی تپش محسوس کر کے خوشی نے نظریں اُٹھائیں مگر زہان ملک کھانے میں مصروف تھا، مگر ایک عجیب سا سکون اس کے چہرے پر تھا۔ خوشی کو لگا شاید وہی سکون اب اس کے اندر بھی اترنے لگا ہے۔

شہرام...جو ہر وقت چہکنے کے لیے مشہور تھا، آج غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ وہ کھانے کے ساتھ ساتھ بار بار نظریں چُرا کر خوشی کو دیکھ رہا تھا۔ خوشی کے بدلتے انداز، حجاب میں لپٹا سلیقہ، اور اس کی آنکھوں کی سنجیدگی، شہرام کے دل میں کوئی گہری لہر چھیڑ چکی تھی۔

دوسری طرف، روحان کی آنکھیں ایک پل کو بھی نازنین سے نہیں ہٹیں۔ نازنین نے سفید لباس پہنا تھا، جس پر ہلکی سی سنہری کڑھائی اس کے حُسن کو مزید اجال رہی تھی۔ وہ جب ہنستی تو روحان کے دل میں جیسے کوئی ساز بجنے لگتا۔

اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں ایک انجانی الجھن تھی، جسے شاید صرف روحان ہی پڑھ سکتا تھا۔

زہان نے اچانک نظریں اُٹھائیں، خوشی کی پلکیں فوراً جھک گئیں۔ اس لمحے میں جیسے کچھ کہا نہیں گیا... لیکن بہت کچھ محسوس ہو چکا تھا۔

شہرام نے بریانی کی آخری بوٹی چباتے ہوئے پلیٹ پر ہاتھ مارا۔

"واہ خوشی جی! کھانا تو واقعی بہت زبردست تھا... خاص طور پر بریانی، مزہ آ گیا۔"

خوشی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا۔

"تھینکس... آپ کو پسند آیا، یہی کافی ہے۔"

روحان نے شہرام کی طرف گھور کر دیکھا۔

"اوئے! نازنین بھی تھی، صرف خوشی جی نہیں۔!"

پھر دانت پیستے ہوئے جھک کر شہرام کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"تجھے نازنین نظر نہیں آئی یا خوشی کے سائے نے تیرے دماغ پر قبضہ کر لیا ہے؟"

"یار، وہ تو الگ دل کی بات ہے... لیکن کھانے میں خوشی کا ہاتھ زیادہ لگا تھا، تو تعریف کا حق بنتا ہے نا؟" شہرام نے آنکھ دبا کر ہنستے ہوئے کہا۔

نازنین نے دونوں کی طرف دیکھا، ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر آ کر رک گئی۔

"بہت تعریفیں ہو رہی ہیں، لگتا ہے اب سے روز تم دونوں کو پکانا پڑے گا۔!"

"ہاں ہاں، بس اگلی بار صرف تم بنانا... کیونکہ تمہاری ڈشز تو دل میں اُتر جاتی ہیں۔" روحان نے فوراً کہا۔

زہان خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی نظریں خوشی پر تھیں جو سب کے درمیان سنجیدگی اور سادگی کی مثال بنی بیٹھی تھی۔ اس کا دل ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا وہ نظروں کے بغیر بھی محسوس ہونے لگی تھی۔

☆☆☆

خوشی ٹرے میں کافی لے کر دھیرے دھیرے قدموں کے ساتھ لان میں آئی، جہاں رات کی ٹھنڈی ہوا ہلکے ہلکے جھونکوں کی صورت میں ہر پتے کو چھو رہی تھی۔ وہ تینوں، زہان، روحان اور شہرام، لان کے بیچوں بیچ رکھی کرسیاں اور میز کے گرد بیٹھے تھے۔ ہنسی مذاق کا ہلکا پھلکا سلسلہ جاری تھا، مگر جیسے ہی خوشی نمودار ہوئی، ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

خوشی نے نظریں جھکائے ٹرے میز پر رکھی۔

"کافی۔۔"اس نے نرمی سے کہا۔

"ارے واہ،اب تو ہمیں روز کافی ملنی چاہیے۔"شہرام نے فوراً کپ اٹھایا۔

"اگر کافی بنانے والی ایسی ہو تو...ہم تو دن میں تین بار پی سکتے ہیں۔"روحان نے آہستہ سے کہا۔

خوشی نے تھوڑا سا مسکرا کر نظریں چرا لیں، جبکہ زہان خاموش رہا۔وہ بس اُسے دیکھ رہا تھا۔کچھ لمحے،کچھ نظریں،کچھ خاموشیاں...انسان کو بہت کچھ بتا دیتی ہیں۔

"ایک منٹ،خوشی..."خوشی پلٹنے لگی تو زہان نے نرمی سے پکارا۔وہ رکی،پلٹ کر دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

خوشی تھوڑا جھجکی،پھر دھیرے سے بیٹھ گئی۔وہ چاروں اب ایک دائرے میں تھے چار چہرے،چار الگ کہانیاں...اور بیچ میں خاموشی سے بنتی ایک نئی داستان۔

"ہم تینوں سیکریٹ ایجنٹ ہیں...میرا کوڈ نیم ہے ایجنٹ راز 17۔۔"زہان نے نرمی مگر سنجیدگی سے کہا۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنی انگلیوں کو جوڑا،جیسے کسی خاص نشان کی پہچان دے رہا ہو۔

خوشی کے چہرے پر ایک دم حیرت چھا گئی۔

"اور میں ہوں سرکار X بس اتنا سمجھ لو کہ جہاں سرکار کی آنکھیں بند ہوں، وہاں میری کھلتی ہیں۔" روحان نے شوخی سے کرسی پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"اور میں ہوں بدر 9... زیادہ سوال نہیں کرنا، ورنہ تمہیں بھی خفیہ طور پر غائب کر دیں گے۔" شہرام نے ہنستے ہوئے اپنی جیب سے چاکلیٹ نکالتے ہوئے کہا۔

خوشی کی سانسیں رکنے لگیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جن کے ساتھ وہ اتنے دنوں سے رہ رہی ہے، وہ درحقیقت خفیہ مشن پر کام کرنے والے ایجنٹس ہیں۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں خوشی... تم ہمارے خلاف نہیں، ہمارے ساتھ ہو۔ اس لیے تمہیں یہ سب کچھ جاننا ضروری تھا۔" زہان نے اس کی کیفیت کو بھانپ لیا۔

"اور تم اب صرف زہان ملک کی مہمان نہیں، بلکہ ہماری مشن کا حصہ ہو۔" روحان نے ایک آنکھ بند کی۔

"بگ بی... ہمارا ٹارگٹ ہے۔ اور تم وہ واحد گواہ ہو جو اس کا چہرہ دیکھ چکی ہو۔" شہرام نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

خوشی کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے ساتھ ایک اعتماد بھی ابھرنے لگا۔

زہان کی آواز میں وہی گمبھیر لہجہ تھا، جو ایک سپاہی کے سینے میں چھپی جنگ کی خبر دیتا ہے۔

"دیکھو خوشی، تم نے ہمارے ساتھ اس مشن میں کام کرنا ہے... تمہارے ذریعے ہم بگ بی تک پہنچیں گے۔"

وہ ایک لمحے کو رکا، جیسے ہر لفظ کا وزن بڑھا رہا ہو۔

"اگر تم نے ہمارا ساتھ دیا... تو ہم تمہاری طرح نہ جانے کتنی لڑکیوں کی زندگیاں بچا سکتے ہیں نہ صرف پاکستان کو، بلکہ بھارت کو بھی... اس انسان کے زہر سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔"

خوشی خاموشی سے سنتی رہی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، مگر آنکھوں میں اب ہچکچاہٹ نہیں تھی... بس ایک سوال تھا۔

"اگر میں تمہارے ساتھ آئی... اور بگ بی نے مجھے پہچان لیا...؟ تو کیا ہوگا؟"

"وہ تمہیں ضرور پہچانے گا اور تو تمہیں کچھ نہیں ہوگا... کیونکہ تم اکیلی نہیں ہو، ہم تینوں تمہارے ساتھ ہیں۔" روحان آہستہ سے بولا۔

"اور ہاں، اگر اس نے انگلی بھی اٹھائی... تو اسے پتہ نہیں چلے گا کہ زمین کھود دی گئی یا آسمان پھٹا۔۔" شہرام نے فوراً جملہ کسا۔

زہان کی نظریں اب صرف خوشی پر تھیں۔

"تم ایک عام لڑکی نہیں رہی خوشی... اب تمہاری ہمت، تمہارا سچ، اور تمہاری موجودگی ہماری مشن کی چابی ہے۔ کیا تم تیار ہو...؟"

خوشی نے ہاں میں سر ہلایا۔

زہان نے سنجیدگی سے خوشی کو دیکھا، جیسے الفاظ سے پہلے وہ اس کے چہرے کا ہر تاثر پڑھنا چاہتا ہو۔

"تمہیں منظرِ عام پر آنا ہوگا... خوشی۔۔"

وہ آہستہ سے بولا مگر لہجہ فولاد جیسا تھا۔

"میں سو فیصد یقین سے کہتا ہوں کہ بگ بی تمہیں ڈھونڈ رہا ہو گا۔ اور ایک بار اُس کی نظر تم پر پڑی، وہ تمہیں لے جانے کی کوشش کرے گا... اور وہی ہماری جیت کا موقع ہو گا۔"

خوشی کا چہرہ تھوڑا زرد پڑ گیا، مگر اس نے اپنی انگلیاں مٹھیاں بنا کر خوف پر قابو پایا۔

"اگر وہ مجھے لے گیا... اور کچھ ہوا...؟" اس کی آواز دھیمی تھی، مگر سوال مضبوط۔

"تو یاد رکھو، تم صرف طُعمہ نہیں ہو... تم ہمارے مشن کی سب سے اہم سپاہی ہو۔ تمہارے ایک ایک قدم پر ہماری نظر ہو گی۔" روحان نے فوراً قدم آگے بڑھایا۔

"ہم تمہارے ساتھ ہوں گے، ہر سائے کی طرح۔ جس لمحے وہ تمہیں چھونے کی کوشش کرے گا، وہی لمحہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ہو گا۔" شہرام بھی سنجیدہ تھا۔ زہان نے ایک فائل میز پر رکھ دی۔

"بلکل، وہ تمہیں ہاتھ تک نہیں لگا پائے گا۔ جیسے ہی تم مقام پر پہنچو گی، ہم تمہارے پیچھے ہوں گے مگر پردے میں۔"

"تمہیں کچھ محسوس بھی نہیں ہو گا، مگر ہماری نظریں تم پر ہوں گی۔ چاہے وہ ہزار چہروں میں چھپا ہو، ہم اُسے شناخت کر لیں گے۔" شہرام نے ساتھ دیا۔

"اور یاد رکھو... بگ بی صرف ایک دشمن نہیں، وہ ایک ایسا زہریلا سانپ ہے جو سایے کی صورت میں وار کرتا ہے خاموش، چھپ کر، پیٹھ پیچھے... مگر اس بار، وہ اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں خود پھنسا جائے گا۔" روحان نے بات مکمل کی۔

زہان کی آواز گونجی، کمرے میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ پھر وہ رُک کر روشنی کی طرف متوجہ ہوا۔

"اور ایک آخری بات..."

روشنی کی نظریں زہان سے ٹکرائیں، مگر وہ خود آگے بڑھ کر بولا۔

"میری ایک گزارش ہے...اس مشن کے بارے میں امی اور نازنین کو کچھ نہ بتایئے گا۔"

"میری امی کو اب تک یہی لگتا ہے کہ میں بس بزنس مین ہوں۔انہیں نہیں معلوم کہ میں ایک ایجنٹ ہوں،ایک محاذ پر لڑ رہا ہوں۔وہ میرے بابا کو کھو چکی ہیں...اگر انہیں میرے اس مشن کا علم ہوا تو وہ ٹوٹ جائیں گی۔میں...میں یہ بوجھ اُن پر نہیں ڈال سکتا۔"

خوشی نے ہاں میں سر ہلایا۔

"بس تم حوصلہ نہ ہارنا...کیونکہ اس بار، تم صرف خود کے لیے نہیں، بہت سی بیٹیوں کے لیے لڑ رہی ہو۔" شہرام نے سنجیدگی سے اضافہ کیا۔

روشنی نے آہستہ سے سر ہلایا۔اس کے چہرے پر اعتماد اور آنکھوں میں روشنی تھی۔

یہ روشنی صرف ایک نام نہیں،ایک یقین تھی جو دشمن کے اندھیروں کو چیرنے والا تھا۔

☆☆☆

زہان کے آفس جانے کے کچھ دیر بعد لاؤنج میں ایک خاموش سی صبح اتر چکی تھی۔فرحانہ بیگم صوفے پر تسبیح لیے بیٹھی تھیں جبکہ نازنین اخبار کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ہر شے میں ایک مانوس سکون تھا۔

تبھی، دروازے کی طرف سے دبے قدموں چلتی خوشی آہستہ سے آگے آئی۔ وہ بلیک کپڑوں میں ملبوس، سر پر دوپٹہ اچھی طرح سے جمائے ہوئے تھی۔ نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، مگر دل کی دھڑکن جیسے ہونٹوں پر آنے والے الفاظ سے پہلے ہی سنائی دے رہی تھی۔

"آنٹی... نازنین..."

فرحانہ بیگم اور نازنین دونوں نے بیک وقت چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ خوشی نے نظریں اٹھائیں، آواز تھوڑی کپکپائی۔

"میں نے... اسلام قبول کر لیا ہے۔"

ایک لمحے کو جیسے وقت تھم سا گیا ہو۔ فرحانہ بیگم کی تسبیح ہاتھ سے پھسلتے پھسلتے بچی۔ نازنین کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اور... مجھے اب نماز پڑھنا سکھا دیں۔"

خوشی کی آواز رندھ گئی، مگر الفاظ میں سکون تھا، عزم تھا۔

فرحانہ بیگم نے لرزتے ہاتھوں سے تسبیح میز پر رکھی۔ ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ آہستہ سے اٹھیں، اور خوشی کی جانب قدم بڑھائے۔

"بیٹا..."

وہ کچھ بول نہ سکیں۔ بس خوشی کو سینے سے لگا لیا۔

نازنین کی آنکھوں سے خاموشی سے آنسو بہہ نکلے۔ وہ اٹھ کر دونوں ماں بیٹی کے گلے لگی۔

"یہ تم نے ہمیں تحفہ دیا ہے... تم نے اپنا دل اللہ کو دے کر ہمارے دل جیت لیے۔" فرحانہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔

"مجھے سجدے میں گر کر اپنے رب سے ملنا ہے... سچ میں جینا ہے۔" خوشی نے آہستہ سے سر ہلایا۔

فرحانہ بیگم نے آہستگی سے خوشی کے آنسو پونچھے۔ ان کی آنکھوں میں ممتا، شکر اور روحانی سرشاری کی نمی جھلک رہی تھی۔

"ہم دونوں مل کر تمہیں نماز پڑھنا بھی سکھائیں گی، اور قرآن پڑھنا بھی..."

ان کے لہجے میں وہ شفقت تھی۔

نازنین نے خوشی کا ہاتھ تھام لیا، "ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے، خوشی... اب تم ہماری فیملی کا حصہ ہی نہیں، ہمارے دل کا بھی ایک حصہ ہو۔"

خوشی کی آنکھیں ایک بار پھر بھیگ گئیں، مگر اب کے آنسو بے یقینی یا خوف کے نہیں، قبولیت کے تھے، سکون کے تھے۔ اس کے ہونٹوں پر پہلی بار سچا تبسم آیا، جس میں دل کی روشنی جھلک رہی تھی۔

"چلو بیٹا، پہلے وضو کرنا سیکھو..."

فرحانہ بیگم نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے ساتھ لے گئیں۔ نازنین بھی ساتھ چل دی۔

وضو خانے میں، فرحانہ بیگم نے آہستہ آہستہ اسے ہر عمل سکھایا ہاتھ دھونا، کلی کرنا، چہرہ دھونا، بازو، سر، اور پاؤں دھونا...

خوشی ہر عمل دل سے سیکھ رہی تھی، جیسے ہر قطرہ اس کی روح کو پاک کر رہا ہو۔ وضو مکمل کرنے کے بعد وہ دونوں لاؤنج میں واپس آئیں۔ سفید جائے نماز بچھائی گئی۔

فرحانہ بیگم نے اسے قبلہ کی سمت بتایا، اور نرمی سے کہا۔

"اب تم میرے ساتھ ساتھ کرو، اور نیت دل میں رکھو کہ تم پہلی بار اپنے رب کے حضور جھکنے جا رہی ہو۔"

روشنی جواب صرف نام نہیں بلکہ ایمان کی روشنی بن چکی تھی خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، لیکن روح کو ایک ان جانے سکون نے گھیر رکھا تھا۔

فرحانہ بیگم نے اللہ اکبر کہا، خوشی نے دھیمی آواز میں دہرایا۔

رکوع، سجدہ... اور پھر وہ لمحہ آیا سجدے کا لمحہ۔ جب خوشی کی پیشانی زمین سے لگی، تو جیسے صدیوں کا بوجھ اس ایک لمحے میں اتر گیا۔ وہ رو رہی تھی سسک سسک کر، مگر اس بار ان آنسوؤں میں کوئی دکھ نہیں تھا۔ صرف شکر، صرف سکون... صرف رب کی قربت۔ سجدے سے اٹھتے وقت وہ وہی نہیں تھی جو پہلے تھی۔

وہ اب روشنی تھی۔

ایک نئی، مکمل، پاکیزہ روشنی۔

جس کی اصل کسی شہرت میں نہیں، کسی اسٹیج، روشنیوں یا تالیوں میں نہیں۔ بلکہ سجدے کی خاموش مٹی میں دفن ہو چکی تھی۔ جہاں کل تک وہ لاکھوں کے سامنے گاتی تھی، آج وہ ایک اللہ کے سامنے جھک گئی تھی۔

جہاں کل تک اس کی شناخت ایک "سٹار" تھی، آج وہ اللہ کی بندی کہلانے پر فخر محسوس کر رہی تھی۔ اس کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ، بے سکونی، تلاش اور تنہائی تھی وہ جیسے اس ایک سجدے سے بھر گئی۔

وہ روئی... مگر خوشی سے۔

وہ ہنسی... مگر خاموشی سے۔

وہ بدلی... مگر مکمل طور پر۔

اب وہ روشنی تھی۔

جو نہ صرف خود کے لیے، بلکہ ان اندھیری روحوں کے لیے بھی چراغ بننے والی تھی جو آج بھی شہرت کے سراب میں سکون تلاش کر رہی ہیں۔ اور یہ روشنی اب واپس نہیں جائے گی... یہ اب بڑھتی جائے گی... ہر نفل، ہر دُعا، ہر قرآن کی آیت کے ساتھ۔ زہان کے لیے، خود کے لیے، اور اس دنیا کے لیے۔

☆☆☆

زہان کوٹ بازو پر رکھے، موبائل کان سے لگائے تیزی سے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔اس کی پیشانی پر فکر کی لکیریں تھیں، جیسے دماغ کئی سمتوں میں بٹا ہو۔

اچانک ٹھک! کسی سے ٹکر ہوا۔وہ لڑکی سنبھل نہ سکی، پاؤں لڑکھڑائے اور گرنے ہی والی تھی کہ زہان نے تیزی سے اسے بازوؤں میں تھام لیا۔

"اوہ...خیال رکھو۔!"

زہان کے لہجے میں حیرت بھی تھی اور نرمی بھی۔

خوشی یا اب روشنی اس کے بازوؤں میں تھی۔اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، مگر سانسیں بے ترتیب تھیں۔

"سوری...وہ میں...میں دھیان میں نہیں تھی۔"روشنی بمشکل بولی۔

زہان نے اسے آہستہ سے سیدھا کیا، مگر ہاتھ بدستور اس کی کہنی تھامے رہا جیسے وہ اب بھی لڑکھڑا سکتی ہو۔

"تم ٹھیک ہو؟"اس کی آواز میں وہی سنجیدگی تھی، جو صرف اس کے خاص لہجے میں اترتی تھی۔

"جی، بالکل۔"روشنی نے سر ہلایا۔

زہان کی نظریں اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔

ایک پل کو وہ بول نہیں سکا۔

پہلے وہ خوشی تھی، اب روشنی۔

اور اس تبدیلی نے شاید زہان کے اندر بھی کچھ بدل دیا تھا۔

"آئندہ... ایسے نہ چلو، میں اگر نہ تھامتا تو۔" وہ بات مکمل نہ کر سکا۔

"تو... میں گر جاتی، مگر اللہ تھام لیتا۔" روشنی نے نرمی سے کہا۔

زہان کے قدم جیسے رک گئے... ایک لمحے کو وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

"چلو میرے ساتھ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے.." اس نے روشنی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آیا۔ کمرے میں آتے ہوئے اس نے روشنی کا ہاتھ چھوڑا اور جیب سے ایک باکس نکال کر روشنی کو دیا۔

"یہ کیا ہے...؟" باکس کو دیکھ کر روشنی نے سوال کیا۔

روشنی نے باکس کو ہاتھ میں لیا، جیسے وہ کوئی عام چیز نہ ہو۔ بلکہ کوئی بہت بڑی ذمہ داری ہو۔

"یہ... لاکٹ؟"

اس کی آواز دھیمی تھی، حیرت زدہ۔

زہان نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"ہاں، لاکٹ۔ مگر صرف زینت کے لیے نہیں... حفاظت کے لیے ہے۔"

روشنی نے باکس کھولا۔

چاندی کی باریک چین میں بندھا لاکٹ، سادہ مگر نفیس۔ دل کی شکل کا نہ تھا، نہ کوئی رومانوی علامت تھی۔ بس ایک خوبصورت، مضبوط سی ڈیوائس جو نگاہوں کو دھوکا دے سکتی تھی۔

"اس میں ٹریکنگ چِپ ہے۔ اگر بگ بی تمہیں لے گیا، یا تم کہیں گئی... ہم تمہیں ڈھونڈ لیں گے۔ تمہارے آس پاس کے سب سگنلز ہمیں نظر آئیں گے۔"

روشنی کے لب کپکپائے۔

"تو مطلب... آپ کو یقین ہے کہ وہ آئیں گے؟"

زہان نے اس کی طرف قدم بڑھایا۔

"یقین ہے نہیں... خوف ہے۔ اور میں تمہیں کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔"

روشنی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"یہ مشن ہے یا...؟"

زہان نے اس کی بات کاٹ دی۔

"یہ صرف مشن نہیں... یہ تم ہو۔ تم محفوظ رہو گی تو مشن کامیاب ہو گا۔"

ایک پل کو خاموشی چھا گئی۔

پھر روشنی نے وہ لاکٹ اپنی ہتھیلی پر رکھا اور آہستہ سے گردن میں پہن لیا۔

"آپ مجھے مشن کے بعد انڈیا بھیجے گے...؟" روشنی نے اس کی براؤن آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ظاہر سی بات ہے خوشی تمہارا اپنا وطن ہے وہاں تمہاری فیملی ہے..." زہان نے نظریں چرائی تھی۔

روشنی کی پلکیں تھر تھرا گئیں۔اور وہ رونے لگی.. زہان گھبرایا۔

"کیا ہوا خوشی ایسے کیوں رو رہی ہو...؟" اس نے جلدی سے ٹیشو سے اس کی آنکھیں صاف کی تھی۔

روشنی نے بمشکل خود کو سنبھالا، اس کے آنسور کے نہیں تھے مگر وہ زہان کے سامنے کمزور نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"مجھے خوشی مت کہیے..." وہ سسکی، "میں اب روشنی ہوں...اور روشنی کبھی واپس اندھیرے میں نہیں جانا چاہتی۔وہاں جانا میرے لیے اندھیرا ہے۔"

زہان کی انگلیاں تھم گئیں، وہ ٹیشو تھامے کچھ لمحے یوں ہی بیٹھا رہا۔

"میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا..."

اس کی آواز میں کچھ ایسا تھا جو روشنی کے دل کو اور بوجھل کر گیا۔

"میں اس لیے نہیں رو رہی کہ آپ مجھے انڈیا بھیج رہے ہیں..."

وہ رک کر سانس لینے لگی۔

"میں اس لیے رو رہی ہوں کہ میں نے پہلی بار کسی پر یقین کیا... پہلی بار خود کو مکمل محسوس کیا۔ اور اب... آپ مجھے پھر اکیلا چھوڑنے جا رہے ہیں۔"

زہان کی نگاہیں جیسے جمی رہ گئیں۔

"میں... کچھ نہیں جانتا روشنی، سوائے اس کے کہ تمہاری حفاظت میری پہلی ترجیح ہے۔ اور اگر اس میں میری قربانی بھی شامل ہے، تو وہ بھی منظور ہے۔"

روشنی نے دھیرے سے سر جھکا لیا۔

"اگر میری حفاظت واقعی آپ کی ترجیح ہے، تو مجھے خود سے دور مت کیجیے... میں نے اس ایمان کو اپنایا ہے جس نے مجھے آپ تک پہنچایا۔ اب اگر میرا رشتہ یہاں سے ٹوٹ گیا... تو میں شاید کبھی دوبارہ زندہ نہ ہو پاؤں۔"

"میں تمہیں ٹوٹنے نہیں دوں گا..." زہان نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"میں اسلام قبول کر چکی ہوں زہان..."

زہان کے لبوں پر آتی سانس رُک سی گئی۔ وہ جیسے ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔

"کیا...؟"

اس کی آواز دھیمی تھی، مگر اس میں لرزش نہیں، حیرت تھی گہری، دل کو چھو لینے والی۔ روشنی کی آنکھوں میں اب آنسو نہیں تھے، صرف یقین تھا۔

"ہاں... میں اسلام قبول کر چکی ہوں، زہان۔"

"میں نے صرف آپ کے لیے نہیں... اپنے لیے، اپنے رب کے لیے یہ راستہ چُنا ہے۔ وہ رب... جس نے مجھے اندھیروں سے روشنی میں لایا۔"

زہان کا دل زور سے دھڑکا، جیسے کسی نے برسوں سے بند دروازہ کھول دیا ہو۔ اس کی آنکھیں جیسے پھیل گئیں، دل کی دھڑکن ایک لمحے کو رک سی گئی۔ روشنی کی آواز میں لرزش تھی... لیکن اس کے لہجے میں بے پناہ یقین اور سچائی۔

"آئی لو یو، زہان..."

وہ اس کے سامنے کھڑی تھی، پردہ کیے، سادگی میں لپٹی، مگر دل سے عیاں۔

"پلیز، مجھ سے شادی کریں... میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔"

زہان کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔

وہ روشنی کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ نرم سا آنچل، بھیگی پلکیں، کانپتی آواز... اور دل میں چھپا عشق۔

"روشنی..."

اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی، مگر جذبات کی شدت سے بوجھل تھی۔

"تم جانتی ہو تم کیا مانگ رہی ہو...؟"

"جانتی ہوں۔"

روشنی نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میں آپ کو مانگ رہی ہوں، صرف آپ کو...اس رشتے کے ساتھ، جو میرے رب کے نام پر بندھتا ہے۔"

"دیکھو روشنی..."زہان نے نرمی مگر سختی سے کہا۔

"میں ایک مشن پر ہوں...میری زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ تم مت کرو ایسا مجھے کمزور مت ہونے دو۔"

روشنی کے لب تھرتھرا گئے، آنکھوں میں جو امید کا چراغ روشن ہوا تھا، وہ لمحہ بھر کو بجھنے لگا۔

زہان کی آواز میں وہی سختی، وہی ذمے داریوں کا بوجھ تھا۔ لیکن ساتھ میں چھپی بے بسی بھی، جو وہ چھپا نہ پایا۔

"آپ کو کمزور نہیں ہونے دوں گی زہان۔"روشنی نے آہستہ سے اپنے آنسو پونچھے۔ پھر ایک قدم اس کے قریب آئی۔

"میں آپ کی طاقت بننا چاہتی ہوں، آپ کے ایمان کا حصہ، آپ کے مشن کی دعا..."

وہ رکی، دل کی لرزش کے ساتھ کہا۔

"اور اگر میرے رب نے چاہا، تو میں آپ کی اس مشن سے سلامت نکلتا ہوا دیکھوں گی۔ میں آپ سے زندگی نہیں مانگ رہی، میں رب کی رضا میں آپ کا ساتھ مانگ رہی ہوں۔ اگر قسمت نے موقع دیا، تو میں آپ کی بیوی کہلاؤں گی۔ اور اگر نہیں... تو کم از کم یہ سکون ہو گا کہ میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔"

زہان خاموش کھڑا رہا۔ وہ جیسے ہی کچھ کہنے والا تھا، اچانک اس کا فون بج اٹھا۔

زہان نے ایک نظر روشنی پر ڈالی، پھر فون کان سے لگایا۔

"ہاں روحان۔؟"

چہرے کے تاثرات لمحہ بھر میں سنجیدہ ہو گئے۔

"اوکے... ٹھیک ہے!" کہہ کر اس نے مختصر کال کاٹی اور گہرا سانس لیا۔

پھر اس نے روشنی کی طرف قدم بڑھایا۔

"ہم نے پلین تیار کر لیا ہے، روشنی... اب وقت آ گیا ہے۔"

اس کی آواز میں اعتماد بھی تھا اور نرمی بھی، جیسے کسی نازک چیز کو ہاتھ لگاتے وقت ہوتی ہے۔

"اب تمہیں ہمارا ساتھ دینا ہو گا۔ تمہیں ایک بار پھر وہی پرانی 'خوشی راجپوت' بننا ہو گا۔ وہی انداز، وہی آواز، وہی لب و لہجہ۔ انہی رنگین، چمک دار کپڑوں میں، انہی قدموں سے... تم بہت جلد ان لوگوں کی نظروں میں آؤ گی، اور پھر ہم اس مشن کو انجام تک پہنچائیں گے۔"

روشنی کی آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی۔

"زہان... میں اب ویسے کپڑے نہیں پہن سکتی۔ وہ سب... میں چھوڑ چکی ہوں۔"

زہان نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"میں جانتا ہوں، روشنی... مجھے معلوم ہے تم نے کتنا بڑا قدم اٹھایا ہے، لیکن... پلیز میرے لیے... اتنا تو کر سکتی ہو نا۔۔؟ یہ صرف چند لمحوں کی بات ہے۔ ایک مشن ہے... ہم کئی لڑکیوں کی زندگیاں بچا سکتے ہیں۔"

روشنی نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ جہاں محبت بھی تھی اور ایک مجاہد کا عزم بھی۔

اس نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے... آپ کے لیے اور ان سب کے لیے جن کی زندگیاں ابھی اندھیروں میں ہیں۔"

زہان نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"تم روشنی ہو... تمہیں اندھیروں میں بھی چمکنا آتا ہے۔"

روشنی نے آنکھیں بند کر لیں۔ دل سے ایک دعا نکلی...

"یارب! یہ آزمائش ہے یا تیرا قرب... مجھے ثابت قدم رکھ۔"

☆☆☆

روحان خان اور شہرام شاہ مینارِ پاکستان کے سامنے کھڑے تھے۔ شام کی روشنی میں آسمان سنہرا ہو رہا تھا، اور مینار کی پر شکوہ ساخت عکس بن کر فضاء میں گھل رہی تھی۔

"یار ذرا سائیڈ پر ہو، تُو فریم خراب کر رہا ہے!" روحان نے کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے شہرام کو ہلکا سا دھکا دیا۔

"اوئے! میں فریم خراب نہیں کر رہا، میں فریم بنا رہا ہوں۔ تمہیں پتہ ہے نا بدر 9 کہاں کھڑا ہو تو تصویر بھی راز دار لگتی ہے!" شہرام نے مصنوعی ناراضگی سے ناک چڑھائی۔

"اوہ خدا... تمہیں تو سیلفی اسٹک کے ساتھ ہی پیدا ہونا چاہیے تھا۔!" روحان نے ہنستے ہوئے تصویر لی اور پھر فوراً اگلی پوز کے لیے تیار ہو گیا۔

"روحان... یہ وہی جگہ ہے نا، جہاں کئی برس پہلے زہان کے والد کی شہادت کی خبر ملی تھی۔" شہرام نے تھوڑا سنجیدہ ہو کر سرگوشی کی۔

روحان کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔

"ہاں... اور وہی دن تھا جب ہم نے عہد کیا تھا کہ ہم اس ملک کے سائے بن کر ہر دشمن کے سامنے ڈٹیں گے۔"

دونوں لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئے۔

پھر شہرام نے سر اٹھا کر مینارِ پاکستان کو دیکھا، شام کی روشنی میں وہ اپنی تمام عظمت کے ساتھ ایستادہ تھا۔ شہرام کی آنکھوں میں ایک عزم کی چمک تھی، لبوں پر مدھم سا جملہ اُبھر آیا۔

"بس روشنی کی حفاظت کرنی ہے... بگ بی کو اس بار وہ درد دینا ہے، جو کبھی زہان نے جھیلا تھا۔"

مگر جیسے ہی اس کی نگاہ سامنے سے آتے زہان اور روشنی پر پڑی، اس کا جملہ درمیان میں ہی رک گیا۔

روشنی... وہی لڑکی جس نے کبھی اپنی شناخت کھودی تھی، آج ایک نئی پہچان کے ساتھ سامنے آرہی تھی۔

بلیو پرنٹ شرٹ، بلیک جینز، پیروں میں ہیلز، بالوں کا ہائی پونی ٹیل اور چہرے پر گرتی دو بے ساختہ لٹیں۔ وہ کسی فلمی سین کی طرح دھیرے دھیرے قدم اٹھا رہی تھی، جیسے ہوائیں بھی اس کے ساتھ آہنگ میں چل رہی ہوں۔

شہرام کی سانس جیسے ایک لمحے کو بند ہو گئی، پلکیں جھپکنا بھی بھول گیا۔

وہ بے اختیار چند قدم آگے بڑھا... جیسے کسی خواب کو حقیقت بنتے دیکھ رہا ہو۔

"ابے شہرام! سانس تو لے لو... وہ کوئی پری نہیں، ہماری روشنی ہے!" روحان نے اس کی کیفیت نوٹ کی، ہنستے ہوئے آہستہ سے کہنے لگا۔

شہرام نے گردن جھٹک کر خود کو حال میں لایا، مگر اس کی آنکھوں میں وہی چمک باقی تھی۔

اس نے زیرِ لب کہا۔

"یہ وہی خوشی ہے...؟"

زہان دونوں کے قریب آ کر رُکا، اس کی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"سب تیار ہے؟"

"بس تم دونوں کی کمی تھی، اب سب مکمل ہے۔" روحان نے گردن ہلائی۔

روشنی نے شہرام کی طرف دیکھا، اس کی نگاہوں میں نرمی اور اعتماد دونوں تھے۔

"کیا ہوا بدر 9؟ اتنے خاموش کیوں ہو؟" زہان کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی، مگر اثر گہرا رکھتی تھی۔

"کچھ نہیں... بس دل کہہ رہا تھا، اگر دشمن خوشی عرف روشنی کو دیکھے گا... تو شاید بغیر لڑے ہتھیار ڈال دے!" شہرام نے ایک سانس لی، اور آہستہ سے مسکرا کر بولا۔

"چلو... یہ صرف ایک مشن نہیں ہے... یہ ایک کہانی ہے جو اختتام کے قریب ہے اور ہم تینوں گواہ ہیں اس انجام کے۔" زہان نے اس لمحے کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اچھا شیرو، تم نے میری تصویر کچھ اس انداز میں بنانی ہے..." زہان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اپنے فون کی سکرین پر کچھ تصویری زاویے دکھائے۔

"خوشی میرے پیچھے کھڑی ہو گی، ایسے کہ کسی کو شک نہ ہو کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ بس اس کا سائیڈ فیس نظر آئے، دھندلا سا... جیسے اتفاقاً کوئی راہگیر ہو۔"

"اور اس کا کیا فائدہ ہو گا؟" شہرام نے بھنویں اچکائیں۔

زہان کی آنکھوں میں چمک ابھری، "کل سے خوشی... یا یوں کہو روشنی، ہر اُس جگہ جائے گی جہاں عوامی رش ہو، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی نظر اس پر پڑے خاص طور پر ان لوگوں کی، جو اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

"مگر رسک؟ وہ بہت بڑا ہے!" روحان نے ہاتھ باندھتے ہوئے پوچھا۔

زہان نے گہرا سانس لیا، "ہم 24 گھنٹے روشنی پر نظر رکھیں گے۔ ہر اینگل سے، ہر لمحہ۔ یہ ایک جال ہے... اور ہمیں اسے پوری ہوشیاری سے بچھانا ہے۔"

"اوکے باس، سمجھ گیا۔ تصویر ایسی ہو گی کہ دشمن کا دھیان سیدھا اس پر جائے، مگر اُسے یقین نہ ہو کہ یہ واقعی خوشی ہے۔" شیر و کیمرہ اٹھاتے ہوئے بولا۔

"بالکل... ہم دشمن کو شک میں رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ قدم اٹھائے اور جیسے ہی وہ قدم اٹھائے گا، ہم اسے دبوچ لیں گے۔" زہان نے ہاں میں سر ہلایا۔

شہرام نے ایک ساتھ کئی تصاویر لی تھیں مختلف اینگلز سے، الگ الگ روشنی میں، کبھی زہان کے کندھے کی اوٹ میں سے، تو کبھی مینار پاکستان کے سائے میں۔

"بس... تھوڑا سا ہٹو زہان، ہاں... روشنی تھوڑا سا دائیں، بس! اب پرفیکٹ!"

شہرام کی انگلی کیمرے کے بٹن پر بار بار چل رہی تھی۔

"تصویر لے رہا ہے یا فلم بنا رہا ہے؟" روحان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جب سب کچھ پلاننگ سے ہو رہا ہو تو ہر فریم معنی رکھتا ہے، سر کار X...اور یہ فریم دشمن کے دماغ میں الجھن ڈالے گا۔" شہرام نے کیمرے سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"یہی چاہیے تھا...روشنی کی موجودگی واضح بھی ہو اور مشکوک بھی۔" زہان نے شہرام کے قریب آ کر ایک تصویر دیکھی۔

"کیا واقعی یہ سب کافی ہو گا۔؟" روشنی نے دھیرے سے پوچھا۔

"شروعات کے لیے یہی کافی ہے...دشمن کو صرف تمہارا ایک عکس دکھانا ہے، تاکہ وہ تمہیں سامنے لانے پر مجبور ہو جائے۔" زہان نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تصاویر اپلوڈ ہو جائیں گی سوشل میڈیا پر، عام لوگوں کے ذریعے... جیسے کوئی مداح ہے، جیسے کوئی اتفاقی کلک ہے۔ بگ بی کو دکھانا ہے کہ خوشی واپس آ گئی ہے۔" شہرام نے کیمرہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں تیار رہنا ہو گا... کیونکہ اس بار صرف تمہاری نہیں، کئی زندگیوں کی جنگ لڑی جا رہی ہے۔" روحان نے روشنی کو سنجیدگی سے دیکھا۔

روشنی نے سر ہلایا۔

☆☆☆

روحان مسلسل نازنین کو کال کر رہا تھا مگر وہ نہیں اٹھا رہی تھی۔ روحان سخت جھنجھلا ہوا تھا۔۔

"کیا ہے اب کیوں کال کر رہے ہو جائیں بیزی رہے۔۔" پانچویں بیل پر نازنین نے کال اٹھا کر غصے سے کہا تھا۔

"میں معذرت خواہ ہوں، میری جانان..." روحان نے اس کے غصے بھرے لہجے کے باوجود نرمی سے کہا۔

نازنین خاموش رہی، مگر روحان جانتا تھا کہ وہ اب بھی ناراض ہے۔

"پلیز میری بات تو سنو... تمہیں ناراض دیکھ کر لگتا ہے جیسے دل کی ایک دھڑکن رک گئی ہو۔ بس... تم سے بات نہ ہو تو کچھ بھی مکمل نہیں لگتا۔"

"تمہیں پتہ ہے نہ میں کس کیفیت سے گزر رہی ہوں، پھر بھی تم اتنے مصروف ہو گئے کہ ایک میسج تک نہ کیا۔" نازنین نے گہری سانس لی، آواز اب بھی سرد تھی۔

"میں واقعی غلط تھا نازو۔۔"

روحان کی آواز میں شرمندگی واضح تھی۔

"ٹھیک ہے... اس بار معاف کیا، مگر اگلی بار تمہارا قیمہ بنا دوں گی، سمجھے؟"

نازنین نے سخت لہجے میں کہا، مگر دل میں محبت کی چنگاری ہنوز سلگ رہی تھی۔

"اوکے، سمجھ گیا، میڈم قیمہ بنانے والی۔۔!" روحان ہنس دیا۔

"مگر روحان... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ زہان بھائی ہمارے رشتے کے لیے انکار کر دیں۔" نازنین نے گہری سانس لی، پھر دھیرے سے بولی۔

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

"ڈونٹ وری نازو... میں بات کروں گا۔ایک نہ ایک دن، ضرور۔ وہ سخت دل نہیں ہے، وہ بس ذمہ دار ہے۔ اگر اسے لگا کہ میں تمہیں خوش رکھ سکتا ہوں... تو وہ ضرور مان جائے گا۔" روحان نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"پتہ ہے روحان... تم سے جڑی ہر امید ایک ڈر کے ساتھ چلتی ہے... جیسے کوئی خواب ہو جو حقیقت بننے سے پہلے آنکھوں سے چھن جائے..." نازنین کی آواز تھرتھرا گئی۔

روحان کا دل بھاری ہو گیا۔

"نازو، تم خواب نہیں ہو، تم میری حقیقت ہو۔اور حقیقت سے بندہ بھاگ نہیں سکتا... میں تمہیں اپنانے کے لیے آخری حد تک جاؤں گا۔"

نازنین نے خاموشی سے آنکھیں بند کر لیں۔

یہ الفاظ اس کے دل پر ایسے پڑے جیسے برسات میں کوئی نرمی سے بھیگا ہوا رومال دل کے زخموں پر رکھ دے۔

"مجھے تم پر یقین ہے، روحان..."

بس یہی الفاظ تھے جو نازنین نے دل سے نکالے۔ روحان کی آواز میں ایک گہری سنجیدگی آ گئی۔

ایسی سنجیدگی جو ہنسی مذاق کے اس شخص سے کم ہی سننے کو ملتی تھی۔

"نازنین... میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔"

وہ ایک لمحے کو رکا، جیسے الفاظ حلق میں پھنس گئے ہوں۔

"زندگی اور موت کا پتہ نہیں... ہم جس راستے پر چل رہے ہیں، وہ سیدھا موت کے دہانے تک جاتا ہے۔ اگر میں کبھی نہ لوٹوں... اگر میں مر گیا..."

نازنین کا دل جیسے لرز گیا۔

"نہیں روحان... یہ کیسا منحوس سا جملہ ہے۔۔؟"

"سنو نازنین۔۔" روحان نے پھر سے نرمی سے کہا۔

"اگر میں مر بھی جاؤں نا... تو رونا نہیں۔ بس دعا کرنا کہ میں جس مشن کے لیے گیا تھا، وہ مکمل ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مضبوط رہو... کیونکہ تم کمزور ہوئیں، تو زہان بھائی بھی ٹوٹ جائیں گے... اور میں یہ نہیں چاہتا۔"

"تم ایسے کیوں بول رہے ہو، روحان؟ تم کچھ چھپا رہے ہو؟ کوئی بات ہے...؟ کوئی خطرہ؟" نازنین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

روحان خاموش ہو گیا...

اس کی نظریں خلا میں تھیں، جیسے آنے والے وقت کا بوجھ پہلے ہی اس پر آ چکا ہو۔

"بس اتنا سمجھ لو نازو... تم میرے دل کی وہ دھڑکن ہو جسے میں ہمیشہ ساتھ رکھوں گا۔ اور اگر کبھی دھڑکن بند بھی ہو گئی نا... تو تمہاری مسکراہٹ میری شہادت کی مکمل وجہ بنے گی۔"

"روحان...! پلیز ایسے نہ بولیں مجھے تم سے محبت ہے میں نہیں رہ پاؤں گی تم بہت برے ہو ایسے باتیں کر کے میرا دل توڑتے ہو۔۔"نازنین شدت سے رونے لگی۔

"ناز پلیز مت روئیں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔۔"

"اور مجھے نہیں ہوتی کیا۔؟"وہ پھٹ پڑی۔

"ہوتی ہے مگر.."

"بس روحان اب مجھے کال مت کرنا بائے۔۔"نازنین نے غصے سے کال کاٹی۔

روحان کی آنکھیں ساکت رہ گئیں...

کان سے موبائل آہستہ آہستہ نیچے آیا...اور دل کی دھڑکن...ایک لمحے کو جیسے رک سی گئی۔

"ناز...نازنین..."وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

مگر اب لائن پر صرف خاموشی تھی ٹوٹے دل جیسی، ٹھنڈی، بے جان۔

وہ صوفے پر بیٹھ گیا، ہاتھوں کی انگلیوں سے پیشانی سہلاتا رہا۔

"میں نے یہ سب کیوں کہا؟ کیا غلط وقت تھا؟ یا الفاظ زیادہ تلخ ہو گئے؟"

خود سے سوال کرتا روحان، اندر ہی اندر گھلنے لگا۔

اس کی آنکھوں میں نمی تھی...ایک سپر ایجنٹ...جو سینکڑوں دشمنوں کے بیچ بے خوف کھڑا رہتا تھا، آج ایک لڑکی کے آنسوؤں نے اسے کمزور کر دیا تھا۔

"میں اسے دکھ دینا نہیں چاہتا تھا...بس یہ چاہتا تھا کہ وہ تیار ہو، اگر کچھ ہو جائے... لیکن میں ہی بے بس بن گیا..."

ایک آخری نظر موبائل پر ڈالی۔

کال لاگ میں نازنین کا نام جگمگا رہا تھا...

مگر اب وہ ہاتھ روک گیا۔ کیونکہ اس بار نازنین نے "بائے" کہا تھا...ہمیشہ کے لیے یا وقتی طور پر؟ اسے معلوم نہ تھا۔

☆☆☆

"کیا ہوا تیرا موڈ اتنا خراب کیوں ہے...؟" صبح سویرے روحان اور شہرام جاگنگ کر رہے تھے جب روحان کو خاموش دیکھ کر شہرام نے پوچھا۔

"ڈونٹ ڈسٹرب می۔۔!" روحان نے گھورا۔

شہرام رک گیا۔

اس نے حیرت سے روحان کو دیکھا جو عام طور پر ہنسی مذاق، شرارت اور شوخی کا مجسمہ ہوتا تھا...مگر آج اس کے چہرے پر نہ مسکراہٹ تھی، نہ شرارت...بس گہری اداسی اور تھکن۔

"اوئے! کیا ہوا؟ رات کو زہان نے ڈانٹ دیا یا نازنین نے کچھ کہہ دیا۔۔؟" شہرام نے آدھے طنز آدھے تجسس سے پوچھا۔

روحان رُک گیا۔

گردن موڑ کر شہرام کو دیکھا،اور ایک طویل سانس لی۔

"بس کر یار...وہ ناراض ہو گئی ہے...اور شاید...اس بار سچ میں چلی جائے گی۔"

"کیا کہا تُو نے ؟ نازنین ناراض ہو گئی ؟ کیوں ؟" شہرام سنجیدہ ہو گیا۔

"بس ایک بات کہی...کہ اگر میں مر گیا تو رونا نہیں،اور اس نے کہہ دیا کہ مجھے کال مت کرنا۔" روحان کی آواز میں بکھراؤ تھا۔

"سالے !تُو اسے جانتا ہے،وہ جذباتی ہے،تو کیوں ایسی باتیں کر رہا تھا۔؟" شہرام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو،اور محبت والے ایسے منہ سے موت کی بات نہیں کرتے۔"

روحان خاموشی سے زمین کو گھورتا رہا۔

"اب کیا کروں۔۔؟" اس نے آہستہ سے پوچھا،جیسے خود سے۔

"پہلے جا کے زہان سے بات کر،اسے بتا کہ تُو نازنین کو پسند کرتا ہے...تاکہ نازنین کو بھی یہ ڈر نہ رہے کہ بھائی ناراض ہو جائے گا۔پھر جا کے اسے منا،پھول لے جا،معافی مانگ...ورنہ تُو تو واقعی 'مرحوم عاشق' بن جائے گا۔" شہرام نے مسکرا کر کہا۔

"مرحوم عاشق نہیں،شوہر بننا ہے اس کا۔۔" روحان نے بمشکل مسکرا کر سر ہلایا۔

"بس تو پھر جُھک جا، من جا...اور منا بھی لے ! صبح کا آغاز جنگ سے نہیں، رنگ سے ہونا چاہیے !" شہرام نے ہنستے ہوئے پیٹھ پر تھپکی دی۔

"تجھے نثر سنانے کا شوق کب سے ہو گیا؟" روحان نے آنکھیں سکیڑ کر شہرام کو دیکھا۔

"جب سے تُو شاعر بن گیا ہے، میں نے سوچا کہ تیرے عشق کا مقابلہ فن سے ہی کیا جائے۔" شہرام نے شرارت سے کندھے اچکائے۔

"چل، اب زیادہ فلسفہ نہ بگھار... مجھے نازنین کو منانا ہے۔" روحان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

شہرام نے جیب سے موبائل نکالا۔

"تو پہلے کال کر، اور ہاں... سوری والے ایموجیز بھیجنا مت بھولنا، کیونکہ لڑکیاں لکھا ہوا 'سوری' پڑھ لیتی ہیں، مگر ایموجی والا 'سوری' محسوس کرتی ہیں۔"

"او کمینے، تم تو ایک نمبر کے کامن سینس والے بندے نکلے۔" روحان ہنسا۔

"یہی تو ایجنٹ بدر 9 کا کمال ہے۔!" شہرام نے فخریہ انداز میں گردن اکڑائی۔

روحان نے فون ہاتھ میں لیا، تھوڑا جھجھکا... پھر ڈائل پر انگلی رکھ دی۔

فون بجا... بجا... پھر وہی خاموشی۔

"ہیلو؟"

نازنین کی آواز میں سرد مہری تھی۔

"بس ایک موقع دے دو، صرف اتنا سن لو... آج پھول لاؤں گا، کل اپنی غلطی کی تلافی، اور پرسوں... تمہاری ہاں کا انتظار۔" روحان کی آواز نرمی سے بھیگ گئی تھی۔ کچھ لمحے خاموشی رہی...

"کب آرہے ہو...؟" پھر دوسری طرف سے ہلکی سی سسکی سنائی دی۔

روحان کے چہرے پر مسکراہٹ لوٹ آئی۔

"ابھی... ابھی نکلا ہوں۔"

"تو محبت کامیاب ہوئی۔؟" شہرام نے اسے دیکھا۔

"محبت کامیاب نہیں ہوئی... محبت پھر سے شروع ہوئی ہے۔" روحان نے فون بند کر کے جیب میں رکھا۔

"تمہاری محبت کہاں تک پہنچی...؟" روحان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

شہرام کے چہرے پر پہلی بار وہ سنجیدگی آئی تھی جو روحان نے کم ہی دیکھی تھی۔

خوشی کا سوچ کر اس کے چہرے پر سایہ لہرایا۔

"کیا مطلب؟" شہرام کی مسکراہٹ آہستہ سے مدھم ہوئی۔

"مطلب یہ ہے کہ تمہیں خوشی سے محبت ہو گئی ہے نہ..؟" روحان نے تجسس سے پوچھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے..."شہرام نے نظریں چرائی تھی۔

روحان نے شہرام کے چہرے کو غور سے دیکھا، جیسے جھوٹ اور سچ کے درمیان کی خفیف لکیر کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"نظریں چُرانا اکثر دل کے بھید کھول دیتا ہے شہرام..."

اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، لیکن اس کی آنکھوں میں ایک گہرا تجسس تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے یار، وہ بس... ایک لڑکی ہے جو ایک مشن کا حصہ ہے۔"شہرام نے بمشکل ایک مصنوعی قہقہہ لگایا۔

"نہیں شہرام، وہ ایک لڑکی نہیں ہے، وہ تمہاری آنکھوں کا خواب ہے جسے تم جگتے ہوئے بھی دیکھتے ہو۔ میں تمہیں بچپن سے جانتا ہوں، جب بھی تم کسی چیز کو نظر بھر کر دیکھو، تو اس میں صرف دلچسپی نہیں... دل ہوتا ہے۔"روحان نے قدم روکے اور شہرام کے بازو کو تھاما،

"ہاں... میں اسے دیکھتا ہوں تو دل سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔"شہرام نے لمبی سانس لی۔ ہیزل آنکھوں میں زخمی تاثر ابھرا تھا۔

ایک لمحہ خاموشی کا، پھر دھیرے سے بولا۔

"مگر یہی محبت میری کمزوری نہیں بن سکتی... کیونکہ وہ زہان کی ہے۔"

"زہان کی۔؟ تمہیں کیسے پتا۔؟"روحان چونکا۔

"ایک پیار کرنے والا ہی پیار کرنے والے کو پہچانتا ہے اور زہان اسے دیکھتا ہے جیسے وہ روشنی نہیں...اس کی منزل ہو۔اور روشنی جب اس سے بات کرتی ہے، تو اس کی پلکیں جھکتی ہیں جیسے وہ دل کی بات چھپا رہی ہو۔" شہرام کے لبوں پر ایک ہلکی سی بے بس مسکراہٹ ابھری۔ہیزل آنکھیں اداس لگ رہی تھی۔

"اور میں؟ میں بس ایک تماشائی ہوں... جسے اپنے دل کی شکست تسلیم کرنی ہے، خاموشی سے۔"

"پھر بھی، تُو بڑا آدمی ہے... جو صرف چاہ کر بھی خود پر قابو رکھتا ہے۔رب گواہ ہے، یہ محبت پاک ہے۔" روحان نے آہستہ سے شہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

شہرام نے آنکھیں بند کر لیں۔

"محبت اگر پاک ہو، تو کوئی انجام نہیں مانگتی...بس دعا بن جاتی ہے، کہ وہ خوش رہے...ہمیشہ۔"

روحان کے لبوں سے نکلا "آمین" ہوا میں تحلیل ہو گیا... مگر شہرام کے دل میں جیسے کسی نے ایک نوک دار تیر اتار دیا ہو۔

محبت...جو ابھی مکمل ہوئی بھی نہیں تھی،

کسی اور کی مسکراہٹ پر قربان ہو چکی تھی۔

وہ دونوں سڑک کنارے چل رہے تھے، مگر شہرام کی نظریں زمین پر جمی تھیں جیسے دل بھی وہیں گر چکا ہو۔

"پتہ ہے روحان..."

شہرام کی آواز بھاری تھی۔

"محبت جب شروع ہونے سے پہلے ختم ہو، تو انسان خود سے بھی نظریں چُرانے لگتا ہے۔ میں اس کی آنکھوں میں وہ عکس ڈھونڈتا رہا، جو کبھی میرے لیے تھا ہی نہیں۔"

روحان خاموشی سے سن رہا تھا۔

"زہان کو دیکھ کر مجھے رشک نہیں ہوتا، دکھ ہوتا ہے... کہ شاید رب نے میرے دل کو محبت کی دعا تو دی... مگر وہ ہاتھ نہ دیا جسے تھام کر جیتا جاتا۔"

روحان رُکا، اس نے شہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"پیار ایک نظر میں ہو یا برسوں میں... جسے رب چاہے، وہی دل کی دنیا بساتا ہے۔ تُو خالی ہاتھ نہیں، صاف دل ہے۔ اور جو دل صاف ہو... اُس کے حصے میں کچھ نہ کچھ اچھا ضرور آتا ہے۔"

شہرام نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر لائی۔

"بس دعا کر یار... کہ جسے میں نے دل سے چاہا، وہ کبھی دل سے دکھ نہ پائے۔ میری دعائیں اس کی حفاظت بنیں... اور زہان کے لیے باعثِ رحمت بنیں۔"

روحان نے آسمان کی طرف دیکھا۔

"یقین رکھ، محبت کبھی ضائع نہیں جاتی۔ چاہے وہ دل میں رہے، یا دعا میں... ایک دن سب لوٹ آتا ہے۔"

☆☆☆

"ناز آنٹی کہاں ہے..؟"روشنی قرآن مجید ہاتھ میں لیے نازنین کے کمرے میں آتے ہوئے پوچھا۔

نازنین بیڈ پر بیٹھی بالوں میں برش کر رہی تھی۔روشنی کے ہاتھ میں قرآن دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک فخر سا جھلک گیا۔

"اوہ...امی خالہ کے ہاں گئی ہیں، شام تک آجائیں گی۔کیوں خیریت...؟"نازنین نے مسکرا کر پوچھا۔

روشنی نے سر جھکا کر قرآن کو سینے سے لگایا۔

"ہاں...میں سورۃ البقرہ کی ایک آیت یاد کر رہی تھی۔

'اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ '...

بس آگے کی لائن بھول گئی، وہی پوچھنا تھا۔"

نازنین فوراً بیڈ سے اٹھی اور اس کے قریب آئی۔

"آیت الکرسی۔؟"

"ہاں! وہی...آپ کو یاد ہے؟"روشنی نے چونک کر دیکھا۔

نازنین نے نرمی سے قرآن کھولا اور آیت کی طرف اشارہ کیا۔

"اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ..."

روشنی خاموشی سے سنتی رہی۔اس کی آنکھوں میں عقیدت کی نمی جھلک رہی تھی۔

"یہ آیت سب سے زیادہ طاقتور آیات میں سے ایک ہے روشنی...اس کو دل سے یاد کرلو، یہ تمہاری حفاظت کرے گی۔"

روشنی نے سر ہلایا۔

"میں چاہتی ہوں کہ جو نیا رشتہ میں نے اپنے رب سے جوڑا ہے، وہ مضبوط ہو... جیسے یہ الفاظ۔"

نازنین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اور جب نیت صاف ہو تو رب خود رستہ دکھاتا ہے۔ تم جتنی خوبصورت ہو، روشنی...اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تمہارا دل ہے اب۔"

کمرے میں سکون سا چھا گیا تھا۔

اسی لمحے باہر سے کسی کے قدموں کی آواز آئی۔

"زہان واپس آ گئے...؟" روشنی نے چونک کر پوچھا۔

نازنین نے پردہ سرکایا،

"لگتا تو ایسا ہی ہے... تم جا کر ان سے پوچھو بھائی حافظ القرآن ہے مگر اب وہ نہیں پڑھتے تم جاؤ باقی ان سے پوچھوں شاید اس کا دل نرم ہو جائیں۔

روشنی نے چونک کر نازنین کی بات سنی۔

"زہان حافظِ قرآن ہے...؟"

اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔

نازنین نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں... زہان بھائی نے بہت چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کیا تھا۔ بابا شہید ہوئے تو بس... دل بجھ سا گیا۔ تب سے وہ تلاوت سے دور ہو گئے۔"

روشنی کے دل میں جیسے کچھ چٹخا۔

"مگر نازنین... جو قرآن دل میں ہو، وہ کبھی کہیں جا نہیں سکتا۔ شاید وہ سننے کے لیے کسی روشنی کا انتظار کر رہے ہوں۔"

نازنین نے چونک کر روشنی کو دیکھا۔

"تم جا کر بات کرو ان سے، شاید تمہاری زبان سے رب ان کے دل کو جگا دے۔"

روشنی نے آہستگی سے سر ہلایا، قرآن کو احتیاط سے میز پر رکھا اور چادر سنبھالتی باہر نکل گئی۔

زہان ابھی ابھی گاڑی پارک کر کے اندر داخل ہوا تھا۔ چہرے پر تھکن اور آنکھوں میں دور کہیں ماضی کی گرد تھی۔

"السلام علیکم، زہان..."

روشنی نے دروازے کے پاس آ کر دھیرے سے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام... خیریت؟" زہان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں نے سنا... آپ نے قرآن حفظ کیا ہے..." روشنی نے لب بھینچے لہجے میں کہا۔

زہان کی پلکیں جھپکیں، جیسے برسوں پرانی گرد اٹھ گئی ہو۔

"پڑھا تھا... مگر بھلا دیا ہے۔" اس کی آواز سخت تھی مگر لہجہ ٹوٹا ہوا۔

روشنی نے چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"جو چیز دل میں ہوتی ہے، وہ نہیں بھولتی... میں نے اسلام قبول کیا ہے، مگر قرآن سمجھنے کے لیے کسی استاد کی تلاش ہے... اگر آپ..."

زہان کی سانس رُک گئی۔

"میں استاد نہیں ہوں..."

"مگر شاگرد تو ہوں۔۔" روشنی نے دھیرے سے کہا۔

"جاؤ روشنی میں نہیں پڑھا سکتا..." زہان نے سختی سے کیا اور جانے لگا۔

زہان کا قدم دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا، مگر روشنی کی آواز نے جیسے اسے جکڑ لیا۔

"آپ کو مجھے پڑھانا پڑے گا...ایسے میں آپ کو جانے نہیں دوں گی!"

وہ رُک گیا۔

کمرے میں لمحے بھر کو سکوت چھا گیا مگر یہ خاموشی خالی نہیں تھی، اس میں کئی جذبے، کئی سوال، کئی جواب چھپے تھے۔

زہان آہستہ سے پلٹا، اس کی نظریں روشنی کے چہرے پر گئیں، جو سنجیدہ تھی، پُر سکون تھی...اور کچھ مانگ رہی تھی۔

"کیا زبردستی کرو گی...؟" زہان نے سپاٹ لہجے میں کہا، لیکن اس کی آواز میں وہ سختی نہیں تھی جو پہلے تھی۔

روشنی نے لب بھینچے اور قدم آگے بڑھایا۔

"یہ زبردستی نہیں، یہ وہ طلب ہے...جو سچے دل سے اٹھتی ہے۔ اگر آپ کے دل میں رب کی کوئی رمق باقی ہے نا، تو وہ مجھے انکار نہیں کرے گا۔"

زہان کی براؤن آنکھوں میں چمک سی لہرائی۔

کیا واقعی کوئی اتنے یقین سے اس سے رب مانگ سکتا ہے؟

کیا وہ واقعی اب بھی کسی کا وسیلہ بن سکتا ہے...؟

"تمہیں قرآن سیکھنا ہے، یا مجھے سکھانا ہے...؟" زہان نے آہستہ سے پوچھا۔

روشنی کی پلکیں نم ہوئیں، مگر آواز پُراعتماد تھی۔

"دونوں... مجھے قرآن سیکھنا ہے، اور آپ کو رب سے جُڑنا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے راستے ہیں۔"

زہان کا دل پہلی بار کسی کو پڑھنے لگا تھا۔ اور روشنی، وہ بس دعا بن گئی تھی اس دل کے لیے۔

"دکھاؤ... کہاں پڑھاؤ؟"

زہان نے پلٹ کر دیکھا، اس کی نگاہوں میں حیرت، خاموشی اور ایک ہلکی سی لرزش تھی۔

وہ چند لمحے خاموش رہا، جیسے الفاظ چنتا ہو۔

یہ خوشی نے وہی آیت دہرائی۔

زہان کی نظریں روشنی پر ٹھہر گئیں، جیسے برسوں بعد کسی نے اس کی خاموشی کو پکارا ہو، جیسے وہ آواز صرف قرآن کی نہیں، اس کے اندر کے زخموں پر مرہم رکھنے آئی ہو۔

روشنی نے ہاتھ میں پکڑی قرآنِ مجید کو کھولا اور دھیرے سے کہا۔

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا..."

وہ رکی، نظریں زہان پر ٹک گئیں۔

"مجھے آگے نہیں آتا، پلیز... بتائیں۔"

زہان آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا، اس کی آواز گمبھیر اور دھیمی تھی، جیسے دل کی گہرائی سے نکلی ہو۔

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ، لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ..."

روشنی کی آنکھیں نم ہو گئیں، اس نے خود بخود دہرایا۔

"لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ..."

زہان نے نگاہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اس کا مطلب ہے: 'مایوس نہ ہو اللہ کی رحمت سے...'

اتنا کہہ کر واپس جا چکا تھا۔

روشنی مسکرائی۔

مسلمان بھٹکتا ضرور ہے مگر بھی اللہ کی طرف لوٹتا ہے۔

☆☆☆

پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا روشنی عرف خوشی راجپوت، بغیر ماسک، بغیر نقاب، بغیر کسی پردے کے ہر روز باہر جاتی رہی، بازار، پارک، لائبریری، مسجد... ہر جگہ۔

مگر "بگ بی" کی طرف سے کوئی ردِ عمل نہیں آیا تھا۔

زہان ملک خفیہ کنٹرول روم میں بیٹھا، مانیٹرز پر نظر جمائے تھا۔ ہر زاویے سے روشنی کی نقل و حرکت دیکھی جا رہی تھی، ہر قدم، ہر سانس ریکارڈ کی جا رہی تھی۔

"یہ خاموشی... طوفان سے پہلے کی ہے، یا پھر ہم غلط سمت میں جا رہے ہیں؟" روحان نے دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"بگ بی سانپ ہے... وہ وار کرنے سے پہلے مکمل اعتماد چاہتا ہے۔ وہ خود نہیں آئے گا، اپنے لوگ بھیجے گا۔ ہمیں انہیں پہچاننا ہے۔" شہرام نے سر جھٹکا۔

"اور یہی ہماری سب سے بڑی آزمائش ہے... دشمن کو خود پر اعتماد دلانا، اتنا کہ وہ خود چل کر آئے۔" زہان نے گہری سانس لی۔

اسی لمحے سکرین پر ایک فریم فریز ہوا۔

ایک ریسٹورنٹ کے باہر روشنی کھڑی تھی، اس کے عقب میں ایک نوجوان کھڑا تھا، چہرہ کیمرے میں واضح نہیں... مگر اس کی نگاہیں سیدھی روشنی پر تھیں۔

زہان نے فوراً آواز دی۔

"بدر 9۔۔! اس تصویر کو زوم کرو، اور چہرہ ریزالو کرو!"

شہرام نے انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چلائیں، اور چہرہ آہستہ آہستہ واضح ہونے لگا۔

روحان کی آنکھیں تنگ ہوئیں، جیسے ذہن میں کسی خیال کی سوئی اٹکی ہو۔

"شاید ویٹر ہو گا..." وہ آہستگی سے بولا، مگر خود اس کے لہجے میں بھی یقین نہیں تھا۔

زہان نے نظریں سکرین پر جمائیں، اب تصویر کافی واضح ہو چکی تھی۔

"لگتا نہیں ویٹر... چال الگ ہے، آنکھوں کی سمت اور جسم کی پوزیشن... یہ بندہ صرف کھڑا نہیں، مشاہدہ کر رہا ہے۔"

شہرام نے سائیڈ اینگلز بھی نکالے۔

"یہ ویٹر ہے... مگر صرف وردی میں۔ اس کا دھیان آرڈر پر نہیں، روشنی پر ہے۔"

روحان نے فوراً ایک فائل کھولی۔

"زہان! یہ دیکھو... پچھلے سال کراچی میں ایک آپریشن میں یہی چہرہ ریکارڈ ہوا تھا۔ نام نہیں، شناخت نہیں... مگر اسے 'شیڈ' کہا جاتا ہے۔ یہ بگ بی کے لیے گراؤنڈ انویسٹیگیٹر ہے۔"

"تو بگ بی نے اپنا پہلا پتا پھینکا ہے۔۔" زہان کا چہرہ سخت ہوا۔

شہرام نے تیزی سے کوڈ میں تبادلہ کیا۔

"میں ریسٹورنٹ کے آس پاس کے تمام کیمرے ہیک کر رہا ہوں... ہمیں پتہ چلانا ہو گا کہ یہ آیا کہاں سے، اور گیا کہاں۔"

"بگ بی ابھی بھی خود نہیں آیا... لیکن اس کا سایہ آ چکا ہے۔ اب ہمیں روشنی کو خبردار کرنا ہو گا۔" روحان نے آہستہ کہا۔

زہان نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں، ابھی نہیں...اسے خود بھی یقین نہیں کہ وہ نشانے پر ہے، یہی ہمارے لیے فائدہ ہے۔ ہم ان کے اگلے قدم تک خاموشی سے جائیں گے... مگر ہر زاویے سے دیکھیں گے۔"

کیمرے کی سکرین پر اب روشنی کا چہرہ نمایاں تھا...اور پس منظر میں وہ ویٹر، جس کی آنکھیں شیر کی طرح گھات لگائے ہوئے تھیں۔

☆☆☆

"باس... تمہارے لیے ایک اچھی خبر ہے۔"

وہ آدمی، جسے سسٹم میں "شیڈ" کے نام سے جانا جاتا تھا، کال پر دھیمی مگر پرجوش آواز میں بولا۔

وہ دو دنوں سے خوشی کو مانیٹر کر رہا تھا۔ ہر جگہ، ہر لمحے۔ مگر ہر بار یا تو لوگ آس پاس ہوتے، یا سیکیورٹی کی موجودگی۔

"اسے اُٹھانے کا موقع نہیں مل رہا تھا،" وہ بڑبڑایا، "مگر آج... آج وہ اکیلی ہے۔"

ریسٹورنٹ کے ایک کونے میں بیٹھے اس نے آستین کھینچی، موبائل کو کان سے لگایا اور نظریں خوشی پر مرکوز رکھیں۔

خوشی ایک میز پر بیٹھی تھی، اس کے ہاتھ میں کافی کا کپ تھا اور وہ شیشے کے پار کچھ سوچتے ہوئے دور دیکھ رہی تھی۔

"وہ تنہا ہے، اور ارد گرد بس چند بے خبر لوگ... یہی وہ موقع ہے جس کا انتظار تھا۔"

اس نے سرگوشی میں کہا، جیسے ارد گرد کی ہوا بھی سن سکتی ہو۔

فون کی دوسری جانب ایک گہری، سرد سانس ابھری۔

"کام صاف ہونا چاہیے۔ کوئی شور، کوئی نشان، کوئی شک نہیں۔"

"سمجھ گیا باس۔ ایک بار وہ باہر نکلے گی... تو میں اپنا کام مکمل کر دوں گا۔"

اس نے کال کاٹی۔ جیب سے ایک چھوٹا سا سیاہ بیگ نکالا، جس میں انجیکشن، بے ہوشی کی گیس اور ایک نقلی ڈیلیوری باکس تھا۔

"بس وہ دروازے تک آئے... پھر سب ختم!"

اس کی آنکھوں میں درندگی تھی، اور چال میں وہی زہر جو ایک قاتل کے قدموں میں ہوتا ہے۔

"روشنی... ریلکس رہو!"

زہان کی پرسکون مگر پُرعزم آواز اس کے کان میں گونجی۔

"تمہارا شکار ہونے والا ہے۔ وہ ویٹر... وہی تمہیں بے ہوش کرے گا، اور وہی تمہیں لے کر جائے گا۔"

روشنی کی انگلیاں کافی کے کپ کے کنارے پر ہلکی ہلکی جنبش میں تھیں، مگر چہرہ پرسکون تھا، جیسے وہ بس کسی عام دن کی مصروفیت میں ہو۔

"تمہیں گھبرانا نہیں ہے، روشنی۔۔!"

زہان کی آواز میں عزم اور تحفظ تھا۔

"میں زہان ملک... تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا یہ میرا وعدہ ہے!"

زہان اس وقت آپریشن روم میں نہیں، ایک سیاہ گاڑی میں بیٹھا تھا جو ریسٹورنٹ کے باہر کھڑی تھی۔

اس کی نظریں سامنے بڑی اسکرین پر جمی تھیں، جہاں کیمرہ روشنی اور ویٹر دونوں پر فوکس تھا۔

روشنی کے کان میں لگائی گئی ننھی سی ایئر ڈوائس ایک بالی کی صورت میں زہان کی آواز کو براہِ راست اس تک پہنچا رہی تھی۔

ویٹر نے قدم بڑھائے، جیب میں رکھا چھوٹا سا انجیکشن آہستہ سے انگلیوں میں دبا رکھا تھا۔

"وہ تمہارے دائیں جانب آ رہا ہے۔۔"

زہان نے لمحہ بہ لمحہ اطلاع دی۔

روشنی نے گہری سانس لی، آنکھیں جھپکائیں... اور دل ہی دل میں دُعا کی۔

"یاد رکھو، روشنی... جیسے ہی وہ تمہیں لے جائے گا، ہم تمہارے پیچھے ہوں گے۔ سایے کی طرح۔ تمہاری ہر سانس کی حفاظت ہماری ذمے داری ہے۔"

زہان کی آواز اب بھی روشنی کے کان میں گونج رہی تھی، مگر اس کے الفاظ ختم ہونے سے پہلے ہی ویٹر آگے بڑھ آیا تھا۔

روحان اور شہرام دونوں کی نظریں اس لمحے بس روشنی پر مرکوز تھیں۔

ویٹر نے ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں، اور لمحے کی تاخیر کیے بغیر، اپنی آستین کے اندر سے انجیکشن نکالا اور تیزی سے روشنی کی گردن کے قریب لگا دیا۔

"آہ..."

روشنی کراہی، اس کی آنکھیں پھیل گئیں اور جسم ایک لمحے کو جھٹکا کھا کر ڈھیلا پڑ گیا۔

زہان کی سانس جیسے رک گئی۔ اس کی انگلیاں ایر پیس پر جمی تھیں، مگر لب کانپ گئے۔

"نہیں...!"

وہ بمشکل پکارا اور گاڑی کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا۔

"زہان! کہاں...؟"

شہرام نے فوراً اس کا بازو پکڑ لیا، آنکھوں میں پریشانی اور خوف تھا۔

"اس نے گردن پر کیوں مارا؟ اتنے ظالمانہ طریقے سے...؟ بے ہوش کرنے کے اور طریقے بھی تھے!"

زہان کی آواز میں درد، بے چینی اور غصہ بیک وقت بول رہا تھا۔

شہرام ایک پل کو ساکت ہو گیا وہ جانتا تھا کہ زہان صرف ایک ایجنٹ نہیں، بلکہ اب ایک انسان تھا جو کسی کے لیے دل میں کچھ رکھتا تھا۔

"زہان ہوش سے کام لو!"

روحان نے فوراً آگے بڑھ کر زہان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ایک بھی غلطی...ایک بھی قدم اگر جذبات سے اٹھا، تو ہمارا سارا پلان، ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ وہ روشنی کو لے کر جا چکا ہو گا، اور ہمیں صرف پچھتاوا بچے گا!"

زہان کی مٹھیاں بھنچ گئیں، مگر وہ رُک گیا۔

اس کی آنکھوں میں لہراتی تکلیف کو صرف شہرام اور روحان ہی سمجھ سکتے تھے۔

"شہرام...!"

زہان نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"اس گاڑی کی نمبر پلیٹ نوٹ کرو، اور فوراً ڈرون کو تعاقب پر لگا دو۔ اگر وہ روشنی کو لے گیا، تو ہم ایک ایک پل اس کا پیچھا کریں گے۔ اور یہ جنگ...آج ختم ہو گی!"

خوشی کی بے ہوش ہوتے ہی، شیڈ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کے دونوں بازو اپنی گرفت میں لیے، اسے کندھوں پر اٹھایا اور تیزی سے ریسٹورنٹ کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھا۔ باہر پہلے سے ایک سیاہ شیشہ دار وین کھڑی تھی۔ اس نے آس پاس دیکھا، جلدی سے وین کا پچھلا دروازہ کھولا، خوشی کو اندر لٹا کر دروازہ بند کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔

وین جیسے ہی روانہ ہوئی، زہان ملک کی آنکھوں کے آگے دھند سی چھا گئی۔اس کی مٹھیوں میں ناخن پیوست ہو چکے تھے، آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا، لیکن چہرے پر وہی فولادی ضبط تھا جس کے لیے زہان جانا جاتا تھا۔

"بس ایک بار وہ میرے سامنے آجائے...ایک بار! پھر دیکھنا، بگ بی ہو یا اس کے سائے...سب زمین چاٹیں گے!"

"ہم تیار ہیں۔ تم بس سگنل دو۔" روحان نے زہان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

زہان نے فوراً گوڈ پر مبنی میسج اپنی گھڑی سے ٹریس ٹیم کو بھیجا۔

"شکار نکلا ہے۔ تمام یونٹس الرٹ، ڈرونز آن، تعاقب شروع!"

شہرام نے لیپ ٹاپ پر ٹریکر آن کیا، جس کا کنکشن روشنی کے لاکٹ سے تھا۔

"گھڑی کی نبض کی طرح سگنل موو کر رہا ہے...گاڑی ہائی وے پر ہے، نارتھ کی سمت!"

روحان نے ڈرائیور کو ہدایت دی۔

"فالو دی وین! کانٹیکٹ مت کھونا، اور رفتار اتنی ہو کہ شک نہ ہو!"

زہان ملک کی نظریں سکرین پر جمی تھیں، جیسے وہ اب لفظ نہیں، صرف انتقام بولتا ہو۔

"روشنی...ہم تمہیں لینے آ رہے ہیں۔اور بگ بی، اب تمہارا وقت ختم!"

☆☆☆

ایک ہفتہ قبل...

بگ بی نیم تاریک کمرے میں، ایک قیمتی چمڑے کی آرام دہ کرسی پر نیم دراز، انسٹا گرام پر بے دلی سے سکرولنگ کر رہا تھا۔ فضا میں ہلکی کلاسیکل میوزک بج رہی تھی، اور اس کے ہاتھ میں بھاری سونے کی انگوٹھی چمک رہی تھی۔ اچانک اس کے موبائل پر ایک نوٹیفکیشن چمکی۔

"ZIHAN MALIK just posted a new photo."

بغیر کچھ سوچے اس نے نوٹیفکیشن پر کلک کیا۔ تصویر کھلی زہان ملک مینارِ پاکستان کے سامنے کھڑا تھا، اس کے پیچھے ہجوم، اور بظاہر ایک عام سی تصویر تھی... مگر بگ بی کی نظریں اچانک جم گئیں۔

تصویر میں زہان کے پیچھے، قدرے دھندلے مگر واضح رخ سے ایک لڑکی کھڑی تھی۔ بلیو پرنٹ شرٹ،

بلیک جینز، پیروں میں ہیلز، بالوں کا ہائی پونی ٹیل چہرے پر ڈھکی ہوئی دو لٹیں، اور نرمی سے جھکی نگاہیں۔

بگ بی کے ہونٹوں سے ایک نام سرسرایا۔

"مونا...!"

وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا، موبائل کی روشنی میں لڑکی کے چہرے کو زوم کر کے دیکھنے لگا۔ اس کی سانسیں تیز ہو چکی تھیں، ماتھے پر شکنیں گہری ہو رہی تھیں۔

"بہت خوب!"

اس نے فوراً اپنا بٹن دبایا۔ لمحوں میں دو لمبے قد کے گارڈز کمرے میں داخل ہوئے۔

"جاؤ مونا کو ڈھونڈو اسے میرے پاس لے کر آؤ۔ میرے آدمیوں کو ہر جگہ پر پھیلاؤ اور خوشی راجپوت کو نکالو۔۔"

گارڈز بنا ایک لمحہ ضائع کیے پلٹ گئے۔ بگ بی نے دوبارہ تصویر کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف نہیں تھا... بس خوفناک خاموشی تھی۔

☆☆☆

تینوں اس وین کا پیچھا کر رہے تھے... زہان ملک فل اسپیڈ سے گاڑی چلا رہا تھا جیسے وہ سڑک پر نہیں، کسی جذباتی طوفان پر سوار ہو... ہر گزرتا لمحہ اسے بے تاب کر رہا تھا، جیسے خوشی کی سانسیں اب اس کے فیصلوں سے جُڑی ہوں۔

"زیادہ سپیڈ مت کرو یار... ایکسیڈنٹ ہو گیا تو مشن سے بھی جائیں گے اور روشنی سے بھی!" روحان کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

"اگر ایک لمحہ بھی لیٹ ہو گئے نا... تو سب ختم!" زہان کے لب کپکپا رہے تھے، آواز میں لرزش نہیں، جنون تھا۔

اچانک سامنے سے ایک بڑی گاڑی تیز رفتاری سے آئی اور زہان کے بالکل سامنے آن کھڑی ہوئی۔ زہان کے ہاتھوں نے فوراً بریک دبایا، گاڑی تیزی سے رکی، ٹائر چیخے، دھواں اٹھا دل جیسے سینے سے نکل آیا ہو۔

"اوہ شٹ!" شہرام نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ مارا۔

"شاید یہ جان بوجھ کر کیا گیا ہے... ہمیں روکنے کے لیے!" روحان فوراً باہر نکلا، مگر تب تک وہ بڑی گاڑی آگے بڑھ چکی تھی۔

زہان نے دوبارہ اسٹیئرنگ تھاما اور فل سپیڈ میں گاڑی دوڑائی مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔

سڑک سنّاٹے میں بدل چکی تھی۔

وین... غائب تھی۔

زہان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ ایک لمحے کو چپ بیٹھا رہا، پھر سٹیئرنگ پر زور سے مکا مارا۔

"وہ لے گئے اسے..."

"زہان، سنبھالو خود کو۔۔!" روحان نے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"میں نے وعدہ کیا تھا روحان... اُس سے... کچھ نہیں ہوگا۔۔... اور اب..."

زہان کی آواز رُک گئی۔

"یہ صرف آغاز ہے... اب کھیل ہمارے اصولوں پر ہوگا۔" شہرام سامنے خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔

"خوشی... روشنی۔۔!"

وہ دیوانہ وار چلانے لگا۔

"زہان، ہوش میں آؤ! خوشی جی بے ہوش ہیں، وہ تمہیں نہیں سن سکیں گی۔۔"

شہرام نے اس کے کندھے پر مضبوط ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ میری آواز نہیں سن سکتی... تو زہان ملک کو گونگا ہو جانا چاہیے!"

زہان کا حال دیوانوں جیسا تھا۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے فون نکالا اور وہ ڈیوائس کھولی جو لاکٹ میں نصب تھی۔

وہ اس کی لوکیشن ٹریس کرنے لگا... مگر حیرت یہ تھی کہ وہ ایک ہی جگہ پر ساکت کھڑا رہا۔

شہرام نے تیزی سے زہان کے ہاتھ سے فون لیا اور خود بھی اسکرین پر نظریں گاڑ دیں۔

"یہ لوکیشن... حرکت کیوں نہیں کر رہی؟"

روحان فوراً آگے بڑھا۔

"پتہ نہیں چلو چلتے ہیں اس آخری جگہ پر پہنچتے ہیں..." زہان نے گاڑی سٹارٹ کی اور آگے بڑھنے لگا۔ جہاں پر لوکیشن رکی تھی زین نے گاڑی روکی وہاں پر کچھ نہیں تھا۔ وہ وہاں سے اترا اور آس پاس وین کے بارے میں پوچھنے لگا مگر ہر کسی نے کہا کہ اسے نہیں پتہ۔

"روشبیییییییییییی...!" زہان بے اختیار سڑک کے بیچوں بیچ آ کر چلانے لگا۔

شہرام لپک کر اس کے پاس آیا۔

"زہان! تم پاگل مت بنو! تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا، ابھی سب ختم نہیں ہوا...ابھی وہ زندہ ہے!"

"روشنی کو... مجھ سے دور کیا گیا ہے...اور میں زندہ ہوں؟" زہان کے قدم لڑکھڑائے، جیسے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔

اس کے الفاظ شہرام کے دل کو گھائل کر رہے تھے۔

"زہان، تم زندہ ہو کیونکہ تم ہی اسے واپس لاؤ گے! تم ہی اس کا وعدہ ہو۔اب صرف تم نہیں، ہم تینوں لڑیں گے۔" شہرام نے مضبوطی سے اسے تھاما۔

روحان نے اسکرین پر ایک نکتہ ابھرتے ہوئے دیکھا۔

"رکو! ایک گاڑی...وہی ماڈل، پچھلے راستے پر مڑی ہے، ساؤتھ بائی پاس کی طرف جا رہی ہے!"

زہان کی آنکھیں جیسے دوبارہ جل اٹھیں۔

"گاڑی نکالو شہرام...اب بگ بی کی رات ختم ہونے والی ہے۔"

زہان کی آواز میں ایک ایسا جنون تھا جو صرف کسی کے بچھڑنے سے نہیں، بلکہ اس کے لیے جینے کی قسم کھانے سے پیدا ہوتا ہے۔

شہرام نے لمحہ ضائع کیے بغیر گاڑی موڑی۔تینوں ایجنٹس دوبارہ حرکت میں آچکے تھے۔گاڑی کی رفتار وقت سے تیز تھی،ہوا چیختی ہوئی گزر رہی تھی،اوران کے چہروں پر صرف ایک مقصد کی پرچھائیاں تھیں روشنی کو ہر حال میں بچانا۔

روحان مسلسل ڈیوائس سے وین کی لوکیشن ٹریک کر رہا تھا۔

"بس تھوڑا سااور...وہ ساؤتھ بائی پاس کے پل کے نیچے کہیں گئی ہے۔"

"میں سانس نہیں لے پارہا جب تک وہ میرے سامنے نہ ہو۔"زہان کی انگلیاں اسٹیئرنگ پر بے چینی سے تھرتھرا رہی تھیں۔

"وہ آئے گی زہان،وہ تمہاری روشنی ہے...اندھیروں میں بھی اپنا راستہ ڈھونڈ لے گی۔"شہرام نے آہستہ سے کہا۔

"گاڑی وہ رہی...پر خالی ہے!"پل کے قریب پہنچتے ہی روحان نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

زہان نے بریک دبائی،تینوں گاڑی سے کود کر نکلے۔

پل کے نیچے وین کھڑی تھی،دروازہ کھلا ہوا،اندر صرف روشنی کا دوپٹہ پڑا تھا...وہی دوپٹہ جو صبح اس نے زہان کے کہنے پر لپیٹا تھا۔

زہان نے دوپٹہ اٹھایا...اس کی آنکھیں لرز گئیں،مگر چہرہ فولاد ہو گیا۔

"یہ ان کی پہلی غلطی ہے،روشنی کو چھو کر انہوں نے اپنی آخری سانس گنی ہے۔"

روحان اور شہرام نے گرد و نواح کا معائنہ شروع کیا۔شہرام نے ایک سائیڈ پر جلی ہوئی ڈیوائس دیکھی۔

"باس...لاکٹ کی چِپ کو جلایا گیا ہے، وہ ہم سے ہر راستہ کاٹ رہے ہیں۔"

زہان نے آنکھیں بند کیں، جیسے اپنے اندر کچھ تلاش کر رہا ہو۔

پھر آنکھیں کھولیں، جواب نمی سے نہیں، صرف آگ سے بھری تھیں۔

"اب ہم ان کے سسٹم میں داخل ہوں گے...ان کی سوچ سے پہلے ہم ان کے سامنے ہوں گے۔ شہرام، خفیہ سیٹلائٹ نیٹورک چالو کرو۔ روحان، ان تمام جگہوں کی فہرست نکالو جہاں بگ بی پہلے خفیہ کارروائیاں کر چکا ہے۔"

روحان نے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے، لیکن زہان...اب ہم سب کچھ غیر رسمی طور پر کریں گے۔ قانون کے دائرے سے ہٹ کر، کیونکہ دشمن کے پاس کوئی قانون نہیں۔"

"دیکھنا روشنی ہمیں راستہ دکھائے گی۔۔"

زہان نے دوپٹہ آہستگی سے اپنی جیب میں رکھا اور پُر عزم لہجے میں کہا۔

"ان لوگوں نے کیا سوچا؟ کہ وہ خوشی کو اتنی آسانی سے لے جائیں گے؟"

زہان ہنسا، مگر اُس کی آنکھوں میں گہرا انتقام بول رہا تھا۔

"میں نے اُس کے بالوں کی پن میں، ہاتھ کے بریسلیٹ میں، اور کان کے ٹاپس میں ٹریکنگ ڈیوائس لگا دی ہے۔ اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون سی ڈیوائس پہلے سگنل دیتی ہے..."

زین فون کی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

دس منٹ گزرے، آدھا گھنٹہ... پھر ڈیڑھ گھنٹہ... دو گھنٹے...

بالآخر، ایک ڈیوائس متحرک ہو گئی۔ سکرین پر ایک نقطہ چمکا اور کھیل کی اگلی چال شروع ہو چکی تھی۔

دو گھنٹے کی اذیت ناک خاموشی کے بعد، اچانک زہان کے فون کی اسکرین پر ایک سگنل جھلملایا۔

"لوکیشن ایکٹیو ہو گئی!"

روحان نے لپک کر فون کی طرف دیکھا۔

"یہ ٹاپس والی ڈیوائس ہے۔۔"

شہرام نے بے اختیار سیٹی بجائی۔

"واہ زہان! اب تو تُو جیمز بانڈ بھی شرمندہ ہو جائے۔"

زہان کے چہرے پر ایک سنجیدہ مسکراہٹ آئی۔

"میں نے کہا تھا... روشنی ہمیں خود راستہ دکھائے گی۔"

اسکرین پر دکھائی گئی لوکیشن ایک سنسان، شہر سے باہر کے علاقے میں موجود ایک پرانا ویئر ہاؤس تھی۔

زہان نے فوراً ٹیم کو الرٹ کیا۔

"ہمیں نکلنا ہو گا، اور اس بار... کوئی رحم نہیں۔"

روحان نے چپکے سے اپنی جیکٹ کے اندر سے ایک چھوٹا سا وائرلیس نکالا۔

"سنو، اس مشن کا نام ہے سایہ کا اختتام!"

شہرام نے گاڑی کی چابی گھمائی۔

"یہ مشن نہیں... یہ حساب چکانے کا وقت ہے۔"

زہان گاڑی چلاتا ہوا کان کے ڈیوائیس پر توجہ تھی وہ خوشی کی آواز کو سننے کے لیے بے تاب تھا۔

وہ لوگ دو گھنٹے دور جا چکے تھے۔ زہان کے لیے ایک ایک سیکنڈ ایک سال برابر تھا۔

شہرام نے رفتار تیز کرتے ہوئے ہارن دبایا۔

"سنبھال کر زہان... ہم پہنچنے ہی والے ہیں!"

زہان نے آنکھیں بند کیں، جیسے لمحہ بھر کے لیے اپنے دل کی دھڑکن کو قابو میں کرنا چاہتا ہو، مگر ناکام رہا۔

وہ کان میں لگے مائیک سے بار بار سگنل چیک کر رہا تھا، مگر ابھی تک روشنی کی آواز نہیں آئی تھی۔

"بس ایک آواز... ایک بار بول دو خوشی، کہ تم زندہ ہو، تم ٹھیک ہو!"

زہان کے لہجے میں وہ بے بسی تھی جو ایک عاشق، ایک محافظ اور ایک جنگجو تینوں کو توڑ سکتی تھی۔

"دیکھو! وئیر ہاؤس کے بالکل پاس جا رہے ہیں... وہیں کہیں ہو گی! روحان نے فون پر لوکیشن کی طرف اشارہ کیا۔

اتنے میں خوشی کی آواز آئی تھی...

زہان کے چہرے پر ایک لمحے کو جیسے زندگی لوٹ آئی۔

"خوشی...!"

اس کے لبوں سے نکلا، جیسے کوئی اپنی سانس لوٹنے پر شکر ادا کرتا ہو۔

خوشی کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلیں... گردن میں ایک تیز درد کی لہر اٹھی۔

اس نے کراہ کر سر کو جنبش دی، مگر کمرے کی مدھم روشنی اور بندھی ہوئی کلائیوں نے اسے ایک جھٹکے میں سب یاد دلا دیا اغوا، ویٹر، انجیکشن... اور اندھیرا۔ اس کی گردن میں انجیکشن کے مقام پر شدید جلن تھی۔

"آہ..." ایک سسکی لبوں سے نکلی۔

مگر اسی لمحے اس کے کان میں کچھ سرگوشی ہوئی۔

زہان کی آواز...

"روشنی! ہم پہنچ چکے ہیں... تم ہمت نہ ہارنا، ہم تمہیں لے کر ہی واپس جائیں گے۔"

اس کی بندھی ہوئی انگلیاں ہلنے لگیں... دل میں عجیب سی طاقت اُبھری تھی۔ وہ اب اکیلی نہیں تھی...

اب اس کے پیچھے زہان تھا، روحان تھا، شہرام تھا...اور اس کے ساتھ ایک ایمان تھا، جو کسی بھی قید سے آزاد کر سکتا تھا۔

زہان نے ہاتھوں میں پکڑی ڈیوائس کی آواز بڑھادی۔

روشنی کی سسکیاں، کپکپاتی سانسیں اور وہ دھیمی سی سرگوشی۔

"یااللہ... کوئی تو آجائے، زہان مجھے بچالے..."

زہان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"میں آرہا ہوں خوشی...بس تھوڑا سا اور...بس تھوڑا سا اور..."

اس کے لب بڑبڑا رہے تھے مگر دل میں طوفان تھا۔

دل نہیں، جیسے آتش فشاں پھٹنے والا تھا۔

ادھر، بگ بی کے چہرے پر وہی غلیظ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا، روشنی پر نگاہ ڈالی۔ وہ بندھی ہوئی، ہراساں، اور بے بس بیٹھی تھی۔

بگ بی نے سب لائٹس آن کیں، اور اس کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"تو آخر کار، کال میرے دل کی 'جہان' مل گئی..." اس نے زہریلی ہنسی ہنستی ہوئی کہا۔

روشنی نے سر نفی میں ہلایا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا...مجھے چھوڑ دو...میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا..."

اس کی آواز خوف میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"یہی تو تمہاری غلطی ہے مونا!" وہ کھڑا ہو کر اس کے قریب آیا۔۔

"تم مجھے اچھی لگ گئی ہو...اور جو مجھے اچھا لگے۔وہ میری ملکیت بن جاتا ہے۔اب تم صرف میری ہو صرف اور صرف بگ بی کی!"

وہ گھٹنوں کے بل اس کے پاس جھکا،اور ہاتھوں کی گرہیں کھولنے لگا۔

ادھر زہان کا دماغ سن ہو چکا تھا۔

بگ بی کی شکل۔

وہی شخص...وہی چہرہ...وہی مسکراہٹ...جو اسے دن میں دفتر میں نظر آتی تھی...جس نے بچپن میں اس کے باپ کو شہید کیا...اور اب اس کی روشنی کو...اس کی خوشی کو...چھونے والا تھا۔

"نہیں...!!"

زہان چیخا۔

"اگر بگ بی نے اسے ہاتھ بھی لگایا...تو میں اسے قانون کے حوالے کرنے کے بجائے...اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کو کھلاؤں گا۔۔!"

"اس کے قدم اب روشنی کی طرف نہیں۔ بگ بی کی موت کی طرف بڑھ رہے تھے۔"

اندھیری رات، تیز طوفانی ہوائیں...

گاڑی کی رفتار خطرے کی حد کو چھو رہی تھی۔

زہان، روحان اور شہرام تینوں ایک ہی گاڑی میں تھے، مگر راستہ طویل تھا...اور وقت کم۔

"میں نے خوشی کو بھیج کر سب سے بڑی غلطی کی ہے..."

زہان کا لہجہ خود سے نفرت سے لبریز تھا۔

اس کی انگلیاں اسٹیئرنگ پر شدت سے جم چکی تھیں۔

"زہان...!"

روحان نے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ابھی وقت ہے۔ ہم پہنچ جائیں گے۔ تمہارے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتا..."

"وہ انسان نہیں، درندہ ہے!"

زہان کی آواز میں آگ بھڑک رہی تھی۔

"اگر ہم لیٹ ہو گئے...تو وہ اسے چھو لے گا۔ اور اگر ایسا ہوا...تو میں اپنی سانسیں اپنے ہاتھوں سے بند کر دوں گا!"

ادھر بگ بی کے کمرے میں...چراغ کی زرد روشنی اور خوف کی گہری خاموشی۔

خوشی اب بھی بندھی ہوئی تھی،اور بگ بی اب اس کے بالوں کو انگلیوں سے چھو رہا تھا۔

"دیکھو، مونا... محبت کا تو جواب محبت سے دیا جاتا ہے نا؟ مگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی۔اب سزا تو ملے گی..." وہ زہریلے لہجے میں بولا۔

خوشی کا جسم کانپ رہا تھا۔

وہ جانتی تھی آج وہ شام،اس کی آخری شام بن سکتی ہے۔

"اللہ...!"

وہ دل میں پکارتی گئی۔

"میری حفاظت کر...مجھے بچالے،زہان کو بھیج دے...!"

خوشی کی دل کی پکار تھی خاموش لب، مگر آنکھوں میں چیختی ہوئی التجا۔

زنجیروں میں بندھی وہ لرزتی ہوئی بیٹھی تھی۔

سامنے بگ بی، گلاس میں شراب ڈال کر غلیظ مسکراہٹ کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔

گلاس لبوں سے لگا کر ایک گھونٹ پیا، پھر گلاس میز پر رکھا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ وہ ہاتھوں کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر ناکام۔

"تم بہت خوبصورت ہو مونا... اتنی کہ دل کا چین لے گئی ہو۔ جب پہلی بار تمہیں انڈیا کے اسٹیج پر دیکھا تھا نا، وہ دن میری نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ بس پھر تمہیں حاصل کرنا میری ضد بن گیا..."

خوشی کی سانسیں بے ترتیب تھیں۔ اس کے جسم سے زیادہ، اس کی روح کانپ رہی تھی۔

بگ بی اس کے قریب جھکا۔

"اور دیکھو... پیسہ سب کچھ ممکن بنا دیتا ہے، تم انڈیا سے یہاں... اور میرے سامنے ہو۔"

زہان کے کانوں میں بگ بی کی یہ آوازیں یوں گونج رہی تھیں جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر اتار دیے ہوں۔

گاڑی تیز رفتاری سے اندھیرے کو چیرتی جا رہی تھی۔

"زہان، گاڑی روکو... میں چلاتا ہوں۔۔!"

"تم اپنے حواس میں نہیں ہو!" شہرام نے پریشانی سے کہا۔

زہان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

"نہیں! میں ہی چلاؤں گا... وہ میری ہے۔۔!"

"زہان... تمہاری حالت ٹھیک نہیں۔۔! اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو وہ تنہا ہو جائے گی... خوشی تم پر بھروسا کرتی ہے!" روحان نے زور دے کر کہا۔

زہان کے ہاتھ ایک لمحے کو لرزے۔ اس نے بریک مار کر گاڑی روکی۔

"شہرام... تم چلاو... لیکن جلدی۔! اگر ہم ایک لمحہ بھی لیٹ ہوئے تو۔۔ تو ہم اسے کھو دیں گے!" زہان کی آواز لرز گئی۔

ادھر کمرے میں بگ بی اب خوشی کے گال پر ہاتھ پھیرنے ہی والا تھا کہ۔ دروازہ ایک زوردار دھماکے سے کھلا!

"سر! وہ لوگ اندر گھس آئے ہیں... پوری عمارت کو گھیر لیا ہے!"

ایک آدمی ہانپتا ہوا، خوف میں ڈوبا، اندر آیا۔

بگ بی ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا۔ گلاس میز سے گر کر فرش پر چکنا چور ہو گیا۔ خوشی کی آنکھوں میں ایک روشنی سی لپکی... وہ جو چند لمحے پہلے موت کو قریب محسوس کر رہی تھی، اب اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی فاتحانہ مسکراہٹ ابھری۔

"تمہیں لگا میں اکیلی ہوں۔۔؟"

اس کی آواز میں لرزش نہیں تھی، عزم تھا۔

بگ بی نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تم... تم نے۔۔۔؟"

خوشی نے آنکھیں سیدھی اس کی آنکھوں میں ڈال کر کہا۔

"میں کمزور ہوں، ہاں... لیکن اکیلی نہیں۔"

"مجھے کوئی آسانی سے نہیں پکڑ سکتا...اور جہاں تک راز 17 کا تعلق ہے اسے میرا پیغام دے دو..."

"شکار ہمیشہ خاموش رہتا ہے...اور شکاری کی سانس اُس وقت بند ہوتی ہے جب اسے لگتا ہے وہ جیت چکا ہے۔"

اسی لمحے باہر سے شیلنگ کی آواز آئی۔

"Go go go! Target at top floor!"

ایجنٹس عمارت میں پھیل چکے تھے۔

بگ بی نے خوشی کو کرسی سے گھسیٹ کر اٹھایا۔

اس کی پشت سے لگ کر، بایاں بازو اس کی گردن کے گرد لپیٹ دیا۔اور دائیں ہاتھ میں تھامے چاقو کی چمک، خوشی کے گلے پر لرزنے لگی۔

"اگر کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا، تو میں اس کا گلا کاٹ دوں گا!"

بگ بی کی آواز گرج دار تھی، مگر اندر سے ہول سے بھری ہوئی۔

خوشی کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔ مگر چہرے پر اب بھی عجیب سا سکون تھا... جیسے وہ جانتی ہو کہ اب آخری لڑائی ہے۔ یا وہ بچے گی، یا وہ مرے گا۔

اسی لمحے دروازہ دھماکے سے کھلا۔ زہان ملک اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ روحان اور شہرام بھی تھے، چہرے پر ہیلمٹ، آنکھوں میں غضب، اور ہاتھ میں اسالٹ رائفلز۔

"چھوڑ دو اسے، بگ بی!"

زہان کی آواز میں گرج تھی، مگر چہرے پر ایک چمکتی ہوئی بے رحمی۔ جیسے موت خود بول رہی ہو۔

بگ بی ہنسا،

"اگر تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو تمہاری چہیتی کے خون سے یہ فرش رنگ دوں گا!"

"اور اگر تم نے ایک بال بھی بیکا کیا، تو تمہارے جسم میں اتنے سوراخ ہوں گے کہ دفنانے کے لیے کپڑا کم پڑ جائے گا!" روحان نے گرج کر کہا۔

"سر، میں اس کے دائیں طرف کی کھڑکی پر جا رہا ہوں، وہاں سے اس کمینے کا علاج کرتا ہوں۔" شہرام نے آہستگی سے بولا۔

زہان نے ایک لمحے کے لیے خوشی کی آنکھوں میں دیکھا۔

وہ آنکھیں جو اب کانپ رہی تھیں، مگر ان میں خوف نہیں تھا...

صرف یقین تھا۔ زہان نے آہستہ آہستہ قدم بڑھائے۔

اس کی نظریں بگ بی پر تھیں جن کے ہاتھ میں چاقو تھا اور خوشی کی گردن پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔

"تم جانتے ہو بگ بی..."

زہان کی آواز میں غیر معمولی سکون تھا۔

"تمہارے سارے راستے ختم ہو چکے ہیں۔"

"میں اپنی راہیں خود بناتا ہوں۔!" بگ بی طنزیہ ہنسا۔

"ہتھیار پھینک دو، ورنہ...!"

بگ بی نے غرّا کر کہا، اور چاقو کا دباؤ مزید بڑھا دیا۔

"ٹھیک ہے... ہم ہتھیار رکھتے ہیں، بس خوشی کو چھوڑ دو!"

زہان نے ہاتھ اٹھائے، اور اس کے ساتھ باقی ساتھیوں نے بھی ہتھیار زمین پر رکھ دیے۔

"گھٹنے ٹیک دو... تم۔!"

بگ بی نے زہان کی طرف انگلی اٹھائی۔

"اور ماسک ہٹاؤ... میں بھی تو دیکھوں کہ راز 17 آخر دکھتا کیسا ہے!"

زہان نے ایک پل کے لیے خوشی کی طرف دیکھا۔

جو تیزی سے نفی میں سر ہلا رہی تھی...

زہان کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

اس نے خاموشی سے گھٹنے ٹیکے۔ پھر آہستگی سے اپنا ماسک اتارا۔

بگ بی کی آنکھیں چند لمحوں کے لیے پھیل گئیں...

"ت... تم؟"

وہ حیرت سے پیچھے ہٹا۔

زہان کی آواز میں زہر گھلا ہوا تھا۔

"ہاں چاچا جی... میں زہان ملک... تمہارے بھائی کا بیٹا!"

سناٹا چھا گیا...

اسی لمحے۔ شہرام نے سائیڈ کھڑکی سے فلیش بلاسٹ پھینکا!

ایک زوردار چمک! بگ بی کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ خوشی نے جھٹکے سے اس کی کہنی پر زور مارا چاقو گر گیا۔

زہان نے پلک جھپکتے میں ٹیکنکل موو سے بگ بی کو زمین پر گرا دیا۔

تینوں ایجنٹس اس پر چڑھ دوڑے۔

"Target captured!"

روحان نے وائرلیس پر اطلاع دی۔

خوشی پسینے میں شرابور، دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی تھی۔اور زہان... آہستہ آہستہ اس کے قریب آیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

خوشی جلدی سے آگے بڑھ کر زہان کے سینے سے لگی تھی۔

زہان ایک لمحے کو ٹھٹک گیا۔

خوشی کی دھڑکن جیسے اس کے سینے سے گونج رہی تھی۔وہ خود کو اس کے بازوؤں میں گرا چکی تھی۔ایک ایسی پناہ میں جہاں صرف تحفظ تھا، خوف نہیں۔

مگر زہان کی آواز دھیمی مگر فیصلہ کن تھی۔

"ابھی حق نہیں ہے، روشنی... اگر نکاح کے بعد ایسے مجھے ہگ کرتی، تو میں خود تمہیں سینے سے لگا لیتا اور شاید میں تمہیں خود سے کبھی الگ نہ کر پاتا..." مگر ابھی..."

اس نے آہستگی سے خوشی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور خود سے تھوڑا پیچھے کیا۔

"ابھی تم میری ذمہ داری ہو، محبت بعد میں... عزت پہلے آتی ہے۔"

خوشی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

مگر اس کے لبوں پر ایک مقدس سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

زہان نے رخ موڑ کر وائرلیس پر بات کی۔

"Target secured. Move to extraction point."

روحان اور شہرام نے بگ بی کو ہتھکڑیوں میں جکڑ کر گھسیٹا۔ عمارت سے باہر میڈیا، پولیس، اور انٹیلیجنس کی گاڑیاں لگی تھیں۔ "بگ بی گرفتار ہو چکا ہے!"

یہ خبر صرف ایک بڑی کامیابی نہیں، بلکہ ایک اذیت ناک کہانی کا اختتام اور...ایک نئی زندگی کی شروعات تھی۔ زہان نے گاڑی کے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ خوشی کے لیے دروازہ کھولا۔

اور اسے اندر بٹھایا۔

شہرام خاموشی سے دروازہ بند کر کے ایک لمحے کو وہیں ٹھٹک گیا۔

زہان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

اور خوشی شکر گزار نگاہوں سے شہرام کو دیکھتی رہی... مگر شہرام کی نظریں کہیں اور تھیں۔

دل میں ایک انجانی کسک سی اترتی جا رہی تھی۔

جیسے کوئی احساس...

کسی خواب کے بکھرنے کا،

کسی خاموش خواہش کے مرنے کا۔

"کیاہوا، شہرام؟ چلو...سب ختم ہو گیاہے۔" روحان پیچھے سے آکر بولا۔

شہرام نے ایک ادھوری مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"ہاں... ختم تو ہو گیاہے، مگر کچھ چیزیں دل میں شروع ہو گئی ہیں، جو شاید اب کبھی ختم نہ ہوں۔"

روحان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

زہان کی گاڑی آہستہ آہستہ اسٹیٹ روڈ کی طرف نکل رہی تھی۔

اور شہرام...

وہ سائے کی طرح اس منظر کے کنارے کھڑا رہ گیا۔

جیسے کہانی کا وہ کردار جس کی محبت کبھی زبان پر نہیں آئی، مگر آنکھوں سے چھلک گئی۔

☆☆☆

رات کے دو بجے تینوں ملک ولا پہنچے تھے۔

زہان نے شہرام اور روحان کو گیسٹ روم میں جانے کے لیے کہا اور خود روشنی کو اس کے کمرے تک پہنچایا۔

"تم تھک گئی ہو گی آرام کرو۔۔"زہان نے نرمی سے کہا۔

روشنی نے کچھ نہیں کہا وہ بس خاموشی سے دیکھنے لگی۔

زہان مسکرایا۔

"وہ جب قریب آیا تو مجھے لگا جیسے میں مر جاؤں گی..."روشنی کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"شششش...ایسے مت بولو، روشنی۔ تم مرنے کے لیے نہیں، جینے کے لیے ہو...اور اب تم اکیلی نہیں ہو۔"زہان نے فوراً اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی۔

روشنی کی پلکیں لرزنے لگیں، آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی۔

"لیکن میں بہت ڈر گئی تھی زہان...وہ لمحے، وہ خوف...مجھے لگا، سب ختم ہو جائے گا۔"

"وہ سب گزر گیا ہے۔ تم اب محفوظ ہو...جب تک میں ہوں، تمہیں کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔"زہان نے آہستگی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی۔ صرف سانسوں کی آواز، اور دل کی دھڑکن، جواب معمول پر آ رہی تھی۔

"سو جاؤ روشنی...کل نئی صبح ہو گی۔ نئی روشنی، تمہارے لیے۔"زہان نے دھیرے سے دروازے کی طرف قدم بڑھایا، روشنی نے دروازے سے جاتے زہان کو دیکھا۔

اور پہلی بار، اس کے دل میں محبت سے زیادہ تحفظ کا احساس گہرا ہونے لگا۔

دروازہ بند ہوا، اور وہ بیڈ پر بیٹھ گئی...

لمحے لمحے میں وہ رات اس کے اندر سے چھٹنے لگی۔ کیونکہ اب کوئی تھا جو اس کے خوابوں کا محافظ بن چکا تھا۔

☆☆☆

"اچھا خاصا گھمایا ہے اس کمینے بگ بی نے ہمیں اتنا تھکا ہوں کہ اگر سو گیا تو پانچ دن تک نہیں اٹھوں گا۔۔" روحان ہاتھوں کو سٹریچ کرتا جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں بھی تھک گیا ہوں۔۔" شہرام نے دھیرے سے جواب دیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

ان کی آنکھوں میں نیند تھی، لیکن شہرام کی آنکھوں میں کچھ اور بھی تھا... وہ چپ تھا، حد سے زیادہ چپ۔

روحان نے اس کا بدلتا موڈ محسوس کیا۔

"کیا ہوا اتنا اداس کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں... بس تھک گیا ہوں۔" شہرام نے ایک لمحہ رکا، پھر نظر چرا کر بولا۔

"شہرام... تُو ہمیں جانتا ہے، اور ہم تجھے۔ یہ تھکن نہیں ہے، یہ دل کا بوجھ ہے۔ بول، کیا بات ہے؟" روحان آہستہ سے اس کے قریب آیا اور صوفے کی پشت پر کہنی ٹکاتے ہوئے بولا۔

"پتا ہے روحان جب وہ روشنی کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑ رہا تھا... تو میں صرف اسے دیکھ رہا تھا۔ شہرام نے ایک لمحہ آنکھیں بند کیں... جیسے خود سے جنگ لڑ رہا ہو۔" پھر آہستہ سے بولا۔

اس کی آنکھیں، اس کا ڈر، اور وہ لمحہ جب وہ اس کے سینے سے لگ گئی تھی..."

"شہرام..." روحان نے گہرا سانس لیا۔

شہرام نے ہاتھ اٹھایا۔۔

"مجھے پتا ہے... یہ سب یک طرفہ ہے۔ بس دل ہے، بے وقوف ہے... سمجھا رہا ہوں اسے۔"

روحان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"وہ تمہاری عزت کرتی ہے، شہرام۔ اور یہ عزت کسی محبت سے کم نہیں ہوتی۔ ہم سب نے بہت کچھ دیکھا ہے... لیکن کچھ جذبے دل میں ہی رکھے جاتے ہیں، خاموشی سے۔"

"اسی لیے تو کچھ نہیں کہا... بس تھک گیا ہوں، یار۔" شہرام ہلکا سا مسکرایا۔

"ابے چپ کرو عاشق جی، ورنہ میں نیند کی گولیاں چبا جاؤں گا۔" روحان نے ماحول بدلنے کے لیے قہقہہ لگایا۔

"باپ رے اتنے سارے مسڈ کال...؟" روحان نے جیسے ہی فون کھولا نازنین کے اتنے ساری میسجز اور کالز دیکھ کر اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

"بس تیری بندی اب پھر سے ناراض ہو گئی ہے..." شہرام نے قہقہہ لگایا۔

"یار یہ نازنین بھی...بس ایک کال کا جواب نہ دو تو لگتا ہے جیسے میں کسی اور ملک بھاگ گیا ہوں۔" روحان نے فون کو گھورتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔

"محبت میں حساس ہونا بھی ایک نعمت ہے، کم از کم وہ تمہیں یاد تو رکھتی ہے۔" شہرام نے مسکراہٹ دبائی۔

اس نے کال بیک کی مگر اس کا فون بند تھا۔

"آہ۔۔!" اس نے غصے سے فون بیڈ پر پھینکا۔

"یار، کبھی کبھی لگتا ہے کہ زندگی صرف بم، دھماکے اور دشمن نہیں ہوتے...کچھ چہرے، کچھ آنکھیں، کچھ انتظار بھی ہوتا ہے..."

شہرام نے سر جھکا لیا۔

"اور کچھ احساس ایسے ہوتے ہیں...جو ہمارے نہیں ہو سکتے۔"

یہ وہ لمحے تھے جب ایجنٹس، سپاہی نہیں انسان بن جاتے تھے۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔

وقت جیسے تھم گیا تھا دیوار پر ٹک ٹک کرتی گھڑی بھی جیسے ان کے درد سن رہی ہو۔

"ہم اتنے مضبوط بنتے بنتے اندر سے کتنے خالی ہو گئے ہیں نا؟" روحان نے نظریں چرا کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

شہرام نے گہری سانس لی۔

"محبت، قربانی مانگتی ہے...اور ہم نے ہمیشہ خود کو قربان کیا، اپنے جذبات کو، اپنے حق کو۔"

"سنو میں نازنین کے پاس جارہا ہوں اور تم باہر پہرہ دینا زہان آئے مجھے فوراً مسڈ کال کرنا..." روحان فوراً اٹھا۔

"روحان...تُو باز نہیں آئے گا نا؟" شہرام نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

روحان نے شرٹ کے کالر کو ٹھیک کیا، چہرے پر وہی چالاک مسکراہٹ۔

"محبت بھی ایک مشن کی طرح ہوتی ہے بھائی...موقع ملا تو دل پر چھاپا مار دینا چاہیے۔"

شہرام نے سر تھام لیا،

"یار...تُو واقعی ایجنٹ کم، عاشق زیادہ ہے۔"

"زہان کو خوشی سے بات کرنی ہے، اور مجھے نازنین سے...دونوں ہی دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔ بس، فرق صرف اتنا ہے کہ ایک کو ڈر ہے، اور دوسرے کو دیر۔" روحان دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"بس دعا ہے زہان اندر نہ آجائے، ورنہ ہم سب کی چھٹی ہو جائے گی۔" شہرام نے آہستہ سے ہنکارا بھرا،

"پہرہ دینا بھائی، عشق میں بھی کور کمانڈ کی طرح ساتھ دینا پڑتا ہے!" روحان نے جاتے جاتے پیچھے مڑ کر کہا۔

شہرام نے مسکراتے ہوئے موبائل نکالا۔

"ہاں جی، پہرہ دوں گا...اور جیسے ہی زہان آئے گا، تجھے کال نہیں، بم کی طرح میسج کروں گا!"

دونوں اٹھے، مگر دلوں میں الگ الگ درد لیے۔

کسی کے دل میں چھپا عشق، کسی کے دل میں پریشان نازنین۔

روحان ہنستا ہوا باہر نکل گیا اور شہرام، ایک بار پھر تنہا... مگر چوکس، دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

محبت ہو یا مشن... پہرہ دینا تو پڑتا ہی ہے۔

☆☆☆

وہ بے صدا، سبک خرامی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ آہستگی سے دروازہ بند کیا، اور نگاہوں میں ایک غیر مرئی اضطراب لیے، بیڈ کی جانب بڑھا، جہاں نازنین گہری نیند میں محو تھی۔

روحان نے نہایت نرمی سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ وہ ابھی تک خواب کی آغوش میں تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد ہلکی سی سوجن تھی، جو گواہی دے رہی تھی کہ وہ روتے روتے سو گئی تھی۔ روحان کا دل جیسے ایک لمحے کو لرز سا گیا۔

وہ چہرہ، جو ہمیشہ مسکراہٹوں کی روشنی میں دمکتا تھا، آج آنسوؤں کی نمی سے تر، بے خبر نیند میں تھا۔ وہ جھکا، اور اس کی پیشانی پر لب رکھنے کو تھا، مگر لمحہ بھر کے تذبذب نے اُسے روک لیا۔ ایک مدھم سا تبسم اس کے لبوں پر ابھرا۔

"پاگل لڑکی... ہر بار مجھ سے خفا ہو جاتی ہو، اور پھر خود ہی آنسو بہا کر نیند کی پناہ میں چلی جاتی ہو۔"

نازنین نے نیند میں بے ساختہ کروٹ لی، جیسے اس کے لمس کو محسوس کر رہی ہو۔ روحان نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا نرمی سے، محافظت کے احساس کے ساتھ۔

"معاف کر دینا... تاخیر ہوئی۔ مگر یاد رکھو، میں تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے کمرے کا ہلکا سا جائزہ لیا، اور ایک کمبل اٹھا کر نازنین کے وجود پر سلیقے سے ڈال دیا۔ پھر بیڈ کے قریب فرش پر بیٹھ گیا، دیوار سے پشت لگا کر اُسے تکتا رہا۔

"میں جانتا ہوں... میری زندگی میں بندوق، بارود اور موت کی سیاہی گھلی ہوئی ہے۔ لیکن تم... تم میرے وجود کی وہ روشنی ہو جو ہر معرکے کے بعد میرے اندر کے اندھیروں کو مٹا دیتی ہے۔"

کمرے میں خاموشی کا ایک مقدس سا پہرہ طاری تھا... صرف گھڑی کی ٹِک ٹِک، سانسوں کی مدھم سرگوشیاں، اور نازنین کی بے خبر نیند کی سانسیں۔

روحان نے وہ پوری رات نیند کی بجائے پہرہ دیتے گزاری... یہ پہرہ اُس کے دل کا سب سے مقدس فریضہ تھا۔

پہرہ... اُس کی محبت کا۔

اور اس لمحے، باہر شہرام پہرہ دے رہا تھا...

اور اندر، روحان۔

اچانک نازنین نے جیسے کوئی آہٹ محسوس کی۔ اس کی پلکیں لرزیں، اور وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔

روحان نے فوراً نرمی سے اُس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"شششش... میں ہوں، روحان۔۔!"

نازنین کی سانسیں جیسے ایک لمحے کے لیے تھم گئیں۔

آنکھوں میں حیرت، دل کی دھڑکن بے قابو، اور چہرے پر الجھن کی سادہ سی تحریر نمایاں تھی۔

روحان نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے لبوں سے ہٹایا۔

"معذرت... ڈرانا مقصود نہ تھا۔ بس تمہیں دیکھنے آیا تھا۔"

"روحان... تم پاگل ہو گئے ہو۔۔؟ یوں رات کے اس پہر، اور اس کمرے میں؟" نازنین نے بمشکل خود پر قابو رکھتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

اس کی آواز میں گھٹن اور خفگی کی آمیزش تھی، جیسے جذبات ضبط کی زنجیروں میں جکڑے ہوں۔

"ہاں تمہارے لیے پاگل ہوں اور مجھے پتا ہے... تم روئی ہو، نازنین۔" روحان نے نرمی سے اس کی سوجی ہوئی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔

تمہارا ہر آنسو میرے لیے کسی گولی کی ضرب جیسا ہوتا ہے۔"

وہ ساکت رہ گئی۔ دل جیسے رک رک کر دھڑکنے لگا ہو۔ وہ کچھ بول نہ پائی۔

"بس... یہی کہنا تھا۔ اور... یہ بھی کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اور اگر کل... میں نہ رہا... تو یہ بات تمہارے دل تک پہنچائے بغیر نہیں جانا چاہتا۔"

نازنین کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

اس کی پلکیں بوجھل ہوئیں اور لہجہ کانپنے لگا۔

"یہ سب کہنے کے لیے آج وقت نکالا؟ جب ہمیشہ تمہارے لیے کام زیادہ اور میں کم اہم رہی؟ میرے میسیجز، کالز... کبھی تمہیں فرصت نہ ہوئی۔۔؟"

اس کا چہرہ سُن ہو چکا تھا۔ پلکوں کی جنبش میں اک ٹوٹا ہوا یقین لرز رہا تھا۔

"اوہ... تو میرے فون غیر ضروری تھے؟"

آواز دھیمی مگر خنجر کی مانند تھی۔

"نہیں... ضروری تھے۔ مگر میری زندگی کا ہر لمحہ فرض کے نام ہوا ہے، اور فرض... کبھی آسان نہیں ہوتا، نازنین۔" روحان نے پلکیں جھکائیں، سانس بھرا، اور نازنین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

نازنین کی آنکھوں میں بجلی سی لپکی۔

"ایسا کون سا فرض۔۔؟ کون سا کام ہے جو میرے حق سے زیادہ اہم ہے؟"

"ابھی نہیں بتا سکتا۔ لیکن وقت آئے گا... جب میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا۔ تب... تمہیں تیار ہونا ہو گا سچ کی شدت کے لیے۔" روحان نے نگاہیں پست رکھتے ہوئے کہا۔

نازنین نے بے بسی میں لب بھینچ لیے، لیکن آنکھوں میں سوال باقی تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں کمزور ہوں۔؟ یا سچ برداشت نہیں کر سکوں گی؟"

روحان نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اس کے لہجے میں محبت کی نمی تھی۔

"نہیں ناز... تم مضبوط ہو۔ اسی لیے تو تمہارے قریب آیا ہوں۔ مگر جس جہان میں میں سانس لیتا ہوں، وہ بارود، دھماکوں اور خاموش لاشوں کا جہان ہے۔ میں نہیں چاہتا تم ان اندھیروں کی جھلک بھی دیکھو۔"

نازنین نے آنکھیں چرائیں، مگر دل اب بھی دھڑکنے کا مطالبہ کر رہا تھا۔

"پھر مجھ پر اعتبار کرو۔ یہ نہ کہو کہ وقت آئے گا تو سچ کہو گے۔ کیونکہ اکثر... وقت آتے آتے... سب کچھ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔"

روحان نے گہری سانس لی۔

اس کی نظریں نازنین کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔

"ٹھیک ہے... کل صبح میں سب کہہ دوں گا۔ جو میں ہوں، کیا کرتا ہوں، کس خطرے میں جیتا ہوں... سب کچھ۔ لیکن وعدہ کرو... میرا سچ سن کر... تم مجھ سے منہ نہیں موڑو گی۔"

نازنین نے اس کے ہاتھ کو نرمی سے تھاما۔

نگاہوں میں ایک پر سکون عزم تھا۔ "اگر تم سچ کہنے کا حوصلہ رکھتے ہو... تو میں اسے سہنے کا حوصلہ ضرور رکھتی ہوں... روحان خان۔۔!"

شہرام باہر کھڑا پہرہ دے رہا تھا اپنی خاص "ایجنٹی" اسٹائل میں۔

رات کے سنّاٹے میں، اچانک پیچھے سے زہان کی گہری اور خطرناک حد تک پر سکون آواز گونجی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟"

شہرام کا رنگ یکدم فق ہو گیا جیسے کسی بچے نے رات کو چاکلیٹ چرا لی ہو اور ابو پکڑ لیں۔

"م... میں... اصل میں... واش روم جا رہا تھا۔۔!" وہ ہڑبڑا کر پیچھے مڑا، لبوں پر ایک بوکھلائی مسکراہٹ چپکائے ہوئے کہا۔

آواز لڑکھڑائی، دل کانپ رہا تھا اور پیشانی پر پسینے کی لکیر جیسے جھوٹ کی گواہی دے رہی ہو۔

زہان نے ایک بھنویں اُچکائی جوان کے لیے "انٹروگیشن موڈ" آن کرنے کا سگنل تھا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے... گیسٹ روم میں واش روم موجود ہے..."

شہرام نے فوراً پینترا بدلا، جیسے بہانہ مینیو سے دوسرا چنا ہو۔

"نہیں نہیں، اصل میں... میں تو بس... وہ... رات کی تازہ ہوا لینے آیا تھا!"

زہان کا چہرہ پتھر جیسا سپاٹ رہا اور یہی سپاٹ چہرہ شہرام کے لیے سب سے زیادہ خطرناک تھا۔

"ہوا کھانے۔۔؟رات کے دو بجے۔۔؟وہ بھی یہاں۔۔؟"

شہرام نے جھینپتے ہوئے قمیص کے بٹن سیدھے کیے، جیسے استری شدہ اخلاق بھی ساتھ میں درست کر رہا ہو۔

"اصل میں...رات کی ہوا میں ایک خاص قسم کی نمی ہوتی ہے، جو...جو صحت کے لیے مفید ہے۔دادا ابا بھی یہی کہا کرتے تھے!"

"دادا ابا نے یہ بھی کہا تھا کہ جھوٹ بولنے والوں کو ہوا میں اُڑنے کا موقع تو ملتا ہے... لیکن وہ زمین پر سیدھے کھڑے نہیں رہ پاتے!"زہان نے ایک گہری سانس لی، پھر آہستہ سے قدم آگے بڑھا، شہرام کے بالکل قریب آکر سرگوشی کی۔

"ہاہا...سر، آپ تو مذاق بھی ایسا کرتے ہیں جیسے کورٹ مارشل ہونے لگا ہو!"شہرام کا رنگ گویا موم کی طرح پگھلنے لگا۔اس نے بمشکل ایک گھونٹ لعاب نگلا، اور گھبراہٹ میں مصنوعی قہقہہ لگایا۔

زہان نے ایک قدم پیچھے ہٹایا۔ان کی نظریں اب بھی شہرام کے چہرے پر مرکوز تھیں وہ نظریں جو انسان کا دل چیر کر سچ نکال لاتی تھیں۔

"جاؤ، اندر جا کر سو جاؤ۔ صبح ہمیں کوارٹر میں حاضر ہونا ہے..."

لہجہ نرم ضرور تھا، مگر حکم کی دھمک اس میں واضح تھی۔

شہرام جیسے جان چھوٹنے پر شکر بجالانے ہی والا تھا کہ زہان نے ایک اور تیر چلا دیا۔

"اور روحان کہاں ہے؟"

یہ سوال ایسے گرا جیسے کسی نے چپ چاپ دل پر اینٹ رکھ دی ہو۔

شہرام کی پلکیں پھڑکیں، لب خشک ہوئے، اور آواز جیسے گلے میں پھنس گئی۔

"وہ... سر... وہ تو... جی... سو رہا ہے۔"

اب شہرام کو اندازہ ہو چکا تھا کہ زہان نہ صرف جاگ رہا ہے، بلکہ اندر کی ساری ہوا بھی محسوس کر چکا ہے... اور اگر زیادہ ہوا کھانے کی کوشش کی تو صبح ناشتہ بھی اسپتال میں کرنا پڑ سکتا ہے۔"

زہان نے بس ایک بار آنکھیں تنگ کیں جیسے کچھ سونگھ چکا ہو، مگر ابھی شکار کو قابو میں لانے کے لیے صحیح وقت کا منتظر ہو۔

شہرام نے لمحہ ضائع کیے بغیر رخ موڑا۔

قدم تیز تھے، لیکن دل کا بوجھ وزنی تھا۔

ہر قدم کے ساتھ لگتا جیسے ضمیر کی چھوٹے قدموں والی پرچھائیں بھی پیچھے چل رہی ہو۔

زہان وہیں کھڑا رہا، رات کی سرد خاموشی میں اور آنکھوں میں وہی مخصوص چپ... جو ہر بات سن لیتی ہے، مگر وقت سے پہلے زبان نہیں کھولتی۔

گیسٹ روم میں، روحان تقریباً دروازہ توڑتا اندر آیا۔

روحان جیسے بیٹھنے ہی والا تھا کہ ایک زوردار مکہ اس کے کندھے پر پڑا۔

"کمینے! سالے! تیری وجہ سے میں پکڑا جاتا!" شہرام نے دانت پیس کر غصے میں کہا۔

"اوہ بھائی! پہلے سانس تو لے... کیا ہوا؟ قسط مکمل نہیں ہوئی یا زہان نے ٹی وی کی طرح ریموٹ سے آنکھیں گھمائیں۔؟" روحان نے کندھے پر ہاتھ رگڑتے ہوئے گھورا۔

"زہان!"

شہرام نے جھنجلا کر ناک سکیڑی۔

"زہان ایسے گھور رہا تھا جیسے میں اس کے آئندہ مشن کا ہدف ہوں۔ تُو بھول گیا وہ ایجنٹ ہے؟ تمہارے جھوٹ کو ناک سے سونگھ لیتا ہے، دل کے دروازے تک پہنچ جاتا ہے!"

"تو پھر کمینے، پہرہ لگوانے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔؟ تُو ہی تو بولا تھا نازنین کو منانا ہے، فلمی اسٹائل چاہیے۔" روحان نے شرارت سے آنکھ ماری۔

"اوہ تو میں نے بولا تھا۔؟ تُو انکار نہیں کر سکتا تھا۔؟" شہرام نے ڈرامائی انداز میں ہاتھ ہوا میں لہرایا۔

"نہیں کر سکتا تھا۔!" شہرام فوراً پلٹا، "کیونکہ تُو میری جان ہے... اور وہ لڑکی میرے دل کی سانس۔!"

روحان کی آنکھوں میں پل بھر کو نمی اُتری، لب بھینچے... مگر اُس نے فوراً بات موڑ دی۔

"بہت بولتا ہے تُو... مگر تیرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

پھر ایک بے ساختہ قہقہہ گونجا، جیسے لمحہ بھر کو ساری ایجنسی، سارے مشن بھول گئے ہوں۔

"اب بس دعا کر زہان کو کچھ شک نہ ہو..." شہرام نے صوفے پر دھڑام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ورنہ وہ پہلے گولی مارے گا، بعد میں پوچھے گا کہ نام کیا ہے۔!"

روحان نے گہرا سانس لیا۔

"ہاں...اور اگر اسے پتہ چل گیا کہ تُو روشنی کو دیکھ کر سانس لینا بھول جاتا ہے...تو پھر ہم دونوں کی فاتحہ زہان خود پڑھ لے گا!"

دونوں پھر ہنسے، مگر اس بار ہنسی کے نیچے ایک انجانا خوف چھپا تھا۔ وہ خوف...جو صرف اُنہی کے سینوں میں پلتا ہے جو دل میں راز رکھتے ہیں۔

☆☆☆

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد روشنی دھیرے دھیرے قدموں سے کمرے سے باہر نکلی۔ کل کی تھکن اب بھی اس کے چہرے پر ہلکی سی پرچھائیں کی مانند موجود تھی، مگر چہرے کی تازگی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ اس نے نئی صبح کا استقبال دل کی گہرائیوں سے کیا ہے۔

وہ خاموشی سے کچن میں داخل ہوئی اور ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر بعد فرحانہ بیگم بھی نرم قدموں سے کچن کی جانب آئیں۔

"تم جاگ گئی ہو، بیٹا۔۔؟" روشنی کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"جی آنٹی۔!" روشنی نے مؤدبانہ انداز میں مختصر جواب دیا۔

"مجھے آنٹی نہ کہا کرو روشنی بیٹا، نازنین اور زہان کی طرح مجھے 'امی' کہا کرو۔" فرحانہ بیگم نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور نرمی سے کہا۔

روشنی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"جی، امی۔!" اس نے ادب سے سر جھکایا۔

"اوہ! زہان کی بات یاد آگئی۔ یہ جب بھی دوستوں کے ساتھ جاتا ہے، مجھے ایک فون تک نہیں کرتا۔ زرا جا کر اس کے کان کھینچتی ہوں۔۔!" اچانک فرحانہ بیگم کو کچھ یاد آیا اور خفیف خفگی کے ساتھ بولیں۔

وہ کچن سے نکلنے ہی والی تھیں کہ سامنے سے شہرام بلیک جینز اور سفید قمیص میں، گیسٹ روم سے برآمد ہوتا دکھائی دیا۔

"ارے تم یہاں۔۔؟" فرحانہ بیگم نے چونک کر سوال کیا۔

"جی آنٹی! صبح کی ہوا لینے نکل رہا تھا، آپ سے ملاقات ہو گئی۔" شہرام نے خوشگوار لہجے میں ادب سے جواب دیا۔

"اور باقی دونوں شیطان کہاں ہیں۔؟" فرحانہ بیگم نے شرارت سے پوچھا۔

"روحان تو ابھی آتا ہی ہو گا، اور زہان غالباً اپنے کمرے میں ہے۔" شہرام نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔

فرحانہ بیگم نے شہرام کو سرتاپا دیکھا اور خفیف سی مسکراہٹ لبوں پر پھیل گئی۔

"تو مطلب یہ کہ تم سب رات گئے تک جاگتے رہے۔؟"

"جی آنٹی، دراصل ایک اہم کیس کی حتمی رپورٹ تیار کرنی تھی، اسی میں وقت لگ گیا۔" شہرام نے مؤدب انداز اپناتے ہوئے وضاحت دی۔

روشنی چپ چاپ کچن کے کاؤنٹر پر جھکی سب سن رہی تھی۔ مگر جیسے ہی اس کی نظر شہرام سے ٹکرائی، وہ فوراً پلکیں جھکا گئی۔ شہرام کی نگاہیں ایک لمحے کو ٹھہر گئیں، جیسے کسی چھپی ہوئی کیفیت کا عکس اس کے دل پر ٹھہر گیا ہو۔ وہ خاموشی، وہ ادھورا سا جذبہ... جس کا راز صرف وہ ہی جانتے تھے۔

"کیا بنا رہی ہو؟" چند قدم آگے بڑھتے ہوئے شہرام نے نرم لہجے میں استفسار کیا۔

"ناشتہ تیار کر رہی ہوں۔" روشنی نے مختصر مگر شائستہ انداز میں کہا۔

"خوشبو تو بہت دلکش ہے۔" شہرام نے ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر کہا۔

"جی۔!" روشنی نے ہلکے سے سر ہلایا۔

شہرام آہستگی سے قریب آیا اور کچن کے کاؤنٹر پر کہنی ٹکا کر اُسے دیکھنے لگا۔ خاموشی، خوشبو، اور کچھ ان کہی باتیں، جو لفظوں کی محتاج نہ تھیں۔

اس کا انداز ہلکا پھلکا سا تھا، مگر آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو گہرا تھا، ساکت تھا۔

"ہمیشہ سے اتنی خاموش ہو یا بس میرے لیے ہو؟"

اس کا لہجہ شوخی سے بھرپور تھا، مگر روشنی کے ہاتھ لمحے بھر کو تھم گئے۔

"میں... میں ویسے ہی ہوں..."

وہ نظریں جھکائے بولی، جیسے اپنے جذبات سے بچنے کی کوشش کر رہی ہو۔

شہرام نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"پتہ ہے، تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا... مگر وقت کبھی اجازت نہیں دیتا۔ شاید دینا بھی نہیں چاہیے۔۔"

روشنی نے پلکیں جھکائے بس چولہے کی طرف دیکھا، جیسے اس کی سانسیں تھمی ہوں۔

"کبھی کبھار ہم لوگ صرف خاموشی بانٹنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں... آوازوں کا حق ہمیں نہیں ملتا۔" شہرام نے اتنا کہہ کر رخ موڑ لیا۔

روشنی کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی... مگر اس نے فوراً آنکھیں پونچھ لیں۔

"چائے بناؤں۔؟" وہ خود کو مصروف رکھنے کے لیے بولی۔

شہرام کی پیٹھ اس کی طرف تھی، مگر اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"ہاں... مگر کڑک والی۔ جیسے زندگی کی تلخی پہ بھاری پڑ جائے۔"

روحان شہرام کو کوڈھونڈتے ہوئے کچن تک آیا تھا دونوں کو بات کرتے ہوئے دیکھ کر اس نے گلہ کھنکارا۔

کیا ہو رہا ہے...؟ شہرام نے فوراً سیدھے ہو کر مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کی۔

"کچھ خاص نہیں... ناشتہ بن رہا ہے، اور میں... چائے کا آرڈر دے رہا تھا۔"

روشنی نے نظریں جھکائے برتن سمیٹنے شروع کیے، جیسے وہ غیر متعلق ہو۔

"ہوں... تمھارے چائے کے شوق کو اچانک روشنی کے ہاتھوں سے لگاؤ کیسے ہو گیا؟" روحان نے دونوں کو مشکوک نظروں سے دیکھا، پھر بھنویں چڑھائیں۔

"کیونکہ اُس کے ہاتھ کی چائے میں وہ بات ہے جو... تمھارے فلسفے میں نہیں۔" شہرام نے مصنوعی اطمینان سے کہا۔

"اوہ تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ چائے کے بہانے شاعری تک... واہ شہرام واہ، بڑی ترقی کی ہے تم نے!" روحان نے قہقہہ لگایا۔

شہرام نے گھورا اور روحان کو کان سے پکڑتے ہوئے کچن سے باہر لے آیا۔

"آآآئیی! آرام سے بھائی۔! یہ کان ہے، پیاز نہیں جو ہر وقت چھلتے رہو!" روحان نے تکلیف سے اپنے کان پر ہاتھ مارا اور مظلومیت سے منہ بنایا۔

"حد ہے یار! کل رات تُو نازنین کے کمرے میں گھس کر مجھے پہرہ دینے کو کہتا ہے،۔۔" شہرام نے غصے سے دانت پیستے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ "اور خود کمینے رات کو مجھے نازنین سمجھ کے لپٹ گیا تھا!"

بے شرم! ایسے کون کرتا ہے، ہاں؟"

روحان ہکا بکا رہ گیا۔

"بھائی...وہ... غلطی ہو گئی! اندھیرا تھا...اور تُو چادر اوڑھے ہوا تھا!"

شہرام نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے زور سے اس کا کان کھینچا۔

"ابے بے غیرت! کس نے کہا تھا میرے ساتھ بیڈ پر سونے کے لیے۔۔؟" روحان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ شہرام نے اس کے کان کو چھوڑ کر زور سے بال کھینچے تھے۔ روحان تڑپ اٹھا۔

"آآآہ! بھائی، ایک تو تُو تھا ویسے بھی بہت نرم لگ رہا تھا، میں سمجھا نازنین ہے...اتنی خوشبو بھی تھی!"

"میں تو اب خوشبو چھوڑ، مرچوں والا اسپرے لگا کے سویا کروں گا...تاکہ تم جیسے پاگلوں سے بچ سکوں!" شہرام کا چہرہ لال ہو گیا۔

"یار تُو نازنین سے بھی زیادہ کومل لگ رہا تھا، اب غلطی ہو گئی تو کیا کروں۔؟ دل کا کیا ہے، کسی پہ بھی آ سکتا ہے!" روحان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اگر آئندہ بار تُو نے مجھے نازنین سمجھ کر گلے لگانے کی جسارت کی..." شہرام نے دانت پیستے ہوئے سرگوشی کی، "تو اگلی صبح تُو خود کو الماری میں قید پائے گا نہ پرفیوم کے ساتھ، بلکہ پیاز اور لہسن کے سنگت میں۔!"

اس کی نگاہیں ایسی برہمی سے چمک رہی تھیں جیسے اگلا قدم واقعی الماری کی کنڈی گھمانا ہو۔

"تم دونوں پھر کسی جھگڑے میں الجھے ہو؟" اسی لمحے زہان کی گمبھیر آواز پسِ منظر سے ابھری۔

دونوں ایسے چونک کر سیدھے کھڑے ہو گئے، جیسے فوجی پریڈ میں اچانک جنرل سامنے آ گیا ہو۔

"نہیں نہیں... ہم تو بس، ایک دوسرے کو... مبارکباد دے رہے تھے!"

روحان نے دانت چمکاتے ہوئے وضاحت دی، جس میں خود اعتمادی سے زیادہ گھبراہٹ شامل تھی۔

"مبارکباد؟ کس بات کی؟"

زہان نے ایک بھنویں اُچکائی، انداز ایسا کہ جیسے جھوٹ کا ایک ایک پردہ چاک کر دے گا۔

"بے وقوف! کس چیز کی مبارکباد؟"

شہرام نے دانتوں کے بیچ سے سرگوشی کی، کہنی کے خفیف وار کے ساتھ۔

"وہ... اصل میں... ہم 'گڈ مارننگ' کہہ رہے تھے۔ زبان پھسل گئی، سر!" روحان نے مصنوعی ہنسی کے ساتھ بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

زہان نے بازو سینے پر باندھ کر ان دونوں پر گہری نگاہ ڈالی۔

"اچھا؟ تو تم دونوں کی 'گڈ مارننگ' میں پیاز، لہسن اور کان پکڑنے والے مناظر کب سے شامل ہو گئے؟"

"یار، زہان! آج کل کے نوجوانوں کا انداز بدل گیا ہے۔ 'گڈ مارننگ' میں اگر تھوڑی سی جھڑپ نہ ہو تو دل سے دعا نہیں نکلتی!" روحان فوراً بول اٹھا۔

"بس کر بھائی! اگر یہ زیادہ بولے گا تو میں خود اسے 'گڈ نائٹ' دے دوں گا وہ بھی بغیر تکیے کے!" شہرام نے منہ بنایا۔

زہان نے ایک گہری سانس لی اور ان دونوں کو ایسے دیکھا جیسے ایکس رے آنکھوں سے اُن کے اندر کے نیت نامے پڑھ رہا ہو۔

"ٹھیک ہے، اب دونوں کے لیے ایک نئی ڈیوٹی ہے۔"

دونوں کے چہرے ایک ساتھ لٹک گئے، جیسے بجلی کے بل ہاتھ میں آ گئے ہوں۔

"ک... کون سی ڈیوٹی، سر؟" روحان نے تذبذب بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ناشتے کے بعد کچن کی مکمل صفائی، اور پھر بیرونی سیکیورٹی کا جائزہ لے کر رپورٹ تیار کرنا۔"

"کچن صاف؟ سر، ہم تربیت یافتہ ایجنٹس ہیں، یہ تو ہماری عزتِ نفس کا جنازہ ہے!" شہرام نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"تو آئندہ جھوٹ بولنے سے پہلے عزتِ نفس کا لحاظ بھی رکھنا سیکھ لو۔" زہان نے کندھے اُچکائے۔

"اور ہاں... روشنی کے سامنے تم دونوں کا یہ 'ریچوئل' اگر اس کے سکون میں خلل ڈالے، تو سمجھ لینا... اگلی صفائی تم دونوں کی ہو گی اپنی!"

"یار، یہ کچن تو میدانِ جنگ لگ رہا ہے!" روحان نے منہ بنا کر آہ بھری۔

"اور ہم وہ سپاہی جنہیں بندوق کی جگہ جھاڑو تھما دیا گیا ہے!" شہرام نے سر تھامتے ہوئے کہا۔

"یاد رکھو... صفائی کا مشن دیا ہے، محبت کا نہیں۔ دل صاف رکھو، کچن بھی صاف ہو گا!" زہان نے پلٹ کر جاتے جاتے آخری بات کہی۔

"یار، کبھی کبھی لگتا ہے یہ بندہ محبت سے زیادہ کچن کو اہمیت دیتا ہے..." روحان نے شہرام کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"چپ کر کمینے! تیری محبت کے لیے میں جھاڑو بھی ماروں گا، پوچا بھی!" شہرام نے قمیص کی آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔

دونوں دوست ہنس پڑے، اور اُن کے قہقہوں کی گونج کچن کی خاموشی میں رس گھولنے لگی۔

قہقہے، جن میں دوستی کی گرمی، ڈانٹ کی چمک، محبت کی مٹھاس، اور ان کہے جذبات کی گہرائی شامل تھی۔

☆☆☆

ناشتہ کرنے کے بعد سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ ایک صوفے پر نازنین اور روشنی بیٹھی ہوئی تھیں، دونوں کی آنکھوں میں چھپے ہوئے سوالات تھے۔

سامنے والے صوفے پر زہان فرحانہ بیگم کے ساتھ بیٹھا تھا، ان کی نظریں ایک دوسرے میں گم تھیں، جیسے دونوں کے درمیان کوئی خاموش بات ہو رہی ہو۔ دائیں طرف والے صوفے پر روحان اور شہرام بیٹھے تھے۔

شہرام گاہے بگاہے نظریں روشنی پر ڈالتا، جبکہ روحان نازنین کو چوری چوری دیکھ رہا تھا۔اور نازنین نے اس کو ایک غصے بھری نظر سے گھورا۔

"امی، مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے... پلیز آپ روئیں گی نہیں۔؟"زہان نے اچانک خاموشی توڑتے ہوئے، آہستہ سے فرحانہ بیگم کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

فرحانہ بیگم نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا،اور اس کی بات کا بوجھ سمجھتے ہوئے، نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔"ک... کیا ہوا ہے بیٹا؟"

زہان نے گہری سانس لی۔ پھر ایک لمحے کے لیے اس نے اپنی نگاہیں فرحانہ بیگم کی آنکھوں میں ڈالی۔

"امی... آپ بہت بہادر ہیں،اور جتنا میں آج بہادر ہوں، وہ آپ کی وجہ سے ہوں۔ آپ نے ہمیشہ مجھے سکھایا کہ زندگی میں مشکلات ہوں یا خوشیاں، ہمیشہ اپنے آپ کو مضبوط رکھنا چاہیے۔"

فرحانہ بیگم کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آئی۔اور وہ اپنی محبت بھری نگاہوں سے زہان کو دیکھنے لگیں۔

"امی... میں ایک سیکریٹ ایجنٹ ہوں۔"زہان نے آہستہ سے اُن کے ہاتھوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

کمرے میں جیسے وقت تھم گیا۔

فرحانہ بیگم کی آنکھیں پلک جھپکنا بھول گئیں۔اور نازنین کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا خوف ابھر آیا

۔

"بلکہ... ہم تینوں ایجنٹ ہیں۔" زہان نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے سر جھکایا۔

اس نے شہرام اور روحان کی طرف دیکھا۔

جو اُس لمحے دانتوں میں انگلی دبائے بیٹھے تھے، جیسے اب پکڑے گئے!

"یار زہان، کم از کم یہ بات نازنین کے سامنے تو نہیں بتانی تھی۔!"

روحان نے نظریں چراتے ہوئے دھیمی آواز میں بڑبڑایا، جیسے الفاظ کانوں سے پہلے ضمیر سے ٹکرا گئے ہوں۔

شہرام نے فوراً روحان کی طرف دیکھا۔ جس کے چہرے پر صاف لکھا تھا۔

"اب تُو گیا، سیدھا نازنین کی گڈ بک سے باہر۔! اب تمہارے سارے 'گڈ مارننگ مشن' کینسل۔۔!" شہرام نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور تمہاری بندی گئی... تمہارے ہاتھ سے۔!" روحان نے بے چارگی سے نازنین کی طرف دیکھا۔

جواب دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اُسے ایسے گھور رہی تھی۔

جیسے اس کی اگلی گڈ مارننگ چائے کے بغیر، صرف طمانچوں سے ہونے والی ہے۔

تبھی... فرحانہ بیگم فوراً کھڑی ہو گئیں۔

ان کی آنکھوں میں نمی تھی... لیکن آواز میں ایک ماں کا طوفان۔

"زہان!"

وہ دھاڑنے کے بجائے ٹوٹنے والی لہجے میں بولیں۔

"تمہیں یاد ہے، جب تم نے پہلی بار بتایا تھا کہ تم ایجنسی کے قریب ہو رہے ہو؟ میں نے منع کیا تھا، بہت روکا تھا... کہ میرے پاس تمہارے سوا کچھ نہیں۔!"

زہان کی سانس رک گئی۔

وہ وہی زہان تھا، جو دشمن کے سامنے بھی نہیں جھکتا تھا... مگر اپنی ماں کے آنسوؤں کے سامنے... ایک لفظ بولنا محال ہو گیا تھا۔

"اگر یہ سچ ہے، تو آج سے مجھے ماں مت کہنا۔!" فرحانہ بیگم کی آواز کانپ رہی تھی۔

"میں نے تمہارے باپ کو کھویا تھا... تمہیں نہیں کھونا چاہتی، بیٹا!"

کمرے میں خاموشی چھا گئی...

نازنین کی آنکھوں سے جذب شدہ حیرت اب نمکین نمی میں بدل چکی تھی... روشنی بھی اٹھی...

روحان اور شہرام کے چہروں پر پہلی بار ہنسی کی جگہ سنجیدگی آ گئی تھی۔

زہان نے آہستہ سے ماں کا ہاتھ تھاما۔

"ماں مجھے اپنے بابا کا بدلہ لینا تھا۔"

"نہیں چاہیے مجھے تمہارے باپ کا بدلہ مجھے بس میرا بیٹا صحیح سلامت چاہیے۔" فرحانہ بیگم کی آنکھوں سے اشک بہنے لگے تھے۔

زہان نے ان کے آنسو صاف کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، مگر انہوں نے نرمی سے وہ ہاتھ پیچھے ہٹا دیا۔

"تم نے اپنی ماں کے دل کو دکھایا ہے، زہان..."

وہ دھیرے سے بولیں، لیکن ہر لفظ کسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔

"میں نے تمہیں لاشوں کے درمیان نہیں، دعاؤں کے سائے میں بڑا کیا تھا۔ تمہیں بندوق اٹھاتے نہیں، قلم تھامتے دیکھنا چاہتی تھی۔"

زہان نے نظریں جھکا لیں۔

"کیا تم نے اپنے ان دوستوں کے وجہ سے یہ فیصلہ کیا ہے..؟"

زہان نے سر اٹھایا۔

"یہ فیصلہ میرا تھا۔ اور اس کے پیچھے صرف ایک وجہ تھی میرے بابا... اور ان جیسے ہزاروں لوگ، جنہوں نے اس ملک کے لیے جان دی، جن کی قربانی کو بس خبروں کی سرخیوں میں دفن کر دیا گیا۔ میں اُن سب کا حساب لینا چاہتا تھا۔"

فرحانہ بیگم نے تھکی ہوئی نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"اور اگر تم خود ایک دن ایسی سرخی بن گئے تو...؟ میرا دل کیسے جیئے گا، زہان؟"

ان کی آواز رُک گئی...اور کمرے میں سناٹا چھا گیا ہر سانس رُکی، ہر آنکھ بوجھل ہو گئی۔

وقت، جذبات کے بوجھ تلے دب گیا۔

تبھی...نازنین شدت سے رونے لگی۔

وہ ہمیشہ سے فوجی وردی کو پسند کرتی تھی۔ بچپن میں سپاہیوں کو سلام کرتی تھی، جذبہ، وفا، قربانی...سب کچھ اچھا لگتا تھا۔ مگر...یہ قربانی جب اُس کی زندگی کے سب سے قریبی لوگ دینے لگے تو وردی کا رُعب، موت کے سائے میں بدل گیا۔

زہان، جو اس کا بھائی تھا۔

روحان، جسے وہ بے پناہ چاہتی تھی۔

یہ دونوں...اس کی دنیا تھے۔

اور دونوں...اُس دنیا کا حصہ نکلے۔ جس سے وہ ہمیشہ محبت تو کرتی رہی۔ مگر اُس محبت میں کھونے سے ڈرتی بھی رہی۔

"مجھے آپ سے بہت محبت ہے..."

نازنین کی آواز روتے ہوئے نکلی۔

"مگر میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی...نہ اخبار کی کسی شہہ سرخی میں، نہ کسی خاموش قبر کے کتبے پر!"

روحان کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

اس کی شوخ مسکراہٹ کہیں دب چکی تھی۔

زہان نے آہستہ سے نازنین کو قریب کیا، اس کے آنسو اپنے سینے پر جذب کیے۔

"ششش... گڑیا، کچھ نہیں ہو گا۔ جب تک میں ہوں، تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔"

مگر نازنین ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی، اس کی آنکھوں میں درد تھا... صرف اس لیے نہیں کہ زہان ایجنٹ تھا، بلکہ اس لیے کہ روحان بھی تھا۔

"کیوں بنے سیکریٹ ایجنٹ...؟" اس نے سوال نہیں کیا۔

یہ شکوہ تھا، جیسے وہ زہان سے نہیں، خود اپنی قسمت سے مخاطب ہو۔

"آپ جانتے تھے نا... مجھے ایسے لوگ پسند ہیں، جو دوسروں کے لیے لڑتے ہیں... لیکن میں کبھی نہیں چاہتی تھی کہ میرا بھائی... میری اپنی دنیا... وہی جنگ کا حصہ بن جائے!"

زہان خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

اور وہ زخمی نگاہ روحان پر بھی ڈال گئی۔ ایسی نظر... جو برسوں کی محبت معصومیت اور بھروسے کو ایک لمحے میں چکنا چور کر گئی۔ روحان کی زبان خشک ہو گئی، وہ کچھ کہنا چاہتا تھا... مگر الفاظ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

"ہم نے یہ راستہ خود نہیں چُنا، نازنین..." زہان نے دھیرے سے کہا۔ "یہ راستہ ہمیں کھینچ لایا۔"

مگر وہ مزید کچھ سنتی نہیں، دل پر بندھی ساری گرہیں ایک لمحے میں کھل گئیں۔

"مجھ سے بات مت کرنا!"

بس اتنا کہہ کر وہ اپنے آنسو چھپاتی ہوئی تیزی سے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ دروازے کے بند ہونے کی آواز ایسی گونجی جیسے دل کے اندر کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا ہو۔

زہان کے لبوں پر خاموشی چھا گئی۔ آنکھیں اُس دروازے پر ٹھہر گئیں جہاں سے اب کوئی لفظ واپس نہیں آیا تھا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ روحان کی نظریں جھکی تھیں، شہرام پہلی بار سنجیدہ تھا، اور فرحانہ بیگم کا چہرہ بس ایک ماں کا دکھ لیے خاموش تھا۔

تبھی...

"میں بات کرتی ہوں اُس سے۔" روشنی نے دھیرے سے کہا۔

زہان نے اس کی طرف دیکھا۔

ایک ایسی نگاہ سے جس میں شکر گزاری بھی تھی، اور تھکن بھی۔

اس نے آہستہ سے سر کو خم دیا۔ جیسے روشنی کی یہ پیش کش اس کے ٹوٹے ہوئے دل پر مرہم رکھ رہی ہو۔

"شکریہ... روشنی۔"

زہان کی آواز میں نمی تھی۔

روشنی خاموشی سے کھڑی ہوئی،اس کے قدم نرم مگر ارادے مضبوط تھے۔دروازے کی جانب جاتے ہوئے اس نے ایک آخری بار پلٹ کر زہان کو دیکھا۔

جیسے کہہ رہی ہو۔

"تم نے جو راستہ چُنا...وہ مشکل ہے، مگر میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی نہ نازنین کو،نہ تمہیں۔ماں اب ہمیں اجازت دے ہمیں کوارٹر جانا ہے.."

"ٹھیک ہے بیٹا.."فرحانہ بیگم نے اس کے سر ہاتھ پھیرا۔

"میں تمہیں دعا دوں گی،زہان... مگر ایک وعدہ لے کر۔واپس ضرور آنا۔اپنی ماں کی آنکھیں، تیرے انتظار میں دھندلی نہ ہوں..."

زہان نے ماں کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

"وعدہ،امی...آپ کا بیٹا واپس ضرور آئے گا۔"

پورا لاؤنج جیسے سکون کی چادر میں لپٹ گیا۔ایک ماں کا دل نرم ہوا،اور ایک بیٹے کی ہمت اور پختہ ہو گئی۔شہرام نے آنکھوں سے آنسو صاف کیے،روحان نے سر جھٹکا۔

"ابے اب رولا ہی دے سب کو...!"کمرے میں ایک ہلکی سی مسکراہٹ بکھری۔مگر دلوں میں جو عہد ہوا تھا...وہ ناقابلِ شکست تھا۔

☆☆☆

وہ تینوں زہان، شہرام اور روحان مکمل فوجی وردی میں ملبوس، کندھے سیدھے، چہروں پر وقار اور آنکھوں میں جذبے کی چمک لیے، جنرل ارحم کے سامنے باقاعدہ سلامی کے انداز میں کھڑے تھے۔ سر پر سجی کیپیں، ان کے عزم کی علامت تھیں۔ فضا میں ایک عجب سنجیدگی تھی، جیسے وقت بھی ان کے احترام میں ساکن ہو گیا ہو۔

سامنے جنرل ارحم اپنی مخصوص سخت مگر پروفیشنل آنکھوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان کی نظریں، ان تینوں کے چہروں کو پڑھ رہی تھیں۔ جیسے دیکھنا چاہ رہی ہوں کہ یہ جذبہ عارضی ہے یا دل میں جلا ہوا کوئی دائمی چراغ۔

"ویلکم ٹو آپریشن زیرولائن۔!"

جنرل ارحم کی آواز میں گونج تھی۔

"آپ تینوں نے جس جرأت، نظم و ضبط اور قربانی کا مظاہرہ کیا ہے، وہ ایجنسی کے ہر رکن کے لیے باعثِ فخر ہے۔ مگر... یاد رکھو، یہ تمہاری آخری آزمائش نہیں..."

انہوں نے ایک ایک کی آنکھوں میں جھانکا۔

"تمہارے سامنے جو راستہ ہے، وہ اندھیروں سے بھرا ہو گا... مگر تم وہ چراغ ہو، جو ان اندھیروں کو جلا کر راکھ کر دیں گے۔"

"سر، ہم تیار ہیں...! اپنے ملک، اپنی مٹی، اور اپنے لوگوں کے لیے جان بھی حاضر ہے۔" زہان نے قدم آگے بڑھایا۔

"ہم صرف ایجنٹ نہیں... ہم وہ فولادی جگر والے ہیں، جو دشمن کے سامنے جھکتے نہیں۔" شہرام نے سر اٹھایا۔

"اور ہم وہ خاموش طوفان ہیں، جو بولتے نہیں... بس گرجتے ہیں۔" روحان نے خفیف سا مسکرا کر کہا۔

جنرل ارحم کے چہرے پر پہلی بار ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"تو پھر... اب تم محض ایجنٹ نہیں، تم سایہ ٹیم ہو۔ ایک ایسی ٹیم، جو دشمن کی نظروں میں نہیں آتی... مگر دشمن کے خوابوں میں ضرور آتی ہے۔"

جنرل ارحم نے ایک لمحے کو رُک کر تینوں کی جانب دیکھا۔

میجر زہان، میجر شہرام، اور میجر روحان...

وہ تین چہرے، جو وقت کی ہر آزمائش سے کندن بن کر نکلے تھے۔

"میں نے کہا تھا، تم تینوں کر سکتے ہو... اور آج، تم نے صرف بگ بی کو گرفتار نہیں کیا۔ بلکہ اس نیٹ ورک کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی ہے، جس نے برسوں سے ہماری زمین کو زہر دینے کی کوشش کی!" ان کی آواز میں فخر تھا، اور سینے میں دھڑکتا اعتماد۔

"تم تینوں نے دن رات ایک کیا... خوف کی سرحدیں پار کیں، جان ہتھیلی پر رکھی، اور وہ کارنامہ کر دکھایا، جسے بہت سے صرف فائلوں میں خواب سمجھتے تھے۔"

زہان کی آنکھوں میں روشنی کی جھلک تھی۔

مگر اُس کے دل میں اب بھی نازنین کی ادھوری نگاہ بوجھ بنی ہوئی تھی۔

شہرام نے سر بلند کیا۔

ایک ایسی خاموشی کے ساتھ، جو سرفروشی کی زبان بولتی ہے۔

میجر روحان...وہ آج بھی مسکرا رہا تھا۔ مگر اس مسکراہٹ میں اب شوخی نہیں، ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔

شاید نازنین کی وہ زخمی نگاہ، اب بھی اس کے دل پر لکھی ہوئی تھی۔

جنرل ارحم نے آگے بڑھ کر تینوں کے شانوں پر فخر سے ہاتھ رکھا۔

"چند ہی لمحوں میں، تمہیں وہ تمغے جرآت دیے جائیں گے...جو صرف وردی پہن لینے سے نہیں ملتے، بلکہ اُنہیں پہننے کے بعد جو قربانیاں دی جاتی ہیں، وہ انہیں تمغہ بناتی ہیں۔" کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ لیکن یہ سکوت، خاموشی نہیں، ایک اعلان تھا...

سایہ ٹیم کا اعلان۔

اسی لمحے دروازہ کھلا۔

اور ایجنسی کے سینیئر افسران، تمغوں کے ساتھ ہال میں داخل ہوئے۔

ایک لمحے کے لیے کمرے میں جیسے وقت نے سانس لینا چھوڑ دیا۔

وہ سنہری تمغے، جو قربانیوں کی مہر تھے...جو صرف جنگ جیتنے پر نہیں، بلکہ خاموشی سے سب کچھ ہار کر بھی ڈٹے رہنے پر دیے جاتے ہیں۔

ہر قدم، جوان افسران نے بڑھایا۔

ان تینوں کے دل میں اپنے اپنے فلیش بیک جگا گیا۔

زہان کو اپنی ماں کی سسکتی آواز یاد آئی، شہرام کو روشنی کا چہرہ نظر آیا؟"

اور روحان کو نازنین کی آنکھوں کی وہ نمی... جو اس کے قہقہوں کو خاموشی میں بدل گئی تھی۔

جنرل ارحم نے ایک قدم آگے بڑھ کر بلند آواز میں کہا۔

"ایجنسی، قوم، اور اس مادرِ وطن کی جانب سے... ہم تم تینوں کو تمغۂ شجاعت، اعزازِ خاموش خدمت، اور نشانِ وفا سے نوازتے ہیں۔ تم وہ سایے ہو، جن پر دشمن کی نظر نہیں پڑتی۔ مگر جن کی موجودگی دشمن کی راتوں کی نیند اُڑا دیتی ہے!"

تمغے پیش کیے گئے... ہر تمغہ ایک کہانی تھا، ایک قربانی کی داستان۔

جب زہان کے کندھے پر تمغہ لگا، تو اُس کی آنکھوں میں ایک نمی سی ابھری۔

نہ کمزوری کی، نہ پچھتاوے کی... بلکہ اُس وعدے کی جو اُس نے خود سے کیا تھا۔

"میں روشنی بنوں گا... اندھیروں میں بھی۔"

روحان نے تمغہ لیتے ہوئے نرمی سے سر جھکایا۔

اور شہرام نے گردن بلند کر کے ایک نگاہ آسمان کی طرف کی۔

شاید کسی شہید باپ، کسی چھوٹے بھائی کو سلام پیش کیا ہو!

جنرل ارحم کی آواز ایک بار پھر گونجی۔

"آج تم ایجنٹ نہیں... تم وطن کے بیٹے ہو، جن پر یہ دھرتی ہمیشہ فخر کرے گی!"

کمرہ تالیوں سے گونج اٹھا۔ مگر وہ تالی نہیں تھی، بلکہ تین خاموش دعاؤں کا جواب تھی... جو ایک وردی، ایک قوم، اور ایک وعدے کے لیے مانگی گئی تھیں۔

☆☆☆

نازنین جیسے ہی کمرے میں آئی، شدت سے رونے لگی۔ اس کی سسکیاں دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں۔ جیسے اس کا دل ہر آنسو کے ساتھ کچھ کھو رہا ہو۔

روشنی تیزی سے اس کے پیچھے آئی اور دروازہ بند کر کے اس کے قریب ہوئی۔

"نازنین... بس کرو، یہ سب اس طرح رو کر تم خود کو کمزور مت بناؤ۔"

"وہ تینوں سپاہی ہیں... اپنے وطن کے لیے سب کچھ کر رہے ہیں۔" روشنی نے نرمی سے کہا۔

"دیکھو، میرا بھی شوق تھا آرمی میں جانے کا... مگر ابا نے صاف انکار کر دیا کہا، کچھ بھی بن جاؤ، بس فوجی نہ بننا! اور یوں میں گانا گانے لگی..." وہ ہلکی سی مسکرائی۔

پھر فوراً نازنین کو گلے سے لگالیا۔

"تمہیں ان کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ کہ وہ سلامت رہیں، اپنے فرض میں کامیاب ہوں، اور تمہارے دل کو کبھی دکھ نہ پہنچے۔"

نازنین، روشنی کے کندھے سے لگی رہی، مگر اس کی آواز لرزنے لگی۔

"میں کیا کروں، روشنی۔؟ ایک طرف میرا بھائی ہے...اور دوسری طرف...میرا لائف پارٹنر....."

وہ یکدم خاموش ہوگئی، زبان جیسے خود ہی بند ہوگئی ہو۔

روشنی نے حیرت سے سر اُٹھایا۔

"کون؟ لائف پارٹنر؟ شہرام یاروحان؟"

"ک...کچھ نہیں، بس یوں ہی۔" نازنین نے گھبرا کر نظریں چرائیں۔

روشنی نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیا.

"مجھے بتاؤ، میں کسی کو نہیں بتاؤں گی...وعدہ!"

"پکا۔؟"

"ہاں پکا۔!" روشنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نازنین نے ہچکچاتے ہوئے سر جھکایا۔ پھر دھیرے سے بولی۔

"میں اور روحان... پچھلے چار سال سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ زہان بھائی کو نہیں بتایا... امی کو بھی نہیں۔ مجھے ڈر ہے... بھائی ناراض ہو جائیں گے، اور روحان... اُسے تو سب سے زیادہ خوف یہی ہے کہ زہان اس سے دوستی ختم نہ کر دے۔"

روشنی خاموشی سے سن رہی تھی۔ آنکھوں میں نرم تاثر، لبوں پر ہلکی سانسیں۔

"ہم دونوں کے لیے زہان کا ساتھ بہت ضروری ہے... اس کی رضا کے بغیر... ہماری محبت کی کوئی منزل نہیں۔ تم دعا کرو، روشنی... کہ ہماری یہ محبت نکاح تک پہنچے، اور سب کچھ اللہ آسان کرے۔"

"اگر محبت سچی ہو... تو راستے چاہے جتنے بھی کٹھن ہوں، منزل مل ہی جاتی ہے۔" روشنی نے نازنین کے آنسو صاف کیے اور دھیرے سے مسکرا کر کہا۔

"میں تمہارے لیے بھی، روحان کے لیے بھی... اور زہان کے دل کے لیے بھی دعا کروں گی۔ کہ وقت وہی دکھائے... جو تم سب کے حق میں بہتر ہو!"

☆☆☆

جیل کا احاطہ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ دیواروں پر خاردار تاریں، زنگ آلود دروازے، اور ہر سمت سخت پہرہ۔ ایک سنّاٹا سا تھا، جو دل پر عجیب سی وحشت طاری کرتا تھا۔ ہوا میں نمی تھی اور ہر دیوار جیسے برسوں پرانے رازوں سے بھری ہوئی تھی۔

زہان، فوج کی وردی میں ملبوس، سنگین قدموں سے اندرونی راہداری میں داخل ہوا۔ اس کی براؤن آنکھوں میں وہی سختی تھی جو برسوں کے ضبط اور ذمہ داری سے پیدا ہوتی ہے۔ جیل کے اہلکاروں نے دروازہ کھولا۔ ایک زنجیروں کی آواز سنائی دی۔ قیدی کی کوٹھری کے باہر پہنچ کر وہ چند لمحے رکا، جیسے خود کو کچھ کہنے کے لیے آمادہ کر رہا ہو۔

"دروازہ کھولو۔۔" زہان نے مختصر مگر پراثر لہجے میں کہا۔

دروازہ چرچراتے ہوئے ایک خراش بھری آواز کے ساتھ کھلا، جیسے برسوں پرانے زخم پھر سے ہرے ہو گئے ہوں۔ اندر نیم تاریکی میں ایک قیدی فرش پر دوزانو بیٹھا تھا۔ گرد و غبار سے اَٹے کمزور کاندھوں پر وقت کی بے رحم چھاپ نمایاں تھی۔

اس نے آہستگی سے سر اُٹھایا۔ آنکھوں میں وہی پرانی اکڑ، مگر اس کے پیچھے جھلکتی تھکن اور شکست کی دھند بھی تھی۔ نگاہ زہان پر پڑی تو ایک پل کے لیے جیسے اس کے چہرے کے عضلات مزید کھنچ گئے۔

زہان خاموشی سے اندر آیا، اپنی فوجی وردی میں تن کر بیٹھ گیا، اور کچھ دیر تک بنا کچھ کہے اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک خفیف، طنز بھری مسکراہٹ اس کے لبوں پر اُبھری۔

"یہاں پر کیسا لگ رہا ہے، چاچا جی... اف، نہیں، 'بِگ بی'؟"

زہان نے لفظوں کو خاص زور دے کر کہا، جیسے پرانے زخموں پر ہنر مندی سے نمک چھڑک رہا ہو۔

بِگ بی کے چہرے پر غصے کی ایک شدید لہر دوڑ گئی۔اس کی نظریں زہان پر یوں جم گئیں جیسے وہ اب بھی اپنی پرانی دنیا کا بادشاہ ہو،اور زہان محض ایک گستاخ غلام۔

"زبان سنبھال کر بات کرو،زہان۔!"اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میری حالت کچھ بھی ہو...میں وہی ہوں،جو تمہیں چلنا سکھاتا تھا۔!"

"ہاں...تم نے مجھے چلنا سکھایا..."زہان نے تھوڑا آگے جھک کر کہا۔"مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ راستہ اگر ظلم کی طرف لے جائے تو پلٹ آنا چاہیے۔تم نے مجھے طاقت کا مطلب سمجھایا۔مگر یہ نہیں بتایا کہ طاقت اگر بے رحم ہو جائے،تو وہ انصاف کے کٹہرے میں کھڑی ہو جاتی ہے۔"

"تو اب تم مجھے سبق سکھانے آئے ہو؟"بگ بی نے ہنکارا بھرا۔

زہان کی نظریں سخت تھیں،مگر لہجہ خاموش طوفان جیسا تھا۔

"نہیں،چاچاجی...میں تو صرف یہ دیکھنے آیا ہوں کہ وہ شخص جو کبھی سروں پر راج کرتا تھا...آج فرش پر بیٹھا ہوا اپنے انجام کا انتظار کیسے کرتا ہے۔"

زہان کی آواز میں وہی ٹھہرا ہوا سکوت تھا،جو برف جیسے ٹھنڈے مگر لہو کو منجمد کر دینے والے سوالوں میں ہوتا ہے۔

"اور ایک بات پوچھنے آیا ہوں،چاچاجی...کیوں مارا میرے بابا کو۔؟کیا غلطی تھی ان کی۔؟"

زہان کی آنکھیں بھیگنے کے قریب تھیں،مگر چہرے پر وہی فولادی ضبط چھایا ہوا تھا۔

قیدی جو کبھی "بگ بی" کے نام سے شہر کا خوف تھا کچھ لمحے زہان کو یوں دیکھتا رہا جیسے کوئی سایہ ماضی کی دیوار سے اتر کر سامنے آ کھڑا ہوا ہو۔

پھر وہ آہستہ سے سر جھکا کر گویا ہوا، آواز میں تھکن، اور آنکھوں میں ماضی کی راکھ تیر رہی تھی۔

"وہ مجھے ہر بات سے روکتا تھا... ہر بار... ہر بار سمجھاتا تھا۔ مجھے بچپن سے چیزیں چرا لینے کی عادت پڑ گئی تھی۔ چھوٹے موٹے جھوٹ، چوریاں... اور وہ... وہ مجھے ہمیشہ روکتا تھا۔ سمجھاتا تھا کہ یہ راستہ جہنم کی طرف جاتا ہے۔"

بگ بی نے زہان کے چہرے پر نظر ڈالی اور جیسے کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا۔

"جب مجھے بینک لوٹنے کی لت لگی، اور وہ جان گیا... تو وہ مجھے روکنے آیا۔ کہا کہ اگر باز نہ آیا، تو خود پولیس کے حوالے کر دے گا... میرے اپنے بھائی نے!" وہ ہنسا ایک زہر بھری، تھکی ہاری ہنسی۔

"مجھے غصہ آیا... وہی پرانا غصہ جو بچپن میں ہر بار مجھے بگاڑ دیتا تھا۔ غصے میں میں نے سب کچھ بھلا دیا... حتیٰ کہ خون کا رشتہ بھی۔"

زہان کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ آنکھوں کی پتلیاں جیسے سکڑ گئیں، چہرے پر ایک ایسی سختی ابھری جو برسوں کی اذیت اور ضبط کا حاصل تھی۔

وہ جھک کر بگ بی کے قریب ہوا، آواز میں لرزتی ہوئی نفرت تھی۔

"تمہیں اس پر دھاکہ کرتے ہوئے زرا بھی ترس نہیں آیا...؟"

بگ بی نے تلخی سے قہقہہ لگایا، ایک ایسا قہقہہ جس میں ندامت نہیں، صرف ضد اور غرور کی پرانی راکھ تھی۔

"ترس؟" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ "اگر ترس آتا... تو کیا میں بگ بی کہلاتا؟ ہنہ... ترس تو کمزوروں کی لغت میں ہوتا ہے، زہان۔ میرے قاموس میں صرف طاقت، خوف... اور انجام ہے۔"

زہان نے اس کی بات سنتے ہی ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں جیسے ضبط کا آخری دروازہ بند کر رہا ہو۔

"تم نے جو انجام بویا تھا، وہی کاٹو گے، بگ بی۔ اور یاد رکھنا... تمہیں اس فرش پر بیٹھا دیکھ کر مجھے رحم نہیں آیا، بلکہ اطمینان آیا ہے... کہ انصاف ابھی زندہ ہے!"

"انصاف۔؟ تم اسے انصاف سمجھتے ہو؟" بگ بی نے ایک گھسی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ سر اٹھایا۔ "یہ تو شروعات ہے، زہان... انجام تب آئے گا جب تمہیں اپنے اصولوں کے بدلے خود کو قربان کرنا پڑے گا!"

"قربانی دینا ہمیں آتا ہے، چاچا جی... تمہاری مانند دھوکہ دینا ہمارا شیوہ نہیں۔!"

زہان نے پر سکون مگر پر وقار انداز میں آگے بڑھ کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں استقامت کی وہ چمک تھی جو فقط سچ کے راستے پر چلنے والوں کے مقدر میں ہوتی ہے۔

بگ بی تلخی سے ہنسا، ایک ایسی ہنسی جو زہر کی مانند ماحول میں پھیل گئی۔

"قربانی۔؟انصاف۔؟زہان، تم کس دنیا کی بات کرتے ہو؟یہ پاکستان ہے! یہاں جو حق کی بات کرے، وہ مٹا دیا جاتا ہے...اور جو انصاف مانگے، وہ خود تختۂ دار پر چڑھتا ہے۔ تم بھی ایک دن اسی راستے پر مارے جاؤ گے... تمہیں بھی کوئی ختم کر دے گا، جیسے تمہارے باپ کو کیا۔!"

زہان کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو ایک چمک سی ابھری...غصے کی نہیں، عزم کی۔

"ہاں، یہ پاکستان ہے...! وہی سرزمین، جس کے لیے میرے بابا نے جان دی...اور میں بھی دوں گا اگر دینا پڑی...."وہ بگ بی کے قریب جھکا، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گویا ہوا۔

"مگر ایک فرق رہے گا، بگ بی!"

وہ ایک لمحے کو رکا، سانس بھری، پھر سخت مگر پُر وقار آواز میں بولا۔

"تم نے جان لی، میں اگر مروں گا...تو کسی کے حق کے لیے مروں گا۔ تمھارا نام بددعا بن گیا، اور میرا نام...اگر شہادت کے کتبے پر لکھا گیا، تو یاد رکھنا...تمہاری ہنسی کے ساتھ دفن ہو جائے گا تمہارا فخر!"

بگ بی کا چہرہ ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔

زہان نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے، لیکن جاتے جاتے رُک کر آخری وار کیا۔

"میں مروں گا، شاید...مگر تم ساری عمر زندہ رہ کر سڑو گے۔ تمہیں قبر نہیں، ضمیر کا قید خانہ مارے گا!"

پھر وہ دروازہ پار کر گیا۔

اور پیچھے رہ گئی بگ بی کی وہی کھوکھلی ہنسی... جواب پہلی بار... کمزور محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆

زہان ملک، روحان ملک اور شہرام تینوں ملک ولا کے وسیع دروازے سے خاموش قدموں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ فضا میں ایک بوجھل سی سکوت طاری تھا... وہ خاموشی جو اکثر فراق، قربانی اور طویل انتظار کے بعد محسوس ہوتی ہے۔ ایسی خاموشی جو سروں کو جھکا دیتی ہے، اور دلوں میں ایک ان کہی لرزش بسا دیتی ہے۔

فرحانہ بیگم نے جب تینوں جوانوں کو دیکھا، تو ان کی آنکھوں میں چھپی نمی، فخر کی روشنی سے چھلک پڑی۔

وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھیں، تیز قدموں سے زہان کی طرف بڑھیں اور اسے گلے لگا لیا۔

"اللہ تم سب کو ہر میدان میں کامیاب کرے، میرے بچوں..." ان کے لہجے میں دُعا، عقیدت اور ماں کا مان شامل تھا۔

اسی لمحے زینے سے روشنی اور نازنین بھی نیچے اتر رہی تھیں۔ روحان کی نظریں بے اختیار نازنین پر جا ٹھہریں... مگر نازنین نے ایک لمحہ بھی اسے دیکھنا گوارا نہ کیا۔

نہ سلام، نہ شکوہ بس نگاہیں نیچی، چال دھیمی، اور قدم فرحانہ بیگم کے پہلو میں آ کر رک گئے۔ یہ اُس کی خاموش ناراضی تھی... وہ گلہ جو لفظوں کا محتاج نہیں ہوتا، مگر دل کو گہرائی سے چیر جاتا ہے۔

روحان کے دل میں ایک انجانی بے چینی نے جنم لیا۔

اس نے آنکھوں کے وسیلے سے کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کی... شاید معافی، شاید امید... مگر نازنین کی پر سکون چپ، اس کے دل پر تیز چوٹ کی مانند اتری۔

دوسری طرف... شہرام کی نگاہیں روشنی پر جا ٹکیں، جو ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ زہان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر وقار، احترام اور وہ فخر تھا، جو اپنے مقصد سے وابستہ کسی شخص کو دیکھ کر دل میں جاگتا ہے۔ لیکن شہرام کے دل میں ایک انجانی کسک نے سر اُبھارا... جیسے اس کی موجودگی، روشنی کے لیے محض ایک سایہ ہو... نہ اہم، نہ خاص۔

ایک لمحے کو اُسے محسوس ہوا... گویا وہ محض ایک سایہ رہ گیا ہے۔

زہان کے سامنے کھڑی روشنی کی آنکھوں میں وہ چمک تھی جو کسی ہیرو کے لیے جاگی ہو مگر روشنی... جو ایک نظر بھی اس کی سمت نہ اٹھا سکی...

وہی نظر، آج شہرام کے اندر ایک شور کی مانند گونجی۔ سینہ جیسے کسی انجانی ٹیس سے دوچار ہوا ہو۔ مگر چہرے پر وہی بے نیاز مسکراہٹ قائم رہی وہ ایجنٹ تھا... جذبات کو چھپا لینا، وہ سیکھ چکا تھا۔

لیکن کچھ لمحے... صرف دیکھنے یا سننے کے نہیں ہوتے، بلکہ دل پر نقش ہو جانے کے لیے ہوتے ہیں اور روشنی کی بے نیازی... شہرام کے دل پر وہی نقش چھوڑ گئی تھی۔

اُدھر زہان آہستہ قدموں سے آگے بڑھا، آواز میں وہی نرم لہجہ تھا، جو صرف بیٹے ماں سے بات کرتے وقت اپناتے ہیں۔ اور وہ وقار... جو صرف ایک سپاہی کے سینے پر سجا ہوا تمغہ عطا کرتا ہے۔

"امی...یہ تمغۂ جرأت، میں آپ کے نام کرتا ہوں۔"

زہان نے احترام سے سر جھکایا۔اور دھیرے سے وہ تمغہ فرحانہ بیگم کے دوپٹے پر آویزاں کر دیا۔

گویا لمحہ ٹھہر گیا ہو۔جیسے کمرے کی ہر دیوار، ہر سانس، ہر نگاہ...اس منظر کی گواہ بن گئی ہو۔

زہان کی نظریں فرحانہ بیگم کے چہرے پر مرکوز تھیں،اور اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔

"یہ میری نہیں، آپ کی قربانی ہے...میری ہمت، آپ کی تربیت ہے...میری کامیابی، آپ کی دعاؤں کا اثر ہے۔"

فرحانہ بیگم کی آنکھوں سے بے اختیار اشک رواں ہو گئے۔وہ آنسو جن میں فخر بھی تھا، ممتا بھی...اور وہ تنہائی، جو برسوں بیٹے کی راہ تکتے گزری تھی۔

انہوں نے زہان کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر چوما۔لبوں سے نہیں...دل سے۔

"یہی میرا اصل انعام ہے، بیٹا..."

وہ لمحہ ابھی تھما ہی تھا کہ شہرام نے خاموشی سے آگے بڑھ کر اپنا تمغۂ جرأت روشنی کی طرف بڑھا دیا۔

کمرے کی فضا جیسے سانس لینا بھول گئی۔

زہان، روحان، نازنین، فرحانہ بیگم...سب کی نگاہیں شہرام پر مرکوز تھیں۔مگر شہرام کی نگاہیں...صرف روشنی پر۔روشنی کی پلکیں لرزیں۔وہ حیرت و جھجک میں ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"م...میں؟میں یہ کیسے لے سکتی ہوں۔۔؟"

شہرام کے ہونٹوں پر ایک ایسی مسکراہٹ ابھری جو لفظوں سے زیادہ خاموشیوں میں بولتی ہے۔

"کیونکہ اس مشن کی کامیابی میں تمہارا بھی حصہ ہے،روشنی۔تم نے ہمارے دلوں کو وہ قرار بخشا۔جس کے بغیر میدان میں ہتھیار بھی بوجھ لگتے ہیں۔جب دل منتشر ہو،تو بندوق ہاتھ میں لرزتی ہے..."

روشنی خاموش ہوگئی۔مگر دل کی دھڑکن بول پڑی۔روحان ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔جیسے اس پل کو سمجھنا چاہتا ہو،یا شاید تسلیم کرنا۔

روشنی نے کانپتے ہاتھوں سے وہ تمغہ تھام لیا۔آنسو پلکوں سے ڈھلک پڑے...مگر اس بار یہ آنسو کمزوری کے نہیں،عزت اور جذبے کے تھے۔

فرحانہ بیگم نے پلٹ کر روشنی کو دیکھا۔ان کی آنکھوں میں وہ روشنی تھی۔

جو صرف رشتہ خون سے نہیں...قربانی اور سچائی سے پیدا ہوتی ہے۔

روحان کی نظریں جھک گئیں...دل میں ایک خاموش اعتراف لیے۔

"کبھی کبھی تمغہ وہ لوگ لے جاتے ہیں جنہوں نے بندوق نہیں اٹھائی...مگر دل کو سنبھالا ہے۔"

زہان نے شہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

وہ خاموش مگر گہرا اقرار... جو صرف سپاہی، دوسرے سپاہی کو اس وقت دیتا ہے جب فتح... میدانِ جنگ میں نہیں، بلکہ میدانِ دل میں حاصل کی جائے۔

نازنین کی نگاہ اب روشنی پر تھی۔ ایک ایسی عورت، جس نے دکھ سہا، مگر ٹوٹی نہیں... بلکہ اتنی مضبوط بنی کہ ایک ایجنٹ کا سہارا بن سکی۔

کمرہ اب بھی خاموش تھا۔ مگر اس خاموشی میں جذبوں کی ایک گونج تھی...

شہرام جا چکا تھا... مگر روشنی کے ہاتھ میں وہ تمغہ تھا جس کا وزن الفاظ سے نہیں... دل سے محسوس کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

وہ دونوں اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آ چکے تھے۔ روحان نازنین کی خاموشی سے اندر ہی اندر ہل رہا تھا۔ اس کے کمرے میں جانا رسک تھا کیونکہ وہ اگر زہان کو بتاتی تو اگلا مشن روحان کا نہیں، اس کا جنازہ ہوتا۔ اس نے سوچا کال کر کے مناتا ہوں... کچھ پیار، کچھ معافی، کچھ میٹھی باتیں، اور بس، سب ٹھیک۔!

جب اس نے دیکھا تو وہ بلاک تھا روحان کو لگا یہ اس کی آنکھوں کا دھوکہ ہے مگر نازنین نے اس کو سچ میں بلاک کیا ہوا تھا۔

روحان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"کیاااا؟"

"نہیں! یہ... یہ ہو ہی نہیں سکتا، نازنین نے... نازنین نے مجھے بلاک...؟"

اس نے کانپتے ہاتھوں سے انسٹا گرام کھولا۔

پروفائل۔؟ندارد!

"نازنین۔!!! تم نے مجھے پورے ڈیجیٹل جہان سے بلاک کر دیا۔؟"

غصے اور دکھ میں وہ فون زور سے ٹیبل پر دے مارا۔ کرسی پر ٹیک لگا کر دونوں پیر میز پر رکھے۔ بالوں میں انگلیاں پھیر کر خود سے بڑبڑانے لگا۔

"یہ عشق نہیں آسان، بس اتنا سمجھ لیجے ایک دریا ہے اور پار کر جانا ہے ایک زہان کی بہن سے پیار کیا ہے، نہر میں نہا لیجے..."

اسی لمحے شہرام ٹرے میں دو کپ چائے لیے لان میں داخل ہوا۔ چہرے پر اپنی مخصوص مسکراہٹ، اور آنکھوں میں وہی "چھیڑنے کا لائسنس یافتہ انداز"۔

"ریلیکس مسٹر عاشق... یہ بلاکنگ، انسٹا گرام، واٹس ایپ سب وقتی چیزیں ہیں۔ میری مان، وہ مان جائے گی... بس تُو اتنی دیر میں ایک نظم لکھ ڈال، جس کا عنوان ہو 'محبت میں بلاک ہونے کے فائدے!'"

روحان نے خشمگین نظروں سے اسے دیکھا۔

"اگر تُو میرے دل کے حال پہ چائے لے آیا ہے تو معاف کیا... ورنہ اس وقت تُو بھی بلاک ہونے والا ہے سیدھا دروازے سے۔!"

"یار، تُو تو بالکل اُس شاعر کی طرح ہے جس کا محبوب بھی گیا، فون بھی بند، اور شاعری بھی چھپی نہیں۔!" شہرام ہنستے ہوئے چائے اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

روحان نے لمبی سانس لی، چائے کا کپ اٹھایا... اور آہستہ سے بولا۔

"بس، شہرام..." اس بار میں سچ میں ڈر گیا ہوں، شہرام... اگر نازنین نے واقعی مجھے چھوڑ دیا نا... تو میری زندگی کا پاسورڈ وہی رہے گا بغیر OTP کے، ہمیشہ کے لیے لاکڈ!"

"او بھائی... تیری لو اسٹوری اب ڈیجیٹل کرائسس میں داخل ہو چکی ہے!" شہرام نے چائے کا گھونٹ لیا اور مسکرا کر کہا۔

"اب یا تو نازنین کا دل ری سیٹ ہو گا... یا تیرا دل ہارڈ ری سیٹ۔!"

روحان نے سر تھام لیا۔ "یار، میں تو سوچ رہا ہوں... اگر نازنین مجھے ایسے ہی بلاک رکھے گی، تو میں آئی ٹی والوں سے دل کا بیک آپ لینے چلا جاؤں۔!"

"ویسے تُو خوشی کو تمغہ کیوں دے آیا۔؟ کیا تُو نہیں جانتا... تُو اُسے ایک قیمتی چیز دے چکا ہے؟" روحان نے چائے کی سپ لیتے ہوئے قدرے شرارتی انداز میں پوچھا۔

شہرام نے ایک لمحے کو چپ رہ کر، چائے کے کپ کو دیکھا۔ چائے کی بھاپ جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ پرانی یادیں بکھیر رہی ہو۔

"غلط۔! قیمتی تمغہ نہیں... میرا دل تھا، جو میں پہلے ہی اسے دے چکا ہوں... مگر وہ یہ بات نہیں جانتیں۔" اُس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

روحان کی مسکراہٹ فوراً مدھم ہو گئی، وہ شہرام کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

وہاں وہی خاموشی تھی، جو چیخ تو نہیں سکتی، مگر درد بولنے لگتا ہے۔

"تو تُو اُس سے محبت کرتا ہے...؟" روحان نے دھیرے سے پوچھا۔

اس کے لہجے میں تجسس بھی تھا...اور ہمدردی بھی۔

شہرام نے لمحے بھر کو خاموشی اختیار کی۔ ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری، نگاہیں دور خلا میں جا ٹھہریں۔

پھر آہستگی سے بولا۔

"بس یہی سمجھ لو، روحان... دل لگا بیٹھا ہوں... پر زبان سے اعتراف کرنے کا حق نہیں۔"

روحان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ شہرام نے بات مکمل کی۔

"کیونکہ وہ زہان کی ہے...اور ہم میں اتنی ہمت نہیں کہ بھائی کے حق میں دراڑ ڈالیں۔"

پھر اُس کی آواز اور دھیمی ہو گئی۔ جیسے وہ لفظ خود سے بھی چھپا رہا ہو۔

"نہیں ہوتے کچھ لوگ ہمارے لیے، روحان... بس ہم اُن کے ہونے کا خواب دیکھتے ہیں،

اور پھر... جاگ کر مسکرا لیتے ہیں۔" روحان خاموش ہو گیا۔

وہ پہلی بار شہرام کی آنکھوں میں وہ ٹوٹ پھوٹ دیکھ رہا تھا جو کسی سپاہی کا جسم تو سہہ لیتا ہے...

مگر دل؟ وہ ہمیشہ چپ رہتا ہے۔

"زہان۔!"

روحان کی نظر اچانک گیٹ کی طرف پڑی، جہاں سے زہان تیز قدموں کے ساتھ آ رہا تھا۔

دونوں فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان کے چہروں پر حیرانی، جیسے وہ اب تک اس کی آمد کی توقع نہیں کر رہے تھے۔

مگر زہان کا چہرہ... وہ عام دنوں والا سنجیدہ زہان نہیں تھا یہ آنکھیں کسی طوفان کا اعلان کر رہی تھیں۔ اگلے ہی لمحے زہان نے شہرام کے چہرے پر زوردار مکا مارا۔

بغیر کچھ کہے، بغیر وضاحت دیے۔ شہرام کا سر ایک طرف کو جھٹکا کھا گیا۔ پھر اس نے گھوم کر روحان کو گھونسا مارا روحان پیچھے لڑکھڑا گیا۔

"زہان۔! تُو پاگل ہو گیا ہے کیا۔؟ کیوں مار رہا ہے؟" روحان نے حیرانی اور درد سے چیختے ہوئے کہا۔

مگر زہان کا غصہ بڑھ چکا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر روحان کا گریبان پکڑا۔اور اسے ایک کے بعد ایک گھونسے مارنے لگا روحان کے ہونٹ اور ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

شہرام بیچ میں آیا۔

"زہان !روک خود کو...آخر ہوا کیا ہے ؟"زہان نے گھور کر شہرام کو دیکھا۔

سانسیں تیز... براؤن آنکھیں سرخ... مٹھیاں بند۔زہان کے چہرے پر جو طوفان امڈ رہا تھا۔وہ اب بے قابو ہو چکا تھا۔

اس نے جھٹکے سے میز پر پڑا چائے کا کپ اٹھایا۔اور پوری طاقت سے روحان کے سر پر دے مارا۔

"آاااہ۔!"

کپ کا ٹکراؤ... شیشے کا کرچیوں میں بکھرنا...اور روحان کے سر سے بہتا گرم گرم خون۔سب کچھ ایک لمحے میں ہوا۔

شہرام ساکت ہو گیا،روحان زمین پر گرا،آنکھوں میں بے یقینی،چہرے پر درد۔

"زہان...!تُو...پاگل ہو گیا ہے کیا۔۔؟"

شہرام کی آواز لرز گئی۔

زہان نے ایک لمحے کو دونوں کو دیکھا ان کی آنکھوں میں حیرت،تکلیف اور سوالات تھے۔

اور زہان کے چہرے پر ایک لمحے کو ہلکی سی لرزش آئی۔ جیسے دل اور غصہ لڑ رہے ہوں... جیسے اُسے ابھی خود پر افسوس ہونے لگا ہو۔

مگر اُس نے کچھ نہیں کہا، بس تیزی سے جیب سے فون نکالا۔ کان سے لگایا، آواز دبائی۔

"امی... روحان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ میں تھوڑا لیٹ آؤں گا..." اس کی آواز میں جھوٹ چھپا تھا۔

مگر جذبات کی گڑگڑاہٹ اتنی تھی کہ فرحانہ بیگم نے بس کہا۔

"خیر تو ہے بیٹا۔۔؟ اللہ رحم کرے، جلدی آنا..."

زہان نے کال کاٹی۔ اور بنا ایک لفظ کہے آگے بڑھا، روحان کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا، جیسے اب وہ اس کی ذمہ داری بن چکا ہو۔

روحان کراہ رہا تھا، آنکھیں آدھی بند، مگر زہان کے چہرے پر کوئی واضح تاثر نہ تھا۔ نہ شرمندگی، نہ غصہ، نہ ہمدردی... بس خاموشی، جیسے دل کا شور اسے سننے نہیں دے رہا ہو۔

شہرام پیچھے پیچھے آیا، اور تیز قدموں سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔

"ہوش میں ہے نا یہ۔۔؟" زہان نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تُو نے ہوش چھوڑا کہاں ہے اس کے پاس۔؟ ہوش۔؟" شہرام نے طنزیہ نظر ڈال کر کہا۔

زہان نے کچھ نہیں کہا۔ بس خود بھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

گاڑی کی ہر گھومتی سٹیئرنگ، زہان کے اندر جلتی آگ کو گھما رہی تھی۔

مگر اب وہ آگ باہر نہیں، اندر دہک رہی تھی۔ چند منٹ بعد تینوں ہسپتال آئے تھے۔

ایمرجنسی وارڈ میں بھاگتے قدم، نرسیں، ڈاکٹر، اسٹریچر...

"پہلے اس کے زخم صاف کرو..." ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ پر مکمل پٹیاں لگاؤ۔۔!" زہان کی آواز سخت، مگر پرسکون تھی ۔جیسے وہ کسی جنگی مشن کے احکام دے رہا ہو۔

"لیکن میرا ہاتھ اور پیر تو ٹھیک ہیں...!"

روحان نے جلدی سے کہا، چہرے پر الجھن، آنکھوں میں بے یقینی۔ مگر زہان نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

بس نظریں گھڑی پر گاڑ دیں، جیسے اس کے نزدیک روحان کی حالت سے زیادہ وقت اہم ہو چکا ہو۔ نرسیں فوراً اپنا کام کرنے لگیں۔ روحان کے بازو اور ٹانگ پر سفید پٹیاں لپیٹی جانے لگیں۔

"آآہ... یار کیا کر رہے ہو...! میں ٹھیک ہوں!"

"بس خاموش رہو، تم سے بحث نہیں ہو رہی..."

شہرام نے نرمی سے نرس کو روکا۔

"یہ بھی ایک سزا ہے...!" مگر زہان نے صرف ایک نظر ڈال کر کہا۔

روحان کی کراہیں ہال میں گونجنے لگیں،اور شہرام کا ضبط لبوں پر آ کر رُک گیا۔

وہ زہان کی طرف مڑا، مگر وہ وہاں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

آنکھیں بار بار اپنی گھڑی پر، جیسے ہر گزرتے لمحے سے وہ کسی کا انتظار کر رہا ہو... یا شاید، اپنے آپ کو وقت دے رہا ہو... نارمل ہونے کا۔

"کیا تُو کسی کا انتظار کر رہا ہے۔۔؟" شہرام نے پوچھا۔

"ہاں...اس کا، جو سب سے زیادہ حق رکھتی ہے یہ سب جاننے کا..." زہان نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"نازنین...؟" شہرام نے گہری سانس لی۔

زہان خاموش رہا، لیکن زہان کی نظروں نے سب کچھ کہہ دیا تھا... خاموش مگر واضح۔

"میں جا رہا ہوں... کچھ دیر بعد آؤں گا۔" ایک پل وہ روحان کو دیکھتا رہا... پھر آہستگی سے بولا۔

"ایسے دوست ہوں تو دشمن کی ضرورت نہیں۔!" روحان نے زخم سے کراہتے ہوئے اسے دیکھا۔

زہان رک کر پلٹا، مگر کچھ کہے بغیر وارڈ سے نکل گیا۔

شہرام نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

آدھا گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ ...دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔اور نازنین بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی بلیک عبایہ، تیز سانسیں،اور آنکھوں میں خوف و محبت کا امتزاج۔

اس کی نظر سامنے بیڈ پر لیٹے روحان پر پڑی جس کے بازو اور ٹانگ پٹیوں میں جکڑے تھے۔

"نازو...تم۔۔؟"

روحان کی آواز میں حیرت،خوشی اور شرمندگی سب کچھ گھل گیا تھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا...؟یہ سب کیسے...؟"نازنین لپک کر اس کے قریب پہنچی۔

شہرام نے مسکراتے ہوئے خود کو منظر سے نکالا۔

"اوہ ہو،میں بھی چلتا ہوں۔اب تم دونوں بات کر لو...بس احتیاط سے، کہیں جو جگہ ٹھیک رہ گئی ہے،وہ بھی نازنین نہ توڑ دے۔!"اس نے شرارتی نظروں سے روحان کو آنکھ ماری۔

روحان نے بے بسی سے نظریں چُرا لیں،اور نازنین کی گالیں سرخ ہو گئیں۔

"شہرام۔!"

نازنین نے گھورتے ہوئے پکارا۔

"جی جی...میں جا رہا ہوں،جا رہا ہوں...خدا حافظ مسز فکس ایوری تھنگ۔!"

شہرام نے ہنستے ہوئے دروازہ بند کیا۔

کمرے میں ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی۔

نازنین آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی، روحان کے بیڈ کے قریب آئی۔اس کی آنکھوں میں نمی، دل میں طوفان تھا۔

"کیوں بنے تم سیکریٹ ایجنٹ...؟میرا نہیں سوچا تم نے۔؟"

اس کی آواز کانپ رہی تھی، جیسے ہر لفظ میں ایک صدمہ چھپا ہو۔

روحان نے پلکیں جھپکائیں۔

زخموں کی تکلیف شاید اتنی نہ تھی جتنی اس کی آنکھوں کے درد سے محسوس ہو رہی تھی۔

"نازو...میں تم سے محبت کرنے سے پہلے ایجنٹ بن چکا تھا..."

وہ آہستہ سے بولا، جیسے اپنے آپ کو بھی سنانا چاہتا ہو۔

"تو بعد میں بتا سکتے تھے...!"

وہ رونے لگی، آنکھوں سے بہتے آنسو تیزی سے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

"تم جانتے تھے مجھے ایسے پارٹنر پسند نہیں جو جنگی وردیوں میں لپٹے ہوں، جن کے کل کا کچھ پتہ نہ ہو...جن کا سلام، آخری سلام ہو سکتا ہو۔!"

روحان اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

پھر ہولے سے مسکرایا وہی شرارتی، بے بسی چھپاتی مسکراہٹ۔

"پتہ نہیں تمہارے پاس اتنے آنسو کہاں سے آتے ہیں۔ جنہیں تم یوں ضائع کرتی ہو...اگر مجھے دے دیتیں تو میں اپنے زخم دھولیتا..."

"یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔!" نازنین نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

روحان نے پل بھر کو نظریں جھکالیں۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"تو کیا کروں؟ تمہیں ایسے روتا ہوا دیکھ سکوں...؟ اتنا مضبوط دل والا لگتا ہوں کیا...؟"

اس نے گہری سانس لی اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"تم نے مجھے بلاک کیا، ہر رابطہ توڑ دیا...ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میں کیسا محسوس کر رہا ہوں۔ تم ہر بار اتنی سختی سے بات کرتی ہو، جیسے محبت کی سزا سنا رہی ہو۔ کیا میں اتنا برا ہوں کہ میری ناز، میری نازنین، میرے ساتھ ایسا سلوک کرے...؟"

نازنین کا دل دہل گیا روحان کے لفظوں میں چھپی بے بسی، اس کی آنکھوں میں جھلکتی بے پناہ محبت، اسے اندر سے توڑ گئی۔ نازنین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"پلیز بس کر...تم رو رہی ہو، زہان مار کے گیا ہے، شہرام جا کے قہقہے لگا رہا ہوگا...اور میں یہاں پٹیوں میں بند، لیٹا ہوں جیسے کوئی مشق کا پنچنگ بیگ ہو!" روحان نے کراہتے ہوئے آنکھیں بند کیں اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا... کیا بھائی نے تمہیں مارا۔۔؟!" نازنین نے فوراً سر اٹھایا، حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔

روحان نے گہری سانس لیتے ہوئے گردن موڑی۔

"ہاں، نہیں تو اور کیا...؟ تمہیں کیا لگا، زہان بھائی چائے کی ٹرے لے کر آئے تھے میرے لیے؟"

نازنین کے منہ سے بے ساختہ "اوہ مائی گاڈ!" نکلا۔

وہ حیرت، غصہ اور شرمندگی کے ملاپ سے اتنی بھول گئی کہ "کون سی پٹی کہاں لگی ہے" بس روحان کے بازو پر زور سے تھپڑ مارا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو کیا۔؟! بھائی کا دماغ خراب ہے؟ اور تم کیوں چپ چاپ مارتے رہے؟"

"ارے میں نے بولا تھا لیکن انہوں نے تو ایموشنل ڈائیلاگ مارنے سے پہلے ہی گھونسے مارنا شروع کر دیے تھے۔!"

نازنین کی آنکھوں میں مسکراہٹ جھلکی۔ مگر آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔ اس نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"میرا دل بہت دکھا ہے روحان... بہت۔۔!"

روحان نے اس کی انگلیوں کو نرمی سے دبایا۔

"میری محبت کی قسم... اگر تم کہو تو میں ایجنٹ سے عاشق اور عاشق سے شاعر بن جاؤں بس تم رونا چھوڑ دو۔۔!"

روحان نے نازنین کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا ہی تھا کہ... دروازہ زور سے کھلا۔

زہان اندر داخل ہوا، چہرے پر وہی آتش فشانی غصہ۔

اس کے ساتھ شہرام بھی تھا، جو کچھ سمجھتے ہوئے بھی بے بس سا پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

نازنین ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ خوف سے اس کی پلکیں لرزنے لگیں، پسینے کی بوندیں ماتھے پر نمودار ہوئیں۔ زہان نے چند قدموں میں فاصلہ طے کیا۔

"سالے کمینے۔۔!"

اس کے الفاظ انگاروں کی طرح گرے، "میں نے بہت انتظار کیا کہ تُو مجھے خود بتائے گا... میرے سامنے آکر کچھ کہے گا... لیکن نہیں۔۔! میں تو جن تھا جو تمہاری جان لیتا ہاں۔؟!" اور اگلے ہی لمحے زہان نے روحان کے پیٹ پر ایک زوردار مکا مارا۔۔!

"اُوف ناٹ آگین، زہان۔۔!" روحان کراہتے ہوئے دوہرا ہو گیا۔

"ہاں تجھے بتاتا تم مارتے.." روحان نے منہ بنایا۔

"ہاں تو ابھی جیسے تجھے چوما ہے..." زہان نے تپ کر کہا۔

روحان نے بیٹھ کر دکھی نظروں سے نازنین کو دیکھا۔

"دیکھا۔؟ یہی تو وجہ ہے کہ ہم بتا نہیں سکے... کیونکہ زہان بھائی پہلے سنتے نہیں، مکے پہلے مارتے ہیں!"

شہرام نے زہان کا بازو پکڑا۔

"اوئے جیمز بانڈ بھائی، ذرا سُنو بھی! محبت کی ہے اس نے... کوئی جرم نہیں کیا۔!"

"محبت؟ میری بہن سے؟ اور چھپ کر؟ ابھی ڈائیلاگ مار رہا تھا شاعر بننے کا... میں ابھی اسے مرثیہ لکھوا دیتا ہوں۔!" زہان نے پلٹ کر شہرام کو گھورا۔

نازنین آگے بڑھی۔

"بھائی... پلیز! اگر میں کچھ غلط کرتی، تو مجھے مارو... لیکن روحان نے کبھی میری عزت پر حرف نہیں آنے دیا۔ وہ صرف مجھے چاہتا ہے، مجھ سے مانگتا ہے۔ چھیننے کی کوشش کبھی نہیں کی۔!"

زہان کے چہرے کا رنگ آہستہ آہستہ نرم ہونے لگا، وہ کچھ لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر روحان کی طرف جھک کر دھیرے سے بولا۔

"ایک بات یاد رکھ... اگر میری بہن کی آنکھ میں دوبارہ آنسو آیا تو اگلی بار پٹیاں صرف ہاتھ اور پیر پر نہیں، ضمیر پر بھی لپیٹی جائیں گی۔!"

روحان نے فوراً کہا۔ "جی زہان بھائی! پلیز اب مجھے بہنوئی بنا دو... اتنا سچّا عاشق اور مار کھایا ہوا بندہ اب کیا اور کرے؟!"

شہرام قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ نازنین کی ہنسی آنکھوں سے آنسو بہا کر نکلی۔ اور زہان بے اختیار مسکرا دیا۔ مگر سر جھٹک کر بولا۔

"یہ آخری موقع ہے... شاعر صاحب۔۔!"

روحان نے دو انگلیوں سے اپنی پٹی والے کان کو سہلاتے ہوئے دھیرے سے پوچھا۔

"تو... کیا میں یہ رشتہ پکا سمجھوں؟" وہ دانتوں کی فل نمائش کرتے ہوئے مسکرایا۔

جیسے زہان کی ہاں کے بدلے زندگی کی ضمانت مانگ رہا ہو۔

زہان نے اُسے ایک نظر دیکھا۔

پھر جھک کر خفیف سا تھپڑ اس کے سر کے پیچھے مارا۔

"پکا ہے، مگر... اگر نازنین کے دل کو ایک پرچھائیں بھی لگی، تو رشتہ پکار ہے گا، تم نہیں۔!"

روحان نے فوراً دائیں بائیں دیکھا، اور سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"قسم سے اب تو اُس کی سانسوں کے بھی چوکیدار ہم بنیں گے، آپ کے بلاوجہ کے تھپڑ بھی برداشت کر لیں گے!"

"او بھائی... چوکیدار بنو، مالک مت بن جانا۔"! شہرام نے قہقہہ لگایا۔ "پھر زہان بھائی اگلی بار پٹیاں تمہارے کان کے اندر تک لے جائیں گے!"

نازنین نے شرماتے ہوئے نظریں جھکا لیں، اور زہان نے پہلی بار دل سے مسکرا کر روحان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"رشتہ پکا ہے... بس تم بھی ویسا ہی رہنا، جیسا ابھی تک رہے ہو... میرا بھائی!"

"شہرام، اب اس کمینے کا خیال رکھ... میں گھر جا رہا ہوں، امی اور روشنی اکیلی ہیں۔" زہان نے جاتے جاتے کہا۔

اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن جیسے ہی "روشنی" کا نام لبوں سے نکلا۔ شہرام کی مسکراہٹ، جو روحان کے قہقہوں پر چھلک رہی تھی، اچانک جیسے چُپ کی قبر میں دفن ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو چمک بجھی، لب خاموش ہو گئے، اور سانس جیسے بے وزن ہو گئی ہو۔ وہ ساکت کھڑا تھا۔ جیسے روشنی کا نام صرف آواز نہیں، ایک تلخ یاد، ایک چھپا درد ہو... جو ہر بار اسے اندر سے خاموش کر دیتا ہو۔

روحان، جو ابھی تک ہلکے پھلکے انداز میں باتیں کر رہا تھا۔

شہرام کے چہرے کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"اوئے... کیا ہوا۔؟ زہان بھائی کو جانا ہے، قیامت تو نہیں آئی۔!"

شہرام نے ایک زبردستی کی ہنسی ہونٹوں پر سجائی، مگر آنکھوں کی نمی چھپ نہیں سکی۔

"کچھ نہیں... بس کبھی کبھی کچھ نام صرف سنائی نہیں دیتے... چبھتے بھی ہیں!"

وہ آہستہ سے بیٹھ گیا۔

اپنے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کر اپنی خاموشی میں کچھ تلاشنے لگا۔

روحان نے آہستہ سے سر ہلایا وہ جانتا تھا، شہرام کچھ نہیں بولے گا...

کیونکہ روشنی سے محبت کا دکھ، ہمیشہ خاموشی میں پنپتا ہے۔

☆☆☆

دونوں باہر آئے۔زہان نے خاموشی سے نازنین کے لیے دروازہ کھولا۔وہ دھیرے سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔زہان ڈرائیونگ سیٹ پر آیا،گاڑی اسٹارٹ کی۔مگر ماحول کی خاموشی گاڑی کے شور سے زیادہ بھاری تھی۔

"بھائی...کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں۔۔؟"کچھ لمحے بعد نازنین نے ہمت کر کے پوچھا۔

زہان نے اس کے سوال پر ایک لمحہ سانس روکا۔

"ناراض نہیں ہوں..."پھر آہستگی سے بولا۔

بس گلہ ہے،روحان سے محبت تھی تو مجھے بتا دیتی۔"

نازنین کی پلکیں جھک گئیں۔زہان نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا،پھر ہلکے لہجے میں کہا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں نازنین،اور جہاں تمہاری خوشی ہو گی،میں وہیں سر جھکانے کو تیار ہوں...لیکن بس یہ چاہتا ہوں،کہ اگر کبھی تمہیں آنسو آئے،تو وہ خوشی کے ہوں،نہ کہ میری بہن کی قسمت کا امتحان۔۔!"

نازنین کی آنکھیں بھر آئیں۔وہ دھیرے سے بولی۔

"میں ڈری ہوئی تھی...آپ کا غصہ،آپ کا ضبط...روحان بھی مجھ سے زیادہ آپ سے ڈرتا ہے!"

"میں ڈرنے کے لیے نہیں... تمہیں بچانے کے لیے ہوں، نازو۔اور روحان...اب میرا دوست ہی نہیں، میرا بہنوئی بھی ہے لیکن یہ بات ابھی اُس کے منہ پر نہ کہنا، ورنہ وہ گھر میں گھنگرو باندھ کر ناچنے لگے گا۔!" زہان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔

نازنین ہنس پڑی۔اس کی ہنسی، زہان کے دل کا بوجھ بھی ہلکا کر گئی۔گاڑی روشنیوں میں آگے بڑھ رہی تھی، اور اس کے اندر دو رشتوں کے بیچ اعتماد کا چراغ دوبارہ جل چکا تھا۔

☆☆☆

روشنی خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی کہ پیچھے سے زہان کی آواز نے اسے روک لیا۔

"روشنی...میرے لیے کافی بنا کر ٹیرس پر آؤ۔"

آواز نرم تھی، مگر لہجے میں وہ خاص سی سنجیدگی تھی۔جو صرف زہان کے اندازِ محبت کو جاننے والا ہی سمجھ سکتا تھا۔روشنی ٹھٹھکی، پلٹی نہیں، بس سر ہلایا۔

زہان نے مزید کچھ کہے بغیر رخ موڑا اور لمبے قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

کچن میں روشنی نے کافی بناتے وقت بے اختیار اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔وہ دھڑک رہا تھا کچھ الجھا ہوا، کچھ بے چین...شاید وہ اس آواز میں چھپے احساس کو جان چکی تھی، مگر لفظوں کی زنجیر ابھی بھی بے یقینی میں جکڑی ہوئی تھی۔

ٹیرس پر ہوا ہلکی تھی، رات کا سکون آسمان پر ستاروں کی شکل میں چھایا ہوا تھا۔ زہان ریلنگ کے ساتھ پشت ٹکائے کھڑا تھا، چہرہ آسمان کی طرف تھا، جیسے سوال ستاروں سے کرنے آیا ہو۔

کچھ ہی دیر میں روشنی کافی کے دو کپ تھامے آہستہ آہستہ ٹیرس پر آئی۔

زہان نے اس کی آمد کو پیچھے دیکھے بغیر محسوس کیا۔

"رکھ دو... میرے پاس۔" اس نے آہستہ کہا۔

روشنی نے کپ اس کے قریب رکھی میز پر رکھا۔

مگر پلٹنے لگی تو زہان کی آواز دوبارہ آئی۔

"رُکو... بیٹھو میرے ساتھ۔" روشنی کے قدم رُک گئے۔

وہ کچھ لمحے خاموش کھڑی رہی، جیسے خود کو سمجھا رہی ہو کہ یہ صرف ایک معمولی جملہ ہے، لیکن دل نے فوراً سرگوشی کی "نہیں... یہ جملہ خاص ہے، بالکل اس کی طرح۔"

وہ دھیرے سے میز کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

چاندنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی، اور زہان کی نظریں، وہ چوری چوری اس کے چہرے کو پڑھ رہی تھیں۔

"میں تم سے کام نہیں کروانا چاہتا..." زہان نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"... مگر کیا ہے نا، مجھے تمہارے ہاتھوں کی کافی بہت پسند ہے۔"

روشنی نے نظریں جھکالیں، ہونٹوں پر اک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"تو پھر روز بلا لیا کریں... کافی تو روز بن سکتی ہے۔"

زہان نے اس کی طرف دیکھا۔ اب پہلی بار، پوری توجہ سے۔

"کاش... ہر چیز تمہارے ہاتھوں سے روز بن سکے۔"

وہ جملہ آہستہ کہا گیا۔ مگر اس میں دل کی سچائی تھی، چاہت کی روانی تھی۔

اور وہ خاموش التجا... جو صرف ایک شخص سے کی جاسکتی ہے، جو دل کے قریب ہو۔ روشنی کا دل ایک لمحے کو رُکا، پھر دھڑکا... تیز تر۔

"زہان..."

اس نے صرف اتنا کہا۔

مگر اس ایک لفظ میں ہزار سوال، ہزار جوابات، اور شاید... ایک خاموش ہاں بھی چھپی تھی۔

زہان نے کافی کا گھونٹ لیا، پھر آہستہ سے کہا۔

"میں جانتا ہوں روشنی، تم یہاں مہمان ہو... عارضی ہو... مگر اگر اجازت دو، تو میں چاہتا ہوں کہ تم میری زندگی میں مستقل بن جاؤ۔"

ٹیرس کی خاموش فضا میں اب صرف ہوا نہیں چل رہی تھی۔

دو دلوں کی دھڑکنیں، دو آنکھوں کی نمی، اور ایک دعائیہ لمحہ بھی شامل ہو چکا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے روشنی..." وہ اس کے قریب آیا۔

"میں نے دو گھنٹے تمہاری آواز نہیں سنی تھی... مجھے لگا... جیسے کانوں میں سناٹا اُتر آیا ہو، جیسے دنیا نے بولنا چھوڑ دیا ہو... جیسے تمہاری خاموشی نے میری ساری سماعتیں چھین لی ہوں... مجھے لگا میں بہرہ ہو چکا ہوں۔ اور دو گھنٹے... بس دو گھنٹے کے لیے تم میری نظر سے دور کیا ہوئیں... ایسا لگا جیسے آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہو... دنیا اپنی جگہ تھی، مگر میری دنیا... میری دنیا تم تھیں... تم نظر نہ آئیں تو لگا... میں اندھا ہو گیا ہوں! جانتی ہو؟ آواز تمہاری ہو، یا عکس... تم جو نہ سنائی دو، نہ دکھائی دو... تو میری سانسیں بیکار لگتی ہیں... جیسے زندہ ہو کر بھی مر چکا ہوں!"

روشنی کی سانسیں تھم گئیں۔

زہان کی آواز میں جو لرزش تھی، وہ اُس شخص کی تھی جو باہر سے فولاد ہے، مگر اندر سے... کسی ایک کی یاد میں پگھل جانے کو تیار۔ وہ خاموشی سے زہان کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

وہ آنکھیں جن میں کوئی خفیہ ایجنٹ نہیں تھا، بس ایک عاشق تھا... بے بس، سچا۔ زہان اس کے مزید قریب ہوا۔

"تمہیں پتہ ہے روشنی... جب وہ لوگ تمہیں گاڑی میں ڈال رہے تھے۔ میرے اندر سب کچھ ٹوٹ گیا تھا۔ ایسا لگا... جیسے کسی نے میرے سینے میں سے دل کھینچ لیا ہو۔ میں چیخنا چاہتا تھا، گولیاں برسانا چاہتا تھا... مگر میں جانتا تھا۔ اگر میں نے اس لمحے جذبات سے کام لیا، تو نہ تم بچو گی... نہ تم جیسی اور لڑکیاں۔"

روشنی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

وہ الفاظ نہیں، دعائیں تھیں... وہ دکھ نہیں، محبت تھی۔

"میں نے سوچا مشن جائے بھاڑ میں..." زہان نے آہستہ کہا، "مگر پھر... تمہاری آنکھیں یاد آئیں، اور میں نے اپنے دل پر پتھر رکھا... تاکہ تم جیسی بیٹیاں، بہنیں... کبھی کسی بگ بی کا شکار نہ بن سکیں۔"

روشنی نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھاما۔

زہان نے ایک پل کو چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ پہلی بار اس نے خود سے اُس کے قریب ہونے کی اجازت دی تھی۔

"آپ نے صرف مشن مکمل نہیں کیا، زہان..." وہ ہولے سے بولی۔

"آپ نے میری روح بچائی ہے..."

زہان کا چہرہ جھک گیا۔

"پہلی بار وہ خود کو روکتے روکتے تھک گیا تھا۔ میں بہت تھک گیا ہوں روشنی... بس اب تمہارے پاس آ کر، "سکون چاہتا ہوں..."

زہان کی آواز میں تھکن نہیں، کوئی گہرا خلا چھپا تھا... وہ خلا جو صرف ایک چہرے، ایک وجود سے بھر سکتا تھا۔

وہ چند لمحے خاموش رہا... پھر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"کیا تم... میرا سکون بننا چاہتی ہو۔۔؟"

خوشی نے پلکیں جھکائیں... اور دھیرے سے ہاں میں سر ہلا دیا۔

اس کی خاموش رضا میں وہ یقین چھپا تھا، جو لفظوں سے بلند ہوتا ہے۔

"ویٹ... میں تمہارے لیے کچھ لایا تھا۔" زہان نے نرمی سے کہا۔

وہ اپنے بیگ کی جانب مڑا، اور بڑی احتیاط سے دو نازک گجرے نکالے۔ سفید پھولوں سے سجے، جیسے خالص جذبوں کی خوشبو لیے۔ پھر وہ آہستگی سے خوشی کے پاس آیا۔

اس کے سامنے گھٹنے کے برابر جھکتے ہوئے، دونوں ہاتھوں میں وہ گجرے اس کی کلائیوں میں پہنائے۔ ایسے جیسے کوئی عہد باندھ رہا ہو، ایسے جیسے وہ پل محبت کی مہر لگا رہا ہو۔

"ہمارے رشتے کا پہلا... چھوٹا سا تحفہ۔۔۔" زہان نے نرم لہجے میں کہا۔

اور آنکھوں میں وہ چمک تھی، جو کسی سچے جذبے کی گواہی دیتی ہے۔

خوشی نے گجروں کو دیکھا، پھر زہان کو... اور دل ہی دل میں وہ لمحہ ہمیشہ کے لیے اپنے وجود میں سجا لیا۔

"زہان...آپ کو مجھ سے محبت کب ہوئی...؟"اس نے نظریں جھکائے رکھیں، مگر ایک لمحے کو سبز آنکھوں کی جھالر اٹھا کر زہان کو دیکھا ایسے جیسے دل کی کھڑکی ذرا سا کھولی ہو۔

زہان لمحہ بھر کو ساکت ہوا۔ پھر ایک ہلکی سانس لی...اور دھیرے سے بولا۔

"محبت...؟"

روشنی نے بہت ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

زہان کی نظریں جیسے ماضی کے کسی گوشے میں جا ٹھہریں۔ آواز مدھم ہوئی، مگر ہر لفظ دل کی اتھاہ گہرائی سے نکلا۔

"تم ہمیشہ سے مجھے اچھی لگتی تھیں...تمہاری آواز...شاید سب سے پہلے اُسی نے مجھے تم سے جوڑا۔ میں ہر جگہ تمہارے گانے سننے لگا تھا...نازنین اکثر کہتی، کہ زہان کا دل اب صرف ایک ساز پر دھڑکتا ہے۔ جب تمہیں پہلی بار دیکھا...تو دل نے عجیب سی بے چینی محسوس کی۔ یہ گمان تک نہ تھا کہ تم ہی وہ 'خوشی' ہو جس کی آواز برسوں سے میرے دل کے کسی خالی گوشے کو بھرتی آ رہی تھی۔ پھر جب تم بار بار سامنے آتی رہیں...دل کی دھڑکنیں بے نام سی رفتار پکڑتیں، آنکھیں خود بخود تمہیں تلاش کرنے لگتیں۔ پھر وہ لمحہ آیا، جب تمہیں لے جایا جا رہا تھا...تو لگا جیسے سانسیں بھی قید ہو گئی ہوں...اور دل بس تمہارے نام پر رک جانا چاہتا تھا۔"

"اور تمہیں کب...؟"وہ آہستگی سے بولا۔ اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، مگر آنکھوں میں تجسس کی چمک صاف نمایاں تھی۔

روشنی نے لمحہ بھر کو گجروں کی خوشبو سونگھی، پھر ہولے سے مسکرا کر نظریں زہان سے ملائیں۔

"جب پہلی بار آپ کو دیکھا...دل نے فوراً لبیک کہا۔ایسا لگا جیسے برسوں سے کسی کو پہچاننے کے انتظار میں دھڑک رہا تھا اور اب،اُس نے اپنا مرکز پالیا ہو۔"

"میں نے سوچا تھا..."روشنی نے دھیرے سے کہنا شروع کیا،آواز میں وہ ٹھہراؤ تھا۔

"کہ میں جلد از جلد انڈیا واپس چلی جاؤں گی...اپنی پرانی شناخت،اپنا پریوار،سب کچھ دوبارہ جوڑنے کی کوشش کروں گی۔مگر...جب آپ کو دیکھا...تو دل جیسے رک سا گیا۔"

"کہاں انڈیا،کہاں پریوار...کہاں میری پرانی زندگی...سب کچھ ایک دھند میں چھپ گیا...اور بس ایک چہرہ ابھرنے لگا آپ کا۔میں نے خود کو چھپا لیا،صرف اس ایک حقیقت کو سنبھالنے کے لیے..."

زہان کی سانسیں لمحہ بھر کو تھم گئیں۔اس نے مسکراتے ہوئے روشنی کو دیکھا۔

چپ کی زبان میں،آنکھوں کی بات میں،

وصل چھپا تھا ہر اک دن کی رات میں۔

تو دور تھی،پر دل کے قریب تھی،

خاموشیوں میں گونجتی نصیب تھی۔

اک طرف فرض تھا، بندوق کی راہ،

اک طرف خواب تھے، پائل کی چاہ۔

تُو گجروں کی خوشبو، میں کالی سیاہی،

تُو نغمہءدل، میں خاموش گواہی۔

تُو روشنی تھی، میں راتوں کا سفر،

پر ایک ہی دل کے تھے دونوں نگر۔

تُو نے پہچان مٹائی، میں نے تجھے جانا،

میرے ہر درد کا تُو ہی تھا فسانہ۔

یہ سفرِ وصال کا، آسان کب تھا؟

مگر تُو تھی، تو پھر انکار کب تھا؟

اب تو تیری پلکوں پہ میرے خواب رکھے ہیں،

میرے دل میں تیرے جواب رکھے ہیں۔

☆☆☆

"ارے بیٹا، تم ٹھیک ہو...؟"

فرحانہ بیگم نے شہرام اور روحان کو لاؤنج میں آتے دیکھا تو فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

روشنی، نازنین اور زہان پہلے سے صوفے پر بیٹھے تھے۔ زہان نے بس ایک نظر ان دونوں پر ڈالی اور ہونٹ دبائے۔

"ٹھیک ہوں خالہ..." روحان نے مصنوعی کراہ کے ساتھ صوفے کے بازو پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

اس کی آواز میں وہی مٹھاس تھی جو صرف جھوٹ چھپاتے وقت آتی ہے۔

"بیٹا تمہارا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا۔؟ کس ظالم نے مارا تمہیں؟" فرحانہ بیگم فکر مندی سے اس کے قریب آئیں۔

"ہاں ہاں، بتاؤ نا روحان... آخر ہوا کیا۔۔؟" زہان نے دونوں کہنیاں گھٹنوں پر رکھ کر جھکتے ہوئے

آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"وہ خالہ... ایک بندہ تھا... شاید جیب کاٹنے آیا تھا..." روحان نے زہان کو گھورا، پھر ہلکا سا گلا صاف کر کے کہا۔

میں نے خود کو بچانے کی کوشش کی... مگر وہ مار کے بھاگ گیا۔"

"ہائے اللہ! تمہیں پولیس میں رپورٹ کروانی چاہیے تھی۔۔!" فرحانہ بیگم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

زہان نے کھانسی دباتے ہوئے سر ہلایا۔

"رپورٹ...؟ میں تو سوچ رہا ہوں، بندہ جب مار کے بھاگا تھا... تو روحان نے پیار سے گالیاں دے کر رخصت کیا ہو گا۔۔!" زہان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"بھائی اگر راز کھولنا ہے تو سب کا کھولتے ہیں۔۔!" روحان نے دانت پیس کر دھیرے سے کہا۔

شہرام جواب تک چپ بیٹھا تھا، زور سے ہنسا۔

"اگر راز کھلنے لگے تو اگلا تمغہ کچن کی لڑائیوں پر دینا پڑے گا!"

نازنین نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پایا ہی تھا کہ زہان کی سنجیدہ آواز گونجی۔

"اچھا امی... میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی بیٹا، کہو؟۔" فرحانہ بیگم نے چونک کر زہان کی طرف دیکھا۔

"امی... میں نے نازنین کے لیے ایک اچھا لڑکا دیکھا ہے، سوچا ہے کہ وقت اچھا دیکھ کر نکاح کر لیں۔" زہان نے گہری سانس لی۔ نظر سب پر دوڑائی، اور ہولے سے کہا۔

کمرے میں ہلکی سی خاموشی چھا گئی۔ نازنین کا رنگ ایک لمحے کو اُڑ گیا، اور روحان کا چہرہ ایسا ہو گیا جیسے اچانک آکسیجن بند ہو گئی ہو۔

"کون ہے وہ...؟" فرحانہ بیگم نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"امی...وہ روحان ہے۔"زہان نے خفیف سا مسکرا کر کہا۔

"کک...کیا؟روحان۔۔؟"فرحانہ بیگم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

روحان نے ایک دم صوفے سے اٹھنے کی کوشش کی۔پھر کراہتا ہوا دوبارہ بیٹھ گیا۔

"...جی خالہ...میں حاضر ہوں۔!"

نازنین کی نظریں زمین میں گڑ گئیں،چہرہ لال،دل کی دھڑکن بے قابو۔

فرحانہ بیگم نے چند لمحے زہان کو دیکھا۔

پھر آہستہ سے بولیں۔

"تمہیں یقین ہے...؟"

زہان نے نرمی سے بہن کی طرف دیکھا جو شرم سے نظریں چرا رہی تھی۔

"یقین سے بڑھ کر ہے امی...محبت دیکھی ہے،عزت دیکھی ہے،اور روحان کا دل...وہ میری بہن کے لیے بہت موزوں ہے۔"

فرحانہ بیگم کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔

"پھر ماں کی طرف سے ہاں ہے..."انہوں نے نازنین کی پیشانی چومی۔

"اب اللہ کا نام لے کر تیاری شروع کرو۔"

روحان نے بے اختیار نازنین کی طرف دیکھا اور سر جھکا دیا۔

اور شہرام نے قہقہہ لگایا۔

"ابے روحان! مبارک ہو...اب تُو صرف بہنوئی نہیں۔۔"زہان کا سمدھی بھی ہے!"

شہرام نے جملہ مکمل کیا ہی تھا کہ...

"اور شہرام... تم کب شادی کرو گے؟"فرحانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے پلٹ کر شرارتی انداز میں پوچھا۔

اچانک سب کی نظریں شہرام پر جم گئیں۔شہرام کا چہرہ جیسے کسی نے سرخ گلابی رنگ سے رنگ دیا ہو۔اس نے فوراً گلا صاف کیا۔

روحان نے قہقہہ مارا،اور زہان نے مصنوعی سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"ہاں بھائی،تُو بچا ہوا آخری سپاہی ہے...اب تمغے کے ساتھ تمہاری شادی کی بھی تقریب ہونی چاہیے!"

"وہ...ابھی کچھ پلان نہیں ہے... مشن بہت ہیں،وقت کم ہے..."شہرام نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"مشن کے نام پر اگر مزید بہانے کرو گے نا،تو نکاح کے دن تمہیں رسی سے باندھ کر لے جانا پڑے گا!"فرحانہ بیگم نے ہنستے ہوئے چوٹ لگائی۔

روشنی جواب تک خاموش مسکرا رہی تھی، شہرام نے ایک لمحے کو نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں بھی ایک چمک تھی...

جیسے کوئی "خاموش دعا" بن کر بیٹھ گئی ہو۔

"امی، ایک کام کریں... زہان بھائی کے نکاح کے ساتھ ساتھ، شہرام بھائی کا رشتہ بھی فائنل کر لیں۔" روحان نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کہا۔

"بالکل، میں تو اسی لیے پوچھ رہی ہوں... کیا پتا کسی کے دل میں کوئی چھپی محبت ہو!" فرحانہ بیگم نے فوراً کہا۔

روشنی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"امی! چائے ختم ہو گئی ہے، لاتا ہوں سب کے لیے۔!" شہرام نے بات بدلنے کے لیے جلدی سے کہا۔

"ہاں ہاں، دل کے راز کھلے نہیں، چائے اُبلنے لگی۔!" زہان نے چٹکی کاٹی۔

شہرام جلدی سے اٹھا۔اور جاتے جاتے روشنی کی طرف ایک نظر محسوساتی خاموشی کے ساتھ ڈالی۔ جیسے دل میں کچھ کہا، زبان پر لایا۔

☆☆☆

روشنی وضو کیے، سر پر سفید صاف ستھرا دوپٹہ سیٹ کیے، قرآن پاک کو سینے سے لگائے، دھیمی چال سے زہان کے کمرے کے دروازے پر آ کر رکی۔ ہلکی سی دستک دی۔ زہان جو لیپ ٹاپ گود میں رکھے، گلاسز آنکھوں پر، کسی فائل میں الجھا ہوا تھا، دروازہ کھلنے پر نظر اٹھائی۔ سامنے روشنی کو دیکھ کر چہرے پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم یہاں...؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"جی..." روشنی کچھ لمحے رکی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"وہ...آپ مجھے قرآن پڑھا سکتے ہیں...؟"

زہان کی مسکراہٹ ایک لمحے میں غائب ہو گئی۔ چہرہ سنجیدہ ہو گیا، لہجہ سرد پڑ گیا۔

"میں کام کر رہا ہوں... جاؤ، امی یا ناز نین سے پڑھ لو۔"

روشنی کا دل دھڑکا۔ مگر وہ ڈری نہیں، زہان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"ابھی حق نہیں ہے ورنہ ہاتھ پکڑ لیتی.." اس نے دل میں سوچا۔

"پلیز زہان...ایسے تو نہ کریں... کیوں خود کو اللہ سے دور کر رہے ہیں۔؟ اللہ تو اپنے بندوں کا انتظار کرتا ہے... کیا اچھا لگتا ہے آپ کو اللہ کو انتظار کروانا...؟"

زہان نے نظریں چرائیں۔ لیپ ٹاپ بند کر کے ایک طرف رکھا۔ چند لمحے خاموش رہا... پھر بہت مدھم آواز میں بولا۔

"اس وقت...اللہ کہاں تھا؟ جب میرے بابا...دھماکے میں...ان کے چیتھڑے..." اس کی آواز رُک گئی۔

وہ آنکھیں بند کر کے گہری سانس لینے لگا۔ زہان کی آواز لرز رہی تھی۔

"میں اللہ سے بہت زیادہ ناراض ہوں، روشنی۔ بہت زیادہ۔"

کمرے میں ایک لمحے کو سناٹا چھا گیا۔ روشنی نے کچھ دیر خاموشی سے زہان کو دیکھا۔ پھر نرمی سے بولی۔

"وہ آپ کے بابا تھے... مگر وہ اللہ کی امانت تھے، زہان۔ امانتیں لوٹائی جاتی ہیں... چاہے دل کو کیسا بھی لگے۔"

زہان نے آنکھیں بند کر لیں۔

ایک نمی سی پلکوں کی سرحد پر آ ٹھہری۔

روشنی نے آگے جھک کر قرآن پاک کو آہستہ سے اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ ان کے لیے دعائیں کریں... جتنا ناراض ہو، اتنا ہی گڑگڑا کے ان کے لیے مانگا کریں... شاید یہی ناراضگی آپ کی دعا میں وہ آنسو ڈال دے جو عرش ہلا دے۔"

زہان نے لرزتے ہاتھوں سے قرآن پاک کو تھاما۔ جیسے برسوں بعد کسی بھولے ہوئے سہارے کو چھوا ہو۔

"میں پڑھ نہیں پاؤں گا، روشنی..."

روشنی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا۔

"پہلا سبق میں پڑھتی ہوں... آپ بس سنیں... اور محسوس کریں..."

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

اس نے نرم، شفاف لہجے میں کہا۔ آواز جیسے کسی بہتے چشمے کی طرح کمرے میں پھیل گئی۔

سورۃ الرحمٰن کی پہلی آیت گونجی۔

"الرحمٰن"

زہان نے پلکیں بند کیں، دل کے اندر جیسے صدیوں کی دھول چھٹنے لگی ہو۔ روشنی نے تلاوت جاری رکھنی چاہی۔

"آگے آپ پڑھیں... آپ کی آواز بہت پیاری ہے۔" روشنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے... آپ کی آواز بہت پسند ہے۔" زہان نے مسکراتے ہوئے اسے کہا۔

روشنی کا دل جیسے ایک لمحے کو رُک گیا۔ یہ صرف تعریف نہیں تھی، یہ کسی بکھرے دل کی سچائی تھی، جو لفظوں کے بغیر بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

اس نے دوبارہ نظریں جھکائیں۔

اور انتہائی احترام اور سکون سے تلاوت جاری رکھی۔

"علمہ القرآن"

"خَلَقَ الانسان"

زہان خاموشی سے سنتا رہا، آنکھیں بند کیے... جیسے ہر لفظ اس کے اندر کچھ بیدار کر رہا ہو، کچھ نرم، کچھ مقدس۔

جب روشنی نے "**فبای آلاء ربکما تکذبان**" کہا۔

تو زہان کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھری۔

آنکھوں سے ایک خاموش آنسو بہہ نکلا۔

وہ بولا۔

"شاید اللہ نے مجھے اس لمحے کے لیے باقی رکھا تھا۔"

روشنی نے نظریں اٹھا کر دیکھا، اور پہلی بار زہان کی آنکھوں میں ناراضگی کے بجائے نرمی دیکھی۔

☆☆☆

شہرام شاہ بغیر آستینوں کے سیاہ بنیان پہنے، اپنے کمرے کے ایک کونے میں پنچنگ بیگ پر مسلسل مکے برسا رہا تھا۔ اس کے کسرتی بازو، جو گھنٹوں جم میں پسینہ بہانے کا نتیجہ تھے، اب پسینے سے شرابور ہو چکے تھے۔ گردن کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔ سانس تیز، چہرہ سرخ، آنکھوں میں ایک بے نام سی تکلیف کی چمک۔ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، کبھی وہ انہیں ہاتھ سے پیچھے کرتا، پھر پوری شدت سے پنچنگ بیگ پر وار کرتا۔

"کاش میں اسے روک سکتا... کاش میں کہہ پاتا... کاش وہ مجھے سمجھ پاتی..."

یہ سب شاید وہ بول نہیں رہا تھا، مگر اس کے مکے، اس کے جسم کی کپکپاہٹ، اور اس کی آنکھوں کا خالی پن سب کچھ چیخ چیخ کر بول رہا تھا۔ ایک آخری زوردار مکہ مار کر وہ رک گیا۔

پنچنگ بیگ جھولتا رہا، اور وہ خود دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پانی کی بوتل اٹھائی، مگر ہاتھ لرز رہا تھا۔

اسی لمحے دروازہ دھیرے سے کھلا۔ روحان ہاتھ میں چائے کا کپ لیے اندر آیا۔

شہرام کی حالت دیکھ کر وہ پلک جھپکنا بھول گیا۔ سینے پر پسینے سے چپکی ہوئی بنیان، جھکے ہوئے کندھے، اور وہ آنکھیں... جن میں کوئی جنگ لڑی جا چکی تھی، مگر کسی کو خبر نہ تھی۔

"یہ کیا حال بنایا ہوا ہے تم نے...؟"

روحان دھیرے سے آگے بڑھا۔ چائے کا کپ میز پر رکھا، اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

شہرام نے خاموشی سے پانی کی بوتل رکھ دی، آواز نکالنے کی ہمت نہیں تھی۔

روحان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"بول نا... دل میں جو بھی ہے، وہ بوجھ اب ہلکا کر۔ ورنہ تُو یونہی خود کو مارتا رہے گا، اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔"

شہرام کی نظریں خالی پن سے پنچنگ بیگ کو تکنے لگیں۔

"جب روشنی آتی ہے، تو میرے دل میں کچھ ہو جاتا ہے، روحان... دل چاہتا ہے وقت تھم جائے... مگر وہ زہان کو دیکھتی ہے، اور میں... بس اُسے دیکھتا رہ جاتا ہوں۔"

روحان نے گہرا سانس لیا۔

اسے اندازہ نہیں تھا کہ شہرام کا یہ درد اتنا گہرا ہے۔

"کبھی سوچا اسے بتایا جائے...؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔

شہرام ہنسا، مگر وہ ہنسی خالی تھی۔

"بتاؤں؟ اور پھر... اگر وہ آنکھوں میں نفرت لے آئے، تو میں بچا کیا رہ جاؤں گا...؟ کم از کم ابھی وہ مجھ سے نظریں نہیں چراتی۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ صرف پنکھے کی آواز تھی۔

"نہیں روحان، مجھے اُسے پسند نہیں کرنا چاہیے تھا... بلکہ مجھے تو اُس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہیے تھا۔ میری نظر، میرے دل، میرے احساسات... سب کچھ قابو میں ہونا چاہیے تھا۔ میں جانتی ہوں کہ وہ میرا نصیب نہیں، میرا مقدر نہیں... پھر کیوں دل نے اُسی راہ پر قدم بڑھائے جہاں صرف محرومی تھی؟ شاید میں خود سے ہار گیا... یا پھر اپنی تنہائی سے۔ لیکن اب، اب میں خود کو روکوں گا، اپنے جذبوں کو خاموش کرواؤں گا... کیونکہ جو تعلق تقدیر میں نہ ہو، اُس کی طرف ایک نظر بھی انسان کو کمزور کر دیتی ہے۔"

روحان نے آہستہ سے نظریں جھکائیں۔

کیا کہتا؟ کیا تسلی دیتا... جب زخم اتنا گہرا ہو اور مرہم صرف وقت ہی ہو۔

☆☆☆

رات کا وقت تھا۔ آسمان پر چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اور زہان بالکونی کی ریلنگ سے ٹیک لگائے، خاموشی سے اُسے تک رہا تھا، جیسے چاند سے بھی کچھ کہنا ہو، مگر لفظ کم پڑ گئے ہوں۔

آہٹ ہوئی۔ زہان نے مڑ کر دیکھا۔

روشنی ہاتھ میں کافی کا مگ لیے کھڑی تھی۔

"تھینکس!" زہان نے نرمی سے کہا اور مگ تھام لیا۔

روشنی نے دھیرے سے سر ہلایا۔ پھر پلٹنے لگی۔

زہان نے اس کی خاموشی کو محسوس کر لیا۔

"کیا ہوا...؟"

آواز میں وہی پرانی نرمی، مگر اس بار فاصلہ کچھ زیادہ محسوس ہوا۔ روشنی رک گئی، مگر نظریں نہیں ملائیں۔

"زہان... میں انڈیا جانا چاہتی ہوں... اپنے پتا جی، امی سے ملنا چاہتی ہوں... مجھے سب کی بہت یاد آ رہی ہے۔"

روشنی کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔ زہان نے چند لمحے چپ رہ کر آسمان کی طرف دیکھا،

پھر آہستہ سے بولا۔

"ٹھیک ہے... میں انتظام کرتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے ایک رائے... یا شاید ایک اجازت چاہیے۔" وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا، روشنی کے پاس آیا۔

"جی۔؟" روشنی نے مدھم آواز میں پوچھا۔

زہان کی نگاہیں نرمی سے اس کی آنکھوں میں پیوست تھیں۔

"انڈیا جانے سے پہلے... میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے نکاح کر لو، تاکہ تم میرے نام پر شناختی کارڈ بنوا سکو اور اگر کبھی تمہیں کوئی تکلیف ہو، تو تمہارا ہر قانونی، جذباتی اور روحانی سہارا میں بن سکوں۔"

روشنی چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ پھر دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے لگا تم انکار کرو گی..." زہان کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ آئی۔

روشنی نے ہنستے ہوئے اسے گھورا۔

"آپ بھول گئے... پہلا پرپوزل تو میں نے ہی کیا تھا، آپ تو اب بس رسمی بات کر رہے ہیں۔!"

زہان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں... یہ تو ہے!" وہ ہنسا۔

پھر مگ سے ایک گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔

"لیکن سچ کہوں تو، تمہارا وہ پرپوزل آج بھی میری زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ ہے۔ایک باحجاب، بہادر، ضدی سی لڑکی کا سیدھے دل پر دستک دینا...یہ کوئی عام بات تھوڑی ہے؟"

روشنی کا چہرہ شرم سے لال ہو گیا۔

"اُفف زہان...آپ کو سب کچھ یاد بھی رہتا ہے؟"

روشنی نے شرارتی لہجے میں کہا، مگر آنکھوں میں شرم کی چمک واضح تھی۔

"یاد کیسے نہ رہے...؟ زہان نے مگ نیچے رکھا اور ہنستے ہوئے بولا۔

"پتہ تو ہے، میں میجر بھی ہوں، ایجنٹ بھی...اور ایجنٹ دل کی باتوں کا بھی ٹریس رکھ لیتے ہیں۔"

وہ آنکھ مار کر بولا۔

"یہ کہاں لکھا ہے کہ ایجنٹس رومینٹک بھی ہوتے ہیں۔؟"روشنی نے مصنوعی خفگی سے ناک چڑھائی۔

زہان نے اس کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

"جہاں دل کی حفاظت کی ذمہ داری ہو، وہاں رومانس فرض بن جاتا ہے۔"

روشنی نے جھینپ کر نظریں چرائیں۔ مگر ہنسی چھپ نہ سکی۔

"اور ویسے بھی، جو بات دل سے ہو، وہ دماغ سے کبھی نہیں جاتی۔ ایسا ڈیٹا ہمارے سسٹم سے کبھی ڈیلیٹ نہیں ہوتا۔" زہان مسکرا کر بولا۔

روشنی نے سر ہلا کر آہستہ سے کہا۔

"پھر عہد کرتے ہیں، کہ میرا نام، میری بات، تمہارے دل کے سسٹم میں ہمیشہ محفوظ رہے گا؟"

زہان نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"روشنی، تم میرا پاسورڈ ہو... اور جسے دل لاک کرے، وہ بھلا کبھی بھولتا ہے؟"

"اچھا جب ہم انڈیا جائیں گے نا۔ تو میں آپ کو کچھ خاص جگہوں پر لے کر جاؤں گی، جو میری فیورٹ ہیں۔" روشنی نے خوشی سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ کہا۔

"اچھا... کون سی جگہ تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔۔؟" زہان نے مسکراتے ہوئے چائے کا گھونٹ لیا، پھر آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

"مجھے سب سے زیادہ تاج محل اور تاج ہوٹل پسند ہے۔۔!" روشنی نے جوش سے کہا۔

"کیا بات ہے! ایک طرف محبت کی نشانی... اور دوسری طرف کھانے کی دیوانی۔۔!" زہان نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

"ہاں! ایک دل کے لیے، دوسرا پیٹ کے لیے!" روشنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو مطلب یہ ہوا کہ ایک دن ہم تاج محل کے سامنے کھڑے ہو کر تصویریں بنائیں گے...اور اگلے دن تاج ہوٹل کے مینیو کے سامنے کھڑے ہو کر تصویریں کھائیں گے!" زہان نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"بالکل! اور آپ کو میری ہر تصویر پر اچھا کمنٹ کرنا ہو گا...ورنہ انڈیا چھوڑ کر پاکستان واپس بھیج دوں گی!" روشنی ہنستے ہنستے دوپٹہ سنبھالنے لگی۔

"آپ کے حکم کی تعمیل میری اولین ذمہ داری ہے، میڈم!" زہان نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"پر ایک وعدہ کرو...جہاں بھی جاؤ گی میرے ساتھ چلنا، میری انگلی تھام کر۔" پھر سنجیدہ لہجے میں دھیرے سے بولا۔

روشنی کی ہنسی ایک پل کو رک گئی۔ اور اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔

"وعدہ ہے...آپ کے ساتھ ہی ہر سفر طے کرنا ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

☆☆☆

ناشتہ کرنے کے بعد زہان نیچے آیا۔ فرحانہ بیگم صوفے پر بیٹھی کچھ کپڑے تہہ کر رہی تھیں، نازنین ان کے پاس بیٹھی تھی، موبائل پر اسکرول کر رہی تھی۔ زہان آہستہ قدموں سے آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"امی...؟"

زہان نے دھیمے مگر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی بیٹا، سب خیریت ہے؟"

فرحانہ بیگم نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔

"جی... سب ٹھیک ہے، مگر ایک ضروری بات کرنی ہے..."

زہان نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"ایسے سنجیدہ لہجے میں کیا بات ہے بھائی...؟" نازنین نے چونک کر اسے دیکھا۔ زہان نے ایک گہری سانس لی۔

"امی... میں نکاح کرنا چاہتا ہوں... روشنی سے۔"

چند لمحے سناٹا چھا گیا۔

فرحانہ بیگم کے چہرے پر حیرت، خوشی اور تشویش کی ملی جلی کیفیت ابھری۔

"روشنی سے...؟" وہ آہستہ سے بولیں۔

"جی۔ میں اسے صرف پسند نہیں کرتا، بلکہ عزت کرتا ہوں۔۔" زہان نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اس کی ایمانداری، اس کا وقار، اس کی دعائیں، سب کچھ دل کو چھو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میری بیوی بنے، اور میں اس کا محافظ بنوں... جیسا کہ ہر شوہر کو ہونا چاہیے۔"

کیا بھائی آپ شادی کر رہے ہیں...؟ نازنین نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں کیا نہیں کرنا چاہیے...؟" زہان نے گھورا۔

"بلکل کرنا چاہیے مگر ابھی تک کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا۔"

"پہلے روشنی نہیں تھی..." زہان نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

فرحانہ بیگم نے زہان کے چہرے کو بغور دیکھا۔

جیسے برسوں بعد بیٹے کی آنکھوں میں وہ روشنی دیکھی ہو جو صرف سچے فیصلوں کے وقت آتی ہے۔

"واہ بھائی! مطلب روشنی آئی اور اندھیرے دور ہو گئے؟" نازنین نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری... شادی کے بعد روحان کو شکایت کروں گا!" زہان نے مصنوعی خفگی سے گھورا۔

"ارے ارے بیٹا! ابھی تو اپنی شادی کرو، دوسروں کو مت دھمکاؤ!" فرحانہ بیگم نے ہنستے ہوئے کہا۔

پھر ان کے لہجے میں سنجیدگی لوٹ آئی۔ انہوں نے زہان کا ہاتھ تھاما۔

"بیٹا، مجھے خوشی ہے کہ تم نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا۔ روشنی ایک اچھی بچی ہے... اللہ کرے وہ ہمیشہ تمہاری روشنی بنے۔ اور تم دونوں ایک دوسرے کا سایہ بن کر رہو۔"

زہان نے نظریں جھکائیں۔

"آمین، امی۔ اور آپ کی رضا کے بغیر یہ نکاح ممکن نہیں۔"

"تم میرے فخر ہو، زہان...اور آج میرا دل واقعی مطمئن ہے۔" فرحانہ بیگم نے پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"اور سنو...ولیمہ میں میری فرینڈز کو بھی بلانا، تاکہ سب جان لیں کہ میرے بھائی کا اسٹینڈرڈ کیا ہے!" نازنین نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"ایک تم ہی ہو جو میری شادی کو بھی اپنی ریپوٹیشن کے لیے استعمال کرو گی!" زہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بلکل بھائی، اکلوتے بھائی ہو میرے..." نازنین نے مسکرا کر کہا۔

"اس لیے کبھی کبھی بہت زیادہ پیار آجاتا ہے...اور کبھی کبھی تھوڑا سا مارنے کا دل بھی کرتا ہے!" زہان نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"اچھا...تو مار بھی لو، مگر خبردار جو ولیمے کی تصویریں خراب کیں۔!"

فرحانہ بیگم نے ان دونوں کی نوک جھونک دیکھ کر گہری سانس لی۔

"اللہ کا شکر ہے...میرے بچے خوش ہیں۔ بس میری یہی دعا ہے کہ تم دونوں کے نصیب روشن ہوں، اور تم سب ایک دوسرے کا سایہ بنے رہو۔"

"امی...آپ کا سایہ ہی تو ہماری اصل روشنی ہے۔"

"اور روشنی اب بھابھی بننے والی ہے!"

پھر شرارتی انداز میں بولی "امی تیار رہیں...اب ہمارے گھر میں قرآن پڑھانے والی، چائے بنانے والی اور دل چرانے والی بہو آ رہی ہے۔"

فرحانہ بیگم نے ہنستے ہوئے سر پر چپت لگائی۔ "چپ کر، جب تیری شادی ہو گی نا...تب دیکھوں گی کیسے شیر بن کے بیٹھی ہو گی!"

زہان ہنسا، "امی، پھر تو اس کے شوہر کو سیکورٹی ایجنسی کی ٹریننگ دینی پڑے گی۔۔!"

☆☆☆

روشنی...سفید غرارے میں ملبوس، باریک جالی دار سفید دوپٹہ سر پر رکھے، آنکھوں میں حیاء، چہرے پر نور، اور دل میں دھڑکنوں کی شدت لیے دھیرے دھیرے قدم اٹھا رہی تھی۔ دوپٹے کا ایک سرا وہ نرمی سے بازو پر سنبھالے، جیسے ہر قدم پر خود کو سمیٹ رہی ہو۔ اس کی دائیں طرف فرحانہ بیگم تھیں، جن کی آنکھوں میں ممتا کی روشنی، اور بائیں طرف نازنین، جو بار بار مسکرا کر آنکھوں کے کناروں کی نمی چھپا رہی تھی۔

سامنے بادشاہی مسجد کی عظمت چمک رہی تھی۔ وہ مقدس مقام جہاں لفظ "قبول ہے" گواہوں کی موجودگی میں نہیں، عرش کے سامنے بولا جاتا ہے۔ بادشاہی مسجد کے سائے تلے، تین سائے جیسے وقت کی دیوار پر نقش بنے کھڑے تھے۔

میجر زہان...

میجر روحان...

میجر شہرام...

زہان نے آف وائٹ ریشمی شیروانی پہنی تھی۔

فرنٹ پر ہلکی گولڈن زری کڑھائی جس میں اسمِ محمد ﷺ اور اسلامی آرٹ کا لطیف امتزاج تھا۔ سر پر زمردی بروچ لگی ہلکی سنہری پگڑی، اور شانوں پر سبز مخملی شال جیسے روشنی کے سفید غرارے کا ہمزاد ہو۔

اسی لمحے ہوا نے کروٹ بدلی۔ فضا میں خوشبو بکھری۔ اور روشنی قدم بڑھاتی نظر آئی۔ وائٹ غرارے پر سفید جالی دار دوپٹہ، جس کے کناروں پر نقرئی کام تھا۔ بازو پر لگا "ماشاءاللہ" اور چہرے پر حیا کا نور۔ ایک طرف فرحانہ بیگم، دوسری طرف نازنین۔ اسے لے کر آ رہی تھیں، جیسے کوئی چاندنی رات میں ستاروں کو ہاتھ تھام کر زمین پر لے آئے۔ زہان نے جب روشنی کو دیکھا تو لمحہ جیسے ٹھہر سا گیا۔

نہ زبان کو لفظ ملے، نہ دل کو دھڑکنے کا سلیقہ رہا۔ روحان کی نظریں نازنین کر ٹکی ہوئی تھیں،

اور شہرام...؟ وہ خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ دل جیسے جل رہا ہو، مگر آنکھوں میں زہان کے لیے فخر اور دلی خوشی جھلک رہی تھی۔

اذان کی آواز بلند ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سب نظریں اس مقام کی طرف ہو گئیں جہاں نکاح کی رسم ہونے والی تھی۔

"جاؤ بیٹا، رب تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے..." فرحانہ بیگم نے روشنی کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

نازنین نے خاموشی سے اس کا دوپٹہ درست کیا۔اور خود بھی حجاب سے سر ڈھانپ لیا۔روشنی کو نرمی سے سفید گلابوں کے پردے کے پیچھے بٹھایا گیا۔ایک ایسا پردہ جو پاکیزگی، حیا اور وفا کی علامت تھا۔

زہان دوسری جانب موجود تھا، جس کے سامنے قاضی صاحب بیٹھے تھے،اور ارد گرد شہرام، روحان اور کچھ قریبی بزرگ گواہ کے طور پر موجود تھے۔

قاضی صاحب نے نکاح کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے، تاکہ تم ان سے سکون پاؤ، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔"

(القرآن)

"زہان ملک بن ہادی ملک کیا آپ کو روشنی بنت پرکاش راجپوت کا نکاح قبول ہے، مہر کی رقم دس تولہ سونا، نقد؟" قاضی صاحب نے نرمی سے سوال کیا۔

زہان کی آواز گونجی۔مضبوط، سادہ، پاکیزہ..!

"قبول ہے!"

قاضی صاحب نے دوبارہ پوچھا۔

پھر تیسری بار اور ہر بار زہان کے لبوں پر وہی یقین، وہی نرمی۔

"قبول ہے!"

پھر پردے کے پیچھے، قاضی صاحب نے روشنی سے پوچھا۔

اس کے ہاتھ فرحانہ بیگم کی ہتھیلی میں تھے، دل دھڑک رہا تھا... لیکن چہرے پر نور برس رہا تھا۔

"روشنی پرکاش راجپوت کیا آپ کو زہان ملک ہادی ملک کا نکاح، دس تولہ سونا مہر میں، قبول ہے؟"

روشنی نے آہستہ سے لبوں کو جنبش دی۔

مدھم سی آواز نکلی۔ مگر رب کے عرش تک پہنچی۔

"قبول ہے!"

دوسری بار...

"قبول ہے!"

تیسری بار...

"قبول ہے!"

ہر بار اس کی آواز میں تھرتھراہٹ بھی تھی۔

یقین بھی، اور ایک عجیب سی شفاف معصومیت۔

مگر...ہر "قبول ہے "پر شہرام کے اندر کچھ ٹوٹ رہا تھا۔ جیسے دل کی دیواریں دراڑوں سے بھرتی جا رہی ہوں، جیسے خواب اپنی آخری سانسیں لے رہے ہوں۔اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ہاتھ کی مٹھی سختی سے بند، ناخن ہتھیلی میں پیوست، لب بھینچے ہوئے، اور نگاہ...

بس روشنی پر جمی ہوئی۔زہان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔اور شہرام کے چہرے پر ایک ٹوٹی ہوئی خاموشی۔

روحان نے ایک نظر شہرام کی طرف دیکھا۔اُس کی آنکھوں میں وہ درد صاف جھلک رہا تھا۔

جسے چھپانے کی پوری کوشش کی جا رہی تھی۔

"شہرام...؟"

روحان نے آہستہ سے پکارا۔

مگر شہرام نے نظریں نہیں ہٹائیں۔

"جو کبھی میری تھی نہیں وہ اب میری نہیں رہی..."

دل کے اندر ایک سرگوشی ہوئی۔

روشنی کی نگاہ ایک لمحے کو اُٹھی۔

اور اس کی نظر شہرام سے ٹکرائی۔

ایک لمحہ... صرف ایک لمحہ...

جس میں سب کہہ دیا گیا، اور سب چھپا بھی لیا گیا۔

شہرام نے آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے وہ لمحہ، وہ نظر، دل پر مہر لگا گئی ہو۔

"قبول ہے..."

یہ الفاظ اب صرف روشنی کے نہیں تھے۔ یہ شہرام کی خاموشی کی صدا بھی تھے، جو اس کے دل میں ہمیشہ کے لیے گونجنے والی تھی۔

قاضی صاحب نے قلم آگے بڑھایا۔

"زہان ملک، نکاح نامے پر دستخط کریں۔"

زہان نے ایک لمحے کو روشنی کی طرف دیکھا وہ نقاب میں تھی، مگر اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

دل جیسے دعا مانگ رہا تھا،

"یہ رشتہ رب کے لیے ہو، رب کی رضا سے ہو۔"

زہان نے قلم تھاما۔

اور نکاح نامے کے کاغذ پر نظریں جم گئیں۔

اس کی انگلیاں لرز رہی تھیں۔

شاید خوشی سے، شاید اس ذمہ داری کے احساس سے جو نکاح کے بعد ایک مرد پر عائد ہوتی ہے۔

"میں، زہان ملک، روشنی زہان ملک کو... اللہ کی رضا، اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق... اپنی زوجہ کے طور پر قبول کرتا ہوں۔"

قلم کاغذ سے لگا.... اور لمحہ ثبت ہو گیا۔

دستخط ہو چکے تھے... ایک نیا سفر شروع ہو چکا تھا۔

قاضی صاحب نے اب نظریں جھکائیں اور نرمی سے کہا۔

"بیٹی روشنی، اب آپ دستخط کریں۔" روشنی کے ہاتھ کانپ رہے تھے، وہ لمحہ جو ہر لڑکی کی زندگی کا خواب ہوتا ہے، آج اس کی حقیقت بن چکا تھا۔ اس نے قلم تھاما... آنکھیں ایک لمحے کو بند کیں۔

دل میں دعا کی۔ "یا اللہ، یہ رشتہ تیرے نام پر ہے... اسے ہمیشہ قائم رکھنا۔"

نقاب کے پیچھے چھپی روشنی نے نکاح نامے پر اپنے خوبصورت مگر لرزتے ہاتھ سے دستخط کیے۔

دستخط مکمل ہوتے ہی ہال میں موجود ہر چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی...

مگر ایک چہرہ ایسا بھی تھا جو ہنستے ہوئے اندر سے ٹوٹ چکا تھا۔

شہرام !اس نے ایک گہری سانس لی، مٹھیاں بند کیں،اور نگاہیں نیچے جھکالیں۔ نکاح ہوتے ہی زہان اپنی جگہ سے اٹھا۔ قدم جیسے خود بخود اٹھ رہے تھے...ہر قدم کے ساتھ ایک دعا،ایک عہد ساتھ چل رہا تھا۔

وہ پھولوں کا پردہ دھیرے سے ہٹا کر روشنی کے سامنے کھڑا ہوا۔ سامنے وہ لڑکی بیٹھی تھی جسے اب وہ اپنی زوجہ کہہ سکتا تھا...اللہ کی رضا سے، سنتِ رسول ﷺ کے مطابق۔

زہان نے آہستگی سے جھک کر ڈوپٹے کے اندر ہاتھ بڑھایا۔

اور نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"قبول ہے...صرف زبان کا وعدہ نہیں تھا، یہ لمحہ میری زندگی کی پہلی سجدہ شکر تھا۔"

روشنی کی پلکیں نم تھیں، لیکن لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

زہان نے دھیرے سے کہا۔ "آج سے تم صرف میری روشنی نہیں...میری محبت، میری زندگی ہو۔"

فرحانہ بیگم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

نازنین نے خوشی سے روشنی کا ہاتھ تھاما۔اور ہال میں موجود ہر دل اس منظر سے بھیگ گیا۔

پیچھے ایک گوشے میں کھڑا شہرام اب بھی خاموش تھا، مگر اس کی آنکھوں میں اب نمی نہیں، صرف قبولیت کا دکھ تھا...کہ کچھ جذبے دل میں ہی دفن کرنے پڑتے ہیں۔

☆☆☆

زہان کو مبارکباد دینے کے بعد شہرام خاموشی سے پلٹا اور وہاں سے چلا گیا۔ نہ کوئی لفظ، نہ کوئی نگاہ، بس ایک کاندھا جو بوجھ سے جھکا ہوا تھا۔

روحان نے اسے جاتے دیکھا، تو فوراً اس کے پیچھے لپکا۔

"شہرام...رُک تو سہی یار!" روحان کی آواز میں بے چینی تھی،

اسے پتہ تھا کہ شہرام کے دل میں کیا طوفان چل رہا ہے۔

شہرام خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا روحان بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

شہرام خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ روحان فکرمندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

شہرام...جو ہمیشہ شرارتوں سے بھرپور ہوتا تھا، جو ہر بات کو ہنسی میں اُڑا دیتا تھا...آج وہ مکمل خاموش تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، نہ ہنسی، نہ غصہ...بس ایک خالی پن۔ روحان بار بار اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

گاڑی کی رفتار معمول سے سست تھی، جیسے شہرام کو منزل کی جلدی ہی نہ ہو۔

"شہرام، کچھ تو بول...مجھے ڈر ارہا ہے تُو۔" روحان نے نرمی سے کہا۔

شہرام کی نظریں سڑک پر جمی رہیں، لبوں پر خفیف جنبش ہوئی۔

"محبت...ہمیشہ خوشی نہیں دیتی روحان، کبھی کبھی انسان سیکھتا ہے کہ جس سے محبت ہو...اسے خوش دیکھنا بھی محبت کی ایک قسم ہوتی ہے۔"

روحان کے دل میں کچھ چٹخا۔

"زہان ایک بہترین انسان ہے، روشنی کے چہرے پر جو سکون آج دیکھا...اسے میری محبت کبھی نہیں دے سکتی تھی۔"

"تو تُو ہار گیا؟" روحان نے آہستہ سے پوچھا۔

شہرام ہلکے سے مسکرایا

مگر وہ مسکراہٹ دکھ سے لبریز تھی۔

"نہیں...میں ہارا نہیں، میں آزاد ہوا۔اس جذبے سے جو کبھی میرا تھا ہی نہیں۔"

گاڑی ایک خاموش سڑک پر آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔

اور اندر دو دل اپنے اپنے انداز میں بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔

کچھ لمحے بعد دونوں اپنے اپارٹمنٹ پہنچ گئے تھے۔

شہرام لاؤنج میں ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

روحان کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

اس نے گہری سانس لی اور آنکھیں بند کیے۔

"پتہ ہے روحان میں ہنستا تھا محبت پر میری ہنسی سامنے آگئی۔ لوگوں کو مل جائیں گے ان کی محبتیں مگر مجھے نہیں اگر زہان روشنی سے پیار نہ کرتا یقین کرو میں اسے کسی بھی قیمت پر حاصل کرتا۔"

روحان نے افسوس بھری سانس بھری اور شہرام کے قریب صوفے کی بازو پر بیٹھ گیا۔

"جانتا ہوں، شہرام... تمہاری یہ بات سچ ہے تم اسے کسی قیمت پر پا لیتے... اگر زہان درمیان میں نہ ہوتا۔"

شہرام نے بے ساختہ آنکھیں کھولیں اور چھت کو گھورتے ہوئے بولا۔

"کاش روحان، کسی کے دل میں جھانکنے کی بھی اجازت ہوتی... تو میں برسوں پہلے اس کے دل کے کونوں میں خود کو بسا لیتا۔ میں نے صرف محبت نہیں کی... میں نے خود کو، اپنی ہنسی، اپنی خوشیاں... سب کچھ اُس پر وار دیا۔"

"مگر اُس نے تمہیں کبھی یوں نہیں چاہا نا، جیسے تم نے چاہا؟ کبھی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں دیا کہ تم امید باندھ لو؟" روحان نے دھیرے سے کہا۔

شہرام کی مٹھی بھنچ گئی۔ "ہاں... یہی تو سب سے دردناک بات ہے... اس نے کبھی امید نہیں دی، پھر بھی میں ٹوٹ کر اُس کی طرف بڑھتا گیا، جیسے کسی بند راستے پر بار بار دروازہ کھٹکھٹانا۔"

کچھ لمحے خاموشی میں گزر گئے۔ پھر وہ ہولے سے بولا۔

"محبت میں ہار مان لینا کمزوری نہیں ہوتی، لیکن خاموش رہ کر تماشہ بن جانا... یہی میری سب سے بڑی غلطی تھی، روحان۔"

روحان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"شہرام، بعض رشتے اگر دل میں رہیں، تو بہتر ہوتے ہیں... کہیں وہ مکمل ہو کر بھی ادھورے نہ رہ جائیں۔ اور تم... تم صرف محبت کے قابل نہیں، تم محبت کی معراج ہو۔ اللہ تمہیں تمہارے حصے کی روشنی ضرور دے گا۔ جو تمہاری ہو گی، صرف تمہاری۔" "رو لیں تو دل ہلکا کرو..." روحان اس کے پاس بیٹھ گیا۔

وہ کچھ دیر تک روحان کو دیکھتا رہا پھر اس کو گلے لگاتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

روحان نے شہرام کو مضبوطی سے گلے لگا لیا۔

جیسے ایک دوست نہیں، ایک بھائی بن کر۔ شہرام کا ضبط، جو کئی دنوں سے سینے میں سلگتا رہا تھا، آج وہ ضبط آنسو بن کر ٹوٹ چکا تھا۔

"مجھے کوئی اور نہیں چاہیے، روحان... بس وہی... وہی چاہیے تھی... بس وہی۔" وہ بچوں کی طرح سسکیاں لیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

روحان نے اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرا۔

"جانتا ہوں... دل کو کوئی دوسرا نام نہیں جچتا، لیکن وقت... وقت سب کچھ بدل دیتا ہے۔ یادیں کم نہیں ہوتیں، بس دل ان کے ساتھ جینا سیکھ لیتا ہے۔"

شہرام نے بمشکل خود کو تھاما۔ آنکھیں پونچھیں، گہری سانس لی۔ مگر اندر کی ٹوٹ پھوٹ ابھی باقی تھی۔

"میرا دل... صبر کر لے گا روحان، مگر... میں اسے زہان کی بانہوں میں دیکھ کر... کبھی سکون سے نہیں جی سکوں گا۔" اس کی آواز ٹوٹتی جا رہی تھی۔

"مجھے زہان سے شکایت نہیں اسے روشنی سے محبت ہے، اور محبت کا حق وہی رکھتا ہے جو اسے نبھانے کی ہمت رکھے۔ میں تو بس... بس تماشائی تھا۔ خاموش، پس منظر میں... محبت کے اسٹیج پر صرف آنکھوں سے تالیاں بجانے والا۔"

روحان خاموشی سے سن رہا تھا۔ اس کے لب سلے ہوئے تھے، کیونکہ آج الفاظ کمزور پڑ گئے تھے۔

شہرام نے اوپر کی طرف دیکھا۔

"بس اتنا چاہتا ہوں، کہ میری محبت میرے دل میں ہی دفن رہے... روشنی کو کبھی میرے احساس کا بوجھ نہ ہو۔ اور زہان... وہ ساری زندگی اسے ایسے سنبھالے جیسے قیمتی امانت ہو۔ بس یہی دعا ہے۔"

روحان نے آہستہ سے اس کا کندھا تھاما۔

"اور تیری قسمت میں جو لکھی گئی ہے، وہ بھی کسی دن تجھے ایسے ہی ملے گی... جیسے تو خوابوں میں دیکھتا ہے۔ بس رب پہ یقین رکھ، وہ شہرام جیسے لوگوں کو کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔"

☆☆☆

وہ دونوں تیار دعاؤں کے ساتھ انڈیا کے لیے گھر سے نکلے تھے۔ فرحانہ بیگم کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے نہیں آئی تھیں اس وجہ سے نازنین بھی ملک ولا میں ہی تھی۔ اس وقت چاروں ائیر پورٹ پر موجود تھے۔ زہان نے روشنی کا ہاتھ پکڑا تھا۔ شہرام اور روحان کھڑے دونوں کو رخصت کرنے کے لیے آئے تھے۔

ایئرپورٹ کی فضا میں عجیب سا سکوت تھا نہ شور، نہ ہنگامہ... بس جذبات کی خاموش گونج، اور دو نگاہیں جو اپنے دل کے ٹکڑے رخصت ہوتے دیکھ رہی تھیں۔

روشنی ہلکے نیلے رنگ کی عبایہ میں تھی، چہرہ روشنی کی طرح پر سکون اور آنکھیں تھوڑی نم۔

زہان نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ ایک ایسا لمس جس میں محافظت کا وعدہ بھی تھا اور محبت کا اقرار بھی۔

شہرام کچھ فاصلے پر کھڑا تھا، لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ، مگر اندر ایک بار پھر دل صبر کی دہلیز پر کھڑا لرز رہا تھا۔

"دھیان رکھنا بھائی... صرف روشنی کا نہیں، اپنا بھی۔"

روحان نے زہان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہم جلدی واپس آئیں گے، ان شاءاللہ۔" زہان نے نرمی سے جواب دیا اور شہرام کی طرف دیکھا۔

وہ آج پھر خاموش تھا، جیسے آنکھوں میں کوئی کہانی قید تھی۔

"دعاؤں میں یاد رکھنا۔" روشنی نے آہستگی سے کہا۔

شہرام نے سر ہلایا۔

"ہمیشہ...اور تم دونوں کے لیے صرف دعا ہی نہیں، دل سے خوشی بھی ہے۔"

اس نے خود کو مسکرانے پر مجبور کیا۔

اور روحان نے دل ہی دل میں شہرام کے مضبوط چہرے کے پیچھے چھپی ٹوٹ پھوٹ کو محسوس کیا۔

زہان اور روشنی جب بورڈنگ گیٹ کی طرف بڑھے۔ تو شہرام نے نظریں نیچے کر لیں۔

روحان نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"جا تو وہ رہی ہے... مگر تیرے صبر کی داد میں ضرور دوں گا، شہرام شاہ۔"

"کبھی کبھی خالی ہاتھ بھی وہ دُعائیں لے جاتے ہیں جو مکمل ہاتھوں کو نصیب نہیں ہوتیں۔" شہرام نے زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

شہرام نے ایک بار پلٹ کر دیکھا۔ جہاں روشنی اور زہان ایک ساتھ جا رہے تھے، اور ایک خاموش محبت...ہاتھ جھاڑ کر دعاؤں میں ڈھل گئی تھی۔

جہاز کی کھڑکی سے باہر نیلا آسمان اور بادلوں کے سفید ٹکڑے دکھائی دے رہے تھے جیسے زمین سے اٹھ کر کسی خواب میں قدم رکھ دیا ہو۔

روشنی نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ پھر آہستہ سے رخ موڑ کر زہان کی طرف دیکھا، جو آنکھیں بند کیے، سر سیٹ سے ٹکائے بیٹھا تھا۔ اُس کے چہرے پر سکون تھا، جیسے ایک طویل جنگ کے بعد کسی محبت کی سرزمین پر پہنچا ہو۔

"زہان..." روشنی نے آہستگی سے پکارا۔

"ہمم...؟" زہان نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔

"اگر میرے بابا نے انکار کر دیا تو...؟"

اس کی آواز میں وہی ڈر، جو برسوں کے فاصلے سے واپس آنے والوں کو ہوتا ہے۔

زہان نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر نرمی سے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"تمہارا ہاتھ تھاما ہے، تو اب کوئی انکار نہیں... انہیں ماننا پڑے گا کیونکہ اب تم آگے بڑھ چکی ہو۔ اور تو اور اب تم میری حق حلال بیوی ہو... میں کہو نگا دیکھو انکل مان جاؤ ورنہ میں جان دے دوں گا۔" زہان مسکرایا۔

روشنی کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی، مگر وہ ہنس دی۔

"آپ نہ بہت فلمی باتیں کرتے ہیں..."

"اور تم... ہر سین میں ہیروئن بن کر آتی ہو۔" زہان نے شرارت سے کہا۔

دونوں کی ہنسی ارد گرد کے خاموش ماحول میں ایک خوشگوار لہر بن گئی۔

اسی دوران ایئر ہوسٹس نے اعلان کیا۔

"ہم چند لمحوں میں ممبئی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے والے ہیں۔ براہِ مہربانی اپنی سیٹ بیلٹس باندھ لیجیے۔"

روشنی نے گہری سانس لی کھڑکی سے باہر دیکھا۔اور دل میں کئی برسوں سے بند خوابوں کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔سامنے روشنی کا وطن تھا،اور ساتھ زہان... جس نے اس کے ہر لفظ کو دعا میں بدلا تھا۔

☆☆☆

شہرام فرش پر خاموش بیٹھا تھا۔

ہاتھ میں موبائل تھا،اسکرین پر روشنی کی پرانی تصویریں جگمگا رہی تھیں۔وہی ہنستا چہرہ،وہی بے فکری،وہی روشنی جو کسی بھی اندھیرے کو مٹا سکتی تھی۔

"پہلے کیسی تھی...اور اب؟"

اس کے دل میں ایک ٹھنڈی آہ اٹھی۔

پاکستان آ کر وہ صرف ظاہری طور پر نہیں بدلی تھی،بلکہ اس کی آنکھوں میں اب ایک ایسا درد تھا جو بے آواز چیختا تھا۔

شہرام دراصل زہان سے ملنے آیا تھا،مگر وہ گھر پر نہیں تھا۔جب وہ مایوسی سے دروازے کی طرف بڑھا۔تو پیچھے سے ایک آواز نے جیسے اس کے قدم جکڑ لیے۔

"چائے پی کر جائیں..."

آواز نرم تھی،مانوس تھی،اور اس کے دل کو اندر تک چھو گئی۔

وہ وہیں رُک گیا۔ جیسے کسی نے وقت تھام لیا ہو۔ آہستہ سے پلٹا۔

سامنے روشنی کھڑی تھی، ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر، سادگی سے دوپٹہ سر پر ڈالا ہوا، اور آنکھوں میں وہی گہرا سکون، جس میں شہرام اپنی پوری زندگی دفن کر سکتا تھا۔ وہ ایک پل کے لیے کچھ بول نہ سکا۔ بس اسے دیکھتا رہا...

اور پھر آہستہ سے کہا۔

"اگر یہ خواب ہے... تو میں چاہتا ہوں کبھی نہ ٹوٹے۔"

روشنی کی مسکراہٹ گہری ہوئی،

اور وہ خاموشی سے مڑ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

شہرام نے دل پر ہاتھ رکھا۔ جیسے دھڑکن کو سنبھالنا چاہتا ہو، پھر خود کو سنبھالتے ہوئے دروازہ بند کیا، اور اس کی طرف قدم بڑھا دیے۔ شاید ایک بار پھر، کسی کھوئی ہوئی روشنی کو پانے کے لیے۔

یہ سوچتے ہوئے شہرام خاموشی سے کچن میں داخل ہوا۔

روشنی چائے کے کپ تیار کر رہی تھی۔

ہر حرکت میں سکون، ہر انداز میں وقار تھا۔

چولہے پر ابلتی چائے کی مہک کچن میں پھیل رہی تھی۔ اور اس مہک میں ایک مانوس سا احساس گھلا ہوا تھا... ماضی جیسا۔

شہرام سنک کے قریب دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

اس کی نظریں روشنی پر تھیں، جو مکمل طور پر چائے بنانے میں مصروف تھی۔ لیکن شاید وہ بھی جانتی تھی کہ وہ تنہا نہیں۔ روشنی نے کپ میں چائے انڈیل کر ایک نظر اس کی طرف دیکھا، مسکرائی، پھر کپ اس کی طرف بڑھایا۔

"شکر ڈالوں؟ یا اب بھی تلخ پسند ہے؟"

شہرام ہلکے سے مسکرایا۔

"تلخی تو زندگی سے بھرپور مل رہی ہے... چائے تھوڑی میٹھی ہو جائے تو بہتر ہے۔"

روشنی کے ہاتھ میں کپ تھما کر وہ خود بھی دوسرا کپ لینے لگی۔

چند لمحے خاموشی کے گزرے... پھر شہرام دھیرے سے بولا۔

"تم بہت بدل گئی ہو روشنی..."

وہ رکی، مگر پلٹی نہیں۔

بس ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی۔

"کبھی کبھی وقت ہمیں ویسا نہیں رہنے دیتا جیسا ہم ہوتے ہیں..."

شہرام کی آنکھوں میں نمی سی چمکی۔ وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کہہ سکا۔

بس چائے کی چسکی لے کر اس لمحے کو دل میں بسا لیا کیونکہ کچھ لمحے لفظوں سے نہیں، خاموشیوں سے جُڑے ہوتے ہیں۔

"بہت پیار کرتی ہوں زہان سے...؟" شہرام نے دھیرے، مگر گہرے لہجے میں پوچھا۔ ایسا جیسے بہت دنوں سے یہ سوال اس کے دل میں قید تھا، اور آج لبوں پر آ ہی گیا۔

روشنی کے ہاتھ رک گئے۔

چائے کا کپ درمیان میں ہی رہ گیا۔

سوال غیر متوقع تھا... مگر سب سے زیادہ چونکانے والی بات یہ تھی کہ آواز میں شکوہ یا غصہ نہیں، بس ایک ادھورا یقین تھا۔ کچن میں لمحے بھر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ صرف چولہے پر چائے کی ہلکی سی آواز باقی تھی۔

روشنی نے آہستہ سے سانس لی۔ اس کی نظریں کپ پر جمی تھیں، اور دھیرے سے سر ہلایا۔

شہرام ایک پل کو ساکت رہ گیا۔ سانس لینا بھول سا گیا تھا۔ چائے کی گھونٹ جیسے اس کے حلق میں اٹک گئی ہو۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔

پھر۔ روشنی نے مسکراتے ہوئے نظریں اٹھائیں، چہرے پر وہی سادگی، مگر لہجے میں کوئی گہرا راز چھپا ہوا تھا۔

"کیا آپ کو بھی کسی سے محبت ہے...؟"

شہرام چونک گیا۔

ایک پل کو اس کی نظریں روشنی سے ملیں۔ پھر بے ساختہ وہ نگاہیں چرا گیا۔

"نہیں...تو کیوں...؟"

اس کی آواز مدھم تھی، مگر دل کی دھڑکن اس جھوٹ کو چلا چلا کر رد کر رہی تھی۔

روشنی ہلکا سا ہنسی۔ نرمی سے بولی۔

"کیوں کہ ایک پیار کرنے والا دوسرے کو پہچانتا ہے۔ وہ آنکھوں میں چھپے جذبے پڑھ لیتا ہے... جیسے میں نے پڑھ لیے۔"

شہرام کی پلکیں تھمی رہیں...

پھر آہستگی سے، جیسے اپنے آپ سے ہار مانتے ہوئے، وہ بولا۔

"ہاں...ہے ایک شخص...ایک ایسی لڑکی جو ہنستی ہے تو سب کچھ روشن ہو جاتا ہے...اور جب خاموش ہوتی ہے تو دل کے اندر شور مچتا ہے۔ اس کی ہر بات، ہر ادا دل پر نقش ہو چکی ہے۔ لیکن...وہ لڑکی اب مجھ سے بہت دور ہے۔" شہرام نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"کیوں دور؟ کیوں ہے وہ دور تم سے...؟" روشنی نے حیرت سے پوچھا۔

شہرام ہلکے سے مسکرایا ایسی مسکراہٹ جس میں دکھ کو چھپایا گیا۔

"کیونکہ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتی..."

خاموشی چھا گئی۔

چائے کا کپ بھی اب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ لیکن ان دونوں کے دلوں میں جذبات کی حدت بڑھتی جا رہی تھی۔

"پھر تو...وہ بہت بد قسمت ہے..." روشنی نے دل تھام کر پوچھا۔

شہرام نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔اور ایک ایسے انداز میں بولا جیسے اس کی زبان سچ کے ساتھ وفا کر رہی ہو۔

"نہیں...ایسا نہ کہیں۔ وہ بہت خوش قسمت ہے۔ کیونکہ اسے وہ محبت ملی جو بے لوث تھی...ایسا شخص ملا جو اس کے بغیر بھی اسے دعاؤں میں مانگتا رہا۔ جو اس کی خوشی کو اپنی شکست مان کر بھی،اس کے لیے خوش رہا۔ محبت کی خوش نصیبی تب نہیں ہوتی جب کوئی تم سے پیار کرے...بلکہ تب ہوتی ہے جب کوئی تمہیں دل سے چاہے...بغیر کسی لالچ، بغیر کسی شرط کے۔"

روشنی کا دل دھڑکنا بھول سا گیا تھا۔ لفظوں میں کچھ ایسا تھا جو دل کی گہرائیوں کو چھو گیا۔اس کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں، مگر دل سن رہا تھا ہر بات، ہر جذبہ۔

شہرام نے ہلکی سی سانس لی۔

"تو اب کیا کرو گے...موو آن؟" روشنی نے دھیرے سے کہا۔

شہرام نے نظریں کھڑکی کے باہر ڈالی۔

دھوپ کی ہلکی کرنیں کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔

اس کی آواز میں دھیمی سی لگن شتگی تھی۔

"موو آن کرنا آسان نہیں ہوتا روشنی...اور کرنا بھی کیا ہے؟بس...اسی کی خوشی میں خوش رہوں گا۔جو اس کے لیے بہتر ہو، وہی میرے لیے کافی ہے۔"

پھر جیسے فضا بدل گئی،

اس کے چہرے پر ہلکی سی شرارت ابھری۔وہ دوبارہ روشنی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اچھا یہ بتاؤ...میری دوست بنو گی؟میں شرارتیں کرتا ہوں، یہ تو تم جانتی ہو، مگر تم سے شرافت سے بات کروں گا۔تم اسپیشل ہو نا!"وہ شرارتی انداز میں مسکرایا۔

روشنی نے پلکیں اٹھائیں۔

اور اس کی اس معصوم سی شرارت پر ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

"دوست بننے کے لیے بس سچے دل کی ضرورت ہوتی ہے،اور تمہاری آنکھیں...بتا چکی ہیں کہ تم جھوٹ نہیں بولتے۔"

ایک خاموش سی رضامندی...ایک خاموش وعدہ...دلوں کی بے آواز زباں میں، دو اجنبی جیسے نئے تعلق کی پہلی سیڑھی چڑھ رہے تھے۔

روشنی کی مسکراہٹ جیسے اس کے اندر کے اندھیروں میں روشنی بھر گئی ہو،

اور شہرام...

وہ تصویروں کو دیکھتے ہوئے جس ماضی میں کھویا تھا۔اب آہستہ آہستہ اس ماضی سے نکل رہا تھا۔وہ تصویریں،جو کبھی دل کو زخمی کرتی تھیں،اب صرف یادیں بن رہی تھیں۔دھندلی،مدھم،اور کہیں پیچھے رہ جانے والی۔اس نے موبائل کی اسکرین بند کی،اور گہری سانس لے کر آنکھیں موند لیں۔

شاید..اب وقت آگیا تھا کہ وہ اس نئے تعلق کو ایک موقع دے۔جس میں نہ درد ہو،نہ شکایت،صرف خلوص ہو،احترام ہو، اور خاموشی میں چھپی ہوئی وہ خوشی جسے "محبت" کہتے ہیں۔

☆☆☆

دونوں ممبئی پہنچ چکے تھے۔ائرپورٹ سے باہر آتے ہی روشنی کی آنکھیں نم ہو گئیں...وہ برسوں بعد اپنی سرزمین پر واپس آئی تھی۔ہر منظر،ہر ہوا،ہر خوشبو جیسے اس کے اندر کچھ جگا رہی تھی۔

بچپن کی آوازیں،امی کے ہاتھ کا کھانا،بابا کی گود،اور وہ چھوٹا سا صحن جہاں وہ تاروں کو دیکھ کر سوتی تھی۔

زہان نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"سب کچھ وہیں ہو گا،جہاں تم نے چھوڑا تھا...شاید تھوڑا بدلا ہو،مگر تمہارا انتظار کرتا ہو گا۔"

روشنی نے زہان کی طرف دیکھا...وہ اس لمحے میں اس کا سب سے قیمتی سہارا تھا۔

دونوں اسٹیشن کی جانب روانہ ہوئے۔

آج کا سفر آگرہ کی طرف تھا۔ جہاں تاج محل ان کا منتظر تھا، جہاں روشنی خواب دیکھتی تھی۔ اور آج... وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس خواب کو جینے جا رہی تھی۔

ممبئی کے چھوٹے سے اسٹیشن پر جب وہ دونوں پلیٹ فارم پر پہنچے، تو چاروں طرف ہلچل تھی۔ پٹریوں پر آتی جاتی ٹرینیں، ریلوے کے اعلانات، چائے والے کی آواز... لیکن ان سب کے بیچ، روشنی اور زہان ایک خاموش دنیا میں کھڑے تھے۔

"میں بچپن سے جس سفر کا خواب دیکھتی آئی ہوں... وہ آج پورا ہو رہا ہے۔" روشنی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اور اس بار تم اکیلی نہیں ہو... تمہارا ہمسفر تمہارے ساتھ ہے۔۔" زہان نے محبت سے کہا۔

ٹرین آ چکی تھی۔ دھیرے دھیرے اس کے دروازے کھلے اور دونوں ہاتھوں میں امیدیں اور دلوں میں دعائیں لیے آگرہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ زہان نے اسے سیٹ پر آرام سے بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ روشنی نے نیلے رنگ کو عبایا اور حجاب کر کے ماسک پہنا تھا۔ زہان نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

ٹرین سٹارٹ ہوئی۔ ٹرین کی ہلکی جنبش سے روشنی کا سر زہان کے کندھے سے آ لگا۔

وہ چونکی، پھر دھیرے سے پیچھے ہوئی تو زہان نے مسکرا کر اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

روشنی نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔

ہر منظر، ہر جھونکا، ہر گزرتا درخت جیسے اس کے دل میں بیتے وقت کی کہانیاں لکھ رہا تھا۔

"کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اس زمین پر دوبارہ قدم رکھوں گی... اور وہ بھی آپ کے ساتھ۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"مجھے بھی یقین نہیں تھا کہ میری ہمسفر انڈیا سے ہو گی..." زہان مسکرایا۔

روشنی نے اس کی بات پر مسکرا کر سر جھکا لیا۔ دل جیسے شکر میں بھیگا ہوا تھا۔

"آپ کو کیسا لگ رہا ہے؟ پہلی بار انڈیا آئے ہیں نہ...؟" روشنی نے نرمی سے پوچھا۔

"ہاں آپ کے ساتھ پہلے بار آیا ہوں ورنہ میں بزنس کے لیے کئی بار آیا ہوں اور ایک بار جاسوس بن کر۔" روشنی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیاا؟ آپ پہلے بھی آئے ہیں؟ اور جاسوس بن کر؟"

وہ ہلکے سے چیخ پڑی، مگر جلدی سے آس پاس دیکھ کر آواز دبائی۔

"آپ کا دماغ ٹھیک ہے زہان؟!"

زہان نے ہنستے ہوئے سر ہلایا۔ "بالکل... بلکہ تب تو بہت زیادہ ایکٹیو تھا۔ بندروں کی طرح چھلانگیں مار مار کے مشن پورے کیے ہیں!" اس نے مذاقاً آنکھ دبائی۔

"کیا آپ واقعی ایجنٹ ہیں یا فلموں میں کام کرتے ہیں۔۔؟" روشنی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"محترمہ، میں وہ ایجنٹ ہوں جو ٹرین کے ساتھ ساتھ بھاگتا بھی ہے... اور چائے بھی بناتا ہے، حالات کے مطابق!" روشنی ہنس پڑی۔

"اور کپڑے دھونا؟ وہ بھی آتا ہے؟"

"ہاں، بس ایک بار لاہور مشن میں غلطی سے کسی کے دھلے ہوئے کپڑے اٹھا لئے تھے تب سے کبھی نہیں دھوئے۔۔"زہان نے برا سا منہ بنایا۔

روشنی بے تحاشا ہنسی۔

"اُف زہان! آپ نہ ایک الگ ہی مخلوق ہیں!"

"میں اسپیشل ایجنٹ ہوں محترمہ...اسپیشلی آپ کے لیے ڈیزائن ہوا ہوں!"زہان نے فخر سے سر اٹھایا۔

ٹرین نے زوردار جھٹکا دیا تو دونوں ہنسنے لگے۔ان لمحوں میں صرف خوشی تھی، ماضی کی تلخیاں جیسے ریل کی پٹری پر پیچھے رہ گئی تھیں۔

زہان نے آہستہ سے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"تمہاری ہر بات میرے دل کے اندر کہیں گونجتی ہے روشنی۔بس ایک بار تاج محل لے جاؤں تمہیں...پھر وہاں، ایک بات کہنی ہے تم سے..."روشنی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیسی بات؟"

زہان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تاج محل کے سامنے کھڑے ہو کر وہ بات کہنی ہے جس کا تمہیں برسوں سے انتظار تھا۔لیکن ایک خاص انداز میں...ایک یادگار لمحے میں..."

روشنی نے خاموشی سے اس کے کندھے سے سر لگا لیا۔

"پھر دیر نہ کیجیے گا، کہ کہیں ہوا رُک جائے اور پلکیں بھیگ جائیں..."

ٹرین محبت کے اِس بے نام سفر پر دو دلوں کو لے کر تیزی سے آگرہ کی طرف رواں تھی۔

جہاں ایک نئی شروعات...ایک نئی "یادگار محبت" ان کی منتظر تھی۔

☆☆☆

آگرہ پہنچتے ہی دونوں ٹرین سے اُترے تو سورج کی سنہری کرنیں جیسے روشنی کے چہرے کو چھو کر اس کی خوشی میں اضافہ کر رہی تھیں۔ ریل پلیٹ فارم پر ایک مانوس سی خوشبو، ایک پرانی سی آہٹ، اور دل کی دھڑکنوں میں ایک عجیب سا اضطراب شامل ہو گیا تھا۔ زہان نے بیگ اُٹھایا اور روشنی کی طرف دیکھا جو زمین پر نظریں جمائے کچھ پل کے لیے ساکت کھڑی تھی۔

"سب ٹھیک ہے؟" وہ نرمی سے بولا۔

"ہاں...بس دل تھوڑا جذباتی ہو گیا ہے۔" روشنی نے دھیرے سے سر ہلایا۔

زہان نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما۔ "تو پھر چلو... تمہیں تمہاری یادوں سے ملواتا ہوں۔"

ٹیکسی میں بیٹھتے ہی زہان نے ڈرائیور کو ایڈریس دیا۔

"تاج محل۔"

روشنی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہم پہلے تاج محل جا رہے ہیں؟"

"ہاں... کیونکہ پہلی منزل وہی ہونی چاہیے جو تمہارے دل کے سب سے قریب ہے۔"

کچھ دیر بعد جب وہ دونوں تاج محل کے سامنے کھڑے تھے، تو روشنی کی آنکھوں سے آنسو خاموشی سے بہہ نکلے۔ سفید سنگِ مرمر کا وہ بے مثال شاہکار... اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

بچپن کی دعائیں، خواب، اور جذبات جیسے اسی منظر میں سمٹ گئے تھے۔

زہان نے روشنی کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"جانتی ہو... یہ تاج محل شاہجہان نے ممتاز کے لیے بنوایا تھا۔ اور میں... تمہارے لیے اپنی زندگی بنانا چاہتا ہوں، جس میں ہر لمحہ تمہاری مسکراہٹ کا سنگ مرمر ہو۔"

روشنی نے ہلکے سے اس کا ہاتھ دبایا۔

"اور میں آپ کے دل کے ہر در و دیوار پر اپنا نام لکھنا چاہتی ہوں بغیر نقش تراشے... صرف وفا سے۔۔۔ پتہ ہے زہان مجھے یہ تاج محل اتنا پسند ہے شاید یہ کسی کو اتنا پسند ہو گا۔ مجھے ہمیشہ سے خواہش تھا اپنے ہمسفر کے ساتھ آنے کا اور آپ کے ساتھ میرا یہ خواب پورا ہوا۔"

زہان نے روشنی کی بات سن کر لمحے بھر کو آنکھیں بند کر لیں، جیسے دل نے اس لمحے کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا ہو۔ وہ دھیرے سے اس کی طرف مڑا، اس کی آنکھوں میں جھانکا جو جذبات سے نم تھیں،

اور پھر دھیرے سے بولا۔

"تو پھر آج سے یہ تاج محل صرف شاہجہان کی کہانی نہیں... بلکہ روشنی اور زہان کی یادوں کا گواہ بھی ہے۔

یہ گواہ ہے اُس لمحے کا، جب ایک خواب حقیقت بنا... اور دو دل ایک منزل پر آ گئے۔"

روشنی نے مسکرا کر نظریں جھکا لیں۔

اور زہان نے آہستہ سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

اب بتاؤ آپ نے کیا کہنا تھا..؟" روشنی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ میجر زہان ملک کو اپنی مسز زہان ملک سے بے انتہا عشق ہے..."

چہرے پر شرم، آنکھوں میں خوشی، اور ہونٹوں پر وہی معصوم مسکراہٹ... جو کسی عاشق کو پل میں اسیر کر دے۔

"صرف عشق...؟"

اس نے شوخی سے آنکھیں اٹھا کر زہان کو دیکھا۔

زہان اس کے قریب ہوا، آہستہ سے بولا۔

"عشق، عبادت، جنون... جو نام چاہو دے دو، مگر حقیقت بس اتنی ہے کہ زہان ملک کا دل... روشنی کے نام سے دھڑکتا ہے۔"

"پھر میں بھی اپنی ہر سانس میں صرف آپ کا نام بساؤں گی... میجر زہان ملک۔" روشنی نے سر جھکا لیا، ہلکی آواز میں بس اتنا بولی۔

فضا میں ایک خاموشی چھا گئی۔ ایسی خاموشی جس میں صرف دل کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں... تاج محل کے گنبد پر روشنی کی ایک کرن پڑی، جیسے آسمان بھی ان لمحوں کو دعا دے رہا ہو۔

☆☆☆

روشنی زہان کے ساتھ اپنے گھر کے سامنے تھی۔ دونوں نے دروازہ کھولا اندر خاموشی تھی وہ اس دن **خوشی راجپوت** گھر سے نکلی تھی آج **روشنی زہان ملک** بن کر اس دہلیز پر قدم رکھنے جا رہی تھی۔ زہان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جیسے تسلی دی۔ اس نے گہری سانس لی اور اندر چلی گئی۔

پرکاش راجپوت، سونیا راجپوت اور اننیا تینوں بھگوان کی مورتی کے سامنے کھڑے تھے۔ پاس میں روشنی کی تصویر تھی جس پر پھولوں کا ہار چڑھا تھا۔ تینوں آنکھیں بند کیے پرارتنا کر رہے تھے۔

روشنی کا دل دھک سے رہ گیا جیسے کسی نے اس کی سانس روک دی ہو۔

وہ تصویر...اس کے وجود کی نفی تھی۔ جیسے خوشی راجپوت مر چکی ہو... جیسے اس کی زندگی بس ایک یاد بن گئی ہو۔

"یہ...یہ کیا...؟"

اس کے لبوں سے بمشکل آواز نکلی۔ سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔ زہان نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر مضبوطی دی۔ مگر روشنی کے قدم لرزنے لگے تھے۔ ہر قدم جیسے برسوں کی جدائی کا بوجھ اٹھا رہا تھا۔ جیسے وہ روشنی نہیں، کوئی سایہ بن چکی ہو جو اپنے ہی گھر میں اجنبی بن کر لوٹ رہا ہو۔

جیسے ہی روشنی نے دروازہ پار کیا، تصویر پر چڑھا ہوا پھولوں کا ہار اچانک نیچے گر گیا۔ کمرے میں موجود تینوں چونک کر پلٹے۔

سونیارا جپوت نے جھک کر وہ ہار دوبارہ اٹھایا اور اسے تصویر پر رکھنے لگی تھی کہ پیچھے کسی کے وجود کا احساس ہوا۔ انہوں نے آہستگی سے پلٹ کر دیکھا۔

دروازے پر نیلے عبایے میں ملبوس، چہرے پر ماسک پہنے ایک لڑکی کھڑی تھی، جس کے ساتھ ایک مرد بھی موجود تھا۔ دونوں خاموشی سے کھڑے تھے۔

"تم دونوں کون ہو...؟" سونیارا جپوت نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

لہجہ اجنبیوں کے لیے مخصوص تھا۔ اتنے میں پرارتھنا (پوجا) ختم ہوئی۔ پرکاش راجپوت نے آنکھیں کھولیں، اور اننیا نے بھی چونک کر پیچھے دیکھا۔ روشنی نے ایک پل کے لیے آنکھیں بند کیں، پھر ہمت جمع کر کے ماسک اتارا۔ آنکھوں میں بہتے آنسو، چہرے پر وہی نرم چمک جو کبھی خوشی راجپوت کی پہچان تھی۔

"پِتاجی...ماں جی..."اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"میں...میں خوشی ہوں...آپ کی خوشی...جو مری نہیں زندہ ہے..."

ایک پل کے لیے جیسے سب کچھ تھم گیا۔

پرکاش راجپوت کے چہرے سے رنگ اڑ گیا۔ سونیا کے ہاتھ سے ہار چھوٹ کر دوبارہ زمین پر گر گیا۔اور اننیا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

روشنی نے ایک نظر زہان کی جانب دیکھا۔زہان خاموش کھڑا تھا۔

"تم اس روپ میں کیوں ہو...؟"پرکاش راجپوت نے روشنی کے عبایے اور حجاب کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

روشنی نے نگاہیں جھکائیں۔

آواز میں لرزش ضرور تھی مگر لہجہ پوری طرح مضبوط تھا۔

"وہ...میں اسلام قبول کر چکی ہوں، پتاجی۔اپنی مرضی سے،اپنے دل کے سکون کے لیے،اور اس رب کی طرف لوٹی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔۔"کمرے میں جیسے سانس لینا بھی مشکل ہو گیا تھا۔

پرکاش راجپوت کی آنکھیں حیرت،غصے اور دکھ کے ملے جلے جذبات سے بھری ہوئی تھیں۔

سونیا راجپوت کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔اننیا نے آگے بڑھنے کی کوشش کی، لیکن ماں کی گرفت نے اسے روک لیا۔

پرکاش راجپوت کی پیشانی پر بل گہرے ہو گئے۔

"ہم نے تمہیں پالا، تعلیم دی، محبت دی اور تم نے... ہمارے بھگوان چھوڑ دیے؟"

"نہیں پتا جی..." روشنی نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے کچھ نہیں چھوڑا۔ میں آج بھی آپ کا خون ہوں، آپ کی بیٹی ہوں، لیکن اب میری روح کو سکون اسلام میں ملا ہے۔ میں خوشی راجپوت سے روشنی بن چکی ہوں لیکن دل میں اب بھی آپ سب کے لیے وہی احترام، وہی محبت ہے۔"

زہان خاموش کھڑا تھا لیکن اس کی نگاہ روشنی پر جمی ہوئی تھی فخر، محبت اور تحفظ کے جذبے سے لبریز۔

انیا اپنی ماں کی گرفت سے آزاد ہو کر تیزی سے روشنی کے گلے لگ گئی۔

"اپ زندہ ہیں! آپ سچ میں زندہ ہیں...!!" وہ سسکیوں سے رو رہی تھی۔

سونیا راجپوت کے ہاتھوں سے تصویر کا ہار ایک بار پھر نیچے گرا۔

اور اس بار، کسی نے اسے اٹھایا نہیں۔

ہاں گڑیا میں زندہ ہوں.." روشنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دور رہو انیا... اس ناپاک لڑکی سے!"

کمرے کی فضا جیسے لرز گئی ہو۔ پرکاش راجپوت کی آواز قہر بن کر گونجی۔ اس کے چہرے پر بے بسی اور غصہ ایک ساتھ امڈ آیا تھا۔

"کر دیا مسلمانوں نے تم پر اپنا جادو؟ وہی لوگ جن سے میں تمہیں بچاتا رہا... جن کے لیے میں نے کبھی اپنے گھر کا دروازہ نہ کھولا... تم انہی کے رنگ میں رنگ گئی ہو؟"

روشنی کی آنکھوں میں نمی ابھری، مگر وہ لرزی نہیں۔ اس نے سر اٹھا کر اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھا۔

وہی آنکھیں جس میں کبھی محبت تھی، آج نفرت سے لرز رہی تھیں۔

"بابا... اگر یہ جادو ہوتا، تو مجھے سکون نہ ملتا۔ میں اندھیرے میں نہیں، روشنی میں آئی ہوں۔ میں نے اپنے رب، اپنے دل کے سکون کے لیے قبول کیا ہے۔ اور آپ کہتے تھے، جو ہمیں سکون دے، اسی میں خیر ہے نا؟"

سونیا راجپوت کی آنکھیں نم ہوئیں۔ لیکن وہ کچھ بول نہ سکیں۔

اننیا ایک قدم پیچھے ہٹی، مگر پھر ٹھٹھک کر رک گئی۔ اس نے ایک پل کے لیے روشنی کی آنکھوں میں دیکھا، پھر آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ ناپاک نہیں ہے، پتاجی..." اننیا کی آواز لرز رہی تھی، مگر لہجہ مضبوط تھا۔

"یہ میری بہن ہے، میری خوشی... اور مجھے اس سے پریم ہے۔"

پرکاش راجپوت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

وہ دھاڑا،

"چھوڑو اسلام، خوشی! مسلمان کبھی اچھے نہیں ہوتے!"

روشنی نے ایک پل کے لیے آنکھیں بند کیں۔

سانس لی...اور نرمی سے بولی۔

"پتاجی، مسلمان ہونے کا مطلب صرف اللہ کو ایک ماننا نہیں، بلکہ سچ بولنا، کسی کا دل نہ توڑنا، ماں باپ کا ادب کرنا، اور نفرت کے بجائے محبت کو اپنانا ہے۔ اگر یہ سب کچھ برا ہے، تو پھر انسانیت کہاں ہے...؟"

"چھوڑو اسلام!"

پرکاش راجپوت نے آخری کوشش کی، آواز بلند تھی، لہجہ کڑوا۔

روشنی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، مگر وہ پیچھے نہیں ہٹی۔

"نہیں... میں ایسا نہیں کر سکتی، پاپا... یہ صرف مذہب نہیں، میری روح کا سکون ہے۔"

اس کی آواز بھیگ چکی تھی مگر لہجہ پختہ تھا۔

پرکاش راجپوت کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا اور جیسے ہی ہاتھ اٹھایا روشنی پر، اچانک درمیان میں ایک سایہ حائل ہو گیا۔

زہان !اس نے پرکاش راجپوت کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا،اور خاموش مگر گونجدار آواز میں بولا۔

"آپ روشنی کے والد ہیں،اس لیے میرے لیے قابل احترام ہیں... لیکن یاد رکھیے یہ صرف میری بیوی نہیں، میری عزت ہے، میری بیگم ہے۔اگر کسی نے بھی اسے ہاتھ لگایا، تو وہ ہاتھ سلامت نہیں رہے گا۔اسے چھونے کی اجازت... میں نے آج تک کسی کو نہیں دی اور نہ دوں گا!"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

پرکاش راجپوت نے ہاتھ کھینچا،اپنی نظریں زہان کی آنکھوں میں ڈالیں۔

مگر وہاں اسے فقط یقین، حفاظت اور غیرت نظر آئی نفرت یا ڈر نہیں۔

اچانک وہ پیچھے ہٹا،اور دھاڑتے ہوئے بولا۔

"اوہ تو تم نے شادی بھی کر لی؟"

نفرت اس کے لہجے میں تھی،آنکھوں میں نہیں وہاں ایک باپ کی شکست دکھائی دے رہی تھی۔

"ٹھیک ہے!" وہ غرایا۔"اگر تم اسلام نہیں چھوڑ رہی تو نکلو یہاں سے! ہمیں تم جیسی بیٹی نہیں چاہیے... ہم سمجھ لیں گے کہ تم مر گئی ہو! ویسے بھی... سب نے تمہیں مردہ سمجھ لیا ہے!" یہ کہتے ہوئے اس نے رخ موڑ لیا۔

سونیا راجپوت کا ہاتھ کانپ رہا تھا اننیا کی ہچکی بندھ چکی تھی۔

روشنی کے قدموں تلے زمین جیسے کھسک گئی، لیکن وہ نہ روئی، نہ کانپی بس زہان کا ہاتھ تھام کر مضبوطی سے کھڑی رہی ۔آنکھوں میں آنسو تھے، مگر وہ لڑکی اب کمزور نہیں رہی تھی۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے..."

روشنی کی آواز کانپ رہی تھی، مگر لہجہ جھکا نہیں تھا۔

"میں وہی بیٹی ہوں جو بچپن میں آپ کے کندھوں پر بیٹھ کر رامائن سنا کرتی تھی... میں وہی گڑیا ہوں، جس کی ہر سالگرہ پر آپ نے دعائیں دی تھیں... کیا ایک عقیدے کی تبدیلی سے وہ بیٹی، وہ بچی، مر سکتی ہے؟"

پرکاش راجپوت کی آنکھیں پل بھر کو لرزیں۔ مگر پھر وہ جیسے خود کو کسی اور آواز کے تابع لے آیا۔

اس نے رخ موڑا۔

"میں نے کہہ دیا۔ میں نے تمہیں مرا مان لیا ہے! جاؤ یہاں سے، ابھی کے ابھی!" وہ دھاڑا۔

روشنی کا دل جیسے چیخ گیا، ایک لمحے کو وہ لڑکھڑائی، مگر زہان نے اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے تھام لیا۔

"چلو روشنی..."

زہان کی آواز میں سکون بھی تھا، قیادت بھی ایک ایسا تحفظ، جو خون کے رشتے میں نہیں ملا، لیکن محبت میں نصیب ہوا۔ روشنی نے آخری بار پلٹ کر دیکھا۔۔ جس دروازے پر وہ برسوں کھیلی تھی وہ آج بند ہو چکا تھا۔اور جب وہ باہر نکلی۔ تو سورج کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی، جیسے اللہ نے خود اپنی رضا سے اسے تھام لیا ہو۔

☆☆☆

دوپہر کے سائے لمبے ہونے لگے تھے، جب زہان اور روشنی، ہاتھوں میں ہلکے بیگ تھامے،

The Oberoi Amarvi کے شیشے سے جگمگاتے داخلی دروازے پر آ کر رُکے۔ دروازہ خود بخود کھلا۔ خوشبو سے مہکتا ہوا ٹھنڈا ایئر کنڈیشنڈ جھونکا ان کے چہروں سے ٹکرایا، اور استقبال کے لیے سفید لباس میں ملبوس ملازم نے جھک کر نمستے کیا۔

روشنی نے آس پاس دیکھا۔ ماربل فرش، اونچے فانوس، شفاف دیواریں جن کے پار تاج محل برف کی طرح چمک رہا تھا۔

"ہم یہاں صرف رہنے نہیں، کچھ پل جینے آئے ہیں..." زہان نے آہستہ سے کہا۔

"Welcome to The Oberoi Amarvilas, Sir. May I help you?"

ریسپشن پر نرم لہجے والی خاتون نے مسکرا کر پوچھا۔

"Yes. I'd like to book a room for one week. Premier Room with balcony and Taj view, please."

زہان نے پُراعتماد انداز میں جواب دیا۔

"Certainly, sir. For you and madam, we have our best view room available. Complimentary tea and spa discount included."

"Thank you",زہان نے کہا،اور روشنی کی طرف دیکھا۔

وہ خاموش تھی... مگر آنکھیں جیسے ہر منظر میں خواب بُن رہی تھیں۔

"یہ جگہ...سچ میں کسی اور دنیا جیسی ہے۔"

جیسے ہی لفٹ کے دروازے بند ہوئے،روشنی نے آئینے میں زہان کی طرف دیکھا۔

"اور تم اس دنیا میں سب سے قیمتی چیز ہو،"زہان نے اس کی انگلیاں آہستہ سے تھام لیں۔

دروازہ جیسے ہی کھلا۔روشنی چند لمحوں کے لیے سانس لینا بھول گئی۔فرش پر دبیز سفید قالین دیواروں پر ہلکے طلائی رنگ کے مغل آرٹ کے فریمز مرکزی جگہ پر چار ستونوں والا کنگ سائز بیڈ،بیڈ کے برابر پھولوں سے بھرا کانسی کا پیالہ،جس میں چمکتی بتیاں روشن تھیں۔

روشنی نے آگے بڑھ کر بالکونی کے پردے ہٹائے...اور تب...اس کی آنکھوں کے سامنے تاج محل پوری شان کے ساتھ ایستادہ تھا۔

جیسے وقت رک گیا ہو...یا محبت مجسم ہو گئی ہو۔

"زہان...یہ خواب جیسا ہے؟"

"بلکل...اور یہ وہ لمحہ ہے، جو ہم دونوں نے چُنا ہے..." زہان نے اس کے پیچھے آ کر دھیرے سے کہا۔

چائے کی ٹرالی ہلکے سے دروازے پر رکی۔ خاموش قدموں سے ویٹر نے کمرے میں رکھ دی۔ اور کچھ لمحوں بعد، زہان اور روشنی بالکونی کی طرف بڑھ گئے۔ سفید جھاگ سے بھری چائے کی پیالیوں سے بھاپ اُٹھ رہی تھی، اور سامنے تاج محل... جیسے خاموشی سے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا گواہ بن چکا ہو۔

"زہان...وہ مان جائیں گے نا؟ میرے گھر والے؟" روشنی نے چائے کا ہلکا گھونٹ لیا۔ پھر نظریں نیچے جھکائے دھیرے سے بولی۔

زہان نے اپنی نظریں چائے سے ہٹا کر اس کے چہرے پر جمائیں۔ پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ دھیرے سے بولا۔ "تاریخ گواہ ہے، روشنی جس نے بھی دل سے اسلام قبول کیا، اسے ابتدا میں طعنوں، مخالفت، اور رشتوں کے بکھرنے کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس نے اللہ کا دامن نہیں چھوڑا۔ اور اللہ نے بھی اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔"

روشنی کی پلکوں پر نمی سی لرزنے لگی۔

"تو کیا میں بھی اکیلی ہو جاؤں گی؟"

زہان نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"نہیں...جب تم اللہ کے قریب آتی ہو، تو تنہا نہیں ہوتی...الٹا وہ تمہیں ایسے لوگ عطا کرتا ہے جو تمہارے دل کو سہارا دیتے ہیں۔ میں ہوں، روشنی۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ہر مشکل، ہر انکار، ہر آزمائش میں۔"

روشنی نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھا۔ چہرے پر سکون تھا، مگر آنکھوں میں اضطراب۔

"میرا دل کہتا ہے... وہ مجھے چھوڑ دیں گے۔"

زہان نے آہستگی سے جواب دیا۔ "ہاں... ہو سکتا ہے وہ جلدی نہ مانیں... مگر وقت... سچ، اخلاص، اور تمہاری تبدیلی کو خود بخود منوا لے گا۔ تم بس ثابت قدم رہو۔ پریشانی آئے گی، مگر سکون بھی وہیں سے ملے گا جہاں سے تم نے ہدایت پائی ہے۔"

تاج محل کے پیچھے سورج غروب ہو رہا تھا۔ اور اس کے سنہرے عکس میں دو لوگ دو راستے، مگر اب ایک منزل۔

زہان نے چائے کا آخری گھونٹ لیا، اور روشنی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم نے اپنے رب کو چُن لیا ہے... اب وہ تمہیں کبھی نامنظور نہیں کرے گا۔"

"اچھا زہان میں کل آپ کو تاج ہوٹل لے کر جاؤں گی۔"

زہان نے روشنی کی بات پر مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

"تو کل ہم تاج ہوٹل جائیں گے... لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا شرط؟" روشنی نے نرمی سے پوچھا۔

"وہ یہ... کہ تم یہ زیادہ نہیں سوچو گی ٹینشن نہیں لو گی اور کل تم مجھے وہاں اپنی آنکھوں سے دیکھو، نہ ماضی کے بوجھ سے، نہ کسی خوف سے... بلکہ ایک نئی روشنی بن کر۔ میری روشنی بن کر۔"

ٹھیک ہے منظور ہے..روشنی مسکرائی۔

چند لمحے خاموشی میں بیت گئے۔پھر روشنی نے نرمی سے سوال کیا۔

"زہان، یہ بتائیں...آپ جب انڈیا آئے تھے تو کن کن جگہوں پر گئے تھے؟"

"میں ممبئی، اتر پردیش اور دہلی آیا تھا۔لیکن دہلی...دہلی میرا سب سے پسندیدہ مقام ہے۔وہاں کی فضا، درگاہیں، پرانی عمارتیں، اور سب سے بڑھ کر، ایک سکون ہے جو کہیں اور نہیں۔"زہان نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

روشنی کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔

"واقعی؟اور کیا کبھی یہاں کوئی خاص یاد بھی چھوڑی تھی آپ نے؟"

زہان کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی ابھری،

"ہاں...ایک بار دہلی کی ایک پرانی درگاہ پر جا کر میں نے اللہ سے دل کی ایک دعا کی تھی۔اور اب مجھے لگتا ہے کہ اس دعا کا جواب تم ہو، روشنی۔"

روشنی نے نظریں جھکا لیں۔

زہان کی بات نے اس کے دل میں کچھ چمکا دیا تھا۔

"ویسے تمہیں پتہ ہے؟شہرام کی ماں انڈیا سے تھیں۔۔"زہان نے موضوع بدلا۔

"اوراس کے بابا پاکستان کے۔ محبت ہوئی، نکاح ہوا۔ شہرام کی ماں اور میری امی کی دوستی تھیں۔ ہم سب کبھی کبھار انڈیا آیا کرتے تھے، خاندانوں کے ساتھ، کبھی دہلی کی گلیوں میں، کبھی آگرہ کے قلعے میں یادیں ہی یادیں ہیں یہاں کی۔"

"اوہ...اس لیے شہرام کبھی کبھار باتوں میں انڈیا کی جھلک دے دیتا تھا۔" روشنی حیرت سے بولی۔

زہان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں، انڈیا اس کی ماں کی آخری نشانی ہے اسی لیے جب کبھی یہاں آتا ہوں تو شہرام کا چہرہ، اُس کی ماں کی محبت دل کو چھو جاتی ہے۔" روشنی خاموش ہو گئی۔

محبت، تقدیر، دعا، اور یادوں کا ایک کھلا باب اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ...انڈین لوگ آپ کو کیسے لگتے ہیں؟" روشنی نے تجسس سے بھرپور انداز میں پوچھا، اس کی آنکھوں میں اپنے وطن کے لیے محبت چمک رہی تھی۔

زہان نے چند لمحے سوچا، پھر نرمی سے بولا۔

"بہت اچھے لوگ ہیں سچے، مخلص، جذباتی...چاہے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، ان کے دل محبت سے بھرے ہوتے ہیں۔ بس افسوس صرف اس بات کا ہے کہ کچھ حکومتی پالیسیاں اور سیاسی مفادات ہم دونوں قوموں کے بیچ دیوار بن گئے ہیں۔"

"دلوں میں دیواریں نہیں ہوتیں... صرف سیاستدان بناتے ہیں یہ سرحدیں۔" روشنی نے خاموشی سے اس کی بات سنی، پھر دھیرے سے بولی۔

زہان نے اس کے ہاتھ پر آہستہ سے دباؤ دیا۔ "بالکل... ہم دلوں کے رشتے لے کر آئے ہیں، سرحدوں کی زنجیر نہیں۔" دونوں خاموش ہو گئے۔ مگر دلوں میں امن، محبت اور ہم آہنگی کی ایک روشن امید اُتر چکی تھی۔

☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی۔ چاندنی ہلکے بادلوں میں چھپتی جا رہی تھی، اور لان میں خاموشی کا راج تھا۔ روحان لکڑی کی میز پر لیپ ٹاپ کھولے کچھ ٹائپ کر رہا تھا، چہرے پر سنجیدگی اور آنکھوں میں کسی نامعلوم خیال کی پرچھائیاں تھیں۔ اسی لمحے، نازنین سفید چادر اوڑھے، ہاتھ میں چائے کا کپ لیے آہستگی سے اس کے قریب آئی۔ چپ چاپ، کپ اس کے سامنے رکھا۔

روحان نے چونک کر سر اٹھایا، نازنین خاموش کھڑی تھی، نظریں چائے کے کپ پر جمائے۔

"تم نے چائے بنائی...؟" روحان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"آپ ہی تو کہتے ہیں کہ راتوں میں خاموشی کے ساتھ چائے بھی ہونی چاہیے..." نازنین نے دھیرے سے کہا اور کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"واہ... محترمہ کا موڈ آج کچھ ٹھنڈا ٹھنڈا سا ہے؟" روحان نے چائے کا کپ ہاتھ میں لیتے ہوئے شوخی سے ابرو اٹھائے۔

"ہاں، میرا دماغ مت خراب کرو... تم تو ابھی سے بدل گئے ہو۔" نازنین نے منہ پھلا کر کپ کی طرف دیکھا۔

"میں بدلا نہیں... بس سنجیدہ ہو گیا ہوں۔" روحان نے ہنسی دباتے ہوئے چائے کی چسکی لی۔

"ہاں ہاں، زہان بھائی کی قسمیں کھا کھا کر تم تو سیدھے فرشتہ بن گئے ہو،" نازنین نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

روحان نے ہنستے ہوئے انگلی اٹھائی۔

"سنو! زہان نے خاص ہدایت کی تھی کہ تمہیں آئس کریم نہ دی جائے... تمہارا گلا ایسا نازک ہے کہ ایک چمچ کھاتے ہی پورا ہفتہ بند رہتا ہے۔ پھر تمہیں چھینکیں آتی ہیں، اور الزام مجھ پر آتا ہے!"

"اوہ، تو اب تمہارے لیے زہان بھائی کی بات سب سے بڑی ہے؟" نازنین نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"ارے میری جان! تمہارا خیال رکھنے کی اجازت بھی انہوں نے دی تھی، تو اب میں احتیاط سے رکھ رہا ہوں نا!" روحان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایک بات کہوں...؟" نازنین نے بمشکل ہنسی روکی، پھر دھیرے سے بولی:

"ہاں،" روحان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم جیسے ہو، ایسے ہی رہنا... مجھے تمہاری یہ شوخی، یہ سنجیدگی، یہ سب کچھ بہت پسند ہے۔"

روحان خاموش ہو گیا۔

چائے کا کپ تھامے وہ نازنین کی آنکھوں میں کچھ دیر دیکھتا رہا...اور پھر آہستہ سے مسکرا دیا۔

"بس، آواز بند نہ ہو تمہاری...ورنہ میرا دن، چپ کا قیدی بن جائے گا۔"

"تم چپ کیوں ہاں..؟آئیس کریم تو میں کھاتی نہ..؟"

روحان نے ایک لمحہ کو نظریں جھکائیں، پھر نرمی سے مسکرایا۔

"تم کھاؤ...جتنی مرضی کھاؤ، لیکن اگر کل تمہارا گلا خراب ہوا تو تمہیں شہرام بھائی کے ساتھ اسپتال جانا ہو گا، میرے ساتھ نہیں۔"اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟تم نہیں آؤ گے؟"نازنین نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"زہان بھائی کا آرڈر ہے...زیادہ نازنین کے قریب نہ جانا۔"روحان نے شرارت سے آنکھ ماری۔

"اچھا تو اب تم آرڈر مانتے ہو، نازنین کو نہیں؟"نازنین نے مصنوعی خفگی سے چائے کا کپ میز پر رکھا۔

"میں زہان کا حکم مانتا ہوں...مگر دل تو نازنین کا ہی سنتا ہے۔"روحان تھوڑا جھکا، اور اس کی طرف دیکھ کر دھیرے سے بولا۔

"بس کرو، زیادہ فلرٹ کرو گے تو گلا میں خراب کر دوں گی...پھر ہمیشہ کے لیے چپ رہو گے!"نازنین نے دل میں آتی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے رخ موڑ لیا۔

روحان ہنس دیا۔

"اگر تم بولتی رہو...تو مجھے خاموشی سے کبھی شکایت نہیں ہو گی۔"

نازنین نے اس کی بات پر نظریں جھکائیں، ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

جو چھپی بھی تھی، اور سب کچھ کہہ بھی رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے...؟" وہ آہستگی سے بولی۔

"پہلے تم مجھے بہت تنگ کرتے تھے، لیکن اب جب تم پاس نہ ہو...تو دل عجیب سا خالی خالی لگتا ہے۔"

روحان کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر نرمی سے بولا۔

"تمہیں تنگ کرنا...میری سب سے پسندیدہ عادت ہے۔ بس ڈر یہ ہے کہ کہیں تم کسی دن واقعی ناراض نہ ہو جاؤ..."

نازنین نے اس کی طرف دیکھا۔ آج پہلی بار اس کی آنکھوں میں وہ سنجیدگی تھی جسے وہ ہمیشہ ہنسی میں چھپا لیتا تھا۔

"اور اگر ہو گئی تو...؟" نازنین نے سرگوشی جیسی آواز میں پوچھا۔

"تو اپنی ساری شرارتیں توبہ کے طور پر اللہ سے معافی مانگ کر تمہیں منانے آ جاؤں گا۔ بس تم میری ناز، کبھی کسی اور کی نہ ہونا...روحان نے چائے کا گھونٹ لیا، اور اس کی طرف جھک کر بولا۔ نازنین کی پلکیں بھیگنے لگیں۔ مگر اس نے مسکرا کر آنکھیں پونچھ لیں۔

"تمہارے جیسے بد تمیز کو چھوڑا تو... پھر اللہ کو کیا جواب دوں گی!"

دونوں کی ہنسی لان میں گونجی۔ چائے کی بھاپ، خاموشی کی شام، اور ان کہی باتوں کا ایک نیا باب۔

☆☆☆

صبح ہو چکی تھی۔ بالکونی کے سفید پردے، نرم ہوا کے جھونکوں سے ہولے ہولے ہل رہے تھے۔ سامنے نیلے آسمان پر سورج کی پہلی کرنیں چمک رہی تھیں، درختوں کے پتے شبنم سے تر، اور تاج محل سنہری دھوپ میں نہایا ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس پر محبت کا سونا چڑھا دیا ہو۔

زہان آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ وائٹ شرٹ اور گرے جینز پہنے، شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں، کلائی پر قیمتی گھڑی، بالوں کو نفاست سے سیٹ کیا ہوا، اور خوشبودار پرفیوم کی چند بوندیں خود پر چھڑک رہا تھا۔ تب ہی دروازے پر آہٹ ہوئی۔

روشنی، سیاہ عبایہ اور سر مئی حجاب میں ملبوس، چہرے پر بلا کا سکون، بنا ماسک کے... مکمل اعتماد اور وقار کے ساتھ اندر آئی۔ زہان نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ اور چند لمحوں کو وہ جیسے بولنا بھول گیا۔

"چلیں، زہان؟" روشنی نے مسکراتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

زہان نے گہری سانس لے کر سر ہلایا، مگر روشنی بولتی چلی گئی۔

"آپ کو پتہ ہے زہان... میری اپنی گاڑی بھی ہے، لیکن کیا ہے نا... اس کی چابی اُس گھر میں ہے، جہاں اب میرے لیے کوئی دروازہ نہیں کھلتا۔" اس نے لمحے بھر کو نظریں کھڑکی سے باہر ہٹائیں، پھر زہان کی طرف دیکھا۔ "اور ہاں... یہاں رہ کر سارے خرچے میں کروں گی، کیونکہ میرے پاس سب کچھ ہے۔ پیسے بھی... اور ہمت بھی۔"

زہان چند قدم اس کے قریب آیا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر آہستہ سے بولا۔

"تم میرے ساتھ ہو، روشنی... اب کسی کمی کی گنجائش نہیں۔ اور اگر بات خرچوں کی ہے... تو تم صرف ایک چیز خرچ کرو اپنی محبت۔ باقی سب میرے ذمے۔" روشنی مسکرا دی۔

دونوں کی آنکھوں میں روشنی تھی۔ ماضی کی تلخیوں سے آزاد... اور ایک نئی شروعات کے لیے تیار۔

زہان نے چابی گھمائی، دروازہ کھولا، اور روشنی کو باہر نکلنے کا اشارہ دیا۔

"چلو، محترمہ... تاج ہوٹل کی طرف جہاں خواب تمہارے ہیں، اور حقیقت میرا ساتھ۔"

☆☆☆

ممبئی کی پُر تحرک شام اپنے شباب پر تھی۔ ساحل سمندر پر ہلکی ہوا چل رہی تھی، اور سامنے تاریخی تاج ہوٹل کی عمارت روشنیوں سے جگمگا رہی تھی جیسے کسی مہارانی نے زیور پہن رکھے ہوں۔ زہان نے کار روکنے کے لیے کہا۔۔ روشنی نے کھڑکی سے باہر جھانکا... دھوپ میں سُنہری، اور شام میں جادوئی لگنے والی یہ عمارتاس کے سانس روکنے کو کافی تھی۔

"یہ...وہی تاج ہوٹل ہے نا؟ جہاں بادشاہ بھی قیام کرتے تھے۔۔؟"

"اور آج...تم یہاں کی رانی ہو، روشنی۔" زہان نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

"زہان...آپ بھی نہ..." روشنی نے خفیف شرماتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔

مسکراہٹ لبوں پر تھی، مگر دل کی دھڑکن جیسے سینے میں بجنے لگی تھی۔

زہان نے آہستگی سے دروازہ کھولا، اور پھر اگلا دروازہ کھول کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

"آیئے ملکہ عالیہ...یہ شہر آج صرف آپ کے نام ہے۔"

روشنی نے ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا، قدم باہر رکھا۔ اور اس لمحے، جیسے کوئی فلمی منظر حقیقت بن گیا ہو۔ ہوٹل کی سیڑھیاں، روشن لابی، مہکتی فضا، اور ہر قدم پر رائلٹی کا سا احساس۔ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اندر داخل ہوئے استقبالی عملہ مؤدبانہ انداز میں جھکا۔

"Welcome to Taj Mahal Palace Hotel, Ma'am, Sir."

روشنی نے زہان کی طرف دیکھا، آنکھوں میں چمک تھی...دل میں ایک انجانی سی خوشی۔

"زہان... تھینکس۔ آپ نے میری خواہشوں کو... حقیقت کا لباس پہنا دیا۔"

"تم نے دعا مانگی تھی، روشنی...فرشتوں نے آمین کہہ دی۔" زہان نے آہستگی سے کہا۔

اندر قدم رکھتے ہی، کمرے میں مہکتی ہوئی چمپی کی خوشبو، سنگِ مرمر کی فرش، اونچی گنبدی چھتیں، اور اطراف دیواروں پر پرانے زمانے کی فنکاری۔

ریسپشن پر خاتون نے ان کے آنے کا اندراج کیا۔

"Welcome to The Taj Mahal Palace, Mr. Zahan. Your Sea View Suite is ready."

زہان نے چابی لی، وہ آہستہ سے اس کی طرف جھکا، لبوں پر ایک نرم مسکراہٹ اور لہجے میں خواب سا خمار تھا۔

"یہ وہ لمحہ ہے جہاں دنیا تھمتی ہے، اور ہم صرف ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔" روشنی نے پلکیں جھکائیں۔ چہرہ سرخ ہوا، دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی... مگر لبوں پر تبسم بکھر گیا۔

"اور یہی لمحے... عمر بھر یاد رہتے ہیں، زہان۔ تھینکس، اس دنیا میں میرا ہاتھ تھام کر لانے کے لیے۔"

زہان نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھاما۔ نہ زیادہ زور سے، نہ نرمی سے کم۔ بس اتنا جتنا کسی خواب کو حقیقت میں تھاما جاتا ہے۔

لفٹ کے اندر ہلکی موسیقی، دھندلی روشنی، اور دیوار پر پڑتی ان دونوں کی پرچھائیاں ایک ساتھ، ایک سمت۔ جیسے ہی دروازہ کھلا، سامنے سمندر کی نیلاہٹ، کھلی کھڑکی سے آتی نم ہوا، اور ان کے لیے مخصوص Sea View Suite۔

دروازہ کھلتے ہی...روشنی کی آنکھوں میں حیرت کا جہان بس گیا۔ سفید اور نیلے رنگ کی شاہانہ تھیم شیشے کی دیواروں سے کھلا ہوا سمندر کا نظارہ چھت سے جھولتا ہوا کلاسیکل فانوس پرائیویٹ بالکونی جہاں سمندر کی لہریں باتیں کرتی تھیں بیڈ پر گلاب کی پتیاں، میز پر رکھے دو کپڑے کے نیپکنز میں لپٹے سونے کے چمچ اور ایک کارڈ جس پر لکھا تھا۔

“May this moment become your memory forever.”

"زہان... کیا خواب بھی اس سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں؟" روشنی نے آہستہ سے کہا۔

"یہ خواب نہیں روشنی... یہ تمہارے نصیب کا پہلا تحفہ ہے، جو تم نے اپنے رب سے مانگ کر پایا ہے۔" زہان نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

رات کے کھانے کے لیے وہ نیچے "Wasabi by Morimoto" پہنچے۔

جہاں سمندر کی روشنی، نرم موسیقی اور مہکاتے کھانے تھے۔ ہلکا مصالحہ دار مغلائی قورمہ زعفرانی پلاؤ فرش پر بیٹھے سازندے، بانسری کی دُھن بجاتے اور آخر میں چاندنی روشنی میں، بالکونی میں بیٹھے چائے کے ساتھ وہی خاموشی...

اور اس خاموشی کو زہان نے توڑا۔

"روشنی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں..." زہان نے نرمی سے اس کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"جی کہیں!" اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔

زہان نے دوبارہ اس کے ہاتھوں کو تھاما۔

"میں چاہتا ہوں ہم صرف نکاح کے کاغذوں تک نہ رہیں... بلکہ دل سے، جسم سے، روح سے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑیں
۔"

روشنی کی پلکیں جھپکنا بھول گئیں زہان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسے لگا جیسے وقت ساکت ہو گیا ہو۔ نرمی، محبت اور وقار سے لبریز لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میں تمہیں مکمل طور پر اپنانا چاہتا ہوں، روشنی... کیا تم میرا ساتھ دو گی...؟"

روشنی کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ مگر یہ آنسو دکھ کے نہیں... کسی عورت کے مکمل ہو جانے کی خبر کے تھے۔

"زہان..."

اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"جب ایک عورت محبت میں اپنا سب کچھ وار دیتی ہے تو پھر وہ کچھ بچاتی نہیں... آپ نے مجھے عزت دی، یقین دیا، میرے ایمان پر فخر کیا۔ اب میں اپنی زندگی بھی آپ کے حوالے کرتی ہوں... اپنے دل، اپنی خواہشیں... سب کچھ..."

زہان نے نرمی سے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر آہستگی سے اسے اپنے قریب کر لیا۔

"میری روشنی..." اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔

"یہ زندگی اب تمہارے نام ہے۔ اور تمہارے ہر لمحے میں میں تمہارے ساتھ ہوں... خود سے زیادہ تمہارا۔" کمرے میں مدھم روشنی تھی، اور باہر تاج محل پر چاندنی کا ہالہ محبت، تقدیر اور رب کی رضا کا حسین گواہ۔

☆☆☆

دو دن ممبئی کے رنگین لمحوں، ساحلی ہواؤں اور روشنیوں سے سیر ہونے کے بعد زہان اور روشنی نے آگرہ کا رخ کیا تھا۔ سفر کچھ تھکا دینے والا تھا، اور جب وہ The Oberoi Amarvilas کے شاندار استقبالیہ میں داخل ہوئے تو ان دونوں کے چہروں پر تھکن صاف دکھائی دے رہی تھی۔

جب وہ اپنے کمروں کی جانب بڑھے تو روشنی مسلسل کھڑکیوں سے باہر جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی، شاید تاج محل کی جھلک دیکھنے کی جستجو تھی۔

زہان نے کمرے کا دروازہ کھولا، اور جیسے ہی اندر داخل ہوا، وہ تھکا ہارا بیڈ پر بیٹھ گیا۔ روشنی ابھی بھی ارد گرد کے ماحول کو جذب کرنے میں مصروف تھی۔

"اب بس!" زہان نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ "پہلے دو دن خوب گھوم لیا، اب تھوڑا آرام کرو، روشنی! نیند پوری کرو گی تو کل کا تاج محل زیادہ خوبصورت لگے گا۔"

روشنی نے ہلکا سا مسکرا کر سر ہلایا اور اپنی چپل اتار کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی، "ٹھیک ہے، پر کل آپ کو میں ایک اور جگہ لے کر جا رہی ہوں۔

"کہاں...؟" زہان نے تجسس سے پوچھا۔

"وہ تو کل پتہ چلے گا..." روشنی مسکرائی۔

"چلو ٹھیک ہے..." زہان نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا زہان یہ بتاؤ آپ کو ہمارا انڈیا کیسے لگا...؟"

زہان نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، اور پلکوں کے نیچے سے روشنی کو دیکھا جو متجسس نظروں سے اس کا جواب سننے کی منتظر تھی۔

"انڈیا...؟" زہان نے لمحہ بھر توقف کیا، پھر دھیرے سے مسکرایا، "رنگوں بھرا، شور سے لبریز، ثقافت سے سجا، اور جذبات سے بسا ہوا ملک... مگر سچ کہوں؟"

روشنی نے آنکھیں پھیلائیں، "کہو نا!"

"مجھے انڈیا تمہارے ہونے سے خوبصورت لگا۔" زہان نے سادگی سے کہا۔

روشنی چند لمحے خاموش رہی، جیسے الفاظ کی تلاش میں ہو۔ پھر اس کی نظریں جھک گئیں اور چہرے پر ہلکی سی شرم کی لالی دوڑ گئی۔

"تم ہو تو ہر جگہ حسین لگتی ہے... ممبئی کی روشنی ہو یا آگرہ کی خاموشی، تمہارے ساتھ سب کچھ دل میں اترتا ہے۔" زہان نے نرمی سے کہا۔

"بس کرو زہان..." روشنی نے مصنوعی خفگی سے کہا، "اب سونا ہے، کل سورج سے پہلے جاگنا ہے۔"

"جی جناب، مگر ایک شرط پر۔" زہان نے آنکھوں میں شرارت لیے کہا۔

"کیا شرط...؟" روشنی نے ابرو چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"کل تم پہلی بار تاج محل دیکھو گی... تو تمہاری آنکھوں میں اس لمحے کی روشنی مجھے سب سے پہلے دیکھنی ہے۔"

روشنی مسکرائی، اور دھیرے سے کہا، "پہلے پرامیس کرو، کل دیر سے نہیں اٹھو گے۔"

"تمہارے ساتھ طلوعِ آفتاب کے لیے تاج محل دیکھنے نہ جاؤں، ایسا ہو سکتا ہے کیا؟"

کمرے میں خاموشی پھیل گئی۔ زہان نے آنکھیں بند کیے۔

کچھ ہی لمحے بعد زہان نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا وہ فون میں بیزی تھی۔

"تم کیا کر رہی ہو...؟"

"وہ میں انسٹا گرام سے اپنی تصاویر اور ویڈیوز ڈیلیٹ کر رہی ہوں..." خوشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

زہان نے حیرت سے بھنویں اچکائیں اور اٹھ کر آدھا بیٹھتے ہوئے اسے بغور دیکھا۔

"تم اچانک یہ سب کیوں کر رہی ہو؟" اُس کے لہجے میں الجھن تھی۔

خوشی نے فون ایک طرف رکھتے ہوئے نرمی سے جواب دیا۔

"بس دل کیا... کچھ یادیں صرف دل میں رہنی چاہئیں، سکرین پر نہیں۔ کچھ دکھاوے ختم کرنے سے اصل زندگی سانس لینا شروع کرتی ہے، اور مجھے اب اپنی زندگی سادگی سے جینی ہے... تمہارے ساتھ۔"

"پہلے تو تم ہر تصویر پر کیپشن لکھتی تھیں 'خوشی is my identity'... اب؟" زہان نے چند لمحے اُسے خاموشی سے دیکھا، پھر ہولے سے مسکرا دیا۔

"اب صرف 'خوشی' کافی ہے... کیونکہ میری پہچان اب آپ ہیں۔" خوشی نے ہلکی سی شرارت سے کہا۔

زہان کا دل جیسے اس لمحے خوشی کے لیے اور نرم پڑ گیا۔

"مجھے خوشی پر ہمیشہ فخر رہا ہے... لیکن آج کی خوشی نے تو دل چرا لیا۔"

وہ دونوں کچھ لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے آنکھوں میں تحیر، خاموشی میں قربت اور دلوں میں بے نام سی آسودگی۔

"شکریہ... اپنا سب کچھ میرے لیے چھوڑنے کے لیے۔" زہان نے دھیرے سے کہا۔

خوشی مسکرائی، "میں نے کچھ نہیں چھوڑا زہان... سب کچھ پا لیا ہے۔"

"زہان میں کل ایک ویڈیو پوسٹ کروں گی کہ خوشی راجپوت یعنی میں زندہ ہوں..." روشنی نے زہان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

زہان نے چونک کر خوشی کی طرف دیکھا، جو سنجیدگی سے اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

"کیا؟ تم ویڈیو پوسٹ کرو گی؟" اُس کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ ایک ہلکی سی بے چینی بھی در آئی۔

خوشی نے اس کی طرف دیکھا اور نرمی سے مسکرائی۔

"ہاں زہان... میں چاہتی ہوں کہ لوگ جانیں، خوشی راجپوت زندہ ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ سب چہرے بے نقاب ہوں، جو میری خاموشی کو میری کمزوری سمجھ بیٹھے تھے۔"

زہان نے گہری سانس لی، پھر آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"مگر تمہیں پتہ ہے، ایسا کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ تمہاری واپسی کا مطلب ہے بہت سے سوال... بہت سی نظریں۔ تم تیار ہو اس سب کے لیے؟"

"زہان! آپ میرے ساتھ ہیں نا؟" خوشی نے عزم بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہمیشہ... تم اگر دنیا کے سامنے آنا چاہتی ہو، تو میرے بازو تمہاری ڈھال ہوں گے۔ لیکن وعدہ کرو، جو بھی قدم اٹھاؤ گی، ہوش میں، سمجھداری سے... میرے ساتھ مشورے سے۔" زہان نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

"وعدہ... اور ویڈیو میں صرف اتنا کہوں گی کہ خوشی راجپوت زندہ ہے۔ باقی سچ وقت بتائے گا۔" خوشی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تب کل کا دن تاریخ لکھے گا خوشی کی واپسی کی تاریخ۔" زہان نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

ساری ویڈیوز اور تصاویر کو انسٹا گرام سے ڈیلیٹ کرنے کے بعد روشنی نے فون ایک طرف رکھا اور ایک گہری سانس لے کر زہان کے سینے پر سر رکھ دیا۔ جیسے وہ سب کچھ مٹا کر اب خود کو اس ایک دل کے سائے میں محفوظ کر رہی ہو۔

زہان نے اپنی بانہوں کا حصار اس کے گرد مضبوط کرتے ہوئے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کیں۔

"روشنی... کچھ کھو دینے کا دکھ تو نہیں ہو رہا؟" اُس نے دھیرے سے پوچھا۔

روشنی نے آنکھیں بند رکھتے ہوئے سر ہلایا، "نہیں... جو کچھ ڈیلیٹ کیا، وہ میرے پرانے وجود کی تصویریں تھیں... میں اب خوشی راجپوت نہیں، آپ کی روشنی ہوں، زہان۔"

زہان کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی، اُس نے نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا، "اور میری روشنی ہمیشہ چمکتی رہے گی... میرے دل میں، میرے ساتھ۔"

کمرے میں خاموشی پھیل گئی، لیکن وہ خاموشی سکون سے لبریز تھی جیسے دو دلوں نے ماضی کی تلخیوں کو دفن کر کے محبت کی نئی صبح کو گلے لگا لیا ہو۔

☆☆☆

صبح ہو چکی تھی۔ بالکونی کے دروازے پر سفید پردے ہلکی ہوا کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔ روشنی کمرے میں موجود خاموش فضا میں آہستہ سے آنکھیں کھولتی ہے۔ نیند کی مٹھاس اور دل کے سکون سے لبریز، ایک نئی زندگی کا پہلا مکمل دن۔

تاج محل پر صبح کی کرنیں پڑ چکی تھیں۔

سورج کی نرم روشنی میں وہ خواب جیسا لگ رہا تھا، اور روشنی چند لمحوں تک وہیں ساکت بیٹھی رہی، جیسے اس منظر کو دل میں نقش کر رہی ہو۔

"جاگ گئی میری روشنی؟" پیچھے سے زہان کی آواز آئی۔

اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ زہان سفید کرتا پاجامہ پہنے، بال ہلکے سے بھیگے ہوئے، ہاتھ میں چائے کے دو کپ لیے کھڑا تھا۔

"یہ صبح... آپ کے ساتھ... اور یہ تاج محل کیا واقعی زندگی ایسی حسین بھی ہو سکتی ہے؟" روشنی نے دھیرے سے مسکرا کر پوچھا۔

زہان اس کے قریب آیا۔ اسے چائے کا کپ تھمایا اور خود بالکونی کے قریب کھڑا ہو گیا۔

"روشنی،" وہ آہستگی سے بولا۔ "آج صرف تاج محل نہیں، ہم اپنی کہانی کی اگلی قسط لکھنے جا رہے ہیں۔" روشنی نے سر ہلایا۔

آج وہ ویڈیو اپلوڈ ہونے والی تھی۔ آج دنیا کو معلوم ہونا تھا کہ خوشی راجپوت زندہ ہے... اور اس کے ساتھ ایک نیا نام ہے روشنی زہان ملک۔

روشنی نے چائے کا ہلکا گھونٹ لیا۔ پھر آہستہ سے کپ ٹیبل پر رکھا، اور موبائل اٹھا لیا۔

زہان نے اس کے کندھے کے قریب آ کر نرمی سے کہا۔

"پوری دنیا دیکھے گی روشنی... یاد رکھنا، تمہاری ہر سانس، اب حق پر ہے۔" روشنی نے گہری سانس لی، انسٹا گرام ایپ کھولی۔ اس نے اپنا نام ابھی چینج نہیں کیا تھا۔

ویڈیو تیار تھی...ایک مختصر مگر دل کو چھو لینے والا پیغام۔

ویڈیو شروع ہوتی ہے پس منظر میں ہلکی روحانی دھن چل رہی ہے۔روشنی نیلے رنگ کے عبایے میں، بغیر میک اپ، صرف سچائی کے نور میں چمکتی ہوئی، کیمرے کی طرف دیکھتی ہے۔

"میرا نام خوشی راجپوت تھا...اور میں مردہ سمجھ لی گئی تھی۔ لیکن میں زندہ ہوں۔زندہ اپنے رب کے فضل سے۔زندہ... اسلام کی روشنی میں۔ میں نے زندگی کو نئے سرے سے پایا ہے۔اور میں اب ایک نئی پہچان کے ساتھ کھڑی ہوں...میری پہچان اب میرا ایمان ہے، میرا یقین، میرا حجاب، میرا رشتہ...میں کسی سے بدلہ نہیں لینا چاہتی۔ میں صرف سچ کو سامنے لانا چاہتی ہوں۔اور سچ یہ ہے۔۔خوشی راجپوت زندہ ہے اور روشنی بن چکی ہے۔"

ویڈیو کا اختتام سفید پردے پر ایک لکھائی سے ہوتا ہے۔

"اللہ جسے ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا..."(القرآن)

روشنی نے چند لمحے سانس روکے ویڈیو کو دیکھتے ہوئے آخری بار یقین کیا۔

پھر "Post" کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

اور دنیا بدل گئی۔زہان نے اس کا ہاتھ تھاما،

"اب دیکھنا، کچھ چہرے نقاب اتاریں گے...کچھ الزام لگائیں گے...مگر تمہیں صرف اپنے رب پر یقین رکھنا ہے۔"

چند ہی لمحوں میں ویڈیو پر لاکھوں ویوز، ہزاروں تبصرے، اور سینکڑوں شیئرز ہونے لگے۔

کچھ حیرت زدہ، کچھ شاکڈ، کچھ مبارکبادیں، کچھ نفرتیں... مگر سب سے بڑھ کر ایک لفظ بار بار لکھا جا رہا تھا۔

"Welcome back, Khushi."

"You’re braver than most."

"This is not just a video, this is history."

زہان نے روشنی کی آنکھوں میں جھانکا۔

"اب ہم صرف تماشائی نہیں... ہم اپنی کہانی کے خالق بن چکے ہیں۔"

روشنی کی پلکوں پر آنسو لرز رہے تھے۔ مگر وہ آنسو کمزوری کے نہیں تھے۔ وہ روشنی کی جیت کے آنسو تھے۔

☆☆☆

پرکاش راجپوت ہال میں بیٹھا تھا، سامنے ٹی وی چل رہا تھا۔ چہرے پر کرودھ کی جھلک تھی، ماتھے پر بل، اور دل میں ایک آندھی طوفان۔ سونیا راجپوت نے اخبار اس کے سامنے رکھا اور خود صوفے پر بیٹھ گئی۔ آنکھوں میں پریشانی، دل میں ماں ہونے کی بے چینی تھی۔

تبھی اننیا اپنے کمرے سے باہر نکلی، ہاتھ میں موبائل تھا۔

"پتا جی... ایک ویڈیو... بہت زیادہ وائرل ہو رہی ہے..." آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

پرکاش نے چونک کر ٹی وی سے نظریں ہٹائیں۔

"کس کی ویڈیو؟"

"دیدی کی..."

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

سونیا نے جلدی سے موبائل لیا اور ویڈیو چلادی۔ اسکرین پر روشنی کا پرسکون چہرہ، اور آواز۔

"میں زندہ ہوں۔ اور میں نے اسلام قبول کیا ہے... میری پہچان اب میرا ایمان ہے۔"

ہرشبد ہتھوڑا بن کر پرکاش کے سینے پر لگ رہا تھا۔ سونیا کے ہاتھ لرزنے لگے۔ اننیا کی آنکھوں سے آنچل بھیگنے لگا۔

پرکاش کی آنکھوں میں اگنی دہکنے لگی، چہرہ لال، مٹھیاں بھنچی ہوئی۔

"یہ سب کر کے خوشی نے اچھا نہیں کیا! اپنے دھرم، اپنے سناتن سنسکار چھوڑ دیے؟ ایک مسلم لڑکے کے لیے؟ ہم نے سب کچھ دیا اسے عزت، نام، سہولتیں، مرَیادا!"

سونیا نے کچھ کہنا چاہا مگر ہونٹ تھر تھرا کر خاموش ہو گئے۔ ماں تھی، دل تڑپ رہا تھا، مگر سماج کے ڈر نے زبان سی دی۔

ویڈیو کی آواز اب بھی چل رہی تھی۔

"میری پہچان اب میرا ایمان ہے..."

پرکاش کی آنکھوں میں آگ دہک اٹھی، وہ دھاڑا۔

"وہ میری بیٹی نہیں ہو سکتی! جس نے میری پہچان، میرے گوتر، میرے دھرم کو چھوڑ دیا وہ صرف جسمانی طور پر زندہ ہے... میرے لیے تو وہ مر چکی ہے!"

اننیا نے سر جھکا لیا۔ اور سونیا کی آنکھوں سے نمکین گنگا بہنے لگی مگر لب اب بھی خاموش تھے۔ شاید ایک ماں کی وہ خاموشی، جو دل میں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

"میری بچی جی رہی ہے... اور جیون سب سے بڑا ورادان ہے..."

"پتا جی..." اننیا نے آہستہ سے کہا۔

"اگر وہ آپ کی بیٹی نہ ہوتی... تو آج بھی آپ کو 'پتا جی' کہہ کر ویڈیو میں یاد نہ کرتی۔ آپ ہی نے ہمیں سکھایا تھا سچ بولنا، اپنی پہچان پر گرو (فخر) کرنا... تو اب جب اس نے سچ چُنا، تو وہ پاپن ہو گئی؟"

پرکاش راجپوت نے نظریں اس پر گاڑ دیں۔

آنکھوں میں وِرودھ، بے بسی اور کرودھ سب ایک ساتھ۔

"بس!" وہ کرسی سے اٹھا، اخبار نیچے گر گیا۔ اور وہ تیز قدموں سے ہال سے نکل گیا۔

کمرے میں صرف ویڈیو کی آواز باقی تھی۔

روشنی کی آواز... جواب خوشی راجپوت نہیں تھی۔ بلکہ ایمان کی روشنی بن چکی تھی۔

☆☆☆

"امی، یہ دیکھو!" نازنین سانس پھلاتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی، ہاتھ میں موبائل، آنکھوں میں حیرت اور آواز میں جوش بھرا ہوا تھا۔

"روشنی بھابھی نے ویڈیو اپلوڈ کی ہے! کچھ ہی وقت میں لاکھوں لوگ دیکھ چکے ہیں! کئی لوگ خوش ہیں کہ وہ زندہ ہے...اور کئی نفرت کا زہر اگل رہے ہیں..." فرحانہ بیگم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

روحان نے ریموٹ سائیڈ پر رکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھنے کی کوشش کی، اور شہرام بس خاموش بیٹھا رہا، مگر اس کے چہرے پر چھائی گہری سنجیدگی صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"کیا...واقعی؟" فرحانہ بیگم نے بے یقینی سے پوچھا۔ نازنین نے موبائل سب کی طرف بڑھایا۔ ویڈیو کی اسکرین پر روشنی ۔ایک پرسکون چہرہ، آنکھوں میں مضبوطی، آواز میں سکون اور وقار۔

فرحانہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں،

"اللہ تیرا حامی و ناصر ہو، بیٹی..."

"یہ قدم بہت حوصلے کا ہے...اس پر دنیا کی انگلیاں اٹھیں گی، مگر وقت ثابت کرے گا کہ اس نے غلط نہیں کیا۔" روحان نے دھیرے سے سر ہلایا۔

شہرام کی آنکھیں ویڈیو پر جمی تھیں۔

خاموشی کے پردے میں، ایک ٹوٹا ہوا دل دھڑک رہا تھا۔ "وہ آج بھی روشنی ہے..." اور ہمیشہ رہے گی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

روحان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ شہرام کی نظریں بدستور ویڈیو میں موجود روشنی پر جمی ہوئی تھیں۔ ایسی خاموشی، جیسے وہ ساکت لمحے کو آنکھوں میں قید کر لینا چاہتا ہو۔ روحان نے آہستہ سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ شہرام جیسے ایک لمحے کو چونکا، آنکھیں جھپکیں... اور ہوش میں آ گیا۔

چند ثانیے وہ چپ رہا، پھر اچانک اٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھا آنٹی... میں چلتا ہوں، مجھے کچھ کام ہے۔" فرحانہ بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔ "بیٹا... سب ٹھیک ہے نا؟"

"جی، سب ٹھیک ہے... بس تھوڑا اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔" شہرام نے زبردستی مسکرا کر سر ہلایا۔

روحان نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر کچھ کہے بغیر رہ گیا۔

شہرام دروازے کی طرف بڑھا، اور جاتے جاتے ایک لمحے کو پلٹ کر ویڈیو میں چلتی روشنی کی جھلک پر نظر ڈالی۔ اس نظر میں بے آواز دعائیں بھی تھیں... اور خاموش الوداع بھی۔ دروازہ بند ہوا، اور لان میں ہوا کا ایک ہلکا جھونکا چلنے لگا، جیسے کوئی ان دیکھی شے، شہرام کے دل پر ہاتھ رکھ کر تسلی دے رہی ہو۔

☆☆☆

کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف کھڑکی سے آتی ہلکی روشنی اور لیپ ٹاپ کی اسکرین جل رہی تھی۔ شہرام نے دروازہ بند کیا، جوتے اتارے اور دھیرے دھیرے چلتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ لیپ ٹاپ کو اپنی طرف کھینچا، اور یوٹیوب پر روشنی کی ویڈیو کھولی۔

ویڈیو ٹائٹل: "خوشی راجپوت زندہ ہے اب روشنی بن کر واپس آئی ہے!"

نیچے لاکھوں ویوز، ہزاروں کمنٹس، اور کئی دل ہلا دینے والے الفاظ۔ کچھ کمنٹس تھے۔

"واہ! کتنا حوصلہ ہے اس لڑکی میں۔ سلام ہے اسے! دھرم چھوڑ دیا... شرم آنی چاہیے!"

"اسلام قبول کیا، خوشی تم نے صحیح راستہ چُنا ہے۔"

"غدار! یہ سب کیا ڈرامہ ہے؟"

شہرام نے کمنٹس کو تیزی سے سکرول کیا۔ اس کی آنکھیں جذبات سے بھیگی تھیں۔

پھر ویڈیو کے بیچ میں روشنی کی آواز آئی۔ شہرام نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

چند لمحے وہ چپ بیٹھا رہا... پھر ایک آہ ٹوٹ کر نکلی۔

"تو تم واقعی بدل گئی ہو، خوشی..." اس نے کہا، جیسے خود سے بات کر رہا ہو۔ پھر وہ اٹھا، کمرے کی کھڑکی کھولی۔ ہوا کا جھونکا آیا، جیسے اندر کی الجھنوں کو باہر لے گیا ہو۔

"بس خوش رہو... جہاں بھی ہو۔

میں تمہیں پا نہ سکا، پر تمہارے لیے دعا کبھی کم نہ ہو گی۔"

اس کے لبوں پر ایک دھندلی سی مسکراہٹ آئی۔ پہلی بار، قبولیت کا سا سکون تھا۔

☆☆☆

کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی، اور دیوار پر لگی گھڑی مسلسل وقت کی رفتار بتا رہی تھی۔ خوشی آئینے کے سامنے کھڑی تھی ۔ گرے رنگ کا عبایا، سرمئی حجاب، ہری آنکھوں میں سلیقے سے لگا ہوا کاجل، اور چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی۔ وہ بار بار اپنے ہاتھوں کو مٹھی میں بند کر کے کھول رہی تھی۔ گھبراہٹ اسے گرفت میں لیے ہوئے تھی۔

"زہان... میں نہیں جا سکتی۔"

اس نے آہستگی سے کہا۔

زہان اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا۔ بلیک شرٹ، بلیک جینز، اور بال ماتھے پر کچھ اس انداز سے بکھرے تھے کہ ایک لمحے کو وہ خود بھی رک گئی۔

وہ نظروں سے نظریں نہ ملا سکی۔

"ایسی خوبصورت، ایسی پُر عزم، ایسی باہمت روشنی اگر خود کو چھپائے گی... تو اُن لڑکیوں کا کیا ہو گا جو تم سے ہمت لینا چاہتی ہیں؟"

زہان نے نرمی سے کہا۔

"لیکن... لوگ بہت کچھ کہیں گے، طنز کریں گے، الزام دیں گے..." خوشی کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"تم صرف اُن کے لیے جا رہی ہو، جو تمہیں سننا چاہتے ہیں، سمجھنا چاہتے ہیں۔ باقی لوگ صرف شور کرتے ہیں، اور شور سے حق چھپ نہیں سکتا۔" زہان نے اس کا ہاتھ تھاما، اور آنکھوں میں جھانک کر بولا۔ خوشی نے گہری سانس لی، اور آئینے میں خود کو دیکھا۔

"تو پھر... روشنی چمکے گی۔ آج سب کے سامنے۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

"اور میں... تمہارا سایہ بن کر ساتھ چلوں گا۔" زہان نے مسکرا کر سر ہلایا۔

☆☆☆

گاڑی شہر کی مصروف سڑکوں سے گزر رہی تھی۔ ونڈ شیلڈ کے پار شام کی نرم دھوپ عمارتوں کی پیشانی پر بکھری ہوئی تھی۔ روشنی خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی ہر گزرتا منظر، ہر چمکتی لائٹ، ہر اشارہ جیسے اس کے دل میں ایک نیا

سوال چھوڑ رہا تھا۔ زہان گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ بلیک شرٹ میں ملبوس، پر سکون مگر نظر اس کی بار بار روشنی کی طرف جا رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو...؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"بس دل تھوڑا تیز دھڑک رہا ہے... جیسے پہلی بار کچھ بڑا کرنے جا رہی ہوں۔" روشنی نے سر ہلایا۔

"یہ دل کی دھڑکن تمہیں یاد دلائے گی کہ تم زندہ ہو اور جو زندہ ہوتے ہیں، وہ اپنے حق کے لیے بولتے ہیں۔" زہان نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

گاڑی کسی موڑ پر مڑی تو روشنی نے کھڑکی سے باہر جھانک کر آسمان کو دیکھا شام آسمان کو نارنجی اور نیلے رنگوں میں رنگ رہی تھی، اور ان رنگوں میں کہیں ایک دلیری چھپی ہوئی تھی۔

"زہان... اگر کوئی مجھ پر انگلی اٹھائے، تو آپ میرا دفاع کریں گے...؟"

روشنی کی آواز جیسے اندر کی لرزش ظاہر کر رہی تھی۔

زہان نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، پھر دھیرے سے کہا۔ "انگلی وہ اٹھاتے ہیں، جن کے پاس دلیل نہیں ہوتی۔ اور میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں... دل، جذبے اور یقین کے ساتھ۔"

گاڑی ایک بلند عمارت کے سامنے آ کر رکی۔

روشنی نے سامنے دیکھ کر آنکھیں بند کیں، اور لبوں پر آہستہ سے دُعا ابھری۔

"یارب...سچ کو میری زبان دے،اور میرے حوصلے کو تیرا سہارا۔"زہان نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"چلو،تمہاری روشنی...آج بہتوں کے اندھیرے دور کرنے والی ہے۔"

روشنی نے آہستگی سے سر ہلایا۔اور دونوں دروازہ کھول کر اسٹوڈیو کی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔

اندر آتے ہی ایک ہلکا سا شور اٹھا کیمرے روشنی کی جانب مڑ گئے،لائٹس تیز ہو گئیں،اور اسٹوڈیو کی فضا میں ایک بے ساختہ سی سرگوشی گونجی۔

"یہ وہی ہے...خوشی راجپوت!"

میزبان،سیاہ سوٹ میں ملبوس، مسکراہٹ سمیٹے اسٹیج پر موجود تھا۔

اس کی نظریں دروازے سے آتی لڑکی پر مرکوز تھیں۔

سرمئی حجاب میں ملبوس،خاموش وقار کے ساتھ قدم اٹھاتی روشنی، جس کے ساتھ سیاہ لباس میں زہان پر اعتماد انداز میں چل رہا تھا۔ناظرین کی نشستوں پر بیٹھے لوگ جیسے ایک پل کو سانس لینا بھول گئے ہوں۔ہر آنکھ حیرت، تحسین اور تجسس سے روشنی کو دیکھ رہی تھی۔

"Welcome, Miss Roshni ... "

میزبان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ مائیک کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

روشنی نے نرمی سے نظریں جھکا کر سر ہلایا، پھر زہان کی طرف دیکھا۔ جیسے حوصلہ اسی کی آنکھوں سے لے رہی ہو۔ زہان نے دھیرے سے سر ہلایا۔ اور وہ آہستہ سے سٹیج پر آ گئی۔ زہان نیچے کھڑا اسے دیکھنے لگا۔

کیمرے اب روشنی کے چہرے پر مرکوز تھے۔ پریشر لائٹس کی شدت میں بھیاس کے چہرے پر ایک نور تھا، جیسے دل کے یقین نے ہر اضطراب کو مات دے دی ہو۔ میزبان نے ہال میں گونجتی آواز کے ساتھ پہلا سوال کیا۔

"تو پہلا سوال یہ ہے... آپ کہاں تھیں؟ اچانک کیسے غائب ہو گئیں؟"

اس سوال پر ماحول مزید سنجیدہ ہو گیا۔ کیمرے روشنی کے چہرے پر فوکس ہو گئے، جہاں ایک لمحے کو ہلکی لرزش سی محسوس ہوئی، مگر پھر اس نے اپنے اندر کے حوصلے کو سمیٹا اور آہستہ سے بولی۔

"مجھے پاکستان بھیجا گیا تھا... ایک نیلامی کے بہانے... لیکن اصل میں یہ ایک اسمگلنگ کا نیٹ ورک تھا، جہاں ہندوستان کی لڑکیوں کو دھوکے سے لے جا کر بیچ دیا جاتا ہے، خرید لیا جاتا ہے... جیسے وہ کوئی انسان نہیں، ایک چیز ہوں۔"

سامعین میں سرگوشیاں بڑھنے لگیں۔ کئی چہرے خوف سے سفید ہو گئے۔

"وہاں مجھے کئی اور لڑکیاں بھی ملیں، جنہیں یا تو بیچ دیا گیا، یا خاموشی سے ختم کر دیا گیا۔ میں... بچ گئی۔ صرف اس لیے کہ میرے نصیب میں اللہ نے کسی کو لکھا تھا۔"

زہان مسکرایا۔ جیسے اس کی ہمت کو تھام رہا ہو۔

"وہ لوگ اب گرفتار ہو چکے ہیں۔ یہ گروہ بڑا تھا... طاقتور بھی۔ مگر اب ان کا انجام سامنے آ چکا ہے۔ اور میں یہاں... صرف اس لیے کھڑی ہوں کہ میں نے ہار نہیں مانی۔" اس کے ان الفاظ کے بعد ہال میں سناٹا چھا گیا۔

نہ کوئی شور، نہ تالیاں... بس احترام، سکوت اور بے آواز آنکھیں۔

میزبان نے لمحہ بھر کو خاموشی اختیار کی، پھر آہستہ سے پوچھا۔

"کیا آپ ہمیں بتانا چاہیں گی کہ آپ کو بچایا کیسے گیا؟" اور کون ہے وہ جسے آپ کے لیے لکھا گیا ہے...؟"

"مجھے کیسے بچایا گیا... یہ تھوڑا پرسنل ہے۔" ایک لمحے کے لیے اس کی پلکیں لرزیں، اور پھر وہ دھیرے سے مسکرائی۔ "لیکن جو میرے لیے لکھا گیا تھا، وہ میرے شوہر... زہان ملک ہیں۔"

سامعین کے درمیان ایک مدھم سی سرگوشی دوڑ گئی۔

سب حیرت سے روشنی کو دیکھ رہے تھے۔ روشنی نے ہولے سے زہان کی طرف دیکھا، پھر نرمی سے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

"زہان، آؤ... میرے ساتھ۔" زہان کی نظریں پل بھر کو جھکیں، پھر وہ مضبوط قدموں سے آگے بڑھا۔ سیاہ لباس میں ملبوس، چہرے پر ٹھہری ہوئی سنجیدگی، اور آنکھوں میں وہ چمک جو صرف ایک عاشق کے اندر ہوتی ہے۔ زہان نے روشنی کا ہاتھ تھاما اور خاموشی سے اس کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔

"واہ... آپ کے شوہر نہایت ہینڈسم ہیں!" روشنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی... صرف ہینڈسم ہی نہیں، بلکہ بہت کیئرنگ، سمجھدار اور اللہ کا شکر کہ میرے سب سے بڑے سہارا ہیں۔"

"روشنی، ایک سیدھا سوال۔

کیا آپ کے مسلمان ہونے کی وجہ صرف زہان ہیں؟"

"نہیں، صرف زہان نہیں۔ محبت ایک ذریعہ ضرور بنی، لیکن میں اسلام سے اس لیے متاثر ہوئی کیونکہ یہ سچائی، امن، مہربانی اور دل سے قریب تر تھا۔ اللہ نے مجھے چُن لیا تھا، اور زہان اس چُناؤ کا ذریعہ بنے۔ مجھے فخر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔" روشنی نے پُر سکون لہجے میں جواب دیا۔

"نیکسٹ سوال."

"بہت سے لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے صرف ایک انسان کے لیے اپنا مذہب چھوڑا۔ اس پر آپ کیا کہیں گی؟"

"یہ ایک بہت عام سوچ ہے... لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی دین صرف کسی انسان کے کہنے پر نہیں اپنایا جا سکتا۔ میں نے اسلام کو سمجھ کر، محسوس کر کے، اور دل سے قبول کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے جادو سے یا فریب سے مجھے بدلا... وہ صرف جہالت کی بات کرتے ہیں۔ مسلمان محبت کرتے ہیں، عزت دیتے ہیں، اور ہر انسان کی مدد کرتے ہیں چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو۔ یہی ان کی خوبصورتی ہے، اور یہی اسلام کی اصل روح ہے۔"

"جب آپ نے ویڈیو پوسٹ کی تو سوشل میڈیا پر آپ کو کیسا ردعمل ملا؟"

"سچ کہوں تو... بہت دکھ ہوا۔ میں سنگر تھی، مجھے مسلمانوں نے ہمیشہ سپورٹ کیا، محبت دی۔ لیکن اب جب میں مسلمان ہو گئی ہوں..." روشنی نے آہستہ سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میرے اپنے کچھ ہندو فینز نے مجھ پر سخت الفاظ، نفرت انگیز کمنٹس کیے۔ یہ نیا ئے نہیں ہے۔ لیکن اب... میں ان سب باتوں سے اوپر ہو چکی ہوں۔ مجھے صرف اپنے رب کی رضا کی پرواہے، اور ان لوگوں کی محبت کا شکر گزار ہوں جو آج بھی میرے ساتھ ہیں۔"

"کیا آپ نے سنگنگ چھوڑ دی ہے؟"

"جی ہاں، میں نے سنگنگ چھوڑ دی ہے۔ اب میں وہ سب کچھ نہیں کروں گی جس سے اللہ ناراض ہو۔ میری زندگی کا مقصد اب صرف اللہ کو راضی کرنا ہے اور اپنے شوہر زہان کے ساتھ وہ زندگی گزارنی ہے جو سچائی، سکون اور محبت سے بھرپور ہو۔"

"آپ کے ماں پتا...؟ ان کا ردعمل؟"

"وہ ناراض ہیں... اور یہی میرے دل کا سب سے بڑا بوجھ ہے۔ میری دعا ہے کہ ایک دن وہ بھی میرے فیصلے کو سمجھ جائیں، اور میں ان کے سینے سے لگ کر کہہ سکوں بیٹی کبھی غلط فیصلہ نہیں کرتی، بس اپنے دل کی سنتی ہے۔"

"آخر میں، روشنی... اپنے اُن پیارے لوگوں کو جو آپ سے محبت کرتے ہیں، جو آپ کے فیصلے سے حیران ہیں، یا جو آپ سے دور ہو گئے ہیں آپ اُن سب کو کیا کہنا چاہیں گی؟"

"یہی کہنا چاہوں گی کہ... میں وہی خوشی راجپوت ہوں، جس نے ہمیشہ سچائی اور محبت کو اپنایا۔ صرف اب میرا راستہ بدل گیا ہے، میری منزل اللہ کی رضا ہے۔ میں نے کسی کو دکھ دینے کے لیے نہیں، بلکہ خود کو پانے کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے۔ میرے

دل میں آج بھی اُن سب کے لیے محبت ہے جنہوں نے کبھی مجھے اپنایا تھا۔ اگر میرا بدلنا آپ کے لیے تکلیف دہ ہے... تو معاف کر دیجئے، لیکن میں نے خود سے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہے۔ میری زندگی اب بھی محبت سے بھری ہے... بس اب وہ محبت، میرے رب کے لیے ہے، اور اُن سب کے لیے جو میری سچائی کو سمجھ سکیں۔ اور جنہوں نے میرا ساتھ دیا، میرے فیصلے کا احترام کیا... میں ان سب کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ آپ لوگ میری روشنی ہو، میری دعا ہو، میری ہمت ہو۔ آخر میں بس ایک بات محبت اگر سچ ہو... تو وہ انسان کو اللہ کے قریب لے جاتی ہے، نہ کہ دور۔ شکریہ..."

روشنی نے زہان کا ہاتھ تھاما، اور اس کے ساتھ کھڑی ہوئی۔

شہرام اس وقت تاریک کمرے کے ایک کونے میں بیٹھا تھا، ٹی وی کی روشنی اس کے چہرے پر جھلک رہی تھی۔ اور اسکرین پر، روشنی زہان کے ساتھ کھڑی تھی، مسکراتی ہوئی... مگر مکمل طور پر بدل چکی تھی۔ اس کی آنکھیں بے آواز نم ہو رہی تھیں۔ وہ کچھ کہے بغیر بس سکرین کو دیکھے جا رہا تھا۔ روشنی کی ہر بات، ہر جملہ، جیسے اس کے دل پر ضرب لگا رہا تھا۔ پھر اُس نے آہستہ سے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو پونچھے، اور سکرین کی طرف دیکھا، جہاں روشنی لوگوں کے درمیان باہر نکل رہی تھی۔ اس نے ٹی وی آف کیا، کمرے میں اندھیرا پھیل گیا۔ مگر دل میں جیسے کوئی چراغ جل اٹھا ہو...

☆☆☆

دو ہفتے آگرہ کی تاریخ، محبت اور روحانیت میں ڈوب کر جب روشنی کے دل کی زمین بھیگ چکی تھی، تو اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور کہا۔

"اب ہمیں وہاں چلنا ہے جہاں سکون ہے... جہاں پہاڑ کچھ کہے بغیر بھی سب کہہ دیتے ہیں۔"

یوں وہ دونوں منالی ہماچل پردیش کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ طویل تھا... مگر دل دونوں کے ایک مقام پر تھے۔ گاڑی پہاڑی سڑکوں پر بل کھاتی چلتی رہی، اور راستے میں جو جو جگہ روشنی کی بچپن کی پسند تھی۔ روشنی نے اُسے خاص طور پر وہاں لے جانا اپنا فرض جانا۔

"میں نے بچپن میں ایک تصویر دیکھی تھی کفری کی... برف کی سفید چادر، گھوڑے، اور وہ تنہا پیڑ... ہمیشہ سوچا تھا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی۔"

زہان نے اگلے ہی لمحے گاڑی کا رخ کفری کی طرف موڑا۔

برف پر روشنی نے پہلی بار قدم رکھا۔ اور جھک کر برف کو چھو کر مسکرا دی۔

"خواہش پوری ہو جائے تو انسان بولتا نہیں... بس آنکھیں کہہ دیتی ہیں، شکریہ۔"

زہان نے خاموشی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا... برف کی ٹھنڈک روشنی کے ہاتھوں میں اتر گئی تھی، مگر دل میں جو گرمی تھی وہ زہان کی موجودگی کی تھی۔ وہ دونوں کچھ دیر وہاں خاموش کھڑے رہے۔ چاروں طرف برف، دور پہاڑوں پر دھند کا راج، اور سامنے وہی تنہا پیڑ، جس کی تصویر برسوں پہلے روشنی نے دیکھی تھی۔ آج حقیقت بن کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"زہان... یہ وہ خواب ہے جسے میں نے آنکھیں بند کر کے دیکھا تھا... اور آج، جب آنکھیں کھلی ہیں... تو آپ ساتھ ہیں۔" روشنی آہستہ سے بولی۔

"اور اگر تمہارے ہر خواب میں جگہ ہو... تو میں زندگی بھر خواب بننے کے لیے تیار ہوں۔"

زہان نے نرمی سے جواب دیا۔

ہوا میں ہلکی برف پڑنے لگی۔ ہر نرم فلیک، جیسے قدرت کی طرف سے اس لمحے پر مہر لگا رہا ہو۔ وہ دونوں خاموشی سے ہاتھوں میں ہاتھ دیے، اس منظر کا حصہ بن گئے۔ جہاں خواب، محبت، اور قدرت ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔

کفری سے تھوڑا آگے نکل کر، گاڑی جب فگو کے گھنے درختوں، پہاڑوں کے سائے اور دھند کے ہالے میں داخل ہوئی، تو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی کہانی چلتے چلتے کاغذ سے نکل کر حقیقت بن گئی ہو۔ ہر طرف ہریالی تھی، کہیں کہیں سیب کے پھولوں کی خوشبو، اور کچھ اتنا خاموش کہ جیسے فضا سانس لینا بھول گئی ہو۔

"یہ جگہ... بالکل ویسی ہے جیسے نانی کے قصے سناتی تھیں... ایک پہاڑی گاؤں... جہاں وقت ٹھہر جاتا ہے۔" روشنی نے شیشہ نیچے کیا، اور آہستہ سے کہا۔

زہان نے گاڑی ایک لکڑی کے چھوٹے کیفے کے سامنے روک دی۔ جہاں باہر لکڑی کی بنچ پر دونوں بیٹھ گئے۔ کچھ لمحے بعد دونوں کے سامنے چائے کے کپ رکھے جا چکے تھے۔ دھند میں لپٹی ہوا، ہلکی پھوار، اور وہ بنچ... دونوں وہاں جا بیٹھے۔

"کبھی کبھی انسان کو بچپن کے خوابوں تک واپس لے جانے کے لیے... بس ایک چائے اور خاموشی کافی ہوتی ہے۔" زہان نے ایک کپ روشنی کو تھماتے ہوئے کہا۔

"یہ ہوا، یہ سکون، یہ منظر... کاش میں اپنی ماں کو دکھا سکتی... کاش وہ دیکھ سکتیں کہ ان کی بیٹی آج کتنی مکمل ہے۔" روشنی چائے کو ہتھیلیوں میں تھام کر بولی۔

زہان نے نظریں آسمان کی طرف کیں۔

"اگر تم رب کے قریب ہو چکی ہو... تو یقین کرو، تمہاری ماں بھی تم سے دور نہیں۔" روشنی کی آنکھوں میں نمی آ گئی... مگر چہرے پر سکون کا نور تھا۔ فگو کی دھند ابھی دل میں بسی ہی تھی کہ راستہ آگے بڑھتا گیا۔

گاڑی جب نارکندا کی حدود میں داخل ہوئی، تو پہاڑ کھلنے لگے، درخت جھکنے لگے، اور ہر طرف سیب کے درختوں نے اپنی موجودگی کا اعلان کر دیا۔ روشنی نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔

تو ہر طرف، لال، سبز، اور زرد سیب... درختوں سے ایسے جھانک رہے تھے جیسے کسی بچپن کے خواب کی تصویر ہو۔

وہ بے ساختہ بولی۔

"یہ وہی خوشبو ہے... جو میں نے پہلی بار اپنی امی کے دوپٹے میں محسوس کی تھی۔ امی کہتی تھیں، ہمالیہ کے باغوں میں لگے سیب خالص ہوتے ہیں... مٹی کی مہک اور رب کی برکت لیے ہوئے۔" زہان نے گاڑی ایک پہاڑی ڈھلان پر روک دی۔ جہاں نیچے چھوٹے چھوٹے سیب کے باغات بکھرے ہوئے تھے۔ وہ دونوں نیچے اترے روشنی آہستہ آہستہ ایک درخت کے پاس پہنچی، اور اس کی ٹہنی سے جھولتا ایک سیب ہاتھ میں لیا۔

"امی سے کہا تھا...ایک دن اصل سیب کے باغ میں جا کر سیب توڑوں گی...پھر اللہ سے کہوں گی دیکھو، وہ وعدہ پورا ہو گیا جو کسی سے کہا بھی نہیں تھا۔"

زہان خاموشی سے اس کے قریب آیا۔

"کچھ خواب صرف لفظوں میں نہیں مانگے جاتے...وہ رب کو خاموشیوں میں سنائی دیتے ہیں۔اور تمہارے رب نے سُن لیا۔"

ہاں بلکل...روشنی مسکرائی۔

کئی گھنٹوں کا سفر، کئی نظارے، کئی جذبے سمیٹنے کے بعد بالآخر گاڑی جب منالی کے داخلی راستے پر پہنچی تو روشنی نے سانس اندر کھینچی۔ہوا میں برف کی خوشبو تھی،اور فضاؤں میں کسی چھپی ہوئی مسکراہٹ کی گونج۔

منالی کے پہاڑ برف کی سفید چادر میں لپٹے ہوئے تھے، درختوں پر برف کی تہیں، جیسے کسی مصور نے نرم ہاتھوں سے رنگ بھرا ہو۔ سڑک کنارے لکڑی کے بنے کیبن، چھتوں پر پڑی برف...

اور راستے پر کھیلتے چند بچے روشنی کی آنکھوں میں روشنی بھر گئے۔

"یہ وہی منظر ہے...جو میں نے کئی بار اپنی پلکوں کے پیچھے بسایا تھا۔"

"اور آج، وہی منظر تمہارے آنکھوں کے سامنے ہے۔"زہان نے آہستہ سے کہا۔

وہ دونوں سولنگ ویلی پہنچے۔ جہاں برف تھی، شور نہیں، اور ایک انجانی سی دلکشی۔ روشنی نے اپنی جوتی اتاری، اور برف میں پہلا قدم رکھا۔

ٹھنڈی برف نے جیسے اس کے اندر کی سلگتی دعا کو ٹھنڈا کر دیا ہو۔

زہان نے ایک برف کا گولا بنایا۔ اور ہنستے ہوئے اس پر پھینکا۔

روشنی چونک گئی، اور اس نے بھی گولی بنا کر زہان پر پھینکا۔ زہان نے جھک کر بچاؤ کیا، مگر برف کا گولا سیدھا اس کی گردن پر جا لگا۔ ٹھنڈک کی لہر جیسے ایک دم اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ مگر اس سے زیادہ، روشنی کی ہنسی اس کے دل کے اندر کہیں بجنے لگی۔

"اچھا... تو جنگ کا اعلان ہے؟"

زہان نے ہنستے ہوئے کہا، اور فوراً برف کا دوسرا گولا بنایا۔

روشنی پیچھے ہٹی، مگر زہان نے نشانہ عین درست لگایا۔

وہ قہقہہ مار کر ہنسی، اس کے گال سرخ ہو گئے تھے، اور پلکوں پر برف کے ننھے فلیک چمک رہے تھے۔ دونوں برف میں دوڑتے، چھپتے، ہنستے۔ جیسے کوئی معصوم بچپن اس برف میں جاگ اٹھا ہو۔ آخر کار، روشنی ہانپتے ہوئے ایک درخت کے پیچھے چھپ گئی، زہان بھی اس کے پیچھے آیا۔

"یہ سب کچھ صرف ایک کھیل تھا، روشنی... مگر تمہارے ساتھ ہر لمحہ... مجھے زندگی لگتا ہے۔" قریب آکر، اس نے آہستہ سے اس کی طرف جھک کر کہا۔

روشنی کی ہنسی لمحے بھر کو رکی، اچانک اس نے زہان کی آنکھوں میں جھانکا اور سنجیدگی سے بولی۔

"زہان... مجھے اس پہاڑ پر چڑھنا ہے!"

"ابھی؟ اور اس برف میں؟" زہان چونک گیا۔

روشنی نے سر ہلایا اس کی آنکھوں میں کسی ضد کی روشنی نہیں، بلکہ ایک عجیب سی روحانی چمک تھی۔

"میں اس اونچائی سے اس برف، اس ہوا، اور اپنے رب کو محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہاں کھڑے ہو کر یہ دنیا، یہ سفر، اور تم... سب کچھ دیکھوں۔"

زہان نے ایک لمحہ اُسے دیکھا... پھر دھیرے سے مسکرا کر کہا۔ "چلو... جس پہاڑ پر تمہارا دل چڑھنا چاہے۔ وہ میرے قدموں کی راہ ہو گا۔"

وہ دونوں آہستہ آہستہ پہاڑ کی ڈھلوان کی طرف بڑھے۔ برف نرم تھی، قدم پھسلتے بھی تھے، مگر روشنی کی ہمت مضبوط تھی اور زہان کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ ہوا کبھی تیز ہو جاتی، کبھی روشنی کے بال چہرے پر بکھر جاتے، مگر اس کی آنکھوں میں ایک ہی شوق تھا۔

"رب کی اُس زمین کو چھونا... جہاں انسان کی سانس اللہ کے قریب لگتی ہے۔"

بلآخر وہ دونوں چوٹی کے کنارے جا پہنچے دور تک سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔ نیچے وادیاں، اور اوپر نیلا آسمان۔ روشنی نے بازو پھیلا کر آنکھیں بند کیں اور جیسے کچھ کہا بغیر ہی دعا مانگ لی۔ زہان خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا...اس لمحے وہ لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔ بلکل نور کا ایک پرتو محسوس ہو رہی تھی۔

نیچے وادی میں رنگین جیکٹس، کیمرے، اور خوشیاں بکھری ہوئی تھیں۔ لوگ اپنی دنیا میں مگن تھے، مگر ان ہی میں سے ایک آواز گونجی۔

"بابا...وہ دیکھو! خوشی راجپوت ہے!" ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکی نے بلند آواز میں چیختے ہوئے اپنے والد کا ہاتھ کھینچا۔

چند لمحوں میں سب نگاہیں اوپر چوٹی کی طرف اٹھ گئیں۔ کئی موبائل کیمرے آن ہو گئے۔ تصویریں بننے لگیں، ویڈیوز چلنے لگیں۔ ہنسی، حیرت، اور شور کی ایک لہر اوپر کی طرف دوڑی۔ روشنی نے آنکھیں کھول کر چونک کر نیچے جھانکا۔ کئی چہرے، کئی آوازیں۔ اور ہر چہرے پر پہچان کی چمک۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے...؟" وہ پیچھے ہٹنے لگی۔ مگر اس کا پیر پھسلا...اور لمحے بھر میں اس کا وجود برف سے ڈھکی ڈھلوان کی طرف جھک گیا۔

"روشنی!"

زہان کی آواز بجلی کی طرح گونجی مگر اگلے ہی پل، وہ برف میں دھنس چکی تھی۔ ایک چیخ، ایک تھرتھراہٹ، اور پہاڑ کی گونج۔ نیچے موجود سیاحوں میں شور مچ گیا۔

کسی نے "ایمر جنسی ٹیم" کو پکارا، کسی نے موبائل سے ویڈیوز بنانے لگے۔ زہان بغیر ایک لمحہ ضائع کیے برف میں چھلانگ لگا چکا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوش کی جگہ جنون تھا۔

آنکھوں میں خوف نہیں، بلکہ وہ عہد تھا جو اُس نے اپنے رب کے سامنے باندھا تھا۔

"جسے میں نے اللہ کی طرف لوٹایا ہے... اسے میں کسی پہاڑ کی گود میں دفن نہیں ہونے دوں گا!"

برف میں پھسلتے، ہاتھوں سے کھدائی کرتے، زہان نے روشنی کو آوازیں دیں۔

"روشنی! میری بات سنو! تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔

روشنی...!" وہ دیوانہ وار چلا رہا تھا۔

آواز میں درد، دعا، اور جنون سب کچھ تھا۔ ہوا میں چیخیں گونجنے لگیں، اور نیچے سے دیکھنے والے لوگ بھاگتے ہوئے زہان کی طرف دوڑنے لگے۔ کوئی موبائل ایک طرف پھینک رہا تھا، کوئی برف کے تودے ہٹا رہا تھا، کسی نے جیکٹ اتار کر زمین پر بچھا دی۔

سب ایک مقصد پر جمع ہو چکے تھے۔ روشنی کو بچانا۔ زہان کے ہاتھ خون سے سرخ ہو چکے تھے، ناخن برف میں پیوست، سانس ہانپتی، آنکھیں نم، مگر ہمت وہی، جو صرف کسی عاشق یا مجاہد میں ہو سکتی ہے۔

"روشنی... آواز دو! کچھ تو کہو... تم خاموش نہیں ہو سکتی!" اس نے روتے ہوئے برف پر زور سے مکا مارا۔

"سر! یہاں کچھ نرم ہے... شاید یہی جگہ ہے!" تبھی ایک لڑکے نے چیخ کر کہا۔

سب لوگ اس جانب لپکے۔اب زہان تنہا نہیں تھا...ہر طرف سے ہاتھ،ہر طرف سے دعائیں۔ایک لمحے بعد،ایک جھلک...سفید برف میں ایک دُھندلا سا رنگ روشنی کا اسکاف!

"وہ یہی ہے!"زہان نے پوری طاقت لگا کر کھینچنا شروع کیا۔چند ثانیوں بعد،روشنی کا ہاتھ برف سے باہر آیا۔سرد،کانپتا ہوا،مگر زندہ!سب نے جیسے ایک ساتھ سانس لی ہو...زہان نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے دونوں بازو تھامے،

"آہستہ...بہت نازک ہے میری روشنی..."اس کی آواز بھی کپکپا رہی تھی۔

کئی لوگوں نے مل کر اسے برف سے نکالا۔مگر روشنی کا جسم سرد ہو چکا تھا،لب نیلے،چہرہ بے رنگ،اور پلکیں بند۔زہان اس کے قریب جھک گیا۔اس کے گال کو چھوا،مگر وہ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔زہان کی آنکھوں میں ایک وحشت ابھری۔

"نہیں...روشنی!اب نہیں۔اب تمہارے بغیر کچھ نہیں بچتا۔"

اتنے میں ایمبولینس قریب آچکی تھی،ڈاکٹر اور ریسکیورکرز اس کی طرف لپکے،مگر زہان نے روشنی کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

"کوئی ہاتھ مت لگائے اسے...وہ میری امانت ہے...میری محبت ہے...میں خود لے کر جاؤں گا اُسے۔"

زہان نے روشنی کو نرمی سے اٹھایا۔اس کے جسم کی ٹھنڈک اس کی ہڈیوں تک اتر گئی،مگر اس کا دل اب بھی گرم تھا۔محبت،خوف،اور دعا کی حدت سے جلتا ہوا۔وہ ننگی برف پر گھٹنوں کے بل جھکا۔

اور صرف ایک جملہ آہستہ سے بولا۔

"یااللہ... میں نے جسے تیری طرف لوٹایا ہے، اسے اب میری طرف واپس بھیج دے ورنہ میرے وجود کا مقصد باقی نہیں!" روشنی کی پلکوں پر برف جم چکی تھی۔

"میں ہوں... زہان... تمہارا سایہ... تمہارا محافظ... آنکھیں کھولو، میں یہاں ہوں۔" زہان نے اپنی سانس اس کے چہرے کے قریب لے جا کر کہا۔

ڈاکٹرز نے آگے بڑھ کر اس کے جسم پر کمبل ڈالا، اکسیجن ماسک لگایا، اور اسے فوری طور پر ایمبولینس میں منتقل کیا۔ زہان ہاتھ تھامے بیٹھا رہا۔ ہر لمحہ اس کی آنکھیں روشنی کے چہرے پر تھیں۔ ایمبولینس کا سائرن بجا، اور وہ گواہ بن گیا ایک ایسے عشق کا، جس نے پہاڑ کی سرد خاموشی کو بھید عاؤں سے گرم کر دیا تھا۔

☆☆☆

پوری سوشل میڈیا پر خوشی راجپوت کی گرنے کی ویڈیوز وائرل ہو چکی تھیں۔

"خوشی راجپوت برف میں گری کیا وہ زندہ ہے؟"

"پہاڑ کی چوٹی پر حادثہ روشنی یا خوشی؟"

"ایک عاشق کی چیخ زہان ملک کی دیوانگی!"

ٹرینڈنگ ہیش ٹیگز:

#KhushiRajput

#ZahanMalik

#RescueOnSnow

#FaithAndLove

#PahaariMohabbat

انسٹا گرام، ٹوئٹر، فیس بک ہر پلیٹ فارم پر ویڈیوز گردش کر رہی تھیں۔ کچھ لوگوں نے اس لمحے کو سنسنی خیز بنا دیا، تو کئی لوگوں کی آنکھیں نم تھیں۔

یوٹیوب پر ایک وی لاگر نے ویڈیو پوسٹ کی۔

"دوستو! جو منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ ناقابل یقین تھا۔ ایک شخص زہان پہاڑ سے برف میں کود گیا، صرف اپنی بیوی کو بچانے کے لیے۔ ایسا عشق... فلموں میں بھی کم ہی دکھتا ہے۔"

ایک اور ویڈیو کلپ میں زہان کی وہ فریاد سنائی دے رہی تھی۔

"جسے میں نے اللہ کی طرف لوٹایا ہے...

اسے اب میری طرف واپس بھیج دے!"

لوگ کمنٹس میں بے ساختہ دعائیں دے رہے تھے۔

"اللہ اس جوڑے کو سلامت رکھے!"

"میں رو دی! ایسا عشق... آج کل کہاں؟"

"یہ منظر میری روح میں اتر گیا!"

"یہ ایمان، یہ دعا... یہ عشق، سبحان اللہ!"

لیکن دوسری طرف کچھ نفرت انگیز کمنٹس بھی آ رہے تھے۔

"یہ سب ڈرامہ ہے، سستی شہرت کا نیا انداز!"

"ایک ہندو لڑکی کو مسلمان کر کے اب ہیرو بن رہے ہیں؟"

مگر روشنی کی ویڈیو سے متاثر ہونے والے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کی ہمت کو سلام کر رہے تھے۔

ٹی وی چینلز پر ہیڈ لائنز چل رہی تھیں۔

"خوشی راجپوت زندہ ہے؟! پہاڑ پر حادثہ اور نجات کا لمحہ"

"روشنی کا عشق یا ایمان؟ سوشل میڈیا پر جذباتی طوفان!"

"زہان ملک محبت، عقیدت، قربانی کا نیا چہرہ!"

☆☆☆

یہ خبر فرحانہ بیگم، نازنین، روحان اور شہرام کے لیے قیامت سے کم نہ تھی۔ ٹی وی لاؤنج کی خاموشی میں اچانک نیوز چینل کی چیختی ہوئی ہیڈ لائنز گونجیں۔

"خوشی راجپوت برفانی پہاڑ سے گری... حالت تشویشناک!"

فرحانہ بیگم کے ہاتھ سے ریموٹ چھوٹ کر فرش پر گر گیا۔

"یااللہ خیر!"

ان کے لب کانپنے لگے، آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

نازنین، جو ابھی کچن سے چائے کا کپ لائی تھی، وہیں دروازے میں ساکت رہ گئی۔ چائے کا کپ لرزتے ہاتھوں سے نیچے گرا، اور ٹوٹنے کی آواز کمرے کی خاموشی چیر گئی۔ روحان نے فوراً لیپ ٹاپ کا رخ ٹی وی کی طرف کیا۔

"یہ کیا... کیا یہ ویڈیو اصلی ہے؟"

روحان کے لبوں سے گھبرائی ہوئی سرگوشی نکلی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے ٹی وی کا والیم بڑھایا اور اسکرین پر نظریں گاڑ دیں۔

اسکرین پر وہ منظر بار بار دکھایا جا رہا تھا۔

برف سے ڈھکا پہاڑ، چیختی ہوئی آوازیں۔اور زہان کی چیخ، جو سینے کو چیرنے کے لیے کافی تھی۔

"روشنی! میری بات سنو! تمہیں کچھ نہیں ہوگا!"

شہرام، جو خاموشی سے صوفے کی پُشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا، اچانک جیسے اس کے اندر کی دنیا ہل گئی ہو۔اس کا چہرہ بے رنگ ہو گیا۔آنکھوں میں وہی روشنی تیرنے لگی جو کبھی وہ روشنی کے لیے محسوس کرتا تھا، مگر آج وہ روشنی برف میں دفن ہوتی جا رہی تھی۔اس نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ مگر آنکھیں بند کرنے سے بھی وہ منظر غائب نہیں ہوا۔

روشنی کی چیخ، زہان کی بے قراری، اور...اپنا بے بسی کا احساس۔

"میں نے سوچا تھا...وہ زہان کے ساتھ خوش ہے، تو مجھے پیچھے ہٹ جانا چاہیے..."

وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔

"لیکن یہ کبھی نہیں سوچا تھا...کہ ایسا دن بھی آئے گا...جب میں سکرین پر صرف ایک سانس کے لیے اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں۔"

اس کے لب کپکپائے، پیشانی کی رگیں تن گئیں، اور آنکھوں سے بے آواز آنسو بہنے لگے۔

"اگر کچھ ہو گیا اسے..."تو زہان ہی نہیں...میں بھی مر جاؤں گا...اندر سے۔"

شہرام کے لہجے میں درد کا وہ کرب تھا، جو الفاظ سے نہیں، دل سے نکلتا ہے۔

چند لمحے خاموشی چھائی رہی... ٹی وی کی اسکرین پر اب بھی ایمبولینس کے اندر کی جھلکیاں، رپورٹرز کی آوازیں اور تبصرے چل رہے تھے۔

روحان نے آگے بڑھ کر شہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ مگر شہرام نے آہستہ سے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔

"روحان، تم یہی رہو..." اس کی آواز میں عزم کی شدت تھی۔ "میں انڈیا کا ٹکٹ کنفرم کرنے جا رہا ہوں۔" اس نے تیزی سے آنکھوں کے گوشے صاف کیے، جیسے آنسو بہانے کا وقت نہیں رہا۔

اب صرف ایک مقصد باقی تھا۔ روشنی کو دیکھنا... اپنی آنکھوں سے... زندہ۔

شہرام کی آنکھوں میں نمی اب آنسو نہیں رہی تھی، وہ ایک عہد بن چکی تھی۔

"زہان کو میری ضرورت ہو گی..."

اس نے زیرِ لب کہا، جیسے خود سے وعدہ کر رہا ہو۔

"میں اس وقت اس کا دوست ہوں... اور تم بھی ہوں۔ اب تم زہان کی فیملی کا خیال رکھو۔ اگر وہ روشنی کے لیے لڑ رہا ہے، تو میں... زہان کے لیے لڑوں گا۔" وہ اندر سے ٹوٹ رہا تھا، مگر اس ٹوٹ پھوٹ کو اپنے قدموں کی رفتار میں چھپا رہا تھا۔ جیسے ہر قدم اسے زہان تک لے جانے والا ہو۔ اس کے بھائی، اس کے حریف، اور اس کے دوست تک۔ روحان نے پیچھے سے آواز دی،

"شہرام... کچھ بتا کر تو جاؤ!"

شہرام رکا نہیں۔بس دروازے کے قریب پہنچ کر تھوڑا سا پلٹا،

اور ایک جملہ پھینک دیا۔

"اب باتیں نہیں کرنی روحان...بس دعائیں کرنا!"

اس کے قدم دروازے سے باہر نکلے۔لیکن دل...کسی برف سے ڈھکی چوٹی پر،زہان کے ساتھ تھا۔

☆☆☆

برف سے لڑ کر نکالی گئی،اب موت سے جنگ لڑ رہی تھی...روشنی کو فوراً منالی میڈیکو رہیلپ سینٹر لایا گیا چھوٹا سا مگر خوبصورت پہاڑی اسپتال،جہاں دیواروں پر لکڑی کا کام،چھتوں سے لٹکتی برف،اور اندر خاموشی کی گہری گونج۔

زہان اب بھی روشنی کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا ڈاکٹرز اس کے جسم کو گرم کرنے،نبض سنبھالنے،اور سانسوں کو بحال کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ہیٹر تیزی سے چل رہا تھا،آکسیجن ماسک لگایا جا چکا تھا،اور نرس بار بار کمبل درست کر رہی تھی۔زہان کی پیشانی بھیگ چکی تھی،آنکھوں میں نیند نہیں بس ایک التجا۔

"یااللہ...وہ سانس لیتی رہے...کیونکہ میری زندگی اب اسی سانس سے بندھی ہے۔"

تبھی دروازہ کھلا،اور ڈاکٹر اندر سے نکلے۔زہان فوراً اٹھا،آنکھیں سوال بن گئیں۔

"ڈاکٹر...؟وہ...وہ کیسی ہے؟"

ڈاکٹر نے ہلکا سا سانس لیا۔

"پیشنٹ کا ٹیمپریچر نارملائز ہو رہا ہے..."سانس آہستہ آہستہ بحال ہو رہی ہے..."

"یہ ایک معجزہ ہے کہ اتنے وقت برف میں رہنے کے باوجود دل کام کر رہا ہے..."

زہان نے سجدے میں سر رکھ دیا۔وہ اسپتال کے فرش پر بیٹھا،رب سے رو رہا تھا...اپنی کمزوری،بے بسی،اور ٹوٹتے حوصلے کو آنسوؤں میں بہا رہا تھا۔

"یااللہ...بس ایک سانس...بس ایک بار وہ آنکھیں کھول دے..."

کمرے کے ایک کونے میں خاموشی تھی،لیکن دلوں میں طوفان برپا تھا۔

دنیا میں سب سے زیادہ آنسو ہسپتالوں میں بہتے ہیں...کہاں کسی ماں کا بیٹا،کہیں کسی باپ کی بیٹی،کہیں کسی عاشق کی محبوبہ،اور کہیں کسی معصوم کی زندگی...یہ وہ مقام ہے،جہاں انسان اپنے سب رشتوں،سب ضدوں،اور سب فخر کو پیچھے چھوڑ کر صرف"یارب!"کہہ کر جھک جاتا ہے۔

زہان بھی انہی جھکے ہوئے سجدوں میں گم تھا۔اس کے لبوں پر کچھ نہیں،بس دل کی دھڑکن دعا بن چکی تھی۔

"روشنی،بس ایک بار...بس ایک بار..."

نرس خاموشی سے آئی،اس کے پاس رکی،اور نرم لہجے میں بولی۔

"آپ اندر آ سکتے ہیں... وہ ہوش میں آ رہی ہے..." زہان نے آنکھیں کھولیں، اور ایک امید کے ساتھ اٹھا... جیسے وہ کسی نئ زندگی کی دہلیز پر کھڑا ہو۔

☆☆☆

زہان لرزتے قدموں سے کمرے میں داخل ہوا۔ ہیٹر کی گرمائش، آکسیجن ماسک کی ہلکی سی آواز، اور روشنی کے ارد گرد بکھرا سکون۔ سب کچھ جیسے کسی غیر مرئی دُعاؤں کی گواہی دے رہا ہو۔ روشنی نیم بے ہوشی میں تھی۔ اس کی پلکیں ہلکی سی کانپیں... زہان کی سانسیں تھم گئیں۔

وہ آہستہ سے اس کے قریب آیا، اور کرسی کھینچ کر اس کے سرہانے بیٹھ گیا۔ نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما، جسے ڈاکٹرز نے دستانوں میں لپیٹ رکھا تھا۔

"روشنی..."

اس نے آہستگی سے پکارا۔

جیسے لفظ بھی اس کی تکلیف میں خلل نہ ڈالیں۔ چند لمحے خاموشی رہی۔

پھر روشنی کی انگلیوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔ زہان کا دل جیسے رک کر دھڑکنے لگا۔

"اللہ! تُو نے سن لی...؟" اس نے دل میں کہا۔

روشنی نے پلکیں جھپکیں۔آہستہ آہستہ، جیسے کسی اور دنیا سے واپس آ رہی ہو۔

اس کی آنکھیں آہستہ سے کھلیں سب سے پہلے جو چہرہ نظر آیا، وہ زہان تھا۔

زہان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"روشنی..."

اس نے صرف اتنا کہا، اور آواز بھرّا گئی۔

"میں...زندہ ہوں؟" روشنی نے لب ہلائے، مدھم آواز میں بولی۔

زہان نے اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگایا، اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں روشنی... تم زندہ ہو۔"

روشنی کی پلکوں پر آنسو ٹھہر گئے، لب ہلے، آواز میں کپکپاہٹ تھی،

"آپ... چھوڑ کر تو نہیں گئے تھے نا...؟"

زہان نے فوراً اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، چہرہ اس کے قریب لا کر دھیرے سے کہا۔

"میں تمہیں چھوڑ کر جا سکتا ہوں کیا، پگلی...؟ تم تو وہ دعا ہو جسے مانگنے کے بعد انسان دوبارہ کچھ مانگتا ہی نہیں۔"

روشنی کی ہونٹوں پر ایک مدھم مسکراہٹ ابھری۔

بے آواز، مگر بے حد گہری۔ زہان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"تم جانتی ہو، جب تم برف میں گری تھی... تو مجھے لگا میں بھی گر گیا ہوں تمہارے بغیر ہر سانس ادھوری تھی، روشنی!"

روشنی نے تھوڑا سا سر ہلایا۔

"مجھے لگا... میں واپس نہیں آپاؤں گی..." اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا۔

زہان نے وہ آنسو اپنی انگلی سے صاف کیا۔

"تمہیں اللہ نے میری دعا پر لوٹایا ہے... اب تمہارا ہر آنسو میرا ہے اور میرا ہر لمحہ تمہارا۔"

"زہان... آپ روئے تھے...؟" روشنی نے کمزور سی آواز میں کہا۔

زہان ہلکا سا مسکرایا۔

"جب تمہاری سانسیں چلنا بند کر رہی تھیں... تب میرا دل بھی رکنے لگا تھا۔"

کمرے میں ہیٹر کی گرمی، روشنی کے لبوں پر ہلکی سی روشنی، اور زہان کی بانہوں کا حصار سب کچھ گواہ بن رہا تھا ایک ایسی محبت کا جو صرف اللہ کے در پر جا کر سچ ہو پائی تھی۔

☆☆☆

روشنی کی ہوش کی خبر پورے سوشل میڈیا پر آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ ہر نیوز چینل، ہر اسکرین پر صرف ایک ہی فقرہ چل رہا تھا۔

"خوشی راجپوت زندہ ہے اور ہوش میں آچکی ہے!"

منالی میڈیکور ہیلپ سینٹر جو عام دنوں میں ایک پر سکون پہاڑی اسپتال تھا۔ اب کسی مشہور ہستی کے استقبال کی جگہ بن چکا تھا۔ پورے ہندوستان سے لوگ آنے لگے تھے۔ کسی کے ہاتھ میں پھولوں کے گلدستے تھے، کسی کے ہاتھ میں چاکلیٹس، کوئی دعاؤں کی کتاب لے آیا تھا، اور کچھ لوگ صرف اس کی ایک جھلک پانے کے لیے قطار میں کھڑے تھے۔

ہسپتال کا لان، کوریڈور، دروازے سب رنگ و روشنی سے بھر گئے تھے۔ ہر طرف میڈیا رپورٹرز، کیمرہ مین، فینز، اور عام لوگ جمع تھے۔ "بس ایک نظر دیکھنا ہے خوشی راجپوت کو!" "ہم نے اس کے لیے دعائیں کی تھیں... آج وہ قبول ہو گئیں۔" "یہ صرف ایک سنگر نہیں، ایک تحریک ہے..."

روشنی نے دھیرے سے مسکرا کر آنکھیں جھپکائیں۔ ابھی وہ مکمل طور پر بولنے کے قابل نہیں تھی، مگر اس کی آنکھیں... وہ سب کچھ کہہ رہی تھیں۔

"دیکھو، اتنے لوگوں کو دیکھ کر میں جیلس ہو رہا ہوں... میری روشنی کو سب اپنے دل میں بسا رہے ہیں، اور مجھے لگتا ہے جیسے کوئی تمہیں مجھ سے چرا نہ لے!" زہان نے اس کے ہاتھ کو مزید مضبوطی سے تھاما اور آہستہ سے بولا۔

روشنی کی سانسیں ہلکی تھیں، مگر لبوں پر مسکراہٹ واضح تھی۔ اس نے آہستہ سے زہان کی انگلیاں دبائیں،

جیسے کہنا چاہتی ہو۔"دل تو تمہیں دے چکی ہوں،اب کوئی اور کیا لے گا؟"

"بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ...پھر یہ سب دنیا،شور،ویڈیوز،فینز سب سے دور،صرف ہم...ایکنئی زندگی،ایک نئی شروعات کریں گے۔"زہان جھک کر اس کے ماتھے پر ایک ہلکا سا بوسہ دیا اور آہستہ سے کہا۔

روشنی کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔شاید خوشی سے،شاید اس لمحے کی گہرائی سے یا شاید اس لیے کہاس نے جس اللہ سے دعا مانگی تھی،اس نے اسے زہان کی صورت میں سب کچھ دے دیا تھا۔

"تمہیں خبر ہے...میں نے ایک ایک لمحے میں تمہیں پکارا ہے،ایک ایک دعا میں صرف تمہارا نام لیا ہے۔اگر آج تم نہ جاگتیں...تو شاید میری سانسیں بھی تھم جاتیں،روشنی!"زہان نے اس کے بالوں کو آہستہ سے سہلایا۔

روشنی کی آنکھوں سے آنسو لڑھک کر گال پر گرنے لگے،یہ آنسو کمزوری کے نہیں تھے،یہ محبت کے تھے،شکر کے تھے،اور...زندہ ہونے کے ثبوت تھے۔

☆☆☆

"ہمیں جانا چاہیے ہماری بٹیاں موت کے منہ سے نکل آئی ہے۔"سونیا راجپوت،پرکاش راجپوت کے سامنے کھڑی منتیں کر رہی تھیں..اننیا بھی اس کے ساتھ تھی۔پرکاش راجپوت کے چہرے پر کرودھ کی پرچھائیاں تھیں۔ماتھا شکن آلود،آنکھوں میں تپتا ہوا شعلہ،اور ہاتھ میں پکڑا اخبار،

جیسے اُس کی بیٹی کی قسمت کی چٹھی ہو، جسے وہ بار بار پلٹ کر بھی نہ سمجھ پایا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے!"

اس کی آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر لوٹ آئی۔

"وہ ہمارے لیے اُس دن مر گئی تھی جب اُس نے ایک مسلمان لڑکے کا ہاتھ تھاما! میں نے کہا ہے اس گھر میں اُس کا نام لینا بھی پاپ ہے!"

سونیارا جپوت کا آنچل گالوں سے چپک چکا تھا۔ آنسو جیسے گنگا کے بہاؤ کی طرح رُکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔

"پرکاش جی! ایک بار... صرف ایک بار بیٹی کو درشن دے دیجیے۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"وہ آج بھی آپ کو 'بابا' کہہ کر یاد کرتی ہے... آپ کا آشیر واد مانگتی ہے۔ آپ کی پرچھائی تک کو ترس رہی ہے!" پرکاش نے غصے سے اخبار میز پر پٹخا۔ جیسے کسی مندر یہ کے بھجن میں ناگہانی شور ڈال دیا ہو۔

"مجھے اُس لڑکی سے کوئی لگاؤ نہیں۔ جس نے اپنے سناتن دھرم کا اپمان کیا، اپنے کل، اپنے گوتر، اور اپنے پِتا کو چھوڑا وہ میری بیٹی نہیں ہے... وہ کلنک ہے!"

اننیا آگے بڑھی۔

اس کے نین اشکوں سے بھرے تھے، مگر لہجہ... کسی شکتی کی مورتی کی مانند تھا۔

"پاپا... آپ ہی نے کہا تھا، بیٹیاں لکشمی ہوتی ہیں، کمزور نہیں! تو دیدی کا پاپ کیا تھا؟ کیا یہ کہ اُس نے اپنے دل کی سچائی کو مانا؟ کیا یہ کہ اُس نے ایک ایسے پرماتما کو چنا جس نے اُسے موت کے کنڈ سے نکالا؟"

پرکاش لمحہ بھر کے لیے ساکت ہو گیا۔ جیسے کوئی مندر کی گھنٹی ایک لمحے کو تھم جائے مگر پھر اُس نے چہرہ موڑ لیا۔

"بس اننیا! زیادہ مت بولو۔ اُس لڑکی نے اپنے گھرانے کی مریادا توڑی، آج ہم سب کو سماج کے سامنے شرمندہ کر دیا۔ وہ ہمارے کل کا بھرم تھی اور وہ بھرم ٹوٹ چکا!"

سونیا نے دھیرے سے سر ہلایا، اور کہا۔

"آپ جو بھی کہیں پرکاش جی... لیکن ایک بات دھیان رکھیے جب ایشور کسی کو زندگی بخشتا ہے، تو کوئی انسان اُس کا مارگ نہیں روک سکتا۔ خوشی اب صرف آپ کی بیٹی نہیں رہی وہ اب اُس ایشور کی پرکاش ہے، جس نے اُسے اندھکار سے نکال کر پھر سے جیون دیا ہے!"

پرکاش نے لمبی سانس لی... آنکھیں پلکوں کے پیچھے چھپا لیں، مگر ہونٹ... اب بھی بند تھے۔ جیسے دل کہیں اندر سے پگھلنے لگا ہو، مگر انا کی چٹان ابھی سلامت تھی۔

☆☆☆

رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔

آگرہ کی سڑکیں نسبتاً سنسان تھیں، مگر The Oberoi Amarvilas کے باہر ایک بے چین کار آکر رکی۔ شہرام گاڑی سے اترا، چہرہ تھکن، پریشانی اور ضبط کے ملاپ سے بھرا ہوا تھا۔ زہان کو جیسے اس کی آمد کا انتظار تھا۔ اس نے دروازہ کھولا، شہرام کی آنکھوں میں جھانکا اور گلے لگا لیا۔

"کیسی ہے وہ...؟"

شہرام کی آواز میں وہی ٹوٹا سا سوال تھا جو کئی دنوں سے اس کے دل میں قید تھا۔

"ابھی ہوش میں ہے... مگر کمزور ہے بہت۔"

زہان نے آہستگی سے کہا، جیسے الفاظ ادا کرنے سے پہلے خود ان کا بوجھ محسوس کیا ہو۔

"تم یہاں کیسے...؟" زہان نے نظریں اس پر گاڑھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا دوست پریشانی میں ہو اور میں نہ آؤں... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" شہرام نے ایک تھکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے... امی، گڑیا اور روحان کیسے ہیں؟" زہان نے ہلکا سا سر جھکایا، پھر نرمی سے پوچھا۔

شہرام کی مسکراہٹ لمحہ بھر کو دھندلا گئی،

"سب ٹھیک ہیں... مگر خوشی کے لیے بہت پریشان تھے۔"

"امی نے تو صاف کہا کہ تمہیں فوراً واپس آنا چاہیے...اور خوشی کی حفاظت تم سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔" اس نے آہستگی سے زہان کی آنکھوں میں دیکھا۔

زہان نے ایک گہری سانس بھری۔

"میں تو خود اپنی روشنی کی حفاظت میں ہر حد تک جا چکا ہوں شہرام...بس اب دعا ہے، وہ مکمل ٹھیک ہو جائے۔"

"بس وہ مسکرا دے...باقی سب کچھ بھول سکتا ہوں۔" شہرام نے ہلکی آواز میں کہا۔

"زہان...میں جانتا ہوں تمہیں اس سے محبت ہے...لیکن اگر کبھی...کسی لمحے تمہیں میری "ضرورت ہو، چاہے اس کے لیے ہو یا تمہارے لیے...بس یاد رکھنا، میں ہوں۔" کچھ لمحے دونوں خاموش رہے، پھر شہرام نے آہستہ سے کہا۔

شہرام کی آواز میں وہ خلوص تھا، جو کسی سچے رشتے کی پہچان ہوتا ہے۔

"میں جانتا ہوں...کہ تم اور روحان ہمیشہ میرے ساتھ کھڑے ہوتے ہو...ہر طوفان میں۔" زہان نے سر ہلایا، ایک لمحہ کو نگاہیں جھکائیں اور پھر نرمی سے مسکرا کر کہا۔

"اب چلو اندر...تمہیں کھانا کھلاتا ہوں۔ یہاں کی چائے اور کھچڑی دونوں میں شفقت ہے۔" پھر اس نے شہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھا،

"ایسے وقت میں بھی تمہارے پاس چائے کی بات ہے؟" شہرام ہلکا سا ہنسا۔

"جب دل بوجھل ہو، تو چائے میں بھی سکون ڈھونڈنا پڑتا ہے...اور تمہارا دوست ہوں، کمزوری تو بانٹوں گا ہی۔" زہان نے مسکرا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

دونوں اندر داخل ہوئے۔

شہرام نے ہلکے لہجے میں بتایا۔

"میں نے پہلے ہی اپنے لیے کمرہ لے لیا ہے تمہیں دیکھنے کے بعد آرام سے سو جاؤں گا۔"

زہان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"شکریہ، بس...اب تم آ گئے ہو تو دل کو کچھ قرار ملا ہے۔"

وہ کینٹین کی جانب بڑھ رہے تھے۔ راستے میں خاموشی تھی وہ خاموشی جو صرف قریبی دوستوں کے درمیان ہوتی ہے، جہاں الفاظ کی ضرورت کم، اور موجودگی ہی کافی ہوتی ہے۔

کینٹین میں آ کر زہان نے چائے اور دو کپ منگوائے، ساتھ کچھ ہلکی پھلکی چیزیں۔

"زہان، تمہارے لیے یہ وقت بہت کٹھن ہے، مگر تم... مضبوط لگ رہے ہو۔" شہرام نے کپ تھامتے ہوئے کہا۔

زہان کی مسکراہٹ تھکی ہوئی تھی۔

"مضبوط تو وہ لڑکی ہے جو موت کے منہ سے واپس آ رہی ہے۔ میں تو بس...اس کی سانسوں سے بندھا ہوا ایک نامکمل شخص ہوں۔"

"ایسامت کہو،" شہرام نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم اس کا حوصلہ ہو، اس کی دعا کا جواب ہو۔ تم نہ ہوتے تو آج وہ یہاں نہ ہوتی۔"

"کبھی کبھی سوچتا ہوں... کیا میں واقعی اس سب کے قابل ہوں؟" زہان نے نظریں نیچی کر کے کپ لبوں سے لگایا۔

"تم وہی ہو... جس کے لیے اللہ نے اسے لوٹایا۔ اور یہی بات تمہیں ہر لمحہ شکر گزار اور سربلند رکھے گی۔" شہرام نے نرمی سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

چائے ختم ہو چکی تھی، مگر ان دونوں کے درمیان خاموش تعلق مزید گہرا ہو چکا تھا۔

"اب چلیں، وہ جاگ گئی ہو شاید... میرا دل بے چین ہے۔" زہان نے گہری سانس لی۔

شہرام نے ہاں میں سر ہلایا۔ دونوں اٹھ کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

☆☆☆

صبح ہو چکی تھی۔ کمرے کی بڑی کھڑکی سے روشنی کی شعاعیں اندر آ رہی تھیں۔ زہان اور روشنی ناشتے کے بعد ایک ساتھ بیٹھے تھے، چائے کی پیالیوں سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

"اندر آ جاؤ..." زہان نے معمول کے انداز میں آواز دی۔

دروازہ کھلا۔

شہرام...!

سرمئی شرٹ، بلیک جینز، اور ہمیشہ کی طرح سادہ مگر سنجیدہ انداز۔

بال ہلکے سے ماتھے پر گرے ہوئے، نگاہوں میں وہ گہری سوچ... جو دل سے گزر کر آنکھوں تک آ گئی ہو۔

روشنی کی نگاہ جیسے ایک لمحے کو روشن ہو گئی۔

"ارے آپ...؟"

اس کی آواز میں حیرت بھی تھی اور ایک فطری چمک بھی۔

شہرام ایک لمحہ کے لیے رکا۔ دل جیسے ایک دھڑکن چھوڑ گیا۔ مگر اس نے خود پر قابو رکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"بس تم دونوں کو سلامت دیکھنے آیا تھا۔"

"ہم سلامت ہیں... اور تمہارے آنے سے مکمل بھی۔" زہان مسکرایا۔

شہرام اندر آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بہت کچھ دیکھ لیا... پر کل جو ویڈیو دیکھی... دل جیسے رک گیا تھا۔" اس کی آواز دھیمی تھی، مگر جذبات سے بھیگی ہوئی۔

روشنی نے نظر جھکالی۔ زہان نے روشنی کا ہاتھ تھامے رکھا۔ خاموش، پُر سکون، مگر ہر لمحے جیسے اس کے وجود کا محافظ ہو۔ شہرام نے ان کے درمیان وہ خاموش قربت دیکھی، اور دل جیسے لمحہ بہ لمحہ کسی بے آواز شیشے کی طرح ٹوٹتا چلا گیا۔ وہ لمحہ بھر کو پلکیں جھپک کر سانس روکے بیٹھا رہا۔ پھر ایک طویل سانس بھر کر گویا بوجھ اتارنے کی کوشش کی۔

"اچھا زہان... پاکستان جانے کا ارادہ کب ہے؟"

اس کی آواز مدھم تھی، جیسے دل کے اندر سے نکلی ہو۔ زہان نے روشنی کی طرف ایک نظر ڈال کر سنجیدگی سے کہا۔

"جب تک اس کے ماں باپ راضی نہیں ہوتے... تب تک نہیں۔"

شہرام نے آنکھیں بند کیں۔

"کب راضی ہوں گے...؟"

اس نے جیسے خود سے پوچھا ہو، یا شاید قسمت سے۔

زہان کی آواز میں سکون بھی تھا اور ایک ٹھہری ہوئی ضد بھی۔

"پتہ نہیں... مگر آج ہم دونوں ان کے گھر جائیں گے۔"

روشنی نے نظریں زہان پر گاڑ دیں۔ پہلی بار وہ اس وقت کی سنگینی کو پوری شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

"اگر مان جائیں، تو اچھا ہے... اور اگر نہ مانے، تو؟"

شہرام کا سوال ہوا میں جیسے کسی خالی گونج کی طرح پھیل گیا۔

"تو پھر... دو دن بعد ہم پاکستان کے لیے روانہ ہوں گے خاموشی کے ساتھ۔" زہان نے لمحہ بھر سوچا، پھر نرمی سے کہا۔

روشنی کی انگلیاں زہان کے ہاتھ میں مزید مضبوطی سے جڑ گئیں، جیسے اس سفر کی ہمراہی کا وعدہ اس کی گرفت میں چھپا ہو۔ شہرام نے ان دونوں کو دیکھا۔ اور دھیرے سے نظریں پھیر لیں۔

کیونکہ کچھ محبتیں صرف دل کی قبر میں دفن کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔

"اللہ تم دونوں کے لیے آسانی کرے..." اس نے بمشکل مسکرا کر کہا۔ پھر اپنی کرسی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

زہان نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے ایک لمحہ خاموشی اختیار کی۔ پھر روشنی کی طرف رخ موڑا۔

"چلو سویٹ ہارٹ... تیار ہو جاؤ۔" اس نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

روشنی نے دھیرے سے سر ہلایا۔ مگر اس کی پلکوں کے پیچھے ہلکی سی نمی تیر گئی۔ جیسے وہ جانتی ہو کہ یہ ملاقات... صرف ملاقات نہیں، بلکہ ایک فیصلہ ہونے جا رہا ہے۔

وہ خاموشی سے اُٹھی۔ آہستہ آہستہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔

سرمئی حجاب اور عبایہ اس نے پہلے سے سلیقے سے رکھ رکھا تھا۔ زہان کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔

روشنی نے تیار ہو کر آئینے میں خود کو دیکھا، پھر پلٹ کر زہان کی طرف رخ کیا۔

"چلو؟"

اس کی آواز دھیمی مگر پُراعتماد تھی۔ زہان نے اس کے قریب آکر سر ہلایا،

"اللہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم دونوں ساتھ ہیں... تو سب کچھ آسان ہو گا۔" دونوں آہستہ آہستہ کمرے سے نکلے۔

☆☆☆

دونوں راجپوت ہاؤس کے سامنے کھڑے تھے وہی دروازہ، وہی دیواریں، جن کے بیچ روشنی نے اپنا بچپن گزارا تھا... لیکن آج... آج وہ یہاں خوشی راجپوت بن کر نہیں، بلکہ "روشنی زہان ملک" بن کر آئی تھی۔ زہان نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا گرم، مضبوط، پُراعتماد۔ روشنی کی انگلیاں اُس کی گرفت میں تھیں، جیسے اُس کے دل کی دھڑکنیں بھی زہان کے یقین سے بندھی ہوں۔

"تیار ہو...؟" زہان نے آہستگی سے پوچھا۔ آنکھوں میں وہی نرمی تھی جو طوفان میں پناہ دیتی ہے۔

روشنی نے گہری سانس لی، چہرے پر نرمی، مگر دل میں لرزتا ہوا ساگر۔

"یہ دروازہ... شاید آخری بار کھٹکھٹاؤں گی، مگر اب ڈر نہیں... آپ ساتھ ہیں نا، زہان؟" زہان نے ہلکا سا سر جھکایا۔ ——————

”جہاں تم صرف میری نہیں، اپنے رب کی بھی ہو چکی ہو... وہاں میرا ساتھ تمہارا سائے کی طرح ہے نہ پیچھے ہٹے گا، نہ کبھی اوجھل ہو گا۔“

روشنی کی پلکیں بھیگ گئیں مگر اس نے خود کو سنبھالا اور دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔

زہان کی انگلیاں اس کی انگلیوں میں تھیں، جیسے وہی آسرا، وہی ہمت۔

اندر... پرکاش راجپوت صوفے پر بیٹھا تھا۔

سونیا نے دروازے کی آہٹ سنی، اننیا لپک کر کھڑکی کی طرف بڑھی اور دھک سے رہ گئی!

"دیدی...؟"

"کون ہے؟" سونیا کا دل ایک دم دھڑکنے لگا، اور پرکاش نے نظریں اٹھا کر کہا۔

دروازے کی بیل بجی، اور سونیا نے دروازہ کھولا۔

سامنے کھڑی تھی ایک نئی روشنی۔ سَر پر دوپٹہ، چہرے پر وقار، اور ہاتھ تھامے ہوئے ایک مسلمان لڑکا۔

"پتاجی... میں واپس آئی ہوں... اپنے حصے کی مٹی سے آخری بار ملنے... اگر اجازت ہو۔" روشنی نے آہستگی سے کہا۔ آواز میں لرزش تھی، مگر لہجے میں وہ وقار تھا جو صرف سچائی سے آتا ہے۔ گھر میں خاموشی چھا گئی۔

سونیا کا ہاتھ دروازے کے کنارے پر جم گیا۔ اننیا کی پلکیں لرز گئیں۔ اور پرکاش راجپوت... وہ چند لمحے کچھ نہ بولا۔ سختی سے بند کی ہوئی آنکھوں کی جگہ اب کچھ نرم سا سایہ اس کی نگاہوں میں ابھرا۔

"اسے...اندر آنے کو کہو۔"اُس نے آہستہ سے نظریں جھکائیں،اور پھر...دھیرے،ٹوٹے ہوئے لہجے میں بس اتنا کہا۔

سونیا کے ہونٹوں پر ہلکی سی کپکپاہٹ ابھری،آنکھیں بھیگ گئیں،اوراس نے دروازہ پورا کھول دیا۔

روشنی نے ایک پل زہان کی طرف دیکھا،وہ اب بھی اسی طرح اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔روشنی نے سر ہلایااور دو قدم آگے بڑھائی۔جیسے کوئی بیٹی شِومندر کے سینے پر دوبارہ دستک دے رہی ہو،جیسے کوئی بچھڑا ہوا ستارہ اپنے آکاش میں پلٹ رہا ہو...

گھر میں قدم رکھتے ہی روشنی کے ننگے پاؤں فرش سے لگے اور وہ لرز کر رہ گئی۔

یہ وہی مٹی تھی،جہاں اس نے پہلے قدم چلنا سیکھا تھا...لیکن آج...آج وہ اپنے ایمان کے وزنی قدموں کے ساتھ آئی تھی۔سونیا کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں،اننیا لپک کر روشنی کے گلے لگ گئی،

"دیدی!"بس یہی ایک لفظ اور برسوں کی دوری جیسے آنسوؤں میں بہہ گئی۔زہان نے خاموشی سے دروازے کے کونے میں کھڑے ہو کر یہ منظر دیکھا۔

دل میں شکر،لبوں پر دعا۔اور پر کاش...اس نے نظریں نہیں ملائیں،مگر اس کی آنکھوں میں وہ نمی تھی جسے صرف ایک باپ ہی چھپا سکتا ہے...

"تو تم نہیں چھوڑ رہی اسلام...؟"انہوں نے دھیرے سے پوچھا۔

"نہیں.."روشنی نے دھیرے سے سر نفی میں ہلایا۔

فرش پر نظریں جمائے روشنی نے چند لمحے کچھ نہیں کہا...

فضا میں خاموشی تھی، ایسی خاموشی جو آنکھوں میں سوال، اور دلوں میں زخم بن کر دھڑک رہی تھی۔

زہان اس کے ساتھ کھڑا تھا مضبوط، پُر وقار، مگر نظریں جھکی ہوئی تھیں، کیونکہ سامنے وہ شخص تھا... جس کی بیٹی اب اس کی بیوی تھی، مگر وہ باپ... خود کو شکست خوردہ محسوس کر رہا تھا۔

"کیا کمی تھی یہاں...؟" پرکاش راجپوت نے دوبارہ سوال دہرایا۔ مگر اس بار آواز میں غصہ نہیں تھا... صرف تھکن تھی، ایک ہارے ہوئے باپ کی تھکن۔

"کمی...؟ نہیں پاپا، آپ نے کبھی کوئی کمی نہیں چھوڑی... پر جو کمی میرے دل میں تھی... وہ صرف اللہ نے پوری کی۔" روشنی نے نظریں اٹھائیں، آہستہ سے بولی۔

اننیا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ سونیا راجپوت نے منہ پھیر لیا، اور ماحول میں جیسے نمی سی رچ گئی۔

"یہ کوئی ضد نہیں تھی... نہ ہی بغاوت، یہ... ایک پکار تھی... جو رب کے در سے آئی، اور میں نے اس پکار پر لبیک کہا۔" پرکاش راجپوت نے لبوں پر زبان پھیری۔ جیسے دل کی سختی کو نگلنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"تو تم واقعی مسلمان ہو چکی ہو...؟" ان کے لب کانپے۔

"جی... اور فخر سے کہتی ہوں کہ میں اب روشنی زہان ملک ہوں... اور میرا دین... اسلام ہے۔" روشنی نے زہان کا ہاتھ تھام لیا۔ اور مضبوط لہجے میں کہا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی ایک لمحے کے لیے وقت جیسے ٹھہر گیا۔

"ٹھیک ہے مگر تم کبھی ہم میں سے کسی سے نہیں کہو گی کہ ہم مسلمان ہو جائیں۔۔"پرکاش راجپوت کی آواز میں اب سرد مہری تھی۔روشنی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جتنی دن یہاں رہنا ہے رہ سکتی ہو مگر یہاں تم اپنی عبادت نہیں کرو گی۔"زہان کا ہاتھ روشنی کے ہاتھ پر مزید سختی سے جُڑ گیا

۔

اس کی انگلیوں کی گرفت گویا اُس کے دل میں اٹھنے والے طوفان کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

روشنی نے باوقار خاموشی سے اپنے باپ کی بات سنی۔

اور پھر دھیرے سے کہا۔

"ٹھیک ہے...میں کسی پر اپنا ایمان نہیں تھوپوں گی...کیونکہ ایمان،زبردستی سے نہیں...دل سے ہوتا ہے۔"اس کی آواز ہلکی،مگر الفاظ مضبوط تھے۔

"رہی بات عبادت کی...تو اگر آپ کے گھر میں میری سجدہ گاہ کو جگہ نہیں ملتی،تو میں دل میں سجدہ کر لوں گی۔رب در و دیوار کا محتاج نہیں ہوتا...بس دل کا اخلاص دیکھتا ہے۔"

اننیا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے،اس نے روشنی کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی۔مگر سونیا بیگم نے سرد نظروں سے بیٹی کو روکا،جیسے اس کی ممتا بھی دو راہوں پر کھڑی تھی۔

"آپ کی شرائط منظور ہیں، پاپا، لیکن میری پہچان میرا ایمان اب نہیں بدلے گا۔"

زہان نے ایک لمحے کو روشنی کو دیکھا۔ پھر نظریں پرکاش راجپوت کی آنکھوں میں ڈال کر بولا۔

"آپ کی بیٹی اب کمزور نہیں ہے... نہ ہی کسی بہکاوے کا شکار... وہ روشنی ہے، اور اب اس کی روشنی اسے کبھی اندھیرے میں نہیں جانے دے گی۔"

پرکاش راجپوت نے آنکھیں میچ لیں، جیسے ایک باپ نے اپنی ہاری ہوئی انا کو اندر ہی اندر دفن کر دیا ہو۔

"ٹھیک ہے... دو دن، تین دن... جتنے دن چاہو، رہ لو۔ لیکن یہ رشتہ... میرے گھر کی دیواروں سے باہر ہی رہے گا۔" روشنی نے دھیرے سے سر جھکایا۔

اور زہان کے ساتھ اپنے روم میں آئی۔ اور زہان کا ہاتھ پکڑ کر کھڑکی کے طرف لے آئی۔

"آپ کو پتہ ہے زہان اسی کھڑکی سے میں تاج محل کو دیکھتی تھی اور یہی سوچتی کہ ایک دن مجھے بھی پیار کرنے والا ملے گا.."

زہان نے خاموشی سے روشنی کی بات سنی۔ اور اس کھڑکی سے باہر جھانکا، جہاں شام کی ہلکی سنہری روشنی تاج محل کے سفید گنبد پر چمک رہی تھی۔

"اور اب...؟" زہان نے نرمی سے پوچھا۔

"اب وہ خواب حقیقت بن چکا ہے... آپ ہے، محبت ہیں... اور وہ دعا جو میں نے برسوں پہلے مانگی تھی، وہ قبول ہو چکی ہے۔" روشنی نے مسکراتے ہوئے سر اس کے کندھے سے لگا دیا۔

زہان نے اس کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلائیں۔

"تو کیا میں تمہارا تاج ہوں...؟" اس نے شرارت سے کہا۔

"نہیں... آپ تو میری سلطنت ہیں جس میں دل کے سارے خزانے چھپے ہیں۔" روشنی ہنس پڑی۔

زہان نے اس کے چہرے کو تھوڑا سا اونچا کیا۔

"اور تم میری قیمتی سرمایہ ہو... میری عزت... میرے بچوں کی ماں..."

زہان نے گہری، بھرپور نظروں سے اسے دیکھا۔

ایسی نظر جو دعاؤں، خوابوں اور ایک مکمل زندگی کی وعدہ بند آنکھ تھی۔

"آپ بھی نہ..." روشنی شرما گئی، ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیلی، اور وہ زہان کے سینے پر آہستگی سے سر رکھ کر بولی۔

"ایسا لگتا ہے جیسے... اب ہر دھڑکن آپ کے نام سے جڑی ہے۔"

"اور ہر خواب تمہارے لمس سے جڑا ہے، روشنی... جب تم میرے قریب ہوتی ہو، تو دنیا کی ہر کمی پوری لگتی ہے۔" زہان نے اس کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

روشنی نے اس کے دل کی دھڑکن پر اپنا کان رکھا۔

"یہی دل تو تھا، جس نے مجھے میرے رب تک پہنچایا... اور مجھے وہ نام دیا جس پر آج فخر ہے

زہان ملک کی روشنی۔اور تم وہ روشنی ہو، جس نے میرے گھر میں، میرے دل میں، اور میرے ایمان میں اجالا کر دیا ہے۔" زہان نے اسے تھوڑا سا خود سے جدا کیا۔اس کی پیشانی کو چوم کر بولا۔

فضا خاموش تھی، مگر دلوں میں محبت کی سرگوشیاں جاری تھیں۔اور کھڑکی کے پار...تاج محل کی سفید دیواریں اس محبت کے گواہ بن رہی تھیں۔

☆☆☆

زہان کو رات کو ایک ایسی خبر ملی تھی... جس نے اس کے وجود کو جھنجھوڑ دیا۔ خبریں سننے کے بعد، وہ ایک پل کے لیے بھی ہندوستان میں رکنے کے حق میں نہیں تھا۔وہ خاموشی سے روشنی کے ساتھ واپس آیا۔نہ کسی کو کچھ بتایا، نہ کوئی بات کی۔روشنی اس کی خاموشی کو محسوس کر چکی تھی۔اس کی نگاہوں کی گہرائی میں بے چینی، اور قدموں کی تیزی میں بے قراری صاف دکھائی دے رہی تھی۔

وہ دونوں روشنی کے ماں باپ سے الوداعی ملاقات کے بعد واپس ہوٹل آئے۔

زہان نے دروازہ بند کرتے ہی سوٹ کیس کھولا اور کپڑے پیک کرنے لگا۔

"زہان..."

روشنی نے نرمی سے اس کا بازو چھوا۔

"کیاہواہے؟آپ اتنے بے قرار کیوں ہیں؟"

زہان نے لمحہ بھر نظریں اٹھائیں۔چہرے پر ضبط کی لکیریں تھیں۔

"روشنی...ہمیں جاناہوگا۔ابھی کی فلائٹ بک کروارہاہوں۔میں ایک لمحہ بھی یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔"

"مگر کیوں؟کیاہوا؟"

روشنی کی آواز لرزنے لگی۔

"امی کوہرٹ اٹیک آیاہے۔"

"کیا...؟"

اس کی آواز جیسے ایک لمحے کورُک گئی۔روشنی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

زہان نے فوراًموبائل لیا۔کچھ دیر اسکرین پر دیکھا،اور پھر روشنی کی طرف پلٹا۔

"روشنی...ہمیں ابھی نکلناہوگا۔میں فلائٹ بک کررہاہوں،بس تم فوراًتیار ہوجاؤ۔"

روشنی نے دھندلائی نظروں سے اثبات میں سرہلایا۔

"زہان...اگرامی کوکچھ ہوگیاتو؟"

اس کی آواز جیسے رگوں میں لرزتی دعابن چکی تھی۔

"ششش! روشنی امی کو کچھ نہیں ہو گا وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔" زہان اسے تسلی دینے لگا۔

خوشی نے ہاں میں سر ہلایا۔

چند ہی لمحوں میں وہ عبایہ اور سرمئی رنگ کا حجاب پہن کر تیار ہو گئی۔ زہان نے پاس آ کر اس کے دوپٹے کا ایک کونا سنوارا۔

"چلو... روشنی۔"

روشنی نے آہستگی سے سر ہلایا۔

زہان نے فون نکالا، ٹکٹ اور کار کنفرم کی۔

"گاڑی نیچے آ چکی ہے، راستے میں دعا پڑھتے رہنا، اور دل کو مضبوط رکھنا..." روشنی نے جیسے اپنے آنسو اندر روک لیے تھے۔

اب وہ کمزور بیٹی نہیں، ایک بیوی اور ایک دعا بن چکی تھی۔ ہوٹل کے در و دیوار ان کی تیز قدموں کی گونج سن رہے تھے۔ اور لفٹ میں کھڑے وہ دونوں صرف خاموش تھے۔

مگر دلوں میں ایک ہی آواز تھی۔

"امی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے..."

گیٹ کے باہر فجر کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، زہان نے دروازہ کھولا، روشنی اندر بیٹھی۔ وہ دونوں تیزی سے ہوٹل سے نکلے۔ اور راستے میں فلائٹ کنفرم کرواتا رہا۔

زہان نے فون تھاما ہوا تھا اور تیز قدموں سے ایئرپورٹ کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ روشنی اس کے ساتھ تھی، مگر اس کی نظریں مسلسل خالی خلا میں تھیں جیسے ہر لمحہ صرف ایک دعا میں ڈھل چکا ہو۔

"ہاں روحان، امی کیسی ہیں...؟"

زہان نے فون کان سے لگا کر تیزی سے پوچھا، آواز میں اضطراب تھا۔

"ڈاکٹر نے ابھی کچھ نہیں بتایا... بس انتظار ہے..."

روحان کی آواز تھکی، اور بوجھل تھی۔

زہان نے گہری سانس لی، اور نظریں روشنی کی طرف دوڑیں جو خاموشی سے چل رہی تھی، مگر اس کے چہرے پر خوف کی چادر صاف نظر آ رہی تھی۔

"اور نازنین...؟"

زہان نے دھیرے سے پوچھا، جیسے ایک اور صدمے کی تیاری کر رہا ہو۔

"پوچھ مت یار... رو رو کے اپنا برا حال کر لیا ہے... چپ ہی نہیں ہو رہی۔" روحان کے الفاظ جیسے زہان کے دل پر چوٹ بن کر اترے۔

"ہم آ رہے ہیں... بس دعا کرنا، فلائٹ میں تاخیر نہ ہو۔" زہان نے لمحہ بھر کے لیے آنکھیں بند کیں، اور آہستہ سے بولا۔

"امی ابھی ہوش میں نہیں آئیں؟" روشنی نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"نہیں... مگر ہم جا رہے ہیں، اور ان شاءاللہ... وہ ہمیں دیکھ کر آنکھ ضرور کھولیں گی۔" زہان نے فون بند کرتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ایئرپورٹ کی راہداری میں یکدم شور اٹھا۔ کئی لوگ موبائل کیمروں کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

"وہی ہے نا... خوشی راجپوت! یہ تو واقعی زندہ ہے! خدا کی قسم... ویڈیو میں جو گری تھی، یہ وہی ہے!"

کئی آوازیں، کئی نظریں، روشنی کی طرف بڑھتی جا رہی تھیں۔ روشنی نے چونک کر ارد گرد دیکھا، چند لمحوں کو قدم رُک گئے۔ اس کی سانس جیسے پھنس گئی۔ ہجوم، چمکتی آنکھیں، سوال کرتے چہرے، اور موبائل کیمروں کی لال بتیاں۔

"روشنی عرف خوشی راجپوت! کیا آپ ہمیں کچھ کہنا چاہیں گی؟" ایک رپورٹر نے مائیک بڑھایا۔

"کیا یہ سب پبلسٹی سٹنٹ تھا؟"

"آپ نے مذہب کیوں بدلا؟"

"آپ ابھی کہاں جا رہی ہیں؟"

سوالات کا سیلاب تھا۔

زہان فوراً اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"پلیز... راستہ دیجیے... ایمرجنسی ہے!" اس کا لہجہ تھامے ہوئے غصے میں ڈھل رہا تھا۔ روشنی نے نظریں جھکا لیں۔ چہرہ آدھا حجاب میں چھپا ہوا تھا۔ مگر آنکھوں میں آنسو تھے۔

شاید اس بے وقت شہرت کے طوفان پر، یا ماں کی زندگی کی ڈولتی ڈور پر۔ تبھی ایئرپورٹ سیکیورٹی حرکت میں آئی۔

"سائیڈ پلیز! راستہ بنائیں..." سیکیورٹی نے راستہ صاف کروایا۔

"بس آنکھیں بند کرو... اور میرے ساتھ رہو۔" زہان نے روشنی کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔

خوشی کی پلکیں نم ہو گئیں۔ وہ چند لمحوں کے لیے رُکی، پھر آہستگی سے پلٹی۔ ہجوم کے بیچ کھڑے وہ چہرے... جن میں کچھ اپنائیت تھی، کچھ حیرت، اور کچھ ادھوری محبت۔

"خوشی راجپوت آپ پاکستان جاری ہے دیکھیں مت جائیں... ہم تمہیں بہت یاد کریں گے!"

"خدا حافظ خوشی!"

"تم ہمیشہ ہماری روشنی رہو گی!"

"تم نے ہمت کی... تم نے جینا سکھایا..."

لوگوں کی آوازوں میں صرف شوق نہیں تھا۔ احترام بھی تھا، مان بھی تھا۔

روشنی نے لب ہلائے، مگر آواز نہیں نکلی بس آنکھوں سے ایک بے آواز سا "شکریہ" نکلا۔

پھر اس نے زہان کی طرف دیکھا، جو سادگی سے، خاموشی سے، اس کی ڈھال بنا کھڑا تھا۔

"الوداع... لیکن یہ میرا خاتمہ نہیں، میری نئی شروعات ہے...ایک نئی شناخت کے ساتھ۔" روشنی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا،اور پھر ایک آخری بار لوگوں کو دیکھ کر کہا۔

چند آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، کئی دلوں میں دعائیں جاگ اٹھیں۔

روشنی اور زہان آگے بڑھ گئے۔ائیر پورٹ کی راہداری سے،ایک نئی زندگی،ایک نئے وطن کی طرف۔جہاز کے دروازے پر قدم رکھتے ہوئے روشنی نے ایک لمحے کو رک کر پلٹ کر دیکھا۔

یہ آخری منظر تھا بھارت کا... جہاں وہ خوشی راجپوت کے نام سے جانی جاتی تھی۔

اب وہ سب پیچھے رہ گیا تھا گلیاں، نام، شہرت، دکھ،اور وہ یادیں جو کسی فلم کی طرح اس کی زندگی کا ایک باب بن چکی تھیں۔

"چلو روشنی...اب تمہاری اصل پہچان کی سرزمین تمہارا انتظار کر رہی ہے۔" زہان نے نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا۔

جہاز میں داخل ہوتے ہیر وشنی کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔وہ ایک نئی شروعات پر روانہ ہو رہی تھی، لیکن اس بار تنہا نہیں تھی۔

جہاز نے اڑان بھری، بادلوں کو چیرتا،بلندیوں کو چھوتا، جیسے خود آسمان بھیاس جوڑے کے لیے دعا کر رہا ہو۔روشنی نے کھڑکی سے نیچے جھانکا،ہر منظر چھوٹ رہا تھا پر دل میں سکون تھا۔

"زہان..."اس نے آہستگی سے کہا۔"ہم واقعی جا رہے ہیں؟"

"ہاں...اور اس بار ہمیشہ کے لیے۔" زہان نے اس کا ہاتھ تھاما اور سر ہلایا۔

"مشہور ہونا بھی گناہ ہے زہان یہ لوگ ہمیں اکیلا نہیں چھوڑتے.." روشنی نے زہان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

زہان نے نرمی سے اس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھا، اور گہری سانس لیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"روشنی... مشہور ہونا گناہ نہیں ہے، لیکن شہرت کو اپنے رب سے بڑا مان لینا... شاید وہ گناہ ہے۔"

روشنی خاموشی سے اس کی بات سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وہی تھکن، وہی درد تھا۔

جو بار بار پہچان لیے جانے سے جنم لیتا ہے۔

"یہ لوگ ہمیں اکیلا نہیں چھوڑتے زہان... جیسے ہر کوئی ہم سے کچھ لینا چاہتا ہے... ہمیں جینا ہے، عام لوگوں کی طرح... بس، عام۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

زہان نے ایک پل کو کھڑکی کے باہر دیکھا نیچے بادلوں کی سفید چادر پھیلی ہوئی تھی، جیسے زمین اور آسمان کے درمیان ایک نیا راستہ بن رہا ہو۔

"ہم عام ہیں روشنی... بس رب نے ہمیں خاص وقتوں سے گزارا ہے۔ یاد رکھو، جس شہرت نے تمہیں دکھ دیا... اسی شہرت نے تمہیں مجھ تک پہنچایا۔ اور جس پہچان نے تمہیں تنہا کیا... اسی پہچان نے تمہیں روشنی بنایا، خوشی راجپوت نہیں۔"

روشنی نے آہستہ سے سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

"کبھی کبھی دل چاہتا ہے سب مٹ جائے... بس ہم رہیں، اور ہمارا سکون۔"

"تو ہم سب مٹا دیں گے...اور جو باقی رہے گا، وہ صرف ہم ہوں گے۔ایک سادہ، عام، اور سکون بھری زندگی۔ان شاءاللہ۔"زہان نے ہنستے ہوئے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

جہاز کا اعلان ہوا، پاکستان کی فضاؤں میں داخل ہونے کا وقت تھا۔

☆☆☆

روحان نازنین کے ساتھ اسپتال کے ویٹنگ ایریا میں بیٹھا تھا۔نازنین کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں، آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے، اور ہاتھوں میں فرحانہ بیگم کا دوپٹہ تھا، جو وہ بار بار آنکھوں سے لگاتی، سینے سے لگاتی۔

"دیکھو نازنین..."

روحان نے اس کا ہاتھ تھاما، نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"خالہ کو کچھ نہیں ہوگا...وہ بہت بہادر ہیں، تمہیں معلوم ہے نا؟"

نازنین نے خاموشی سے سر ہلایا، مگر آنسو پھر بھی تھم نہیں رہے تھے۔

"یہ سب اللہ کی آزمائش ہے...اور تمہیں ہمت نہیں ہارنی۔زہان اور روشنی راستے میں ہیں، بس آنے ہی والے ہیں۔"روحان نے تسلی دیتے ہوئے اسے قریب کیا۔

"جب وہ آئیں گے تو آنٹی کو تم سب کے درمیان پا کر وہ بھی ہمت کریں گی..."

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ امی کو یوں اسپتال میں دیکھوں گی..." نازنین کی آواز ٹوٹ رہی تھی، "وہ ہمیشہ سب کے لیے مضبوط بن کر کھڑی رہی، اور آج..."

"اور آج ہم سب ان کے لیے مضبوط بنیں گے۔" روحان نے اس کی بات مکمل کی۔

"خالہ کو ہماری دعاؤں کی، ہماری طاقت کی ضرورت ہے...اور وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"تم نے کبھی نہیں چھوڑا روحان...نہ امی کو، نہ مجھے۔" نازنین نے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

روحان مسکرا دیا، "کیونکہ ہم فیملی ہیں...اور خاندان ایک دوسرے کا سہارا ہوتے ہیں، خاص طور پر ایسے وقتوں میں۔"

اسی لمحے اسپتال کے مرکزی دروازے پر ایک ہلچل سی مچ گئی۔

ریسپشن کے پاس موجود عملہ، مریضوں کے لواحقین، اور ویٹنگ ایریا میں بیٹھے کچھ لوگ چونک کر مڑنے لگے۔

زہان اندر داخل ہوا سانس پھولا ہوا، ماتھے پر پسینہ، آنکھوں میں بے قراری، اور ہاتھ میں روشنی کا ہاتھ تھا جو عبایہ اور حجاب میں لپٹی، خاموشی سے قدم بڑھا رہی تھی۔

زہان تیزی سے بھاگتے ہوئے ویٹنگ ایریا میں پہنچا۔

"روحان!" اُس کی آواز میں بے تابی تھی۔

روحان ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"زہان!"

"امی... کیسی ہیں؟ کیاڈاکٹر نے کچھ کہا؟" زہان نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے روحان کے کندھے پکڑے۔

"ابھی ہوش نہیں آیا... لیکن حالت مستحکم ہے۔ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں خطرہ ٹل گیا ہے، مگر دعاؤں کی ضرورت ہے۔" روحان نے آہستہ سے جواب دیا۔

اتنے میں نازنین روشنی کو دیکھ کر لپک کر اس سے لپٹ گئی۔

"بھابھی...امی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے، وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتیں!"

"کچھ نہیں ہوگا نازنین... کچھ نہیں ہوگا، ان شاءاللہ۔" روشنی نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔

"امی کا کمرہ سی سیکشن میں ہے... تم جاؤ، وہ تمہیں محسوس کریں گی۔" روحان نے آہستگی سے زہان کے کان میں کہا۔

زہان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں امی کے پاس جارہا ہوں... تم روحان اور نازنین کے ساتھ رہو۔" روشنی کے ہاتھ کو نرمی سے دبایا اور کہا۔

روشنی نے ہاں میں سر ہلایا۔

"روحان، شہرام کہاں ہے...؟" زہان نے شہرام کی عدم موجودگی محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اسے ڈاکٹر نے انجکشن کے لیے بھیجا ہے۔"

زہان نے اثبات میں سر ہلایا۔اور روشنی کا ہاتھ نرمی سے چھوڑتے ہوئے فرحانہ بیگم کے وارڈ کی طرف بڑھ گیا۔

روحان نے روشنی کے ساتھ بینچ کی جانب رخ کیا۔

"تم بیٹھو، میں نازنین کے ساتھ ہوں۔" وہ دھیرے سے بولا۔

روشنی خاموشی سے بیٹھ گئی، دل جیسے تیز دھڑک رہا تھا...

روحان نے فون نکال کر شہرام کو میسج کیا۔

"کہاں ہو؟ زہان تمہیں پوچھ رہا ہے۔ وہ دونوں ابھی پہنچے ہیں.."

دوسری طرف، اسپتال کے ڈسپنسری ایریا میں، شہرام دوا لینے کے بعد آہستہ آہستہ واپسی کی طرف جا رہا تھا۔اس کے ہاتھ میں دوا کا ایک پیکٹ تھا، اور دل میں بے چینی... فون کی وائبریشن ہوئی، اس نے میسج پڑھا اور فوراً قدم تیز کر دیے۔

☆☆☆

زہان دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا وارڈ کے اندر داخل ہوا۔ کمرے میں نیم تاریکی تھی، ایک طرف مانیٹرز کی ہلکی ہلکی بیپ کی آواز گونج رہی تھی۔ فرحانہ بیگم کا چہرہ سپید چادر کے سائے میں چھپا ہوا تھا، ناک پر آکسیجن ماسک، آنکھیں بند، چہرہ زرد، جیسے زندگی کا دھیما دھیما چراغ جل رہا ہو۔ زہان کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو تھم سی گئی۔ وہ آگے بڑھا، آہستہ سے

بیڈ کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھا۔اُس نے ان کا ہاتھ تھاما۔وہی ہاتھ جو شاید برسوں پہلے اس کا ہاتھ تھام کر دعائیں کرتی تھیں۔

"امی..."زہان نے آہستہ سے کہا، جیسے ان کے دل کی گہرائی تک اپنی آواز پہنچانا چاہتا ہو۔

"امی میں زہان ہوں...آپ کا پیارا بیٹا۔آپ ہمیں یوں خاموشی سے مت دیکھیں...ایک بار آنکھیں کھول دیں، ہم آ گئے ہیں...آپ کے پاس۔"

اس کی آواز رندھ گئی، آنکھیں نم ہو گئیں۔

فرحانہ بیگم کے ہاتھ میں جنبش ہوئی۔زہان نے پلکیں جھپکیں...

اُس کی انگلیوں کے درمیان دبی فرحانہ بیگم کی انگلی میں ہلکی سی حرکت محسوس ہوئی۔

"امی؟"اُس نے حیرت اور امید کے بیچ کی کیفیت میں کہا۔جیسے لفظوں میں سانس اٹک گئی ہو۔

فرحانہ بیگم کی بند پلکیں ہلنے لگیں۔ایک گہری سانس...اور آکسیجن ماسک کے نیچے سے ان کے لب تھوڑا سا جنبش کرنے لگے۔

زہان فوراً جھک کر قریب ہو گیا۔فرحانہ بیگم کی پلکوں میں ہلکی سی لرزش ہوئی۔

چہرے پر پڑی بے رنگی کے باوجود، ان کی روح جیسے زہان کی آواز پہ لوٹنے لگی تھی۔

"امی...آنکھیں کھولو...میں زہان...آپ کا بیٹا..."

زہان کی آواز بھرّا گئی۔

"آپ کی پیاری بہو، روشنی...وہ بھی آگئی ہے، آپ سے ملنے...آپ کے قدموں میں بیٹھنے..."

آکسیجن ماسک کے پیچھے ہونٹ جیسے ہلے، اور بڑی مشکل سے ایک مدھم سی سرگوشی نکلی۔

"روشنی..."

زہان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔ زہان کی آواز میں خوشی، حیرت اور گھبراہٹ سب شامل تھے۔

"ڈاکٹر...پلیز فوراً آئیں! امی ہوش میں آرہی ہیں!"

وہ تقریباً چیختے ہوئے ریسیپشن کی طرف بھاگا۔

روشنی کا دل زور سے دھڑکا۔

"کیا...کیا کہا؟"

وہ بے اختیار کھڑی ہوئی۔

شہرام، نازنین، اور روحان سب اپنی جگہ چونک گئے۔

"ٹھیک ہے آپ سب باہر رہے میں دیکھ کر آپ سب کو بتاتا ہوں.." ڈاکٹر اندر جانے سے پہلے سب کو بتا کر اندر گیا۔

روشنی کی سانس جیسے رک گئی، زہان نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما،

"دعا کرتے رہنا...وہ ہماری دعاؤں سے واپس آئیں گی۔"

ڈاکٹر آہستہ سے دروازہ بند کر کے اندر چلا گیا، وارڈ کے باہر سب کی نظریں اسی دروازے پر ٹکی تھیں۔ایک ایک لمحہ جیسے صدیاں بن گیا ہو۔نازنین نے ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کر لیں،

روحان کی نظریں فرش پر جمی تھیں مگر دل دروازے کے پار تھا۔

شہرام کبھی کبھار نظر اٹھا کر روشنی کو بھی دیکھتا۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ڈاکٹر باہر آیا، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"الحمدللہ...پیشنٹ ہوش میں ہیں، کمزوری بہت ہے لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں۔"

روشنی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔زہان نے اس کا ماتھا چوما۔

شہرام نے یہ منظر دیکھا۔زہان کا محبت سے روشنی کا ماتھا چومنا،اور روشنی کا آنکھیں بند کر کے لمحے کو محسوس کرنا۔اس نے ایک گہرا سانس لیا،اور تکلیف چھپاتے ہوئے، آنکھیں بند کر لیں...جیسے خود سے کچھ چھپانا چاہتا ہو۔دل کے اندر کہیں درد کی ایک لہر ابھری، مگر چہرے پر خاموشی تھی۔بس آنکھوں کے کونے کچھ نم سے ہو گئے تھے۔

"تم خوش ہونا..."اس نے دل ہی دل میں کہا۔

"تو میں بھی خوش ہوں...چاہے دل کتنا ہی رو رہا ہو۔"

☆☆☆

سب کے قدموں میں جیسے جان آگئی تھی۔فرحانہ بیگم ہوش میں آچکی تھیں،اوراب نیم مسکراہٹ کے ساتھ بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھیں۔نازنین کی آنکھیں نم تھیں،وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔

"امی!"

اس کی آواز میں ٹوٹاہوا سکون تھا۔وہ بھاگ کر فرحانہ بیگم سے لپٹ گئی۔فرحانہ بیگم نے کمزور ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو تھام لیا،اوراس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"امی آپ ٹھیک ہیں نا؟"نازنین کے لب کپکپا رہے تھے۔

"میں تم سب کی دعاؤں سے زندہ ہوں،بیٹا..."فرحانہ بیگم نے دھیرے سے سر ہلایا،اور کہا۔

زہان بھی آکران کے ساتھ بیٹھااور کندھے پر سر رکھا۔

"امی آپ نے ہم سب کی جان نکالی تھی۔"

فرحانہ بیگم نے زہان کے سر پر ہاتھ رکھا۔ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

"بیٹا...ماں بن کر دل بہت کمزور ہو جاتا ہے..."

"اب دوبارہ ایسامت کیجیے گا،امی...ہم آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہیں۔"زہان نے ان کے ہاتھ کو تھام لیا۔

روشنی خاموش کھڑی سب کچھ سن رہی تھی، فرحانہ بیگم کی نظریں اس پر پڑیں، انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔

"آؤ، بیٹا... میری بہو... میری روشنی..."

روشنی کی پلکیں بھیگ گئیں، وہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھی، اور فرحانہ بیگم کے سینے سے لگ گئی۔

"امی... آپ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں بیٹا، بس تمہیں دیکھ لیا... اب سب ٹھیک ہے۔"

"اچھا زہان مجھے تم سے بات کرنی ہے..." فرحانہ بیگم نے زہان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"قربان امی حکم کریں.." زہان نے ان کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ اب ہمیں نازنین اور روحان کا نکاح کر دینا چاہیے..." زہان نے چونک کر امی کی طرف دیکھا، پھر ہلکا سا مسکرایا۔

"امی... آپ کو ہوش آیا ہے اور آپ نے پہلا خیال یہی کیا؟"

"ہاں بیٹا... موت کو اتنے قریب سے دیکھ کر یہی سمجھ آیا کہ کچھ فیصلے وقت پر کر لینا بہتر ہوتے ہیں۔ نازنین اب بچی نہیں رہی... اور روحان... وہ میرے لیے بیٹے سے کم نہیں۔" فرحانہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

زہان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر آپ کی رضا ہے...اور نازنین بھی خوش ہے، تو پھر میں بھی یہی چاہتا ہوں، امی۔"

"امی آپ بھی نہ.." نازنین نے شرماتے ہوئے دوپٹے میں منہ چھپایا۔

روحان مسکرایا۔

"اوہو دلہا بھی شرما رہا ہے.." شہرام نے اس کے کندھے پر چپت مارتے ہوئے کہا۔

کمرے میں ہنسی کی مدھم لہر دوڑ گئی۔

"ارے واہ... لگتا ہے رشتہ پہلے سے ہی دل میں طے ہو چکا تھا!" فرحانہ بیگم نے خوش ہو کر سب کو دیکھا۔

"میں تو کب سے تیار تھا... بس انتظار تھا آپ سب کے فیصلے کا۔" روحان نے نظریں جھکاتے ہوئے شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بس پھر ٹھیک ہے، اب جلدی سے تاریخ طے کرتے ہیں، تاکہ خوشی کا یہ لمحہ رسمی طور پر بھی ہمارے ساتھ جُڑ جائے۔" زہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری شادی کی تیاریاں ہم دونوں مل کر کریں گے...اور تم سب سے خوبصورت دلہن بنو گی۔" روشنی نے نازنین کا ہاتھ تھاما۔

"اور شہرام بتاؤ تمہیں کس سے شادی کرنی ہے..؟" فرحانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شہرام کے چہرے سے مسکراہٹ جیسے اچانک غائب ہو گئی۔اس نے نظریں جھکالیں،اور لبوں پر زبردستی ایک ہلکی سی مسکراہٹ سجائی۔

"خالہ...ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

اس کی آواز میں وہ کھویا ہوا سکوت تھا،جو دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہے۔

فرحانہ بیگم نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔

"بیٹا،تم جانتے ہو تم ہمارے لیے کتنے عزیز ہو...تمہاری خوشی بھی ہمیں اتنی ہی عزیز ہے جتنی باقی سب کی۔"

شہرام نے گہری سانس لی،پھر نظریں زہان اور روشنی پر ڈالیں،جو خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"کچھ فیصلے وقت پر چھوڑ دینے چاہییں،خالہ۔ابھی میرے دل میں جو ہے،وہ صرف میرے رب کو معلوم ہے۔"

فضا میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

"جب تمہارا دل کہے...ہم سب تمہارے ساتھ ہوں گے۔"زہان نے نرمی سے شہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

شہرام نے اثبات میں سر ہلایا،مگر اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو وہ کہنا چاہتا تھا،مگر زبان تک نہیں لا سکا۔

☆☆☆

دو ہفتوں میں فرحانہ بیگم کی طبیعت خاصی بہتر ہو چکی تھی۔ گھر میں زندگی ایک بار پھر مسکرا رہی تھی۔ آج کا دن سب کے لیے خاص تھا روحان خان کا نکاح تھا، اور روشنی کے چہرے پر بھی وہی خوشی اور سکون جھلک رہا تھا جو صرف کسی اپنی خوشی کے موقع پر آتی ہے۔

روشنی نے مہرون رنگ کی نفیس ساڑھی پہنی تھی، جس کے باریک کام میں ستارے جیسے چمکتے نگینے جھلک رہے تھے۔ اُس نے سلیقے سے سر پر سرمئی ٹون کے ساتھ ہم آہنگ حجاب لیا ہوا تھا، جس کے کنارے زری کے نفیس کام سے مزین تھے۔ پیروں میں مہرون رنگ کے اسٹائلش ہیلز، جن کی چاپ پورے کمرے میں نرمی سے گونجتی تھی۔

وہ اس وقت نازنین کے کمرے میں تھی، جہاں ہر چیز سفید پھولوں اور عروسی شمعوں سے سجی ہوئی تھی۔ نازنین سفید رنگ کے جھلملاتے غرارے میں، جھکی پلکوں اور سرخی مائل ہونٹوں کے ساتھ مکمل دلہن لگ رہی تھی۔ روشنی نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کا میک اپ مکمل کیا۔ ہلکی سی گولڈن شائن، پنک شید کا بلش، اور کوہل سے سجی آنکھیں جو شرم سے جھکی ہوئی تھیں۔

میک آپ کے بعد، روشنی نے بڑی محبت سے جیولری کا سیٹ اٹھایا گلے کا ہار، جھمکے، اور ماتھے پر ٹیکہ۔ سب کچھ ایک ایک کر کے بڑے سلیقے سے پہنایا۔ آخر میں اُس نے بھاری کامدار ڈوپٹہ نازنین کے سر پر رکھا اور بڑی نرمی سے پنز لگا کر سیٹ کیا۔

روشنی نے پیچھے ہو کر اسے غور سے دیکھا، جیسے ماں اپنے ہاتھوں سے سنوارے ہوئے خواب کو دیکھتی ہے۔

"اب بالکل چاند جیسی لگ رہی ہو..." روشنی نے دھیرے سے کہا۔

نازنین نے شرماتے ہوئے پلکیں جھکا دیں۔

"کیا واقعی...؟" اُس نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"ہاں، اور دلہن کو شک نہیں کرنا چاہیے... وہ ویسے بھی سب سے خوبصورت ہوتی ہے۔" روشنی نے مسکرا کر کہا۔

"آپ نے میرا بہت اچھا میک آپ کیا ہے... تھینکس بھابھی!"

نازنین نے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا، اور آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"بس دل سے کیا ہے... اور تھوڑا سا تجربہ بھی ہے۔" روشنی نے شرارت سے آنکھ دبائی۔

"واقعی؟ آپ نے یہ سب سیکھا کہاں سے؟"

نازنین نے حیرانی سے پوچھا۔

"پہلے خود کرتی تھی... تو وہیں سے سیکھ لیا۔ پھر پارلر کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اپنی برائیڈل، اپنی میک اپ آرٹسٹ!" روشنی نے فخر سے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔

"واؤ بھابھی، آپ تو ملٹی ٹیلنٹڈ نکلی ہیں!" نازنین نے تعریف کے ساتھ قہقہہ لگایا۔

"ہاہا... بس یہی سمجھ لو، شادی سے پہلے بندہ سب کچھ سیکھ ہی لیتا ہے۔" روشنی نے بھی قہقہہ لگایا، اور پھر نرمی سے نازنین کا دوپٹہ درست کیا۔

"اب تو بالکل پری لگ رہی ہو تم!" اس کے دوپٹے کے پلو کو شانوں پر سلیقے سے جما کر، اس کی مانگ میں ٹیک لگا کر بولی۔

اسی لمحے دروازہ آہستہ سے کھلا۔

"چلو بیٹا... نکاح خواں آ گئے ہیں۔" فرحانہ بیگم کی آواز نرمی اور سکون سے لبریز تھی۔

انہوں نے قدم اندر رکھا تو ان کی نگاہ نازنین پر پڑی۔

بیٹی کو دلہن کے روپ میں دیکھ کر ان کی آنکھیں بے اختیار بھر آئیں۔

"ماشاءاللہ... میری بچی تو چاند بن گئی ہے۔" انہوں نے آگے بڑھ کر نازنین کی پیشانی چومی۔

روشنی فوراً مسکرا کر پیچھے ہوئی اور ان کے لیے کرسی کھسکائی۔

"امی... اب آپ روئیں گی تو میری میک آپ خراب ہو جائے گا کیونکہ آپ کو روتے دیکھ کر مجھے بھی رونا آئیگا!"

نازنین نے شوخی سے کہا تو سب ہنس پڑے، مگر فرحانہ بیگم کی آنکھوں میں وہ نمی برقرار رہی۔ ایسی نمی جو ہر ماں کی آنکھ میں اپنی بیٹی کے نکاح کے وقت آ ہی جاتی ہے۔

"چلو بیٹا... اللہ کے نام پر یہ بندھن باندھتے ہیں۔" فرحانہ بیگم نے دھیرے سے نازنین کا ہاتھ تھاما۔

"اب تم صرف نازنین نہیں... کسی کی امانت بننے جا رہی ہو۔ بہت خوبصورت لمحہ ہے یہ... اسے پوری محبت سے جیو۔" روشنی نے نازنین کی جھمکتی چوڑیاں ٹھیک کیں، اور آہستگی سے کہا۔

نازنین کی ایک طرف روشنی تھی، دوسری طرف فرحانہ بیگم۔

دونوں نرمی سے اس کے بازو تھامے ہوئے، آہستہ آہستہ اسے لان کی جانب لا رہی تھیں۔

نازنین کا چہرہ شرم و حیا سے جھکا ہوا تھا، سر پر رکھا بھاری کامدار دوپٹہ اس کے وقار میں اضافہ کر رہا تھا۔

ہر قدم کے ساتھ اس کی پائل کی مدھم جھنکار، جیسے مقدس نغمہ بن گئی تھی۔

لان کو سادہ مگر انتہائی دلکش انداز میں سجایا گیا تھا۔ گلابی، سفید اور سنہری رنگ کی روشنیوں سے ہر طرف نور بکھرا ہوا تھا۔ سامنے نکاح کا اسٹیج تھا، جس کے پیچھے سفید پردوں پر قرآنی آیات خوشخطی سے لکھی گئی تھیں۔

زہان، شہرام اور روحان قریب ہی کھڑے تھے۔

روحان نے سفید کڑھائی دار شیروانی پہنی ہوئی تھی، اس کے سینے پر چھوٹا سا سرخ گلاب لگا تھا۔

زہان اور شہرام نے گرے رنگ کے خوبصورت کرتا شلوار پہنے تھے وقار، خوشی اور فخر ان کے چہروں سے جھلک رہا تھا۔

جیسے ہی نازنین اسٹیج کی طرف بڑھتی گئی، مہمانوں کی نظریں اس پر جمتی گئیں۔

"بس اب اللہ کا نام لو... ہر چیز آسان ہو جائے گی۔" روشنی نے آہستگی سے اس کا دوپٹہ درست کیا، اور کان میں سرگوشی کی۔

"میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں، بیٹا... اب تو میری چھوٹی سی گڑیا دلہن بن گئی ہے۔" فرحانہ بیگم نے نازنین کا ہاتھ تھام کر اسے چوم لیا۔

روحان نے نازنین کو اپنی طرف آتے دیکھا تو پلکیں جھکا لیں۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ، دل میں ہزار دھڑکنیں۔

نکاح خواں اسٹیج پر موجود تھا، اور جیسے ہی نازنین کو اس کے مقام پر بٹھایا گیا، سب کی نظریں، سب کی دعائیں، اور سب کی محبتیں اس جوڑے کے گرد جمع ہو چکی تھیں۔

دونوں کے درمیان جالی دار پردہ تھا۔ نازنین سر جھکائے بیٹھی تھی۔ فرحانہ بیگم اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

روشنی زہان کے ساتھ کھڑی ہوئی۔

"کافی خوبصورت لگ رہی ہو..." زہان نے سرگوشی نما کہا۔

روشنی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

زہان کی بات پر اس نے سر جھکا لیا، حجاب کے نیچے سے اس کی آنکھیں اور بھی چمکنے لگی تھیں۔

"آپ کی ہوا اس لیے..." روشنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی شک نہیں ہے..." زہان مسکرایا۔

شہرام نے آنکھیں سختی سے بند کیے۔ کتنا مشکل لمحہ ہوتا ہے جس سے شدید محبت ہو اور اسے کسی اور کے دسترس میں دیکھنا۔ شہرام کے لیے یہ لمحہ بہت اذیت ناک تھا۔

اسٹیج پر نازنین کے سامنے رکھے مائیک کے قریب نکاح خواں آ چکے تھے۔ جالی کے دوسری طرف روحان سفید کُرتے میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔

اس کے چہرے پر سنجیدگی، خوشی اور شکر گزاری کا عکس تھا۔

نکاح خواں نے مائیک تھاما اور نرمی سے سوال کیا۔

"نازنین بنتِ ہادی ملک، کیا آپ کو روحان خان بن شہریار خان کے ساتھ نکاح منظور ہے؟"

کمرے میں جیسے وقت تھم سا گیا۔

نازنین کے ہاتھ کانپ رہے تھے، نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

فرحانہ بیگم نے نرمی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"قبول ہے۔" نازنین نے مدھم آواز میں کہا۔

پہلا لفظ، پہلی سانس، اور سب کی آنکھوں میں آنسو۔

نکاح خواں نے پھر سوال دہرایا۔

"قبول ہے۔"

تیسری بار، پورے ہال میں سکوت چھا گیا۔

اور جب نازنین نے تیسری بار کہا۔

"قبول ہے۔"

تو روشنی نے بے اختیار لبوں پر ہاتھ رکھ لیا، آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔

پھر نکاح خواں نے پردے کے دوسری جانب رخ کیا۔

"روحان خان بن شہریار خان، کیا آپ کو نازنین ہادی ملک کے ساتھ نکاح منظور ہے؟"

روحان نے پلکیں اٹھا کر ایک لمحے کو سامنے دیکھا۔

"قبول ہے۔"

پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر دوسرا...

اور تیسرا "قبول ہے" جیسے دل نے پورے یقین سے کہا ہو۔

سب نے ایک ساتھ "ماشاءاللہ" کہا۔

دعا شروع ہوئی۔

فرحانہ بیگم کے آنسو تھم نہیں رہے تھے۔

زہان نے روشنی کا ہاتھ تھام کر دھیرے سے دبایا۔اور نظریں نکاح کے منظر سے ہٹا کر اس کے چہرے پر مرکوز کر دیں۔

"ایک دن ہمارے بچوں کا نکاح بھی ہم ایسے ہی دیکھیں گے..." زہان نے آہستگی سے کہا، جیسے وہ کوئی خواب کی سرگوشی کر رہا ہو۔

روشنی کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اس کی مسکراہٹ، آنکھوں میں جھلکنے لگی۔

"چپ ہو جائیں...!"

روشنی نے نرمی سے گھورا، مگر لہجے میں ہلکی سی شرمیلی ناراضگی تھی۔

زہان کی ہنسی دب گئی، مگر آنکھوں میں شرارت صاف نظر آ رہی تھی۔

"کیا کروں...؟ تمہارے ساتھ ہر لمحہ مجھے مکمل زندگی لگتا ہے۔"

زہان نے اس کے ہاتھ پر انگلیوں کی گرفت مزید مضبوط کی۔

روشنی نے نظریں جھکائیں، زہان کے ہاتھ کی نرمی اور دل کی دھڑکن جیسے لمحے کو مقدس بنا رہی تھی۔

نکاح مکمل ہوتے ہی قاری صاحب نے دعا کروائی، دعاؤں کے بیچ ہنسی، جذبات اور آنسو سب کچھ جذب ہو رہا تھا۔

روحان اپنی جگہ سے اٹھا، سفید شیروانی میں ملبوس، چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں شکر کی چمک لیے وہ آہستہ آہستہ جالی دار پردے کی طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھوں نے وہ نازک پردہ ہٹایا... اور وہ نازنین کے سامنے کھڑا تھا۔

نازنین نے نظریں اٹھائیں۔ سرخ چہرہ، سر جھکا ہوا، مگر آنکھوں میں وہ روشنی جو صرف ایک سچّے نکاح کے بعد ہی آتی ہے۔ روحان آہستہ سے جھکا، اور نرمی سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا... ایک وعدہ، ایک عہد، اور ایک نئی شروعات کا لمس۔ نازنین کی پلکوں پر لرزتی خوشی مسکرا اُٹھی۔ اسی لمحے پیچھے سے ایک فلک شگاف سیٹی سنائی دی۔

"وووہوووو! مبارک ہو دولہا بھائی!" شہرام نے ہنستے ہوئے کہا اور تالیاں بجا دیں۔

"اب باری تمہاری ہے، شہرام!" زہان نے قہقہہ لگایا۔

شہرام کی آواز مدھم تھی، مگر آنکھوں میں چھپی اداسی بہت کچھ کہہ گئی۔

"دل تو چاہتا ہے... مگر ابھی وہ دل کہیں اور ہے۔"

اس نے کندھے اچکائے جیسے بات کو ہنسی میں اڑانا چاہتا ہو، مگر لہجے کی گہرائی سب کچھ عیاں کر گئی۔

روشنی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

نہ طنز تھا، نہ سوال۔

بس ایک خاموشی، جو دل کی بات سن سکتی تھی۔

شہرام نے بھی نظر اٹھا کر اسے دیکھا، ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر لائی، مگر آنکھیں... وہ خاموش اعتراف کی طرح چمک رہی تھیں۔

پھر...اس نے نظریں چرائیں۔ جیسے دل کو اپنے ہی اندر چھپانا چاہتا ہو، جیسے وہ جذبہ جو کبھی الفاظ بننے سے ڈرتا ہو۔ شہرام کی آواز میں ہنسی تھی، مگر آنکھوں میں اب بھی وہ نمی باقی تھی۔ جیسے کوئی اداسی خوشی کے پیچھے خود کو چھپا رہی ہو۔

"روحان! تم نے کہا تھا نا...جب تمہارا نکاح ہو گا، تو تم وہ پشتو گانا گاؤ گے۔ جلدی سے، اب موقع ہے، سب سن رہے ہیں!"

شہرام نے ہنستے ہوئے زور سے کہا اور دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجائیں۔

روحان نے نازنین کو دیکھا۔

جو شرم سے نظریں جھکائے ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔

"یار...واقعی؟ سب کے سامنے؟" روحان نے خفیف سا اعتراض کیا۔

"ہاں بھائی، وعدہ تو وعدہ ہوتا ہے!" زہان نے بھی مسکرا کر لقمہ دیا۔

"بیٹا، آج تو خوشی کا دن ہے دل سے گاؤ..." فرحانہ بیگم نے بھی پیار سے کہا۔

روحان نے گہرا سانس لیا، اور سب کے بیچ آ کر کھڑا ہوا۔

سب آنکھیں اُس کی طرف تھیں۔

فضا میں ہنسی، خوشبو، روشنی اور محبت کی گرمی گھلی ہوئی تھی۔ جیسے ہر سانس میں خوشیوں کا ساز بکھرا ہوا ہو۔ زہان خاموشی سے اٹھا۔ اور ایک سیاہ رنگ کا گٹار لے کر آگے آیا۔

سب نے حیرت سے اسے دیکھا، مگر روشنی کے چہرے پر ایک الگ سی چمک تھی۔ جیسے دل نے پہلے ہی جان لیا ہو کہ اب وہ لمحہ آنے والا ہے، جو یادوں میں عمر بھر رہے گا۔

زہان نے گٹار کندھے سے لگایا، اور انگلیاں تاروں پر تھام دیں۔ نرمی سے، جیسے کوئی دعا چھیڑ رہا ہو۔ سُر بکھرنے لگے۔

اور روحان پشتو میں گانے لگا۔

"دہ ژوندی بستاد پارہ"

"دہ مینہ ستاد پارہ"

(میری زندگی تیرے لیے ہے

میری محبت تیرے لیے ہے)

شہرام نے ایک پل کے لیے روشنی کو دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔

"دہ ستا محبتونہ می قیصہ دہ زند °° دہ"

"جانان چہ ° پکا °° اوسي ° و مرہ ° کلي دنیا °° دہ"

(تیری محبتیں میری زندگی کی کہانی ہیں

جس میں تُو ہو، وہ دنیا کتنی حسین لگتی ہے)

"جانان... جانان... جانان... جانان..."

(محبوب... محبوب... محبوب...)

الفاظ فضا میں بکھرتے گئے۔اور مہمانوں پر سحر طاری ہوتا گیا۔ نازنین کی آنکھیں جھلملانے لگیں،

اوراس نے نرمی سے اپنی ہتھیلی چہرے پر رکھ لی۔ جیسے یہ یقین کرنا چاہتی ہو کہیہ لمحہ خواب نہیں، حقیقت ہے۔

فرحانہ بیگم نے نم آنکھوں سے زہان کو دیکھا۔اور آہستگی سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔"اللہ انہیں یونہی ہنستا رکھے..."

روحان نے نازنین کا ہاتھ تھامے زور سے تالیاں بجائیں۔ شہرام نے پھر سیٹی بجائی۔

"کیا بات ہے زہان بھائی! آج تو دل ہی چرا لیا!"

زہان نے مسکرا کر روشنی کی طرف دیکھا۔

اور سر جھکا کر آخری مصرع دہرایا۔

جانان... جانان... جانان... جانان۔

"تمہیں پتہ ہے روشنی جب ہم یونیورسٹی میں تھے ہمارا کمبہ مینیشن کمال کا تھا۔ زہان گٹار بجاتا، میں گاتا،اور شہرام... شہرام تو پورے ڈیپارٹمنٹ کا ڈرم بن جاتا تھا!" روحان نے ہنستے ہوئے کہا۔

سب ہنس پڑے۔

"ارے بھائی، جو تالیوں کی گونج میں بھی سنگت بنادے، وہی اصل فنکار ہوتا ہے۔" شہرام نے سینہ تان کر کہا۔

"یاد ہے وہ سالانہ فنکشن...؟ جہاں تم نے اُس پشتو گانے پر پورا آڈیٹوریم رُلا دیا تھا؟" زہان نے مسکرا کر روحان کو دیکھا۔

"اور تُو نے اس کے فوراً بعد ڈائریکٹر کی بیٹی کو 'جانان' بول دیا تھا!" روحان نے ہنستے ہوئے پلکیں جھپکائیں۔

"زہان! آپ ایسے بھی تھے...؟" روشنی نے ہنستے ہنستے منہ چھپالیا۔

"وہ جانان بھی غلط تھی... یہ جانان صحیح ہے۔"

اس نے نرمی سے روشنی کا ہاتھ تھاما۔ زہان نے شرارت سے آنکھ ماری۔

نازنین نے پیچھے مڑ کر کہا۔

"اور ہم یونیورسٹی کے بعد... محبت یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔"

سب نے قہقہہ لگایا۔

"اور تمہیں پتہ ہے روشنی شہرام کو ہر دوسری لڑکی سے محبت ہو جاتی تھی اُف.." روحان نے قہقہہ لگایا۔

"واقعی؟ تو مطلب یہ ہے کہ شہرام عاشقِ مزاج ہے؟" روشنی نے حیرانی سے آنکھیں پھیلائیں۔

"اوہ بی بی! ایسی بات نہیں ہے... وہ تو بس تھوڑا سا دل نرم تھا، جو ہر مسکراہٹ کو محبت سمجھ بیٹھتا تھا!" شہرام نے فوراً دفاعی انداز اپنایا۔

سب پھر سے ہنس پڑے۔

"اور ہر بار دل ٹوٹنے کے بعد یہی کہتا تھا اب کی بار سچی محبت ہے!" زہان نے چھیڑنے والے لہجے میں کہا۔

"اور اگلے ہفتے، نئی 'سچی محبت' کے ساتھ نیا عشق نامہ تیار ہوتا!" روحان نے قہقہہ لگایا۔

"مگر آج جو چپ ہے... لگتا ہے کوئی ایسی لڑکی ملی ہے جو ساری باتیں چپ کرا گئی۔" روشنی مسکرا کر بولی۔ شہرام کی ہنسی تھمی

۔

وہ ایک لمحے کو سب کی نظروں سے نظریں چرا گیا۔

"کچھ جذبے ایسے ہوتے ہیں... جو لفظوں سے نہیں، خاموشیوں سے نبھائے جاتے ہیں۔" پھر دھیرے سے کہا۔ محفل یک دم سنجیدہ سی ہو گئی۔

"ارے یار... مذاق تھا... تُو تو دل پہ لے گیا۔" روحان نے شرمندگی سے کان کھجائے۔

"نہیں... بس دل میں تھا، تو دل تک پہنچ گیا۔" شہرام نے مسکرا کر کہا۔

"جب وقت آئے گا نا... تو وہ لڑکی خود تیرے سامنے آ کھڑی ہو گی تب نہ ہم تیری شادی میں گٹار بھی بجائیں گے، پشتو گانا بھی گائیں گے، اور روشنی تجھے دولہا بنا کر خود تیار کرے گی!" زہان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"بس تب یہ وعدہ کرنا کہ دل ایک ہی لڑکی کو دینا... بار بار نہیں!" روشنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دل تو کب کا دے چکا ہوں... بس ابھی وہ جانتی نہیں۔" شہرام نے ہاتھ سینے پر رکھا اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

کس کو...؟روشنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہے کوئی..."اس نے روشنی کے چہرے سے نظریں چرائی۔

"ایک جب محبوب سامنے ہو مسلسل دیکھا بھی نہیں جاتا۔"اس نے بے اختیار سوچا۔

"چلو جلدی سے گھر پتہ اس کا نام بتاؤ ہم رشتہ لینے جا رہے ہیں.."زہان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ شادی شدہ ہے۔۔"۔روحان نے زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اچانک فضا میں ایک سنّاٹا سا اتر آیا۔روشنی کی مسکراہٹ ساکت ہو گئی،زہان کے چہرے سے شوخی اُتر گئی،اور روحان کی بات نے جیسے سب کو خاموش کر دیا۔

شہرام نے نظریں جھکا لیں،چہرے پر وہ ہنسی اب صرف پردہ تھی...اصل جذبہ آنکھوں کے نیچے دبا ہوا درد تھا۔

"شادی شدہ؟"روشنی نے دھیرے سے دہرایا،"مگر...اگر دل دے چکے ہو،تو بھولنا بھی تو آسان نہیں ہوتا۔"

"کچھ لوگ صرف دل نہیں،دعائیں بھی چھین کر لے جاتے ہیں...اور ہم باقی عمران کے سائے سے بھی بچتے پھرتے ہیں۔"شہرام نے سر ہلایا۔

"مگر ہم تمہارے ساتھ ہیں...اور زندگی رکی نہیں،شہرام۔"

زہان نے گہری سانس لے کر شہرام کے کندھے پر مضبوطی سے ہاتھ رکھا۔

"ارے یار، کچھ لمحے ہنسنے کے لیے ہوتے ہیں...اور کچھ بھولنے کے لیے آؤ، دلہااور دلہن کے ساتھ تصویریں لیتے ہیں!" روحان نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"ہاں، کچھ چہروں کے بیچ شاید ایک اپنا چہرہ بھی بھول جائے...یہی زندگی ہے نا؟" شہرام نے سر اٹھایا، زبردستی مسکرایا۔اور بولا۔

روشنی نے خاموشی سے شہرام کو دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں جو نمی چھپی تھی، وہ صرف دکھ نہیں تھا...وہ ایک ان کہی محبت کی گواہی تھی۔

☆☆☆

رات کا وقت تھا۔روشنی زہان کے ساتھ بیٹھی تھی زہان نے اسے اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔دونوں کے سامنے قرآن مجید تھا۔ روشنی نے آدھے سے زیادہ قرآن مجید کو زہان سے سیکھا تھا تھوڑا جو رہ گیا تھا وہ زہان اب اسے پڑھا رہا تھا۔کمرے میں ایک پر سکون سی روشنی پھیلی ہوئی تھی

مدھم چراغ کی لو، قرآن کی آیات، اور زہان کی نرم آواز۔روشنی، اس کے پہلو میں سمٹی، مکمل اعتماد اور سکون کے ساتھ بیٹھی تھی۔زہان نے اپنے بازو اس کے گرد مضبوطی سے لپیٹے ہوئے تھے جیسے اسے زمانے کی ہر پریشانی سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو۔

قرآن مجید کھلا ہوا تھا۔روشنی کی انگلی ہلکی سی آیت پر رکی ہوئی تھی۔

"یہاں رک گئی تھی میں پچھلی بار..."

"اچھا، اب یہاں سے پڑھو...اور آہستہ آہستہ مطلب بھی سمجھاتے ہیں۔"

زہان نے آہستگی سے سر ہلایا۔

روشنی نے تلاوت شروع کی، آواز میں سادگی تھی، محبت تھی، اور کہیں کہیں وہ لفظوں پر رک جاتی، تو زہان دھیرے سے اس کی اصلاح کرتا، "یہاں مد ہے... تھوڑا کھینچو آواز کو، اور یہ لفظ 'الرحمن' ہے، پورے احساس سے پڑھو..."

روشنی نے دوبارہ کوشش کی۔ زہان نے سر ہلا کر مسکرا دیا۔

"مجھے لگتا ہے، میں نے قرآن صرف پڑھنا نہیں سیکھا، بلکہ تم سے محبت میں رب کو پانا بھی سیکھا ہے..." روشنی نے آہستہ سے کہا۔

ہاں...اور تمہاری وجہ سے میں ایک بار پھر سے اللہ کے قریب ہو گیا، تم نہ ہوتیں، تو شاید میں ہمیشہ کے لیے اللہ سے دور رہتا...اور پھر میرا آخری ٹھکانہ جہنم ہوتا۔"

روشنی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے قرآن کو آہستہ سے بند کیا، اور زہان کی طرف رخ موڑ کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"نہیں زہان...آپ پہلے ہی چنے گئے تھے، میں تو صرف ایک ذریعہ بنی۔ اصل بلانے والا، قریب کرنے والا، تو رب تھا..." زہان نے اس کے ہاتھوں کو اپنے لبوں سے چھوا۔

"لیکن اس رب نے مجھے تمہارے وسیلے سے پکارا... تم نہ آتیں تو میں شاید کبھی پلٹتا ہی نہیں۔ تم میرے لیے توبہ کا دروازہ بنیں، اور میں نے اس در سے لوٹ کر اللہ کو پالیا۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ صرف دلوں کی دھڑکنیں، اور قرآن کی بند جلد سے پھیلتی نورانی خوشبو باقی رہ گئی۔

"محبت وہی ہے زہان... جو رب سے جوڑ دے، ورنہ تو یہ دنیا فانی ہے، اور خواہشیں بے وفا..." روشنی نے سر جھکا کر کہا۔ زہان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور تم میری وفا ہو، میری توبہ ہو، میرا جنت کا راستہ ہو..."

زہان نے اس کے پیشانی چومی اور اسے اپنی آغوش میں پناہ دی۔

☆☆☆

"کیا سوچ رہی ہو...؟"

نازنین لان کے ایک کونے میں بنچ پر بیٹھی چائے کا کپ ہاتھوں میں تھامے چاند کو خاموشی سے تک رہی تھی جب پیچھے سے روحان کی مدھم آواز ابھری۔ نازنین چونکی، اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"تم... یہاں؟" وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

"ہاں، اوپر بالکونی سے تمہیں دیکھا تو خود کو روک نہیں پایا۔" روحان مسکرایا۔ "سوچا... چاند کو اکیلا نہ دیکھنے دوں۔"

وہ آگے بڑھا، نازنین کے ہاتھ سے چائے کا کپ نرمی سے لے کر خود بینچ پر بیٹھ گیا، اور اشارے سے اسے بھی بیٹھنے کو کہا۔

"اب بتاؤ... کیا سوچ رہی تھی؟"

اس کی آواز میں دلچسپی بھی تھی، اور اپنائیت بھی۔

"یہی سوچ رہی تھی... کہ اگر تم سیکریٹ ایجنٹ نہ ہوتے، اگر تم صرف میرے... 'روحان' ہوتے تو زندگی کیسی ہوتی؟ بس... یہی ایک خیال دل میں آیا۔" نازنین نے آہستہ سے بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

چند لمحے خاموشی چھا گئی۔ روحان کا چہرہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا جیسے الفاظ تلاش کر رہا ہو۔

"دیکھو نازنین... ہم اس بارے میں پہلے بھی بات کر چکے ہیں... یہ میرا خواب تھا، میری پہچان، میری ذمہ داری۔ اگر تم مجھے اُس خواب سے پہلے ملتیں... تو شاید میں یہ راستہ چُننے سے پہلے دو بار سوچتا۔"

وہ لمحہ بھر رُکا، پھر اس کی طرف مڑ کر بولا۔

"لیکن اب... میرے جینے کی صرف دو ہی وجوہات ہیں۔ ایک، میرا ملک... اور دوسری، تم۔"

نازنین کی آنکھوں میں آنسو آئیں مگر اس نے بہنے نہیں دیا۔

اس نے نظریں چرا لیں۔

"اور اگر کسی دن... تمہیں صرف ایک وجہ چُننی پڑی؟"

اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ایسا وقت آیا، تو میں وہ چنوں گا جس میں دونوں آباد ہوں تم بھی، اور میرا فرض بھی۔ کیونکہ میرا فرض تم سے جدا نہیں، تم تو میری طاقت ہو، نازنین۔" روحان نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"مگر... مجھے ڈر لگتا ہے، روحان!" نازنین کی آواز لرز گئی تھی۔

"تمہیں کھونے کا، ایک دن کسی خبر میں... صرف تمہارا نام سننے کا۔ تم کیوں نہیں سمجھتے؟ تم میرے لیے صرف شوہر نہیں۔ میرے دل کا سکون ہو، میری دعاؤں کا مرکز ہو۔ اور جب تم مشن پر جاتے ہو... میری سانسیں جیسے رک سی جاتی ہیں۔" وہ خاموش ہوئی تو آنکھوں سے دو موتی بہہ نکلے۔

"میں ہر بار تمہیں جاتے دیکھ کر، اللہ سے تمہیں واپس مانگتی ہوں... کب تک؟ کب تک میں یہ جنگ اپنے دل سے اکیلی لڑتی رہوں گی؟"

"میں ہر مشن سے پہلے تمہارے لیے زندہ رہنے کے لیے دعا کرتا ہوں... اور ہر بار تمہارے لیے ہی واپس آتا ہوں، نازنین۔" "لیکن اگر کبھی نہ لوٹ پایا... تو بس اتنا یقین رکھنا میری آخری سانس بھی تمہارے نام پر ہو گی۔" روحان نے نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے، چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر بولا۔

روحان کی آواز میں وہ ٹھہراؤ تھا، جو صرف موت کے سایے میں جینے والے رکھتے ہیں۔

نازنین کا ضبط ٹوٹ چکا تھا۔ وہ شدت سے رو دی۔ اس کے آنسو تیزی سے رخساروں پر بہنے لگے۔

روحان نے فوراً اسے اپنے بازوؤں میں لیا، "دیکھو... ایسے مت روؤ، نازنین... مجھے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے تمہیں یوں ٹوٹتے دیکھ کر۔" نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے روز ہوتی ہے... یہ سوچ کر کہ تم ایک میجر ہو... ایک سیکریٹ ایجنٹ... جس کی واپسی کبھی یقینی نہیں ہوتی۔ تم ہر بار اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جاتے ہو، اور میں یہاں... ہر لمحہ موت سے لڑتی ہوں، تمہارے لیے دعائیں کرتی ہوں۔ تمہیں کیا پتہ، روحان... تمہارا ہر مشن... میری زندگی کی آزمائش ہوتا ہے۔" نازنین نے روتے ہوئے کہا۔

روحان خاموش ہو گیا۔ بس اس کے آنسو اپنی انگلیوں سے چنتا رہا۔ جیسے نازنین کے درد کو اپنی روح میں جذب کر رہا ہو۔

"کبھی کبھی سوچتی ہوں... کیا میری محبت کافی ہے تمہیں روکنے کے لیے؟" نازنین نے مدھم آواز میں کہا۔

روحان نے آہستگی سے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

"محبت اگر روک لے، تو شاید میں کبھی میدان میں نہ جاؤں... مگر تمہاری محبت مجھے واپس تم تک کھینچ لاتی ہے۔ اور تمہاری دعائیں... میرے بچاؤ کا سب سے مضبوط ہتھیار ہیں۔ ایجنٹ کی بیویوں کو مضبوط ہونا چاہیے، نازنین... ہر کوئی یہ مقام نہیں سنبھال سکتا۔ اور تم... تم تو کہتی تھیں تم بہادر ہو... اب وہ بہادری کہاں گئی؟" روحان نے اس کے چہرے کو تھوڑا سا اونچا کیا، آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"محبت کمزور کر دیتی ہے، روحان... وہ ہمت جو کبھی میرے اندر تھی، اب ہر بار تمہیں جاتے دیکھ کر بکھر جاتی ہے۔" نازنین نے پلکیں جھکائیں، آواز لرزنے لگی۔

"تو پھر اُسی محبت کو طاقت بناؤ، جیسے میں نے بنایا ہے۔ تم میری کمزوری نہیں ہو، میری سب سے بڑی طاقت ہو، ناز۔ میں تمہارے لیے زندہ رہتا ہوں، تمہارے لیے ہر بار موت کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہوں۔ صرف اس یقین پر کہ تم دعا بن کر میرا انتظار کر رہی ہو۔" اس نے آہستہ سے اس کے ہاتھ کو اپنے دل پر رکھا۔

نازنین کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اب خاموش ہو چکے تھے، جیسے اس کے دل نے روحان کی باتوں سے ہمت کا دامن تھام لیا ہو۔

"اور اگر میں کبھی نہ لوٹ پایا..." روحان نے رک کر گہری سانس لی۔۔ "تو تم کمزور مت ہونا۔ کیونکہ میری غیر موجودگی میں تمہیں میرا نام جینا ہے، میری محبت کو وقار دینا ہے، اور اپنے وجود سے دنیا کو یہ بتانا ہے کہ ایک سیکریٹ ایجنٹ کی بیوی، صرف بیوی نہیں ہوتی۔ وہ حوصلے کی زندہ مثال ہوتی ہے۔"

نازنین نے آہستہ سے سر ہلایا، اور اپنے آنسو پونچھ کر اس کے کندھے سے لگ گئی۔

"گڈ گرل!" روحان نے نرمی سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا، اور مسکرا کر دھیرے سے کہا۔

نازنین نے آنکھیں بند کیں، جیسے اس ایک لمس میں ساری دنیا کی تسلی سمیٹ لی ہو۔

☆☆☆

زہان ملک نے روشنی کو پاکستان کے ہر خوبصورت مقام کی سیر کروائی تھی سوات کی دلکش وادی، ناران کاغان کے برفیلے راستے، ہنزہ کا سکون، اسکردو کی خاموش جھیلیں، پشاور کی تاریخی گلیاں، اور اسلام آباد کی بلند و بالا فیصل مسجد...ان سب جگہوں پر ان کی محبت نے سانس لی تھی۔ اور اب، ان کا اگلا پڑاؤ وہ تھا... جہاں دلوں کا سکون مکمل ہوتا ہے بیت اللہ۔ خانہ کعبہ۔

وہ دونوں جہاز میں ساتھ بیٹھے تھے۔ روشنی کھڑکی سے آسمانوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور زہان...ہاتھ میں قرآنِ پاک تھامے، سورۃ الرحمٰن کی تلاوت اپنی خوبصورت، دل کو چھو لینے والی آواز میں کر رہا تھا۔

لفظ لفظ جیسے روح میں اترتا جا رہا تھا۔

جب اس کی زبان پر یہ آیت آئی۔

"فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ"

وہ رُکا۔ اور محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ روشنی کو دیکھا۔

"پتہ ہے روشنی، اس آیت کا مطلب کیا ہے؟"

روشنی نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔

اس کی آنکھوں میں ایک خاموش سی عاجزی تھی۔

"اس کا مطلب ہے۔ 'پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟' یہ آیت بار بار آتی ہے...تاکہ ہمیں یاد رہے کہ سانس، زندگی، رشتے، ایمان، اور یہ سفر...یہ سب عطا ہیں...خالص اُس کے کرم سے۔"

روشنی کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔اس کی پلکوں پر ٹھہرے آنسو، دعا کی قبولیت کی طرح جگمگا رہے تھے۔

اس نے آہستگی سے زہان کا ہاتھ تھاما... پھر اسے اپنے لبوں سے چھو لیا، جیسے شکرانے کے سجدے میں، اپنے رب کی نعمت کو محسوس کیا ہو۔

"آپ میرے لیے سب سے بڑی نعمت ہیں...!" روشنی کی آواز میں عقیدت، محبت، اور سچائی تھی۔

زہان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ اتر آئی۔اس نے اس کا چہرہ نرمی سے تھاما، اور دل کی گہرائیوں سے کہا۔

"اور تم میرے لیے... تمہیں پا کر میں نے اپنا آدھا دین مکمل کر لیا ہے۔اور صرف مکمل نہیں کیا، بلکہ خوبصورت بھی کر لیا ہے۔" اس نے سانس بھر کر، ایک لمحہ روشنی کو دیکھا۔ پھر جھک کر اس کی پیشانی پر عقیدت سے بوسہ دیا۔

"میں بہت خوش ہوں... بے حد خوش۔اور اپنے رب کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے تم جیسی نیک، باحیا، اور محبت کرنے والی بیوی دی۔ تم صرف میری ہمسفر نہیں ہو... تم میرے لیے اللہ کی رحمت ہو۔"

روشنی کی پلکیں جھک گئیں۔دل جیسے سجدے میں چلا گیا ہو... وہ کچھ نہ کہہ سکی، بس زہان کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ جہاز آسمانوں کی وسعتوں میں بلند ہو رہا تھا، اور ان کے دل عاجزی سے جھکے جا رہے تھے... اُس رب کی طرف، جس نے ان دونوں کو ایک دوجے کی محبت میں اپنی قربت عطا کی تھی۔

"محبت... جب اللہ کے نام سے جُڑ جائے.. تو وہ عبادت بن جاتی ہے۔"

☆☆☆

دونوں مکہ مکرمہ پہنچ چکے تھے۔ سحر زدہ فضا، سفید لباسوں کا سمندر، لبیک کی صدائیں، اور دلوں کی دھڑکنوں میں "حاضر لبیک اللھم لبیک" کی تکرار۔ جیسے ہی روشنی کی نگاہ خانہ کعبہ پر پڑی۔ اس کا دل جیسے ساکت ہو گیا۔ قدم لرزنے لگے، سانسیں رک گئیں، اور آنکھوں سے بے قابو آنسو ٹپکنے لگے۔

"میں... میں اس قابل نہیں ہوں..." وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔

"کیا واقعی میں نے اتنے گناہ کیے کہ اب اللہ نے مجھے اپنے گھر بلا کر معاف کرنے کا موقع دیا؟"

زہان نے احرام میں ملبوس اپنے بازو اس کے گرد آہستگی سے پھیلائے۔

نرمی سے اس کے کندھے کو تھام کر بولا۔

"روشنی، آنکھیں بند مت کرو... یہ وہ گھر ہے جہاں آنکھوں کے آنسو، دل کی پکار بن جاتے ہیں۔ اور دل کی پکار... اللہ تک فوراً پہنچتی ہے۔"

روشنی نے لرزتے ہونٹوں سے سسکی لی۔

زہان نے اس کے کان کے قریب جھک کر دھیرے سے کہا۔

"پہلی نظر خانہ کعبہ پر پڑتے وقت جو دعا مانگی جائے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتے ہیں۔ تم یہ دعا مانگو کہ تم یہاں جتنی بھی دعائیں کرو... اللہ انہیں بغیر کسی رکاوٹ کے قبول کرے۔"

روشنی نے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر بیت اللہ کو دیکھا، اور آنکھیں بند کر کے ہاتھ بلند کیے۔

"یا اللہ... تو گواہ رہنا، میں یہاں صرف تیری رضا کے لیے آئی ہوں... مجھے معاف فرمادے، قبول فرمالے، اور میری یہ محبت... جو تیری طرف لوٹ آئی ہے، اسے کبھی ضائع نہ ہونے دینا۔"

زہان نے نرمی سے روشنی کا ہاتھ تھاما... دل کی دھڑکنیں جیسے رب کے نام پر سجدہ ریز ہو چکی تھیں۔

روح جھک چکی تھی، غرور، غم، دکھ، سب بیت اللہ کی دہلیز پر رکھے جا چکے تھے۔

دونوں نے بیت اللہ کے گرد طواف کا آغاز کیا۔

زہان کی آواز لبیک کی صداؤں میں گھلتی گئی۔

"اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ... لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ..."

روشنی کے لب بھی ہولے ہولے ہلنے لگے،

"اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ..."

طواف کے دوران زہان نے روشنی کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں نمی اور نور دونوں تھے۔ جیسے بیت اللہ کے سائے میں وہ خود کو مکمل محسوس کر رہی ہو۔

"یارب! جس طرح آج ہم تیرے گھر کا طواف کر رہے ہیں، ہماری زندگی بھی تیری رضا کے گرد طواف کرتی رہے۔ یہ ہاتھ جو تھاما ہے، کبھی چھوٹنے نہ پائے۔ یہ دل، یہ رشتہ، یہ محبت ہمیشہ تیری رضا سے بندھی رہے۔" زہان نے دل میں کہا۔

روشنی دل میں پڑھ رہی تھی۔

"یااللہ! جس محبت نے مجھے تیرے گھر تک پہنچایا، اس محبت کو اپنی رضا کی چادر اوڑھا دے... اور میرے شوہر کو سلامت، باوفا اور نیک رکھ... کیونکہ میں نے صرف اسے نہیں... تیرے بندے کو اپنا مقدر مانا ہے۔"

ہجوم میں دونوں ایک دوسرے کے وجود کا احساس تھے۔ بیت اللہ کے گرد... دعا، آنسو، اور وفا کے ساتھ گھومتے ہوئے وہ رب کے قریب اور دنیا سے بہت دور ہو چکے تھے۔

☆☆☆

دھوپ ہلکی سی نرم تھی، مگر دلوں میں ایک عجیب سی گرمی اور روشنی اتری ہوئی تھی۔ زہان اور روشنی صفا پہاڑی پر کھڑے تھے۔ لوگوں کا ہجوم تھا، لیکن ان کے لیے جیسے وقت تھم گیا ہو۔ روشنی نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ سامنے مروہ تھا، اور درمیان میں ایک تاریخ، ایک یقین، ایک ماں کی التجا چھپی تھی۔

"جانتی ہو، روشنی... یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت ہاجرہؑ اپنے معصوم بیٹے اسماعیلؑ کے لیے پانی کی تلاش میں بار بار دوڑتی تھیں۔" زہان نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما، اور نرمی سے بولا۔

"صحرا تھا...پیاس تھی... تنہائی تھی...اور بس ایک ماں کا یقین۔ جب ہر طرف سے در بند ہو جاتے ہیں، تب آسمان کھلتا ہے۔ حضرت ہاجرہؑ نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ بس دوڑتی رہیں صفا سے مروہ، پھر واپس صفا... سات بار۔ اور پھر زمزم... وہ پانی جو قیامت تک نہیں سوکھے گا۔"

روشنی کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"کیا وہ اکیلی تھیں...؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"وہ اکیلی تھیں، مگر اللہ ان کے ساتھ تھا۔" زہان نے مسکرا کر کہا۔

"اور آج... صدیوں بعد... کروڑوں لوگ ان کی تقلید میں دوڑتے ہیں۔ یہ سعی صرف سفر نہیں، یہ ایک عورت کے صبر، ہمت اور یقین کی عظیم علامت ہے۔"

روشنی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"تو کیا یہ عورتوں کی عظمت کا طواف ہے؟"

"نہیں صرف عظمت نہیں، یہ ان کے ایمان، ان کے وجود، اور ان کے رب سے تعلق کی تسبیح ہے،" زہان نے دھیرے سے جواب دیا۔

روشنی نے اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے تھام لیا۔

"چلو زہان، ہم بھی دوڑیں... ان کی پیروی میں، اللہ کی رضا میں۔"

دونوں نے دعا کی نرمی، دل کی سچائی، اور محبت کی خاموشی کے ساتھ سعی کا آغاز کیا۔

صفا سے مروہ... ایک یاد، ایک سبق، ایک ایمان کا سفر...

☆☆☆

جاگنگ مکمل کرنے کے بعد دونوں تھکے ہوئے سے بیٹھے تھے۔ روحان نے پانی کی بوتل شہرام کو بڑھائی۔

"لو پی لو جنابِ خاص، کہیں ایسا نہ ہو کہ کمزوری کی وجہ سے دل کی دھڑکنیں رک جائیں اور کسی کو لگے کہ کسی کے دیدار کے بعد جان نکل گئی!"

"بہت بولنے لگے ہو میجر صاحب... لگتا ہے نکاح کے بعد تمہارے اندر شاعر جاگ گیا ہے۔ اب اگلے مرحلے میں تم عاشقِ مزاحیہ بننے والے ہو؟" شہرام نے بوتل لیتے ہوئے مصنوعی غصے سے اسے گھورا۔

روحان نے ہنستے ہوئے سینے پر ہاتھ مارا، "ارے تم تو ویسے بھی عاشقِ بے قرار ہو، مگر جس کو چاہتے ہو نا... وہ تو تمہیں دیکھتی بھی نہیں!"

شہرام نے ایک لمحے کو چونک کر اسے دیکھا، پھر ہنسا، "کم از کم میری محبت قومی راز تو نہیں جسے فائلوں میں بند کر کے محفوظ رکھنا پڑے!"

"میں ایجنٹ ہوں... میری محبت بھی classified ہوتی ہے، ہر کسی کو نہیں بتا سکتا!" روحان قہقہہ مار کر ہنسا۔

"اور جس دن declassify ہو گی نا، اُس دن میں چاکلیٹس کا دکان کھول دوں گا خوشی میں۔" شہرام نے آنکھ دبائی۔

"اور میں تجھے دعوت میں بس چکن کڑاہی کھلاؤں گا، بشرطیکہ تُو آخر کار مان جائے کہ تمہیں عشق ہو چکا ہے!"

"بس کر روحان!" شہرام نے قہقہہ لگایا، "ورنہ بتادوں گا کہ کالج کے دنوں میں تم ایک لڑکی کے نام پر روز فجر میں دعا کرتے تھے...!"

روحان فوراً سیدھا ہو کر بولا، "بس بس! نکاح ہو چکا ہے، میرے ماضی کو بخش دو بھائی..."

"کیوں بخش دوں؟ سب کے سامنے تو خود ہی کہا تھا کہ تمہیں ہر مہینے دو تین بار محبت ہو جاتی ہے!" شہرام نے فوراً بھنویں چڑھائیں۔

"ارے وہ ٹیسٹنگ فیز تھا... اب تو فائنل پروڈکٹ سے شادی ہو چکی ہے!" روحان نے آنکھیں گھمائیں۔

"اچھا! تو مطلب نازنین ISO certified love ہے؟" شہرام نے قہقہہ لگایا۔

"بالکل! اور اب کوئی ریویو یا ریٹرن پالیسی نہیں ہے!" روحان نے گردن اکڑا کر فخر سے کہا۔

"تجھے تو بالکل شرم نہیں آتی؟ بے شرم! بد تمیز! بد لحاظ! بے مروّت انسان! توبہ ہے..." شہرام نے آنکھیں نکال کر اس کی طرف دیکھا، اور غصے میں اس کے کندھے پر زور سے ہاتھ مارا۔

"اوئے! گالیوں کا پیکج آفر میں ملا ہے کیا؟ یا آج کوئی سالانہ سبسکرپشن ری نیو ہوئی ہے؟" روحان نے ہنستے ہوئے اپنا کندھا سہلایا۔

"نہیں، آج صرف بدلہ لیا جارہا ہے اُس دن کا، جب تُو نے سب کے سامنے کہا تھا کہ میں دل کا کمزور ہوں!" شہرام نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"بھائی تُو نہیں... تیرا دل واقعی کمزور ہے، خاص کر جب سامنے کوئی لڑکی ہو!" روحان نے شرارت سے آنکھ ماری۔

"ابے چپ کر! نکاح میں شریک ہونے آیا تھا یا مذاق اڑانے؟" شہرام نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا چھوڑ، اب یہ بتا تُو شادی کب کر رہا ہے؟" روحان نے آنکھ دباتے ہوئے ہنستے ہنستے پوچھا۔

شہرام کی ہنسی ایک دم تھم گئی۔ لمحے بھر کو وہ خاموش رہا، پھر نظریں نیچے جھکائے بولا۔

"ہاں... یہ بات سچ ہے کہ یونیورسٹی کے دنوں میں ہنسی مذاق کرتا تھا، لڑکیوں سے باتیں کرتا تھا... مگر سچ کہوں، کبھی دل نہیں لگا۔"

روحان خاموشی سے اس کی بات سن رہے تھے۔

"مجھے بھی محبت ایک فضول سی چیز لگتی تھی، زہان کی طرح۔ پر جب سے روشنی کو دیکھا... اُس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو دل کو چھو گیا۔ وہ صرف خوبصورت نہیں... مضبوط، مختلف..."

شہرام کی آواز دھیمی ہوتی گئی۔

"لیکن اب وہ زہان کی بیوی ہے۔ اور سچ کہوں... یہ بات مجھے اندر سے توڑ دیتی ہے۔" وہ تھوڑا سا مسکرایا، جیسے درد چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔

"اب دل ہی نہیں چاہتا کہ کسی اور کی طرف متوجہ ہوں... یا کسی سے شادی کا سوچوں۔ جیسے دل نے فیصلہ کر لیا ہو کہ اب بس خاموش رہنا ہے۔"

روحان کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔

"شہرام... کبھی کبھی جو ہمارا نہیں ہوتا، وہ بھی ہماری دعا ہوتا ہے۔ شاید تمہارے لیے کسی اور کا دل دھڑکنے کو منتظر ہو..."

"ہو سکتا ہے... مگر ابھی نہیں۔ ابھی میں خود کو کھوج رہا ہوں۔" شہرام نے سر اٹھا کر روحان کو دیکھا۔

"تو اب کیا کرنا ہے..؟" روحان نے کسی احساس کے تحت پوچھا۔

"میں تم سب کے بچے پالوں گا.." وہ زخمی سا مسکرایا۔

"اوہ بھائی! یہ تو تم نے دل کے زخم پر نمک کے بجائے مرچیں چھڑک دیں۔" روحان ایک لمحے کو چپ ہوا، پھر ہنستے ہنستے بولا۔

"نہیں یار... سچ کہوں، میں اب زخموں کو مسکراہٹ میں چھپانا سیکھ رہا ہوں۔" شہرام نے ایک گہری سانس لی، مسکرانے کی کوشش کی۔

روحان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم اگر چاہو تو خود کا باب الگ لکھ سکتے ہو، شہرام... تمہارے لیے بھی کوئی ہو گی جو صرف تمہارے نام کی ہو۔"

"ابھی نہیں روحان...ابھی میں خود کو مکمل کرنا چاہتا ہوں۔اور جب کبھی کوئی میرے نصیب میں ہو گی، تو چاہتا ہوں کہ اسے ایک مکمل مرد ملے، آدھا ٹوٹا ہوا شہرام نہیں۔" شہرام نے سر جھٹک کر کہا۔

روحان نے سر ہلایا،

"اور اگر روشنی کے بچے تمہیں ماموں یا چاچو کہیں تو...؟"

شہرام نے آسمان کی طرف دیکھا، آنکھوں میں نمی تھی مگر لبوں پر ہلکی سی ہنسی۔

"تو میں وہ سب کچھ بن جاؤں گا، جو ان کے لیے بہتر ہو... شاید وہی میرے دل کا علاج ہوں گے۔"

روحان کی مسکراہٹ جیسے دھندلا گئی تھی۔

وہ شہرام کو دیکھتا رہا کچھ لمحوں کے لیے جیسے اسے الفاظ نہ ملے ہوں۔ پھر آہستگی سے بولا۔

"کچھ لوگ محبت میں ہار کر بھی فاتح بن جاتے ہیں...اور تم انہی میں سے ہو، شہرام۔"

شہرام نے ایک گہرا سانس لیا، اور گردن آسمان سے ہٹا کر زمین پر گرا دی، جیسے وہ بھی تھک گیا ہو۔

"محبت دل میں رہے، آنکھوں سے نہ بہے...یہی کافی ہے۔"

روحان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"بس ایک وعدہ کر... کہ تم کبھی اپنے دل کو مرنے نہیں دو گے۔"

شہرام نے پہلی بار سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"جب تمہارے جیسے دوست ہوں... تو دل مرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" شہرام نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

مگر اس ہنسی کے پیچھے جو اداسی چھپی تھی، وہ صرف کوئی گہرا دوست ہی سمجھ سکتا تھا۔

"کیا تمہیں زہان سے کوئی گلہ ہے...؟" روحان نے آہستگی سے پوچھا۔

شہرام نے خاموشی سے آسمان کی طرف دیکھا، جیسے کسی اندرونی طوفان کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ارے، مجھے کیوں ان سے گلہ ہوگا؟" وہ ہنسا، "وہ تو مجھ سے پہلے روشنی سے محبت کرتا تھا... میں ہی تیسرا تھا۔"

روحان نے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں افسوس،

"مگر محبت میں نمبر نہیں ہوتے، شہرام... دل تو بس ایک بار دھڑکتا ہے، اور اگر وہ کسی کے لیے ہو جائے، تو وہ پہلا ہو یا آخری، سب کچھ بن جاتا ہے۔"

"بس اسی لیے تو خاموش ہوں... کیونکہ دل کا تعلق مقابلے سے نہیں، قربانی سے ہوتا ہے۔" شہرام کی آنکھیں کچھ لمحے کو چمکیں... پھر دھیرے سے بولا۔

"اور تم نے قربانی دی ہے۔" روحان نے اعتراف کیا۔

"اب بس یہی دعا ہے کہ وہ دونوں ہمیشہ خوش رہیں۔ میں ان کی خوشی میں اپنی تسلی ڈھونڈ لوں گا۔" شہرام نے ہنستے ہوئے کہا۔

روحان نے بازو بڑھا کر اسے تھپتھپایا۔

"اور ایک دن، کسی کے دل میں تم بھی پہلے نمبر پر آؤ گے۔"

"تب تک تم سب کے بچوں کا چچا شہرام حاضر ہے، خدمت کے لیے!" شہرام نے اس کی طرف دیکھا۔

دونوں ہنس دیے... مگر ان کے بیچ وہ خاموشی اب موجود نہیں تھی۔ جیسے ایک بوجھ بانٹ لیا گیا ہو، اور دوستی کی ڈور ایک بار پھر تھوڑا سا مضبوط ہو گئی ہو۔

☆☆☆

عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد زہان اور روشنی جب گھر واپس پہنچے، تو ہر طرف خوشیوں کی بہار تھی۔ در و دیوار کو سفید و سنہری پھولوں، قمقموں، اور خوشبوؤں سے سجایا گیا تھا۔ خوشبو ایسی کہ جیسے جنت کا جھونکا ہو، اور فضا میں تلاوت کی مدھم آواز گھلی ہوئی تھی۔

دروازے کے سامنے سرخ قالین بچھایا گیا تھا، جس کے دونوں جانب گلاب کی پتیاں نچھاور کی گئی تھیں۔

فرحانہ بیگم سفید لباس اور سر پر ململ کا دوپٹہ لیے، روشنی کو گلے لگانے کے لیے بے تاب تھیں۔

"اللہ تم دونوں کا عمرہ قبول کرے، بیٹا... تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھے..." ان کے لہجے میں شفقت اور دعا کا امتزاج تھا۔

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو، بھابھی..." نازنین نے روشنی کو محبت سے گلے لگایا۔

"جناب! واپس آ ہی گئے؟ یا وہیں مسجد الحرام کے صحن میں تبلیغ شروع کر دی تھی؟" شہرام نے زہان سے ہاتھ ملایا، اور ہلکے سے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بخیر را غلے... شکر ہے زندہ سلامت آ گئے، ہمیں تو لگا تھا اتنے پاکیزہ ہو گئے ہو کہ فرشتے تمہیں وہیں روک لیں گے!" روحان نے قہقہہ لگایا۔

"ارے بھائی، فرشتے تو بہت محبت سے دیکھ رہے تھے، لیکن ایک فرشتہ مجھے یہاں واپس لانے کا انتظار کر رہا تھا..." زہان نے دونوں کو دیکھ کر مسکرا کر سر جھٹکا۔

اس نے محبت بھری نگاہ روشنی پر ڈالی، جو شرم سے نظریں چرا گئی۔ روشنی کے چہرے پر حیا کی لالی اتر آئی،

"اوہو! یہ تو بڑے عاشقانہ جملے ہو رہے ہیں، بھائی!" نازنین نے کہنی مارتے ہوئے کہا۔

"ارے واہ! اب تو زہان بھائی شاعری بھی کرنے لگے! لگتا ہے عمرہ کے ساتھ ساتھ دل بھی شاعرانہ ہو گیا ہے۔" شہرام ہنسا۔

"اور بھابھی؟ وہ صفا مروہ کی سعی میں زہان کو تو نہیں چھوڑ دیا کہیں...؟" روحان نے روشنی کو چھیڑا۔

"بس وہ تو میرے ساتھ طواف میں ایسے چکر کاٹ رہے تھے، جیسے عشقِ الٰہی میں گم ہو گئے ہوں۔" روشنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

سب کے قہقہے گونجے۔

"ویسے واقعی...اس عمرے میں، میں نے ایک بار پھر اللہ کو پایا،اور روشنی کو رب کی نشانی سمجھ کر دل سے قبول کیا۔"زہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اللہ کرے تم دونوں اسی محبت،ایمان اور سکون کے راستے پر ہمیشہ چلتے رہو۔"فرحانہ بیگم نے محبت بھری نظر سے انہیں دیکھا۔

آمین سب نے ایک ساتھ کہا۔

نازنین چپکے سے کچن میں داخل ہوئی،اور اپنے دوپٹے کو سر پر ٹکاتے ہوئے چائے بنانے لگی۔دل میں بے اختیار خوشی کی لہر تھی گھر میں سکون تھا،سب اپنے تھے،اور محبت ہر کونے میں رچی بسی تھی۔

چائے کا پانی چولہے پر رکھا،تو اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھری۔

"اب ہماری باری ہے اس گھر کو محبت سے بھرنے کی..."روحان کی آواز پر وہ چونک گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو..؟"اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔

"میں تمہارے مدد کرنے آیا تھا اور ویسے بھی تمہارا ہونے والا شوہر ہو آگے جا کے یہ کام تم ویسے بھی مجھ سے کرواؤ گی..." روحان مسکرایا۔

"تو کیا مطلب ہے؟میں کام کرواؤں گی؟تمہاری بیوی ہوں یا ہوم ورک ٹیچر؟"نازنین نے مصنوعی غصے سے آنکھیں دکھائیں۔

روحان ہنس دیا اور چائے کے کپ دھونا شروع کر دیے۔۔

"بیوی ہی تو ہو، جو شوہر کے دل، دماغ اور کچن تینوں پر راج کرتی ہے۔"

"اچھا تو ابھی سے راج کی تیاری ہے؟" نازنین نے قہقہہ لگایا۔

"ابھی سے؟ یہ راج تو تب شروع ہوا تھا جب تم نے پہلی بار میری طرف دیکھا تھا۔" روحان نے سنجیدگی سے کہا، اور لمحہ بھر کے لیے دونوں کی نظریں ٹکرا گئیں۔

کچن میں چولہے کی ہلکی آنچ، چائے کی خوشبو، اور ان کے بیچ کی بے ساختہ قربت، جیسے ہر چیز گویا ان لمحوں کو محفوظ کر رہی تھی۔

"چائے تیار ہے، ٹرے اٹھاؤ... اور چلو میرے ساتھ۔" نازنین نے نظریں چرا کر کہا۔

"جی بیوی جی! آپ حکم کریں، شوہر حاضر ہے!" روحان نے شرارتی انداز میں کہا۔

نازنین نے جھینپ کر دوپٹہ سنبھالا اور دروازے کی طرف بڑھی، جبکہ روحان اس کے پیچھے چلتے ہوئے آہستہ سے بولا۔

"پتہ ہے نازنین، تم جب میرے ساتھ ہوتی ہو تو مجھے لگتا ہے، میں جنگ جیت سکتا ہوں... اور پھر چاہے میدان کچن کا ہو یا دنیا کا۔"

"منہ بند رکھو سب دیکھ رہے ہیں.." اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ہاں تو دیکھنے دو، میں کون سا ڈرتا ہوں... آخر کار میری بیوی ہے، کوئی کرائم تو نہیں کیا۔" روحان نے شوخی سے کندھے اچکائے۔

"چپ چاپ چلو ورنہ ابھی تمہاری وہی بیوی چائے تمہارے سر پر ڈال دے گی۔" نازنین نے ٹرے اس کے ہاتھ میں تھمائی اور آنکھیں دکھا کر دھیرے سے بولی۔

روحان ہنسا، مگر چپ چاپ اس کے پیچھے چل دیا۔

"آہا! ہونے والی بیوی کے ساتھ شوہرِ نامدار کی انٹری... کوئی اسپیشل چائے ہے کیا؟" جب وہ دونوں لاؤنج میں پہنچے، شہرام نے مسکرا کر کہا۔

"چائے تو عام ہے، لیکن جس کے ہاتھوں سے بنی ہو وہ خاص ہے..." روحان نے شرارتی نظروں سے شہرام کو دیکھا۔

"زہان بیٹا میں نے سوچ لیا ہے کہ نازنین اور روحان کی رخصتی کر دی جائیں..." فرحانہ بیگم کی بات پر سب نے ان کی طرف دیکھا۔

نازنین اور روحان نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ نازنین شرمائی۔

"مگر امی نازنین تو ابھی پڑھ رہی ہے.." زہان نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس کی پڑھائی کے چکر میں، میں بوڑھا ہو جاؤں گا..." روحان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"منہ بندر کھو سمجھے..." زہان نے گھورا۔

"کرنے دیں رخصتی بیچارے سے صبر نہیں ہو رہا..." شہرام نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"تم نہ ہو تو میرا رومانٹک سین پورا ہی نہیں ہوتا!" روحان نے فوراً شہرام کو گھورا۔

شہرام ہنسا، "بھائی! حقیقت سنبھالنی ہے تو مزاح کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے..."

نازنین شرما کر روشنی کے پیچھے چھپ گئی۔

روشنی نے مسکراہٹ دبائی۔

"سنجیدگی کی بات یہ ہے کہ اگر رخصتی کے بعد بھی نازنین کی پڑھائی کا ایک دن بھی ضائع ہوا تو تم سب سے پہلے میں سے ڈانٹ کھاؤ گے، روحان خان!"

"وعدہ، بیوی پڑھائی کرے گی اور شوہر ڈنر پکائے گا..." روحان نے فوراً سینے پر ہاتھ رکھا۔

"پکائے گا یا جلائے گا؟" شہرام نے دوبارہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

"بس اب ہو گئی بحث، فیصلہ ہو چکا ہے، امی نے کہا ہے تو پھر رخصتی ہو گی اور مکمل عزت، محبت اور سہولت کے ساتھ۔" زہان نے سب کو خاموش کراتے ہوئے کہا۔

"واؤ روحان قربانی کا بکرا بننے والا ہے..." شہرام نے قہقہہ لگایا۔

"او بھائی! بکرا ہوں تو تم قصائی ہو؟ ہر بار طنز کا چھرا مجھ پہ ہی چلتا ہے!" روحان نے فوراً آنکھیں گھمائیں۔

"یار کیا کریں، قربانی کا جذبہ تمہارے چہرے پر اتنا روشن ہے کہ دل کرتا ہے عید تمہیں دیکھ کر منائی جائے!" شہرام نے سینے پر ہاتھ مارا۔

سب زور سے ہنس پڑے۔

نازنین نے شرما کر چائے کا کپ روشنی کے ہاتھ میں پکڑا۔

"یہ قہقہے سن کر لگتا ہے رخصتی نہیں، کامیڈی نائٹ ہو رہی ہے۔" روشنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"محبت ہو تو ہر لمحہ خوشی سے بھر جاتا ہے، چاہے وہ نکاح ہو، رخصتی ہو یا چائے کا وقت۔" فرحانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

زہان نے نازنین کو پیار سے دیکھا۔

"اور تم دونوں ہمارے گھر کا سب سے خوبصورت جوڑا بنو گے۔"

روحان نے ایک ادا سے بال سنوارے۔

"بس اب فوٹو گرافر کو بلا لو، میں تیار ہوں..."

"ہاں، اور کیمرے کے پیچھے روشنی رکھو، تاکہ اگر دلہن بھاگ جائے تو کسی کو اندازہ نہ ہو!" شہرام فوراً بولا۔

"مجھے تو لگتا ہے میں تمہارا پرسنل دشمن ہوں..." روحان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"دشمن نہیں بھائی...وہ خاص والا دوست، جس کے بغیر خوشی بھی ادھوری لگتی ہے اور غصہ بھی مکمل!" شہرام نے فوراً قہقہہ لگایا۔

"ہاں تو پھر غصہ تھوڑا کم کر کے خوشی مکمل کر دو، ہر بار میرا مذاق اڑانا فرض کیوں ہے تم پر؟" روحان نے آنکھیں گھمائیں۔

شہرام نے شرارتی انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"کیونکہ تُو واحد بندہ ہے جس پر طنز بھی کرو، تو جواب میں محبت ملتی ہے۔"

"یہ دونوں اگر شو میں ہوتے تو شاید نکاح کم اور اسٹینڈ اپ کامیڈی زیادہ لگتا!" روشنی نے دونوں کو دیکھ کر سر جھٹکا۔

"اور میں دلہن کم اور تماشائی زیادہ لگتی!" نازنین نے پیچھے سے کہا۔

سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

فرحانہ بیگم نے ہنستے ہنستے دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔

"بس اب اتنا ہنس لیا...اب اللہ کرے یہ ہنسی تم سب کی زندگیوں میں ہمیشہ قائم رہے۔ آمین۔"

"جا بھائی، اب تیار ہو جا، دلہن انتظار کر رہی ہے...اور ہاں، جوتا چھپانے والی رسم میں میں بھی حصہ لوں گا۔" زہان نے روحان کے قریب آ کر آہستگی سے کہا۔

"تم بس میرے ساتھ کھڑے رہنا، باقی میں سنبھال لوں گا۔" روحان نے ہنستے ہوئے کہا۔

شہرام نے منہ بنایا۔

"ہاں،اور جوتا چھپانے کے بدلے نازنین سے وعدہ کر لینا کہ روز کھانا وہ بنائے گی...تب جا کے یہ رخصتی مکمل ہو گی!"

"میں کیوں کھانا بناؤں گی..؟"نازنین نے فوراً تیوری چڑھا کر شہرام کو گھورا۔

"ارے بہن،بس مذاق تھا،ورنہ ہمیں کیا حق ہے تم جیسے لائق،ذہین،خوبصورت اور... تھوڑی سی خطرناک دلہن سے بحث کریں؟"شہرام نے دونوں ہاتھ کانوں کو لگائے۔

"بس!اب زیادہ مکھن نہ لگاؤ،میں کوئی عام سی لڑکی نہیں جو جوتے کے بدلے ہانڈی چمچ تھام لوں۔"نازنین نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو...ویسے بھی تم میری ہو،تمہارے لیے کچن کی نہیں دل کی سلطنت ہے۔"روحان نے مسکرا کر کہا۔

"اور سلطنت سنبھالنے کے لیے حکومت میں توازن ہونا چاہیے،کبھی بادشاہ کچن میں اور کبھی ملکہ صوفے پر!"روشنی نے شرارت سے کہا۔

فرحانہ بیگم ہنستے ہوئے بولیں۔

"بس بس بچوں،ابھی سے لڑائی مت شروع کرو...نکاح ہوا ہے،عدالت ابھی دور ہے۔"

"عدالت ؟ نہیں امی، یہ تو پوری سیریل لگتی ہے، جہاں ہر سین میں محبت، قہقہے اور تھوڑا سا طنز ہوتا ہے۔" زہان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اور جہاں میں ہمیشہ ولن ہوتا ہوں...!" شہرام نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"بس اتنا یاد رکھو... میں کھانا صرف اس دن بناؤں گی جس دن آپ سب کو میری تعریف کرنی آجائے گی!" نازنین نے انگلی اٹھا کر کہا۔

سب ہنس پڑے، اور فضا ایک بار پھر قہقہوں سے گونجنے لگی۔

☆☆☆

"آٹھ سال بعد..."

"زوہی! روکو، میرا فون دے دو!" روشنی کی آواز میں خفگی کم اور محبت زیادہ تھی۔

سات سالہ شرارتی بچہ، جو سفید شرٹ اور بلیک جینز میں بلکل زہان کی چھوٹی کاپی لگ رہا تھا، ہاتھ میں موبائل لیے پورے گھر میں چیتے کی طرح دوڑ رہا تھا۔

"پکڑو مجھے اگر ہمت ہے!" وہ ہنستا ہوا بولا۔

روشنی اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی جب اچانک ذوہان کا پیر پھسلا اور فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔

کرچشش۔۔۔!فون کی سکرین چکنا چور ہو چکی تھی۔

"ذوہاااان!!!!"روشنی کا چیخنا پورے گھر میں گونج گیا۔

ذوہان کا چہرہ ایک دم اترا۔

"اوہ نو...اب تو میں گیا!"

وہ ایک دم مڑا اور پورے اعتماد سے بھاگتا ہوا لاؤنج میں پہنچا۔

"شہرام چاچو!بچاؤووو!!!"

شہرام،جو لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا فون میں مصروف تھا،ذوہان کی چیخ سن کر چونک گیا۔ابھی وہ اٹھا ہی تھا کہ ذوہان آکر فوراً اس کے پیچھے چھپ گیا۔

"چاچا وہ اماں غصے میں ہیں،وہ فون ٹوٹ گیا...لیکن میری کوئی غلطی نہیں تھی،قسم سے!"

"قسم سے؟اور یہ فون تم نے ہاتھ میں کیوں لیا تھا؟"شہرام نے ابرو چڑھائے۔

"ویڈیو ایڈٹ کر رہا تھا...انسٹا گرام کے لیے!"ذوہان نے فخریہ کہا۔

"انسٹا گرام؟تمہیں تو ابھی ناظرہ مکمل نہیں ہوا،اور تم سوشل میڈیا اسٹار بننے نکلے ہو؟"

اسی لمحے روشنی آئی، چہرے پر غصہ اور آنکھوں میں بے یقینی۔

"شہرام! مجھے یہ بچہ چاہیے، آج اگر سبق نہ ملا تو کل میرا لیپ ٹاپ بھی توڑ دے گا!"

"ارے ارے، آرام سے کپتان صاحبہ، فون تو نیا آ جائے گا، بچے کی شرارتیں یادیں بن جائیں گی۔" شہرام نے مسکراہٹ دبائی۔

"دیکھا نا! چاچو کتنا سمجھدار ہے، ان کو دادا ابو بننے کا تجربہ ہے!" ذوہان نے فوراً موقع کا فائدہ اٹھایا، شہرام کے بازو پکڑ کر بولا۔

شہرام کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اب تو تم دونوں کا ایک ساتھ سزا بنتی ہے..." روشنی نے آنکھیں گھمائیں۔

"کیا...؟" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"کان پکڑو..." روشنی نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"دیکھو ذوہی بات ماننی پڑے گی..." شہرام نے کان پکڑ لیے۔

"چاچو! آپ نے اتنی جلدی ہتھیار ڈال دیے؟" ذوہان نے حیرت سے شہرام کو دیکھا۔

"بیٹا! جب دشمن کی فوج تمہاری اماں ہو نا، تو صلح ہی سب سے بڑی جیت ہوتی ہے!" شہرام نے شرارتی انداز میں آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

روشنی نے دونوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہونے کی اداکاری کی۔

"چلو،اب تم دونوں معافی مانگو میرے فون کا شہید اسکرین تم دونوں کی شرارت کا نتیجہ ہے!"

"سوری مما...میں دوبارہ کبھی آپ کا فون نہیں لوں گا...بغیر اجازت۔"ذوہی نے جھک کر معصومیت سے کہا۔

"سوری سے کیا ہوگا ذوہان یہ تیسرا فون ہے جو تم نے توڑا..!"زہان کی آواز پر ذوہان فوراً سیدھا ہوا۔ذوہان روشنی کو تنگ کرتا تھا مگر زہان کے سامنے وہ بولنے سے بھی ڈرتا تھا۔

"اور تم شہرام تم نے میرے بیٹے کو اچھا خاصا بگاڑا ہے تمہارے وجہ سے یہ اتنا شرارتی ہو گیا ہے.."زہان نے شہرام کو گھورا۔

"میں تو خود سدھرنے کی کوشش کر رہا ہوں،زہان...بچے تو ویسے بھی ماں باپ دیکھ کر سیکھتے ہیں!"شہرام نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

"اب ماں باپ بھی قصوروار ہو گئے؟شہرام تمہاری زبان بند کروانے کے لیے مجھے الگ حکم نامہ پاس کروانا پڑے گا!"
روشنی شہرام کو گھور رہی تھی۔

"چاچو،مجھے بچاؤ!پاپا کا موڈ خطرناک لگ رہا ہے!"ذوہی نے موقع غنیمت جانا اور آہستگی سے شہرام کے پیچھے ہو لیا۔

"یہی مسئلہ ہے...تم دونوں جب ساتھ ہوتے ہو تو گھر،اسکول اور اب فون...کچھ نہیں بچتا!"زہان نے آنکھیں تنگ کیں۔

"بیٹا،لگتا ہے اب ہمیں کوئی بڑا کارنامہ کر کے معافی لینی پڑے گی...مثلاً...آج رات کا کھانا ہم ہی بنائیں گے!"شہرام نے ذوہی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خبردار اگر دوبارہ کچن میں گئی پچھلی بار جو کچن کا حال کیا تھا میں بھولی نہیں ہوں۔۔"

"ارے ارے بی بی! مذاق تھا مذاق! تمہارے کچن کی عزت سلامت رہے... ہم تو بس معافی مانگنے کا رستہ ڈھونڈ رہے تھے!" شہرام فوراً دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کرتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"پرچا چونے پچھلی بار چاولوں کو پاستہ سمجھ کر پکایا تھا... پھر سب نے میٹھے میں دہی کھایا تھا!" ذوہی نے شرارتی انداز میں کہا۔

"وہ دن تو میرے taste buds کے لیے قیامت تھا!" زہان نے ہنستے ہوئے سر پکڑا۔

"اگر دوبارہ کچن کی طرف دیکھا نا... تو تمہیں افغانی پلاؤ کے ساتھ جھاڑو بھی کھانی پڑے گی!" روشنی نے ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے شہرام کو گھورا۔

"یہ سب اس ننھے شیطان کی تربیت ہے! مجھے نہیں پتا تھا کہ تمہاری ماں اتنی خطرناک ہے!" شہرام نے فوراً ذوہی کی طرف اشارہ کیا۔

"مما صرف ہمیں ڈانٹتی ہیں، آپ کو تو سیدھا جیل بھیج دیں گی!" ذوہی ہنستے ہنستے صوفے پر گر گیا۔

"جیل نہیں، گھر کے سٹور روم میں بند کر دوں گی... وہاں بیٹھ کر ریسپی یاد کرنا!"

"بس تم ہنستی رہو... باقی ہم تینوں کا تو اللہ حافظ ہے!" زہان مسکرا کر روشنی کے پاس آیا۔

"ایک دن ایسا آئے گا... جب میرا کھانا تمہارے دل کو بھی بھا جائے گا!" شہرام نے منہ بنایا۔

"تب تک فریزر میں کھانے کا بندوبست رکھنا... تاکہ زندہ بچ سکیں!" روشنی ہنسی روکتے ہوئے بولی۔

"چاچو کی ککنگ پر ڈاکیومنٹری بنانی چاہیے: 'کیسے نہ پکائیں کھانا'" ذوہی تالیاں بجاتے ہوئے بولا۔

زہان نے شہرام کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ ہے ہمارا کچن کنگ... صرف باتوں میں!"

اور سب گھر ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھا۔

☆☆☆

چار سالہ اروشہ، جو سفید فراک پہنے، ننھی ننھی دو پونیاں بنائے، روتے روتے آنکھیں مسلتی ہوئی کمرے میں آئی۔

نازنین اس وقت چار سالہ حیان کے بال سنوار رہی تھی، جو سفید شرٹ اور بلیک جینز پہنے اپنے ننھے انداز میں آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔

اروشہ کو اس حال میں دیکھ کر وہ فوراً چونکی۔

روحان جو آئینے کے سامنے اپنی گھڑی باندھ رہا تھا، بیٹی کو یوں بے حال روتا دیکھ کر فوراً اس کی طرف لپکا اور گود میں اٹھا لیا۔

"کیا ہوا میری جان...؟ کیوں رو رہی ہے شہزادی؟"

روحان نے اس کے گالوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"بابا... ذوہی لالا نے مالا..." اروشہ نے سسکتے ہوئے چھوٹے چھوٹے الفاظ میں شکایت کی۔

"اوہ! کیوں مارا ذوہی نے؟" روحان نے حیرت سے پوچھا۔

"اش نے بولا آپ دندے بابا... میں نے بولا آپ کا بابا دندہ ہے... تو اش نے مالا... جور سے!"

(اس نے کہا آپ گندے بابا ہیں، تو میں نے کہا آپ کا بابا گندا ہے، تو اس نے مجھے زور سے مارا۔) اروشہ نے ہچکیوں کے بیچ اپنی چھوٹی زبان میں سمجھایا۔

"اروشہ بیٹا، لڑائی نہیں کرتے... ذوہی لالا کو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، لیکن تمہیں بھی بدلے میں کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا۔" روحان نے اپنی ہنسی ضبط کی۔۔ نازنین نے بمشکل قہقہہ روکا، اور پیار سے اروشہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"لیکن بابا... آپ گندے نہیں ہو نا...؟" اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں جان... تمہارا بابا تم سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہے..." روحان نے دل بھر کر اسے سینے سے لگایا۔

"اور میں بھی بابا سے...!" اروشہ نے روتے روتے مسکراہٹ میں بدلا۔

"اور اب جاؤ، دونوں بچوں کو صلح کرواؤ... ورنہ آج چاکلیٹ بند!" نازنین نے پیچھے سے کہا۔

"نہیں مما!" اروشہ نے فوراً ناک سکیڑی اور نیچے اترنے کو مچل گئی۔

روحان نے اسے نیچے اتارا۔

"چلو... ذوہی سے بات کرتے ہیں، اور پھر سب کو گڈ گڈ چاکلیٹ ملے گی!"

نازنین حیان کے ساتھ اور روحان اروشہ کے ساتھ باہر آیا۔ذوہان شہرام کے ساتھ بیٹھا تھا۔ایک صوفے پر روشنی زہان کے ساتھ اور ایک جانب فرحانہ بیگم بیٹھی تھیں۔

"دیکھو زہان اپنے اس شیطان بچے کو سنبھالوں میری بیٹی کو مارا ہے...پہلے تم ہمیں مارتے تھے اب تیرا بیٹا میرے بچوں کو مارتا ہے..."روحان نے زہان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں ذوہان تم نے اروشی کو کیوں مارا...؟"زہان نے ذوہان کو گھورا اور آنے کے لیے کہا۔

ذوہان کے معصوم چہرے پر حیرانی اور ہلکی سی بے چینی تھی۔

"میں نے نہیں مارا ہے بابا..."وہ آہستہ سے بولا،آواز میں گھبراہٹ صاف جھلک رہی تھی۔

"اوہ،تو اب جھوٹ بھی بولنے لگ گئے؟اروشہ کی آنکھوں میں آنسو تھے!اور وہ تمہارے پیچھے چھپ رہی تھی!"روحان نے ناک سکیڑ کر کہا۔

"میں نے صرف اس کا بال کھینچا تھا!مارا نہیں تھا!اور وہ بھی اس نے میرے لیگو توڑ دیے تھے!"ذوہان نے فوری اپنی صفائی دی۔

"بال کھینچنا مارنے میں آتا ہے شہزادے صاحب!"نازنین نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ذوہان،بیٹا...ہم سب ایک خاندان ہیں،کسی کو تکلیف دینا،چاہے مذاق میں بھی،غلط بات ہے۔"زہان نے سنجیدگی سے ذوہان کو اپنے پاس بلایا۔

ذوہان نے سر جھکا لیا،

"سوری اروشی..."

"میں نہیں معاف کر رہی.." اروشہ نے منہ بنایا۔

ذوہان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیاا؟ پلیز اروشی! میں نے سوری بھی بولا ہے..."

"نہیں! تم نے میرے لیگو کے ہاتھ بھی توڑ دیے تھے!" اروشہ نے ناک چڑھا کر منہ پھیرا۔

"بیٹا زہان! اب تمہیں تحفہ دینا پڑے گا، صرف سوری سے کام نہیں چلے گا!" روحان نے شرارت سے سر ہلایا۔

زہان نے بیٹے کو ہلکی سی آنکھ ماری۔

"ذوہان، جاؤ جا کر اپنا کھلونا باکس لے آؤ...اور اروشی کو اس میں سے کچھ چننے دو!"

"بابا! میرے سارے لیگو اس میں ہیں!" ذوہان نے بے چینی سے کہا۔

"تو پھر سبق سیکھو بیٹا، معافی مانگنے کا مطلب صرف الفاظ نہیں، دل بھی دینا پڑتا ہے۔" روشنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

ذوہان نے تھوڑا سا سوچا، پھر جھٹ سے دوڑا اور لیگو کا ڈبہ لے آیا۔

"ٹھیک ہے اروشی، تم جو چاہو لے لو، بس پلیز دوست بن جاؤ!"

اروشہ نے چپکے سے لیگو کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا۔اور آہستہ سے کہا۔

"اب معاف کیا... لیکن دوبارہ بال مت کھینچنا، ورنہ میں بھی تمہیں کان سے پکڑ لوں گی!"

"میرے بچے کے ساتھ غلط ہو رہا ہے.." شہرام نے ذوہان کے گال چومتے ہوئے کہا۔

"شادی کر لو ورنہ لوگ کہیں گے پتہ نہیں لڑکے میں کیا خرابی تھی جو لڑکی نہیں ملی یا کسی نے نہیں دی..." روحان نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ہے کیا تم نے وہ سنا نہیں ہے۔۔"

دل کے آگے یہ آفت بڑی ہے...

خواہشیں پھر بھی ضد پے اڑی ہے...

ہم سے مایوس ہو گا زمانہ پر زمانے کے کس کو پڑی ہے..

روحان زور سے ہنسا، اور شہرام کے کندھے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"تو نہیں سدھرے گا...!"

"میں سدھرنے کے لیے نہیں... سدھارنے کے لیے بنا ہوں!" شہرام نے سینہ تان کر آنکھوں میں چمک لیے بڑے یقین سے کہا۔

سب نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

"اور تمہارا سب سے پہلا مشن ہے...اپنی شادی کی تاریخ فائنل کرنا!" زہان ہنسا۔

"اعتراض ہے حضور! شہرام نے فوراً ہاتھ اٹھا کر ڈرامائی انداز میں کہا۔

فی الحال میری زندگی میں صرف قوم کے بچے اور قوم کی بہنیں محفوظ رہیں...میں خود سے نہیں، فرض سے محبت کرتا ہوں!"

"چلو حیان کھیلتے ہیں.." ذوہان نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"ہٹو اور دور رہو تم نے میری بہن کو مارا ہے اس لیے میں تم سے بات نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کو لالا بولوں گا..." حیان نے ہاتھ چھڑواتے ہوئے زوہان کو دھکا دیا۔

ذوہان گر پڑا۔ شرٹ کی آستینیں نہ ہونے کے وجہ سے اس کے بازو پر زخم آیا تھا۔ پہلے تو وہ نہیں رو رہا تھا مگر خون دیکھ کر وہ گلہ پھاڑ کر رونے لگا۔

ذوہان کے دھکا کھاتے ہی جب وہ زمین پر گرا اور اس کے نازک بازو سے خون نکلا تو لمحے بھر کو سب کی ہنسی رُک گئی۔

"ذوہان!" روشنی کی آواز گھبراہٹ سے بھری ہوئی تھی، وہ تیزی سے اس کی طرف لپکی۔

زہان اور روحان بھی ایک ساتھ اٹھے اور بھاگ کر ذوہان کے پاس پہنچے۔

زہان نے فوراً اپنے بیٹے کو گود میں اٹھایا، "بیٹا...کچھ نہیں ہوا، بابا کے شیر کو کچھ نہیں ہوتا۔"

مگر ذوہان تو خون دیکھ کر بری طرح رو رہا تھا۔

روشنی نے فٹافٹ اپنی چادر سے صاف گوشہ نکالا اور زخم پر دبایا۔

"ششش...ماما کے بیٹے کو کچھ نہیں ہونے دوں گی، ہمت سے کام لو، ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اروشہ! فور آفرسٹ ایڈ باکس لے آؤ!" نازنین نے آواز دی اور خود بھی دوڑی آئی۔

شہرام، جو ابھی تک مزاحیہ موڈ میں تھا، سنجیدہ ہو گیا۔

"حیان! یہ کیا حرکت تھی؟" اس نے سختی سے پوچھا۔

حیان نے نظریں جھکا لیں۔

"میں...میں نے اسے دھکا نہیں دینا تھا...پر وہ اروشی کو مارتا ہے نا..."

"بیٹا، بات مارنے کی نہیں ہوتی۔ بات معاف کرنے کی ہوتی ہے۔" فرحانہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

"ذوہان تمہارا چھوٹا بھائی ہے، کیا بھائیوں کو اس طرح دھکا دیا جاتا ہے؟" روحان نے حیان کو قریب کیا۔

"بیٹا، مردانگی کسی کو مارنے میں نہیں، بلکہ اس کو بچانے میں ہے جسے ہم سے تکلیف پہنچی ہو...اب دیکھو تمہارے دھکے سے اسے چوٹ لگی ہے، تو تمہیں کیا کرنا چاہیے؟"

"اور مارنا چاہیے..." اس نے غصے سے کہا۔

روحان چونک گیا، حیان کے لہجے میں عجیب سا غصہ اور بچپنے کی ضد گھلی ہوئی تھی۔

زہان، جو ذوہان کے زخم پر مرہم لگا رہا تھا، ایک دم رک گیا اور سنجیدگی سے حیان کی طرف دیکھا۔

"مارنا چاہیے؟" روحان نے حیان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے لیکن سخت لہجے میں پوچھا۔

"کیوں؟ مارنے سے تمہاری بہن خوش ہو گی؟ یا تمہارا دل؟" حیان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"نہیں... لیکن مجھے برا لگا تھا... مجھے بہت برا لگا تھا جب اس نے اروشی کے بال کھینچے۔"

"برا لگنا ٹھیک ہے، لیکن برا بن جانا ٹھیک نہیں، حیان۔ تم بڑے بھائی ہو نا؟" شہرام نے آگے بڑھ کر اس کی تھوڑی کو تھام کر اوپر کیا۔

"مگر وہ بھی تو غلط تھا۔" حیان نے جیسے صفائی دی۔

"کبھی کسی کو تکلیف دینے کا جواب تکلیف سے نہیں دینا چاہیے۔ اگر ایسا ہو تو دنیا میں صرف جنگ رہ جائے، محبت نہیں۔" روشنی نے نرمی سے کہا۔

فرحانہ بیگم بھی قریب آئیں۔

"بیٹا، انسان کو اپنے غصے پر قابو رکھنا سیکھنا چاہیے۔ اگر سب بچے اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کو مارتے رہیں گے تو دلوں میں محبت کیسے رہے گی؟"

زہان نے ذوہان کو اٹھا کر حیان کے قریب کیا۔

"ذرا سوچو، اگر تم اس کی جگہ ہوتے اور وہ تمہیں دھکا دیتا، تو تمہیں کیسا لگتا؟"

حیان خاموش ہو گیا۔ چند لمحے بعد وہ آہستہ سے آگے بڑھا اور ذوہان کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"سوری لالا... آئندہ نہیں ماروں گا۔ تم بھی اروشی کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔" ذوہان نے منہ بنایا۔

اروشہ ذوہان کے زخم کو دیکھ کر رو رہی تھی۔ جیسے چوٹ اسے لگی ہو۔

روشنی فوراً جھک کر اروشہ کو گلے لگا چکی تھی۔

"ارے میری بیٹی، تم کیوں رو رہی ہو؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔

مجھے اتھا نہیں لگتا کشی کو ٹوٹ لگے لالا تو تون آیا ہے۔

("مجھے اچھا نہیں لگتا کسی کو چوٹ لگے... لالا کو خون آیا ہے۔") اروشہ کی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔

ذوہان جو ابھی تک منہ بنائے بیٹھا تھا، اروشہ کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر نرم پڑ گیا۔ اس نے آہستہ سے اپنا چھوٹا سا ہاتھ بڑھایا۔

"سوری اروشی، میں نے تمہارے بال نہیں کھینچنا تھا..."

اروشہ نے جھٹ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب تم میرے بیسٹ لالا ہو!"

اور تم میری پیاری بہن.. آؤ دونوں کھیلتے ہیں.. "ذوہان نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے جانے لگا۔

"میں بھی آرہا ہوں.. "حیان بھی اس کے پیچھے گیا۔

روشنی، فرحانہ بیگم، اور نازنین دروازے کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ تینوں بچوں کو یوں صلح کرتے، ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے کھیلنے جاتے دیکھ کر جیسے ان کے دل بھر آئے ہوں۔

"اللہ ان سب کی محبت سلامت رکھے... "فرحانہ بیگم نے دعا دی۔

"یہی محبت اگر بڑوں میں بھی باقی رہے، تو دنیا کتنی حسین ہو جائے... "روحان نے نازنین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بچوں کی سادگی ہی اصل دولت ہے... "نازنین نے شرماتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔

زہان شہرام کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"یار، وہ وقت یاد ہے جب ہم بھی ایسے ہی لڑتے تھے؟"

"ہاں، مگر ہم میں سے کسی نے بال نہیں کھینچے تھے!" شہرام نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"ہاہاہا... وہ کام تو تم آج بھی کر سکتے ہو، بس موقع ملنے کی دیر ہے!" زہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا بچوں کے سامنے ایسی باتیں کرتے ہو؟" روشنی نے پیچھے سے چپت مارنے کی اداکاری کی،

سب ہنس دیے۔

باہر لان میں بچوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"پکڑو پکڑو!"

"میں بھاگ رہا ہوں!"

"اروشی چھپ گئی، آؤ اسے ڈھونڈیں!"

ایسا لگ رہا تھا جیسے محبت، معصومیت اور دعا اس گھر کی دیواروں میں گھل چکی ہے۔

☆☆☆

زہان اور روشنی کا ایک ہی بیٹا تھا، ذوہان ملک۔ ملک ہاؤس کا سب سے شرارتی اور سب سے لاڈلا بچہ۔ اس کی شرارتوں پر سب ہنستے، مگر اگر کبھی وہ روپڑتا تو گویا پورے گھر کا سکون چھن جاتا۔ خاص طور پر شہرام... جیسے اس کی آنکھوں کا تارا ہو۔ ذوہان کی ہر خوشی، ہر ضد شہرام کے دل سے جڑی تھی، جیسے وہ اس کا اپنا بچہ ہو۔

ذوہان کی پیدائش ایک معجزہ تھی۔ روشنی اس وقت موت کے دہانے پر تھی۔ ڈاکٹروں کی ہنگامی کوششیں، زہان کی بے چین دعائیں، اور فرحانہ بیگم کی کانپتی انگلیوں پر پڑھی جانے والی سورتیں سب مل کر روشنی کو زندگی کی طرف واپس کھینچ لائے تھے۔

ذوہان بھی پیدائش کے وقت اتنا کمزور تھا کہ ڈاکٹروں نے زہان کو حقیقت کے لیے تیار رہنے کو کہا تھا۔ مگر زہان نے جیسے تقدیر کا دامن تھام لیا تھا اور جب ذوہان نے پہلی بار رونا شروع کیا، تو وہ صدا صرف ایک بچے کی نہیں تھی، وہ جیت کی، دعا کی، اور محبت کی فتح کی آواز تھی۔

اسی دن زہان نے فیصلہ کیا تھا۔ "میرے لیے روشنی اور ذوہان ہی سب کچھ ہیں... میں اور بچوں کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" اور پھر واقعی، انہوں نے کبھی دوسرا بچہ نہیں مانگا۔

نازنین اور روحان کے ہاں وقت کے ساتھ جڑواں بچوں نے گھر کی رونق بڑھادی تھی حیان خان اور اروشہ خان۔ دونوں روشنی اور زہان کے لیے بھی اولاد جیسے تھے، مگر ذوہان کے لیے تو وہ میدان تھے شرارت، ضد، اور چھوٹی چھوٹی جنگوں کے!

ذوہان اکثر ان پر حکمرانی جتاتا، کبھی ان کے کھلونے چھین لیتا، تو کبھی اروشہ کی چوٹی کھینچتا۔ لیکن اس کا لاڈ ایسا تھا کہ کوئی اسے ڈانٹنے کی ہمت نہ رکھتا۔ اور اروشہ؟ وہ تو اتنی معصوم تھی کہ رونے کے بعد بھی اسے سب سے پہلے "لالا" ہی کی فکر ہوتی۔

شہرام... اس نے جیسے دل پر کوئی مہر ثبت کر لی تھی "شادی نہیں کرنی۔"

وہ سب کی خوشیوں میں شامل ضرور ہوتا، مگر خود پیچھے کھڑا ہو کر دیکھنے والا۔ دوسروں کے قہقہوں میں چھپے اپنے خالی پن کو ہنسی میں چھپا لینے والا۔

وہ ذوہان کی ہر ضد پوری کرتا، اسے کہانیاں سناتا، دوپہر کو اپنے بازو پر سلاتا اور پھر کبھی کبھی چپکے سے اس کے سوتے چہرے کو دیکھتا، اور لبوں پر زخمی سی مسکراہٹ آجاتی، جیسے وہ کوئی خواب ہو جو اُسے کبھی نہ ملا ہو۔

☆☆☆

ذوہان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور ہونٹوں پر ضد بھری ہچکیوں کی لرزش تھی۔

روشنی اسے گود میں لیے جھولا رہی تھی، ماتھا چوم رہی تھی، "بس میرے بیٹے، آپ کی مما یہاں ہے نا، چپ ہو جائیں، دیکھیں چاکلیٹ ہے آپ کے لیے۔"

زہان نے فوراً اپنی جیب سے ایک بڑی سی چاکلیٹ نکال کر اس کے سامنے کی، "یہ دیکھو! تمہاری پسندیدہ ہے... بس اب رونا بند!"

"مجھے شہرام چاچو کے پاس جانا ہے... آپ دونوں گندے ہیں!" ذوہان نے منہ پھیر لیا، اور روتے روتے دونوں کو گھورتے ہوئے بولا۔

اس کے انداز میں جیسے دنیا کا سب سے بڑا دھوکہ چھپا ہو۔

زہان کے ماتھے کی رگیں تن گئیں، "اوہ ہو... ہمیں گندے کہہ رہا ہے؟"

روشنی نے بے ساختہ ہنسی دباتے ہوئے اس کا منہ صاف کیا، "اچھا اچھا... چلو شہرام چاچو کے پاس... لیکن پہلے چپ ہو جاؤ، ورنہ وہ بھی ناراض ہو جائیں گے!"

"نہیں...وہ ناراض نہیں ہوتے...وہ میرے دوست ہیں!"

ذوہان نے ہچکیوں کے درمیان ضد سے کہااور ہاتھ بڑھایا جیسے وہ خود اُڑ کر شہرام تک جانا چاہتا ہو۔

اسی وقت شہرام کمرے میں داخل ہوا، ہاتھ میں گولڈن رنگ کا چھوٹا سا باکس لیے۔

"ارے ارے...میرے یار کی آنکھوں میں آنسو؟ یہ تو بہت ظلم ہو گیا!" اس نے فوراً ذوہان کو اپنی بانہوں میں لے لیا۔ ذوہان نے جیسے فوراً روٹھنے کی اداکاری بند کر دی۔

"چاچو! ان دونوں نے مجھے مارا..."

"اچھا؟ پھر تو ہمیں بدلہ لینا ہو گا۔" شہرام نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"دونوں کو جوتے مارنے چاہییں...تم کہو تو شروع کروں؟" پھر اس نے نظریں گھما کر زہان اور روشنی کی طرف دیکھا۔

"ارے پہلے میں تجھ سے بدلہ لوں، تُو ہی تو اسے اتنا لاڈ دیتا ہے!" زہان نے سینہ تان کر کہا۔

"اور جب بخار ہوتا ہے تو ماں کو یاد کرتا ہے...لاڈ پیار کے وقت چاچو چاہیے، بس!" روشنی نے نرمی سے کہا۔

"محبت میں خود غرضی چلتی ہے...خاص طور پر جب بات ذوہان ملک کی ہو!" شہرام نے شرارتی انداز میں کہا۔

سب ہنس دیے، اور ذوہان نے آخر کار شہرام کے کندھے پر سر رکھ کر مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆

نازنین نے حیان اور اروشہ کو سلانے کے بعد آہستگی سے کمرے کی روشنی مدھم کی، اور روحان کے ساتھ صوفے پر آبیٹھی۔ نرمی سے اس کے کندھے پر سر رکھا، اور سرگوشی میں کہا۔

"روحان... وہ گانا سنا دیں جو آپ ہمیشہ میرے لیے گایا کرتے تھے؟"

روحان نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر نرمی سے بوسہ دیا۔

"کون سا جانِ من؟" محبت اس کی آواز میں گھلی ہوئی تھی۔

"وہی پشتو والا... 'امید دہ زندگی دہ'... وہی سنائیں نا، آج دل کر رہا ہے۔" نازنین نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

روحان نے ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر اپنا ہاتھ ہارمونیم پر رکھا، اور دھیمے سر میں گنگنانے لگا۔

"خوا°ه خوا°ه را°وري

په نظر ک°مې انغا°ي

ا°مد دہ زند °°دہ

غو°ولی مې ژ°ا°دہ

جانان، جانان، جانان...

جانان چې پکې اوسي °و مره °کلي دنيا °°دہ"

(جانِ جاں، تم جہاں ہو، وہی دنیا سب سے حسین لگتی ہے...)"

نازنین کی پلکیں نم ہو گئیں، اس نے روحان کی انگلیاں تھام کر آہستہ سے کہا۔

"پتہ ہے، جب تم یہ گانا گاتے ہو، مجھے لگتا ہے جیسے میں پوری دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت ہوں۔"

روحان نے مسکرا کر اس کے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں تھام لیا۔

"اور تم ہو بھی... میرے لیے تم صرف بیوی نہیں، میرے ایمان، میری حفاظت، میری دُعا ہو اور تمہیں جب سے دیکھا تھا دل نے کہا تھا انشاءاللہ۔"

نازنین نے آنکھیں جھکائیں، لبوں پر محبت بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"زہ تاسرہ°°رہ مینہ لرم..."

(مجھے تم سے بہت محبت ہے۔) پھر ہمت کر کے آہستہ سے بولی۔

روحان جیسے پل بھر کو ٹھٹک گیا۔

"واللہ جان من، اس طرح پشتو بول کر تم نے میرا دل دھڑکا دیا...!" پھر دل موہ لینے والی سنجیدہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کے قریب جھکا اور کہا۔

پھر نرمی سے اس کے ہاتھ کو تھام کر اپنی دھڑکن پر رکھا۔

"زہ ھم تاسرہ مینہ لرم..."

(میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔)

اور بتاؤ نہ پشتو میں..روحان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ستانوم چی واخلم، زہ ی می خوشحال شی..."

(تمہارا نام جب لیتی ہوں، دل خوش ہو جاتا ہے۔) نازنین نے شرماتے ہوئے مسکراہٹ دبائی، پھر روحان کے قریب ہو کر آہستہ سے بولی۔

روحان کی آنکھوں میں حیرت اور محبت کی چمک ابھری۔

"یہ تم نے کب سیکھا؟"

نازنین نے شرارت سے پلکیں جھپکائیں۔

"جس دل کو تم نے جیتا ہو، وہ تمہاری زبان کیوں نہ سیکھے؟"

روحان ہنسا، پھر سنجیدہ ہوا۔

"زہ خوستاہ دعا جوہ یم...اوتہ زما سکون یي!"

(میں تو تیری دعا سے بنا ہوں...اور تو میرا سکون ہے!)

نازنین نے دل تھام کر اسے دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"پہ ھر دعا کی، تہ یی... پہ ھر دعا کی، تہ یی..."

(ہر دعا میں تم ہو... ہر دعا میں تم ہو۔)

روحان نے اس کی پیشانی چومی اور اس کا سر اپنے گود میں رکھ کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ نازنین دھیرے دھیرے نیند کی وادیوں میں جانے لگی۔

☆☆☆

زہان، شہرام اور روحان صبح سویرے جاگنگ کے لیے نکلے تھے۔ تینوں نے سلیولیس شرٹس اور جاگرز پہن رکھے تھے۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، مگر تینوں پسینے سے شرابور تھے۔ گلیوں کی خاموشی، صبح کی تازگی اور تینوں کی سانسوں کی رفتار ایک ساتھ ہم آہنگ تھی۔ جب لمبے چکر مکمل کر لیے تو تھکن کے مارے تینوں پارک کے ایک خالی بینچ پر آ کر بیٹھ گئے۔

"یہ جو شادی کرتے ہیں نا... پھر ان میں وہ پہلی جیسی جان باقی نہیں رہتی۔" شہرام نے قہقہہ لگاتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں، اور جو نہیں کرتے وہ ہم جیسے ہینڈسم، آزاد، تنہا اور جلنے والے ہوتے ہیں۔" روحان نے ہنکارا بھرا۔

"جان ختم نہیں ہوتی، ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ جان ایک شخص کے گرد گھومنے لگتی ہے۔" زہان نے مسکرا کر شہرام کو دیکھا۔

"بس یہی تو کہہ رہا ہوں... شادی کے بعد 'جان' بیوی بن جاتی ہے اور باقی سب کچھ ثانوی!" شہرام نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔

"اور وہ 'جان' اگر رات کو بچے کی نیند کے ساتھ اٹھ جائے، تو سمجھو بندہ بھی ساتھ ہی جاگتا ہے۔" روحان نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اور صبح بیوی کے کہنے پر اُسی بچے کو سکول چھوڑنے بھی جانا ہوتا ہے۔ اتنی مشقت تو ہم نے آرمی کی ٹریننگ میں بھی نہیں دیکھی تھی!" شہرام نے مصنوعی سنجیدگی سے گردن ہلائی۔

"تم دونوں کو سن کر لگتا ہے جیسے شادی جہنم ہو۔" زہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جہنم نہیں، مگر گرمائش ضرور ہوتی ہے، خاص طور پر جب بیوی کچن میں ہو اور تم غلطی سے باہر کا کھانا لے آؤ!" شہرام نے مزاحیہ تاثر بنایا۔

"اور وہ گرمائش صرف بیوی کے لہجے میں نہیں، نظر میں بھی نظر آتی ہے۔" روحان نے قہقہہ لگایا۔

"مگر دیکھو، زہان... تُو تو بچ گیا۔ تجھے روشنی جیسی بیوی ملی، جو جنت کے واؤچر کے ساتھ آئی ہے!" شہرام نے چوٹ کی۔

"الحمدللہ... اور تُو کب تک ہمارے ساتھ ایسے لطیفے بناتا رہے گا؟ کب کرے گا شادی؟" زہان نے شرماتے ہوئے کہا۔

"جب ایسی کوئی روشنی میرے لیے بھی لکھی گئی ہو، تو اللہ ضرور ملائے گا۔ فی الحال... تم دونوں کے بچے سنبھال کر ہی خوش ہوں!" شہرام نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ماموں جی، بس اتنا یاد رکھنا، ہم تمہیں صرف مٹھائی کھلانے کے لیے نہیں بلائیں گے، اب کی بار باراتی بننے کے لیے تیار رہنا!" روحان نے قہقہہ لگایا۔

"باراتی؟ ارے بھائی میں تو ابھی فیزون میں ہوں... پیا کے ملنے کی دُعا تو کر لو پہلے!" شہرام نے مصنوعی گھبراہٹ سے آنکھیں پھیلائیں۔

"اچھا سنو شہرام سوری تجھے اکثر ساس کہتا رہتا ہوں..." روحان نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں، میں ہوں بھی تمہاری ساس... جو کہیں بھی، کسی بھی وقت، طعنے دینے کا پیدائشی حق رکھتی ہے!" شہرام نے شانِ بے نیازی سے گردن اکڑائی اور مصنوعی غرور سے کہا۔

"اُف! بس یہی رہ گیا تھا، اب ساسوں میں بھی مقابلہ ہونے لگا ہے۔" زہان نے قہقہہ لگایا۔

"اور اگر ساس ایسی ہو تو بیوی کو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں، روزانہ صبح ساس کے اقوالِ زریں سے دن کی شروعات ہو گی۔" روحان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور پتہ ہے؟ شہرام جب شادی کرے گا، تو خود اپنی ہی شادی میں کنفیوز ہو گا کہ 'دُولہا کون ہے... اور ساس کون؟'"

"اچھاااا! تم دونوں کو میں اب شادی کے بعد ساس ٹریننگ کلاسز دوں گا... تاکہ پتا چلے کہ طعنہ کیسے دیا جاتا ہے، زہر کیسے گھولا جاتا ہے، اور خاموش جملے کیسے مارے جاتے ہیں!" شہرام نے مصنوعی غصے میں دانت پیسے۔

"بس بس... اب رحم کر دو! پہلے ہی تمہارے الفاظ سے ہمارا بلڈ پریشر ہائی ہے۔" روحان نے ہنستے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اے رب! ہمیں ہر بلا سے بچا... خاص کر شہرام جیسے ساس سے!" زہان نے مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا۔

اور تینوں کے قہقہے ایک بار پھر پارک میں گونج اٹھے، جیسے بچپن کی کوئی شرارت بڑی ہو کر دوستی کی بنیاد بن چکی ہو۔

☆☆☆

"زہان یہ کیا ہو گا۔؟ ذوہان کتنا شیطان ہو گیا ہے یا تو بچوں کو مارتے رہتے ہیں یا خود کو زخمی کر دیتا ہے..." روشنی نے زہان کو کافی کا مگ پکڑا کر ذوہان پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا جو بیڈ پر اڑھا تر چھا سو رہا تھا۔

"بچے ہوتے ایسے ہیں جان من وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا تم کیوں ٹینشن لے رہی ہو..." زہان نے نرمی سے اسے خود سے لگاتے ہوئے کہا۔

روشنی نے گہری سانس لی اور زہان کے سینے سے لگی رہی۔

"پتا ہے زہان... مجھے ڈر لگتا ہے... کہیں یہ بچپن کی ضد، شرارتیں... آگے جا کے کسی تکلیف میں نہ بدل جائیں۔ ذوہان کا غصہ دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔"

"جان من... ہر بچے کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔ ذوہان تھوڑا جذباتی ہے، حساس ہے... لیکن یہی بچے بڑے ہو کر سب سے زیادہ شعور رکھتے ہیں۔" زہان نے اس کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کو پتہ ہے نا... میں اسے نارمل بچوں سے زیادہ pray کرتی ہوں، کہ یا اللہ اسے سکون دے... دل کا، دماغ کا، ہر چیز کا۔" روشنی نے دھیرے سے سر ہلایا۔

"اور تمہاری ہر دعا میرے رب کے ہاں رائیگاں نہیں جائے گی... ہم دونوں اسے محبت، شعور اور صبر سے پالیں گے۔ وقت کے ساتھ وہ خود ٹھیک ہو جائے گا۔"

"بابا..." اسی لمحے ذوہان نے نیند میں کروٹ بدلی اور ہلکی آواز میں کہا۔

روشنی اور زہان نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔

"آپ دونوں خاموش رہ سکتے ہیں کیا...؟ ساری نیند خراب کر دی..." ذوہان نے نیند میں ہی منہ بناتے ہوئے کہا۔

زہان اور روشنی ایک لمحے کو حیران رہ گئے، پھر دونوں کی ہنسی بے اختیار چھوٹ گئی۔

زہان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے معذرت کی۔

"معاف کرنا حضور، ہم آئندہ سرگوشی بھی اجازت لے کر کریں گے!"

"اب سو جاؤ میرے چاند... ورنہ کل اسکول میں ٹیچر کہیں گی، شرارتی تو ہو ہی... نیند پوری بھی نہیں کرتے!" روشنی نے آہستگی سے ذوہان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

ذوہان نے ایک آنکھ کھول کر ماں کو دیکھا۔

"امی! ٹیچر تو مجھے ہیرو کہتی ہیں..." پھر فوراً کروٹ لے کر کہنے لگا۔

"بس آپ دونوں باتیں بند کریں...اور لائٹ بھی بند کر دیں..."

"ہمارے گھر کا چیف تو یہ نکلا..."زہان نے قہقہہ دبایااور ٹیبل لیمپ بجھا کر روشنی کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"بابااب جن کی طرح نہ ہنسے..."ذوہان کی آواز پھر سے آئی تھی۔

زہان نے فوراً منہ پر ہاتھ رکھ لیا،اور روشنی نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے تکیے میں منہ چھپالیا۔

"بس بہت ہو گیا،اب واقعی چپ۔"زہان نے سرگوشی کی صورت کہا۔

"ہاں،ورنہ ہمارا چھوٹا باس ہمیں کمرے سے نکال دے گا۔"روشنی نے دھیرے سے مسکرا کر جواب دیا۔

کمرے میں ہلکی سی روشنی،گھڑی کی ٹک ٹک اور ذوہان کی گہری سانسیں باقی رہ گئیں۔

زہان نے روشنی کا ہاتھ پکڑ کر بالکونی میں کے کر آیا۔

خود کرسی پر بیٹھ کر اسے اپنے ساتھ بٹھایااور اس کا سر اپنے کندھے پر رکھا۔

فضا میں خاموشی کا راج تھا۔نیچے سڑک پر کبھی کبھار کوئی گاڑی گزرتی،تو روشنی دور خلا میں دیکھتی رہتی۔آسمان پر چند ستارے مدھم سے جھلملاتے،جیسے ان کی محبت کے گواہ ہوں۔

زہان نے آہستہ سے تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورہ الرحمن کی تلاوت کرنے لگا۔

روشنی نے پلکیں جھپکائے بغیر زہان کو دیکھا...

اس کے لبوں سے نکلتے قرآنی الفاظ ہوا میں تحلیل ہو کر دل کے اندر کہیں اترتے جا رہے تھے۔

"الرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْآنَ..."

(رحمن، جس نے قرآن سکھایا۔)

زہان کی آواز میں ایک ایسی روحانی گہرائی تھی، جو روشنی کے دل کو سکون دے رہی تھی۔

وہ بے اختیار بولی۔

"آپ کی تلاوت سنتی ہوں تو دل کرتا ہے وقت یہیں ٹھہر جائے..."

زہان نے تلاوت روکی نہیں، بس مسکراہٹ اس کے لہجے میں گھل گئی۔

"فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ..."

(پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)

روشنی کی آنکھوں میں آنسو اترنے لگے۔

وہ دھیرے سے بولی۔

"کیا واقعی میں ان سب نعمتوں کے لائق ہوں؟ آپ، ذوہان، سکون، ایمان..."

زہان نے تلاوت مکمل کر کے اس کا ہاتھ تھاما اور نرمی سے بولا۔

"تم وہ دعا ہو جو میں نے کبھی نہیں مانگی تھی... مگر پھر بھی اللہ نے عطا کیا۔"

"اور آپ میرے وہ سکون ہو جس نے میری زندگی کے شور کو ختم کر دیا..." روشنی نے اپنا سر اس کے کندھے سے اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ہم سب اللہ کی نعمتیں ہیں... ایک دوسرے کے لیے، ایک دوسرے کی دعا بن کر۔" زہان نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

فضا میں ہلکی سی ٹھنڈی ہوا چلی... ستارے جھلملائے، اور دلوں میں شکر کی روشنی بھر گئی۔

قرآن کی تلاوت کے بعد جو سکون تھا... وہ کسی دنیاوی لفظ میں بیان نہیں ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

میجر زہان ملک، میجر روحان خان اور میجر شہرام شاہ، تینوں مکمل آرمی یونیفارم میں ملبوس، لاؤنج کے وسط میں وقار سے کھڑے تھے۔ آج انہیں ایک اہم اور حساس مشن کے لیے روانہ ہونا تھا۔ گھر کا ماحول عقیدت، تشویش اور محبت سے لبریز تھا۔

فرحانہ بیگم کے لبوں پر قرآن مجید کی آیات تھیں۔ انہوں نے ایک ایک کر کے تینوں کے سروں پر ہاتھ رکھا، اور سورت الفاتحہ، آیۃ الکرسی اور آخری قل پڑھ کر دم کیا۔

"اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے، بیٹا... ماں کی دعاؤں میں ہمیشہ محفوظ رہنا،" انہوں نے آہستہ سے کہا۔

زہان، روحان اور شہرام نے باری باری ان کے قدموں کو چھوا اور دعائیں لے کر سر جھکا دیا۔

دوسری طرف روشنی اور نازنین آنکھوں میں نمی لیے خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ روشنی نے اپنے آنچل کا پلو مضبوطی سے تھام رکھا تھا جبکہ نازنین نے اپنے آنسو چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

"فوجی کی بیوی بننا شاید سب سے مشکل رشتہ ہوتا ہے..." روشنی نے نم لہجے میں کہا۔

"ہاں... ہر بار ان کی وردی میں لپٹی قربانی کو دل سے محسوس کرنا پڑتا ہے،" نازنین نے دھیرے سے جواب دیا۔

ذوہان، شہرام کی انگلی تھامے یوں کھڑا تھا جیسے وہ بھی اس مشن کا حصہ ہو۔

"چاچو، آپ مجھے بھی ساتھ لے جا رہے ہیں نا؟ میں بھی ملک کی حفاظت کروں گا۔"

"تم ابھی ہمارے چھوٹے سپاہی ہو، محاذ پر جانے کے لیے نہیں۔" شہرام نے جھک کر ذوہان کا ماتھا چوما۔

ادھر روحان نے اروشہ کو اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ چھوٹی سی بچی باپ کی گردن سے لپٹی ہوئی تھی۔ اور حیان، ننھے ہاتھوں سے باپ کی انگلی تھامے، خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"بابا، آپ کب واپس آئیں گے؟" حیان نے معصومیت سے سوال کیا۔

"جلدی... جیسے ہی دشمن کو ہرا کر آؤں گا۔ تم مورے کا خیال رکھنا، اور بہن کا بھی۔" روحان نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرایا۔

زہان آہستگی سے آگے بڑھا۔ روشنی کے قدم جیسے خود بہ خود اس کی طرف کھنچ آئے۔

زہان نے اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگایا۔روشنی کی ضبط کی گئی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے،اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ایسے رخصت کرو گی تو سنائپر کا نشانہ چھوٹ سکتا ہے..."زہان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے بالوں میں لب رکھے، مگر لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"دل نہیں چاہتا کہ جانے دوں، مگر جانتی ہوں تم صرف میرے نہیں...اس وطن کے بھی ہو۔"

روشنی کی آواز ٹوٹ رہی تھی، لیکن اس کے لفظوں میں وقار تھا۔

"وطن سے محبت نے مجھے تم تک پہنچایا تھا...اور اب اسی محبت کے راستے پر لوٹ رہا ہوں۔"زہان نے نرمی سے اسے خود سے الگ کیا،اور اس کے آنسو اپنے انگوٹھے سے صاف کرتے ہوئے بولا۔

روشنی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہمارے بیٹے کا خیال رکھنا..."زہان نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا،اور دھیرے سے کہا۔

اسی لمحے، پیچھے سے ایک ننھی سی آواز آئی۔

"بابا! میں چھوٹا بچہ نہیں ہوں جو مما خیال رکھیں گی، بلکہ میں خود مما کا خیال رکھوں گا!"ذوہان شہرام کا ہاتھ چھوڑتا ہوا آگے بڑھا،اور پورے فخر کے ساتھ آ کر ماں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

زہان کی آنکھوں میں نمی اور فخر ایک ساتھ چمک اٹھا۔وہ جھکا،اور ذوہان کو سینے سے لگا لیا۔

"میرے شیر بیٹے... تم میرے بعد اس گھر کے محافظ ہو۔"

"چھوٹا ہے مگر جذبہ بڑا ہے، لگتا ہے وطن کی حفاظت کا سلسلہ نسلوں تک چلے گا۔" شہرام نے دور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

روحان نرمی سے نازنین کے چہرے پر بہتے آنسو پونچھ رہا تھا، اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں میں نمی...

"بس نازو... رونا بند کرو، تمہاری آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں تو میرا حوصلہ کمزور پڑ جاتا ہے۔"

"تم اتنی بہادری سے محاذ پر جا سکتے ہو، اور میں تمہیں رخصت کرنے میں اتنی کمزور کیوں ہو جاتی ہوں؟" نازنین نے ضبط کے ساتھ لب بھینچے، اور نم آواز میں بولی۔

"تم کمزور نہیں ہو نازنین، تم وہ طاقت ہو جو میرے دل کو میدان میں ثابت قدم رکھتی ہے... میری دعاؤں کی آواز تم ہو۔" روحان نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا، اور ہلکے لہجے میں کہا۔

"وعدہ کرو سلامت آؤ گے..." نازنین نے اپنا چہرہ اس کے سینے سے لگا دیا۔

"وعدہ صرف شہادت یا سلامتی کا نہیں ہوتا... مگر تمہارے لیے، میں ہر دعا میں اپنی واپسی مانگوں گا۔" روحان نے ایک گہرا سانس لیا، اور دایاں ہاتھ سینے پر رکھتے ہوئے بولا۔

"چلو بھئی! ورنہ وطن کہے گا یہ سپوت تو اپنی بیویوں کے آنسوؤں میں بھیگ کر لوٹ گیا!" شہرام کی آواز گونجی۔

زہان نے پیچھے مڑ کر روشنی کو ایک آخری بار دیکھا، اور آنکھوں سے بوسہ بھیجا۔

روحان نے اروشہ کو چوم کر نازنین کی گود میں دیا اور حیان کی پیشانی چومی۔

"میرے شیر بیٹے، مورے کا خیال رکھنا... تم میرے سب سے بڑے محافظ ہو۔"

"جی بابا.." حیان نے معصومیت سے کہا۔

فرحانہ بیگم نے زہان، روحان اور شہرام کے سروں پر ہاتھ پھیر کر دعا دی۔

"اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے، ہر گولی، ہر سازش، ہر خطرے سے محفوظ رکھے... میرے بیٹے، تم صرف ہمارے نہیں، اس دھرتی ماں کے سپوت ہو۔"

زہان نے جھک کر ان کے ہاتھ چومے۔

آپ کی دعاؤں کے بغیر ہم کچھ نہیں، خالہ بس دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔" روحان نے آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

شہرام ہمیشہ کی طرح مسکرا رہا تھا، لیکن اس بار اس کی مسکراہٹ میں چھپا سکوت صاف نظر آ رہا تھا۔

"خالہ، اگر آپ کے بیٹے تاخیر سے واپس آئیں... تو سمجھ لیجیے گا کہ فرض نے تھوڑا روک لیا ہے۔"

فرحانہ بیگم نے ان تینوں کو سینے سے لگایا، اور آنکھیں بند کر کے کچھ دیر تک سورت فاتحہ اور آیت الکرسی کا ورد کرتی رہیں۔

نازنین، روشنی، اور بچے دروازے کی دہلیز پر کھڑے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

"بابا، شہرام چاچو، روحان پھوپھا... جلدی آنا..." ذوہان نے آنکھیں نم کرتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔

روحان نے پلٹ کر حیان اور اروشہ کو دیکھا۔

"میرے پیارے مجاہدوں، مما کا کہنا ماننا اور نانی کے ساتھ قرآن پڑھنا، ٹھیک ہے؟"

"جی!" دونوں نے ہاتھ اٹھا کر سلیوٹ کیا۔

تینوں افسر، فوجی قدموں کے ساتھ دروازہ پار کر کے باہر نکل گئے۔

دروازہ بند ہوا...اور پیچھے صرف سسکیوں، دُعاؤں اور انتظار کی خاموش لوری رہ گئی۔

لباسِ وردی، دل میں دعا، آنکھوں میں اک خوفِ جدا

جانے والے رُکے نہیں، پیچھے رہی سسکیوں کی صدا

زہان نے روشنی کے آنسو اپنی پلکوں پر رکھے

کہا، "یہ تری آنکھیں نہیں، میرے دل کی جھلک ہیں"

وہ بولا،

"میرے عشق میں اللہ ہے، اور فرض میں تُو"

"میں جب بھی لوٹوں، سجدے میں ہوں، یا زخموں میں ہوں"

روحان نے نازنین کے لبوں پر لرزتی خاموشی چُنی

"میرے بچے تمہاری گود میں پلیں، یہی میری فتح سنی"

شہرام نے خاموشی سے اپنے جذبے چھپائے

مگر نظریں جیسے سب کہہ گئیں، بے صدا، بے لُعنت دعائیں

فرحانہ بیگم نے قرآن کی آیات پڑھ کر

دھیمی سانسوں سے بیٹوں پر سایہ کیا

آنکھیں نم، دل مضبوط ماں تھی، ہار نہ مانا کیا

ذوہان نے ننھے ہاتھوں سے شہرام کی انگلی پکڑی

اور بولا،

"میں بھی فوجی ہوں بابا، بس چھوٹا ہوں ابھی"

حیان نے باپ کی انگلی تھامی

اروشہ نے خواب چُنے،

یہ چھوٹے دل تھے، مگر خواب شہادت سے جُنے۔

تمت بالخیر